قربت کے اسلامی قوانین اور قرآن کا معجزہ

عبد الرحمن محمد عبد الاول
پی ایچ ڈی، پروفیسر انجینئرنگ و امریکن سائنٹسٹ

روزانہ کی نصیحت کا ترجمہ:

آہ، کیا ہو گیا ہے ان مومنوں کو جو مسلسل اپنے آپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
اسلام نے عورت کو عزت سے نوازا. مسلمان عورتیں جنت کی مائیں ہیں۔ بطور مسلمان،
ہمیں کبھی بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ
شخص کسی وجہ سے ناپاک اور بے عزت ہونا چاہے۔ بیشک، اگر آپ اپنے شوہر یا بیوی کو
جنسی تصورات میں مشغول کرتے ہیں، پھر آپ کے خیال میں آپ کی وفات کے بعد کیا ہوگا؟
ایسی عادات ختم نہیں ہوتیں، اور وہ کسی دوسرے شخص کے پاس جانے کے لیے پاگل ہو جائے
گا جو خواہشات کو پورا کر سکے۔یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہم اس دنیا میں بہت کم وقت کے
لیے ہیں، اور ہمارا مقصد دنیاوی لذتوں اور جسمانی خواہشات سے لطف اندوز ہونا نہیں بلکہ
اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو زندگی میں ایک خاص فریضہ عطا کیا ہے، اور
وہ صرف اللہ کی عبادت کرنا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں میں ضرورت سے
زیادہ مشغول نہ ہوں، جس میں مخالف جنس کے لوگوں کی صحبت میں گھنٹوں بیکار وقت
گزارنا، چاہے وہ شرعی حیثیت سےشادی شدہ بیوی ہی کی صحبت کیوں نہ ہو. جسمانی اور
جنسی تعلقات کا جنون انسانی روح کو تباہ کر دیتا ہے۔ خواہ وہ نکاح میں جائز ہی کیوں نہ
ہو۔ یہ ایک عیش و آرام کی چیز ہے اور کوئی بھی عیش و آرام کی چیز جس میں لوگ بہت
زیادہ ملوث ہیں وہ اس کے لئے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں. یہ ایک عیش و آرام کی رغبت ہے
اور کوئی بھی عیش و آرام کی رغبت جس میں لوگ بہت زیادہ ملوث ہیں وہ اس کے لئے
سخت نقصان اٹھاتے ہیں. یہاں تک کہ اگر کوئی بہت زیادہ چینی کھاتا ہے، تو اسے ذیابیطس
ہو جاتا ہے. اس جنسی بیماری کی وجہ سے دنیا بھر میں مسلمان ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔
میں ان جاہل لوگوں کی باتوں کو برداشت نہیں کر سکتا جب وہ جنسی سرگرمیوں کے بارے
میں بات کرتے ہیں اور گمراہ کن اصولوں کو پھیلانے کے لئے پیغمبرانہ روایات کا استعمال کرتے
ہیں۔ مجھے غصہ آتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اسلام کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے
لیے استعمال کرتے ہیں۔ شادی اور جنسی تعلقات کبھی بھی مسلمانوں کی زندگی کا مقصد
نہیں ہیں۔ بس اللہ سے محبت ہی اہم ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شادی کو ضروری سمجھتا
ہے، تو بھی اسے ہر کسی کو صرف اس لیے شادی کرنے پر رضامندنہیں کرنا چاہیے کہ ہمارے
خیال میں یہ صحیح ہے. حضرت عمران کی صاحبزادی حضرت مریم علیہا السلام بھی غیر
شادی شدہ تھیں. اللہ ان سے محبت کرتا تھا۔ کسی بھی قسم کی لذت میں مبتلا ہونا انسانوں
کے لیے نقصان دہ ہے۔ اہل ایمان کو اس دنیا میں عیش و عشرت سے لطف اندوز ہونے کے
لیےنہیں بھیجا گیا. ہمیںاللہ اور اس کے رسول کی عبادت اور اطاعت کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہمارے
نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہی اصول پر زندگی بسر کی،حالانکہ وہ کاروبار کر کے
بہت زیادہ امیر بن سکتے تھے،لیکن انہوں نے اس جہان سے پردہ فرمانے تک سادگی میں رہنے
کا انتخاب کیا۔ ہماری اپنی لذتوں، اور غیر مسلموں کی پیروی اور جنسی سرگرمیوں کے جنون
میں مبتلا ہونے کی وجہ سے، سعودی عرب کے ہزاروں نوجوان، کویت اور پاکستانی نوجوان,
قطری مرد اور عورتیں, عمان اور بحرین کے بزرگ کاروباری افراد, اور یہاں تک کہ انڈونیشیا

اور ملائیشیا، افریقہ اور بھارت کے سائنسدانوں کو اب سی آئی اے کے بش دور کے تفتیشی پروگراموں میں شدید تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، اور وہ آج تک بہت سے یورپی ممالک میں رازداری سے کام کر رہے ہیں۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام کو اسلیے چھوڑ رہے ہیں کیونکہ وہ کیونکہ وہ جنسی تعلقات کے ساتھ ہمارے جنون سے بیزار ہیں۔ کیا آپ نے کبھی کسی عیسائی پادری یا یہودی ربی کو ایسی بے شرم ویڈیو اپ لوڈ کرتے دیکھا ہے؟ آپ کے خیال میں اللہ کس کو جنت میں داخل کرے گا؟ مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے سمجھدار ہوجانے کی تنبیہ کی جا رہی ہے۔ کیوبا میں گوانتانامو نیول بیس اور اس کے علاوہ افغانستان، لتھوانیا، رومانیہ، پولینڈ، تھائی لینڈ، بلغاریہ، ناروے اور یہاں تک کہ کینیڈا میں بھی ایسی بلیک سائٹس موجود ہیں جہاں سینکڑوں معصوم مرد، خواتین اور مسلمان بچوں کو لے جایا جاتا ہے جہاں امریکی، برطانوی اور یورپی محافظوں کی جانب سےانھیں بجلی کے جھٹکے لگا کر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ایسا اس لیے ہو رہا ہے کیونکہ بہت سے مسلمان اب جماع اور جسمانی لطف اندوزی کے جنون میں مبتلا ہیں، اور وہ مسلسل آن لائن رہتے ہوئے ازدواجی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے طریقے تلاش کررہے ہیں. غیر مسلم بلیک سائٹ پر تشدد کرنے والوں کے ہاتھوں پکڑے جانے والے تمام مردوں نے اعتراف کیا کہ انہوں نے اپنی شرعی بیویوں کے ساتھ مباشرت میں مختلف انداز کا تجربہ کیا، اور ان تفتیشی کمروںمیں، انہیں اپنی ہی بیٹیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے پر مجبور کیا گیا، تو اللہ سے ڈرو، اور جانوروں کی طرح مت بنو! کچھ بلیک سائیٹ گارڈز نے مسلمان بیٹوں کو اپنی ہی ماؤں کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے پر مجبور کیا! ان لوگوں نے ایک بار اپنے اسلامی شریک حیات کے ساتھ بیمار جنسی تعلقات کے جواز کے لیے حدیث اور قرآن کا استعمال کیا۔ اس لیے میں سب کو کہتا ہوں کہ کنوارے اور پاکدامن رہو۔ کچھ مسلمان مجھ پر چیخ کر کہتے ہیں کہ حلال کو حرام بنانے کی ہمت مت کرو! میں ان سے کہتا ہوں کہ اللہ پر الزام لگانے کی ہمت نہ کرو، جب آپ کو ان بلیک سائٹس میں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان بلیک سائٹ جیلوں میں جن لوگوں پر تشدد کیا گیا ان کی اکثریت غیر مسلم بن گئی اور اسلام سے نفرت کرنے لگے، اور اللہ کو اپنے امتحان کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ان پر نہ صرف جنسی زیادتی اور تشدد کیا گیا، انہوں نے اپنے ایمان کو بھی گنوا دیا۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان غلط اور بیمار جنسی تعلقات میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں یا شوہروں کے ساتھ جسمانی گوشت کی طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ میں نے ہزاروں مرتد مسلمانوں کے انٹرویو کیے ہیں اور ان سب نے اعتراف کیا ہے کہ وہ ازدواجی تعلقات میں بہت زیادہ سرگرم تھے, اور ہمیشہ اپنی بیویوں کے ساتھ نئے انداز سے بیمار جنسی خواہش پوری کرتے تھے، یقیناً جنسی کھلونے اور دیگر انحرافات کا استعمال حلال طریقوں سے کرتے ہوئے. اب وہ نہ صرف مرتد ہو گئے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

ہمیں اسلام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حقیقی راستے پر چلنا چاہیے. لہٰذا ہر کسی کو مذہبی ہونے دیں، میاں بیوی سٰ محبت اور اس زندگی کی خوشیوں کے جنون پر توجہ مرکوز کئے بغیر. ہمیں بعد کی زندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ نہ کہ یہاں اس دنیا میں خوشی اور محبت تلاش کرنے کے لیے۔ انسانوں سے محبت کے جنون کے بعث بعض اوقات بہت سی خواتین اور مرد جذباتی ہوجاتے ہیں اور جسمانی طور پر مکمل طور پر ٹوٹ جاتے ہیں. اپنے ذاتی تجربے میں میں نے درجنوں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہت زیادہ جنسی تعلقات رکھتے تھے جس کی مذہب میں مکمل اجازت ہے، لیکن پھر میں نے انہیں سخت ترین درد اور تکلیف سے گزرتے دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا بھر میں تمام مسلمانوں کی توہین اور مصائب کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کو اپنی خواہشات پر عمل کرنے کے بہانے کے طور پر استعمال کرنا چھوڑ دیں اور چین،

مشرق وسطیٰ اور میانمار میں تشدد کا شکار اور قتل کیے جانے والے اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لیے اللہ سے روکر دعایں کرتے ہوے اپنا وقت گزاریں۔

اے اللہ! میں مسلمانوں کو کیسے بتاؤں کہ سچا ایمان چینلز پر اسلامی طریقے سے سیکس کرنے اور سیکس کے بارے میں مسلسل بات کرنے کی ویڈیوز بنانا نہیں ہے؟ سچا مذہب لوگوں کے لئے رونا ہے. اے اللہ! براہ کرم مسلمانوں کے دلوں سے مذہب اور اسلام کو بہانہ بنا کر مسلسل سیکس پر بات کرنے کا جنون نکال دیں۔ اللہ ان مسلمانوں کو امت کا احساس دلائے جو حلال جنسی لذتوں کے عادی ہوگئے ہیں۔ اللہ ہماری خواتین کو جنسی زیادتی یا تشدد سے بچائے! مسلمان اپنے آپ کو اس سوچ میں مبتلا کر لیتے ہیں کہ جنسی لذتیں عبادت ہیں! اے اللہ! لوگوں کے دلوں سے جنسی لذتوں کے جنون کو نکال دیں۔ اللہ ہمیں ایمان اور تقویٰ پر قائم رکھے۔ ہمیں مسلمانوں کو زیادہ جنسی تعلقات قائم کرنے کی ترغیب دینے والی ویڈیوز کبھی بھی اپ لوڈ نہیں کرنی چاہئیں، چاہے وہ شوہریا بیوی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو. میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں صحیح رہنمائی عطا فرمائے اور ہم مسلمانوں کو اس سوچ میں گمراہ نہ کریں کہ جنسی تعلقات اور ہوس دین کا اہم حصہ ہیں۔

آپ جانتے ہیں، میں ابھی ابھی پناہ گزین کیمپوں سے واپس آیا ہوں جہاں میانمار کے متاثرین مسلمانوں کو رکھا گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ 10 لاکھ سے زیادہ مسلم خواتین کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا، اور ان کے بچوں کو ان کے سامنے جلایا دیا گیا۔ اور یہاں ہم ہیں، مسلمانوں کا ایک گروہ یہاں بیٹھا ہے، اور ویڈیوز اپلوڈ کر رہا ہے کہ اپنے میاں یا بیوی کو کیسے جنسی راحت پہنچانی ہے. اللہ کے واسطے رحم کریں، اور بتائیں کہ والدین کے سامنے مسلمان بچوں پر کیسے تشدد کیا جاتا ہے؟ اگر ہم خوش نصیب ہیں تو ہمیں اپنی ہوس کی سزا اسی دنیا میں ملے گی، کیونکہ شرک بتوں کی پوجا کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کے شوہر یا بیوی کی شرمگاہ سمیت کسی بھی چیز یا کسی چیز کی عبادت کرنا ہے۔ اے اللہ! ماؤں کو عزت اور عزت نفس سکھا دیں! متعدد عراقی اور افغان قیدیوں نے جن پر جنسی تشدد کیا گیا انہوں نے اعتراف کیا کہ گرفتاری سے پہلے وہ اپنی بیویوں کے ساتھ بہت زیادہ جمع کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ نے اعتراف کیا کہ کچھ مغربی پورن فلمیں دیکھنے کے بعد، انہوں نے شرعی حدود کے اندر رھتے ہوے، جنسی تعلقات میں نئے انداز کا تجربہ کیا، لیکن اب انہیں احساس ہوا کہ ان لذت کی وجہ سے, اللہ تعالیٰ نے انہیں خفیہ جیلوں میں قیدی بنا دیا، جہاں ان کے بچوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے بدفعلی کا نشانہ بنایا گیا اور امریکی فوجیوں نے ان کی بیویوں پر تشددکیا تاکہ وہ جھوٹے اعترافات پر دستخط کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یاد رکھیں کہ جب بھی آپ جنسی لذتوں میں ملوث ہوتے ہیں تو آپ کو اس کی سخت سزا ملے گی بشرطیکہ آپ پہلے ہی صحابہ کرام کی طرح اللہ کی راہ میں خون پسینہ نہ بہا رہے ہوں۔ انہوں نے اپنا وقت جنسی تعلقات کے طریقوں کی تلاش میں صرف نہیں کیا۔ اگر آپ بلیک سائٹس اور گٹمو میں تشدد اور بدسلوکی کا شکار نہیں ہونا چاہتے ہیں، تو براہ کرم جنسی سرگرمیوں میں زیادہ ملوث ہونے سے گریز کریں۔ لذت کے ہر عمل کے بارے میں سوچیں کہ بدلے میں آپ کو کتنا درد ملے گا. میرا یقین کیجیے، گوانتاناموبے جیل اور امریکی بلیک سائٹ جیلوں میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی مسلسل عصمت دری کی جا رہی ہے، اور انہیں دوسرے قیدیوں کے ساتھ انتہائی مکروہ جنسی تعلقات استوار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ بہت سے آزاد ہونے والے مسلمانوں نے یہ بھی کہا کہ ان کی بیویوں اور بچوں کو ان کے ساتھ ہی اغوا کر لیا گیا اور گارڈز نے ان کی عصمت دری کی یہاں تک کہ وہ اس ظلم سے وفات پا گئے۔ اگر سیکس میں مسلمانوں کی اتنی دلچسپی ہے تو ایسی سیکڑوں بلیک سائٹس ہیں جہاں امریکی محافظ قیدیوں کے ساتھ انتہائی گھٹیا حرکتیں کرنے کا انتظار کر رہے ہیں، اس قدر زیادہ کہ کوئی اس دنیا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ بے گناہ ہیں یا

نہیں، امریکی جیلوں میں ہزاروں مسلمان، عربی اور پاکستانی قیدی ایسے جرائم کے جرم میں پھنسائے گئے جو انہوں نے کبھی نہیں کیے تھے۔ بعض یورپی عیسائی کرائے کے قاتلوں نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کو دھماکے سے اڑا دیا اور اس کے لیے بے گناہ مسلمان نوجوانوں کو پھنسایا گیا اور وہ اب امریکی اور برطانوی جیلوں میں قید ہیں۔ انہیں مسلسل جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور انہیں روزے اور نماز سے منع کیا جاتا ہے اور گارڈز کے لیے فحش ویڈیوز بنانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب غیر مسلم قوانین کے تحت قانونی ہے کیونکہ مشتبہ دہشت گردوں کو آئین کے تحت کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ میں نے رہائی پانے والے چند مسلمان قیدیوں سے بات کی ہے اور ان سب نے قسم کھا کر کہا ہے کہ وہ اب اپنے شریک حیات کے ساتھ جنسی فعل میں ملوث ہونے کی بلکل خواہش نہیں رکھتے، شرعی یا کسی بھی دوسرے طریقے سے۔ انہوں نے زندگی بھر کے جنسی تعلقات استوار اور زیادتی برداشت کرلی ہے. انھیں گرڈز کی طرف سے کئی ہزار بار زیادتی کا نشانہ بنایا گیا. اگر مسلمان بہت زیادہ جنسی لذتوں میں ملوث ہونے کی کوشش کریں گے تو یقیناً انہیں اس دنیا میں ایسے مہلک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تمہیں مفت میں جنت عطا نہیں کر دے گا۔ آپ اس دنیا کے تمام لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ جنت میں جانے کی توقع نہیں کر سکتے۔ جب امریکی محافظوں نے ایک عرب شخص کو جیلوں میں اپنے بچوں پر تشدد کرنے پر مجبور کیا تو وہ جنسی تعلقات کے لئے پرجوش دکھائی نہیں دیا۔ اگر آپ کو اذیت پہنچتی ہے تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھیں کیوں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ آپ کو موت سے پہلے پاک صاف کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بصورت دیگر، آپ مجھ پر غصہ کر سکتے ہیں، اور ابھی تو زیادہ جنسی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن یقین رکھیں کہ ہو سکتا ہے ایک دن آپ جاگیں اور اسلام کے پہلوؤں کو ناپسندیدہ پائیں. جب آپ بہت زیادہ جنس کے جنون میں مبتلا ہو جائیں اور دن بھر انسانوں کی خواہشات اور ہوس کے خوابوں کی عبادت کرتے رہیں، اللہ آپ کے دل کو آلودہ ہی چھوڑ دے گا، اور آہستہ آہستہ آپ کا دل انسانی ہوس اور نفسانی خواہشات کے جنون سے تاریک ہوتا جائے گا اور آہستہ آہستہ اللہ آپ میں سے تقویٰ کو نکال دے گا کیونکہ آپ کے دل و دماغ میں اللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں رہے گی، اس وقت تک اللہ تعالی آپ سے ہدایت چھین لے گا اور اچانک اسلامی قانون کے تمام پہلو آپ کے لیے قابل اعتراض اور قابل نفرت ہو جائیں گے۔ اور پھر آپ کو احساس ہوگا کہ اللہ نے آپ کو ان دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک کے لیے منتخب کیا ہے جو ہر سال اسلام چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ شفاف دل رکھنے والے مردوں اور عورتوں کے دلوں کو ہدایت دیتا ہے اور ان کے لئے فہم و ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

میں لوگوں کو سکھاتا ہوں کہ بیوی کے چہرے کو بیت الخلاء کے کٹورے طور پر استعمال کرنا اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔ اسلامی قوانین واضح طور پر بتاتے ہیں کہ افزائش نسل کے لیے صرف جنسی عمل کی اجازت ہے۔ حدیث میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ دوسری قسم کے اعمال حرام ہیں، اور میں یقینی طور پر اسے ثابت کر سکتا ہوں، اور اسی طرح میرے ہزاروں ساتھی اور علماء بھی اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے اور ہمیں جنت میں داخل کرنے کا اہل بنائے۔ میری اپنی تین بیٹیاں ہیں، اور مجھے امید ہے کہ ان کے ہونے والے شوہر ان کے ساتھ عزت سے پیش آئیں گے۔ اللہ مجھے اور پوری امت مسلمہ کو ہر قسم کی لذت اور گناہوں سے محفوظ رکھے جو ان پر عذاب اور توہین کا باعث بن سکتے ہیں۔ اے اللہ! ہماری نسل کے نوجوان اپنی جنسی خواہشات کے جواز کے لیے اسلام کو استعمال کرنے کے جنون میں مبتلا نہ ہوں

اور تم نے دیکھ لیا، اللہ بہت عزت والا ہے، اور وہ صرف عزت دار اور پاک صاف لوگوں کو اپنی جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر بیت الخلا میں موجود پانی حرام یا ناپاک نہ

بھی ہو تب بھی ہم اسے نہیں پیتے اور نہ ہی مسلمان کو بیت الخلاء کے کموڈ یا فلش میں پڑے
پانی سے دانت صاف کرنے چاہئیں۔ درحقیقت، آپ اپنی جسمانی خواہشات کو جائز اور شرعی
ظاہر کرنے کے لیے اسلامی قانون کے تمام پہلوؤں کو توڑ مروڑ سکتے ہیں، لیکن یہ یاد رکھیں
کہ اللہ کو ہمارے پرہیزگار اور شریف ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس دنیا میں لاکھوں لوگ
ایسے ہیں جو جنسی سرگرمیوں کے جنون میں مبتلا نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، میں حال ہی
میں جنوبی امریکہ گیا تھا، اور وہاں، میرے ہاتھوں کئی ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا، اور ان
میں کئی سو کیتھولک پادری بھی شامل تھے جو ساری زندگی کنوارے رہے، اور توہین آمیز
اعمال کو قانونی بنانے کی مسلسل کوششوں میں سرگرم نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان
کے پاکیزہ دلوں کی وجہ سے اسلام کے باوقار حلقوں میں داخل کیا۔ اور میں کینیڈا بھی گیا
ہوں، جہاں مجھے وہاں کی مرتد مسلمان کمیونٹی، جس کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ تھی،
کے ہجوم نے گھیر لیا اور مجھ پر حملہ کیا. یہ سب مسلمان تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دائرہ
اسلام سے خارج کر دیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ سابقہ مسلمانوں میں کیا چیز مشترک تھی؟ وہ
ہمیشہ اپنی شادی اور رشتوں میں غلط اور ذلیل حرکتیں کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ پیارے
بھائیوں اور بہنوں یقین کیجیے ، اللہ کو ہماری اس عبادت اور اطاعت کی ضرورت نہیں۔ وہ
پاک دامن غیر مسلموں کو آسانی سے اسلام کے دائرے میں لےآئے گا اور انہیں ابدی جنت میں
داخل کر دے گا، بجائے اس کے کہ ان غلیظ مسلمانوں کے جو اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے
اسلامی قوانین کو توڑ مروڑ کر پیش کریں۔

ہم قرآن کی کسی حدیث یا آیت کو استعمال کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں تاکہ میاں بیوی
کے ساتھ غیر شرعی حرکات (زبانی جنسی تعلقات)جیسی گندی حرکتوں کو جواز بنایا جا سکے،
لیکن یاد رکھیں کہ اسلام صرف ان لوگوں کو دیا گیا ہے جنہیں اللہ پسند کرتا ہے، اور جو اپنی
بیوی کو بیت الخلاء کے کٹورے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، یا پاکدامن مسلمان عورت کا منہ
کموڈ کے رم کے طور پر غلاظت ڈالنے کے لیے حرام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور
تمام فرشتوں کو سخت ناپسند ہے۔ آپ یہ دلیل دے سکتے ہیں کہ منہ دھونے سے یہ صاف
ہوجاتا ہے، لہٰذا اسے ناپاک شرمگاہ سے مسح کرنا جائز ہے، پھر اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا
آپ سارا دن اپنے چہرے پر خارج مادہ چھڑکنے اور اسے دھونے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ اور آخرت
پر ایمان رکھنے والا ہونے کے ناطے ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ یہ زندگی اور دنیاوی لذت ہمارا
مقصد نہیں ہے۔ افسوس، ہم یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہونے کا دعویٰ
کر رہے ہیں، ایک ایسی شخصیت جو کہ سب سے زیادہ پاک دامن عورت سے بھی زیادہ پاکیزہ
تھے، اور ہم پھر بھی مکروہ باتیں کر رہے ہیں۔اور اس ہی منہ سے ہم اپنے پیارے نبی کا نام
لے رہے ہوتے ہیں، وہ نبی جنہوں نے ہم سے محبت کی اور اس کی قدر کی۔ اللہ ہم سب کو
ہدایت دے اور پاکیزگی اور اخلاص عطا فرمائے۔

فحش مواد دیکھنا کبیرہ گناہ ہے، اور ہمیں ان گناہوں کو سوچتے ہوئے اللہ سے فریاد کرنی
چاہیے اور اس طرح کے معمولات کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دینا چاہیے۔ آدھی رات کو رو رو
کر اللہ سے دعا کریں کہ آپ کا دل پاکیزہ ہو جائے۔ اللہ کے ساتھ روحانی تعلق پیدا کریں، اور
روزانہ، ایک گھنٹہ نماز اور اپنی زندگی پر غور کرنے میں صرف کریں۔ تنہائی میں بیٹھیں،
زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی یاد میں گزاریں، کیونکہ ابھی تو ہو سکتا ہے آپ تندرست ہوں،
لیکن کسی بھی لمحے سیڑھیوں پر چڑھتے فالج کا شکار ہو سکتے ہیں، اور پھر ان اجنبی
عورتوں کا حسن کسی استعمال کا نہیں رہے گا. مسلسل ڈرتے رہیں، اور ہر قسم کے گناہ
سے بچیں۔ عورتوں یا مردوں کے بارے میں نہ سوچیں اور نہ ہی ان کی طرف دیکھیں بس یہ
سوچیں کہ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کو گھورتے ہوئے میری جان لے لے تو کیا میرے دل میں ایمان

اور شہادت رہے گی، اور جب موت کا فرشتہ میری روح قبض کرنے آئے گا، تو کیا میں اللہ پر
ایمان لا سکوں گا اور اللہ کو اور مذہب کے اصولوں کو یاد رکھ سکوں گا؟

جو ہر وقت زنا کرنے کا سوچتا رہتا ہے، پھر اس کا ذہن خیالی خیالوں میں اس قدر الجھ جاتا
ہے کہ وہ ایسا کر ہی جاتا ہے۔ اپنے آپ کو کسی اور کے بارے میں سوچنے نہ دیں۔ دنیا کی ہر
برائی سوچ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ ہاں، نکاح جائز ہے، لیکن نکاح صرف اولاد کے لیے کرنا
چاہیے۔ بیوی کے ساتھ صرف بچے پیدا کرنے کے لیے رہو۔ اللہ کو اپنے دل میں رکھیں اور ہر
نماز کے بعد استغفار کریں۔ فحش مواد جیسی غلاظت کے قریب نہ جائیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ
ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے، اور ایک لمحے کے لیے تصور کریں کہ ایک دن آپ کی بھی بیٹی
ہوگی۔ آپ دوسرے مردوں کا اس کے فحش مواد دیکھنا کبھی بھی پسند نہیں کریں گے۔ آپ
کی ایک پیاری ماں ہے جس کا آپ احترام کرتے ہیں، تو سوچیں کہ آپ کو کیسا لگے گا اگر
دوسرے مرد انکی فحش تصاویر دیکھیں۔ ہر گناہ کا آغاز انسان کے ایک برے خیال سے ہوتا ہے،
اس لیے زندگی کی سب سے خطرناک چیز دل میں دوسروں کا خیال رکھنا ہے۔ اگر کوئی
مسلسل غلیظ خیالات رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص کو اسلام کو بھلانے اور اس کے دل
میں اسلام کے عقائد کو ناپسند کرنے میں ایک سیکنڈ لگے گا۔ میں بہت سے ایسے نوجوانوں کو
جانتا ہوں جو فضول تصویریں اور ویڈیوز دیکھنے کے عادی تھے، اور جلد ہی، انہوں نے اسلام کے
تمام اصولوں پر سوال اٹھانا شروع کر دیے اور بالآخر اسلام سے نفرت کرنے لگے۔ کچھ لوگ تو
باضابطہ طور پر مرتد بھی ہو گئے، وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی اسلام چھوڑ دیا ہے،
لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ انھیں اپنی ابدی جنت میں داخل کرے، اور
اسی وجہ سے اس نے ان کے دلوں کو بدل دیا۔ اس لیے ڈرو کہ تمہارا ایمان کسی بھی لمحے
غائب ہو جائے اور انسانوں کے خیالات کو ہرگز اپنے دل میں آنے کی اجازت نہ دیں، خواہ وہ
مرد ہو یا عورت۔ زندگی کے عارضی پن کے بارے میں سوچیں. اگر آپ آج بیمار ہو جائیں اور
خود کھانے پینے کے قابل نہ ہوں اور اچانک مکمل طور پر مفلوج ہو جائیں تو آپ کی دیکھ بھال
کون کرے گا؟ کیا فحش فلموں میں موجود لوگ آپ کو بچانے آئیں گے اور کیا وہ موت کے وقت
آپ کو ایمان افروز کلمہ پڑھنا سکھائیں گے؟ اللہ ہمیں پاکیزگی اور سچائی کی راہ پر گامزن
رکھے۔ آمین

میرے پیارے بھائیوں اور بہنوں، ہم میاں بیوی کے ساتھ جنسی فعل کو جائز قرار دینے کے لیے
کسی بھی مذہبی آیت کو استعمال کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں، لیکن یاد رکھیں کہ
اسلام صرف ان لوگوں کو دیا گیا ہے جنہیں اللہ پسند کرتا ہے، اور اپنی شریک حیات کو
شہوت کے لیے یا بیت الخلاء کے پیالے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے، اس میں غلاظت جمع
کرنا تمام متقی علماء کے نزدیک حرام ہے۔ کچھ مسلمان خود غرضی اور خواہشات کی تسکین
کے جنون میں مبتلا ہو چکے ہیں، اور مسلسل نہ مناسب ویڈیوز اپ لوڈ کر رہے ہیں، جب کہ
کسی بھی یہودی ربی یا عیسائی راہب یا پادری نے کبھی شریک حیات کے ساتھ جنسی تعلقات
کے بارے میں ویڈیوز اپ لوڈ نہیں کیں۔ اہل جنت کبھی بھی جنس کے جنون میں مبتلا نہیں ہوں
گے۔ یہ پاکیزگی اور انصاف کی جگہ ہے، صفائی اور عبادت کی جگہ ہے۔ اگر گھناؤنے کام کرنے
سے کسی کو دلچسپی ہو تو وہ جہنم میں داخل ہونے کے لئے آزاد ہیں، جہاں قیدی اذیت اور
ننگے پن کا شکار ہوں گے، اور پھر وہ آزادانہ طور پر ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں اور ایک
دوسرے کے چہرے کو بیت الخلا کے پیالے کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں. توہین آمیز جنسی
عمل میں ملوث ہونے سے دل سے ایمان کی روشنی ختم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اسلام
اس شخص کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ مرتد بن جاتے ہیں، جیسا کہ میں نے ذاتی طور پر بہت سے
لوگوں کو دیکھا ہے جو اسلام کو تباہ کرنے کے لئے سرشار ہو چکے تھے۔ ہم اپنی مرضی سے
مسلمان نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لیے انسانوں میں سے سب سے

پاکیزہ شخص کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر ہم گندے ذہن کے مالک بن گئے تو ہزاروں ایسے پاکیزہ راہب، پادری اور پادری ہوں گے جو اسلام قبول کریں گے اور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے۔ دنیا میں دو ارب مسلمان۔ لیکن جسمانی خواہشات سے لڑنے کے لیے شاید ہی کوئی اتنا مضبوط ہو۔ زیادہ تر مسلمان اپنے آپ کو بہتر بنانے کی خواہش کا اظہار کرنے کے بجائے اسلام کو استعمال کرنے اور خوبصورت عورتوں سے شادی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسے سنت قرار دے رہے ہیں، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے وجود کا مقصد صرف اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کرنا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلنا ہے، جنہوں نے اپنی راتیں نماز میں اور دن روزے میں گزارے۔

یقین جانیے اللہ کو ہماری عبادت اور اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ پاک دامن غیر مسلموں کو آسانی سے اسلام کے دائرے میں لے آئے گا اور انہیں جنت میں داخل کردے گا، بجائے ان مسلمانوں کے جو اپنی گندی اور مکروہ خواہشات کی تسکین کے لیے اسلامی قوانین کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم کبھی بھی دوسرے مسلمانوں کو اس بات پر قائل نہ کریں کہ وہ جاہلانہ باتوں سے شہوت انگیز سرگرمیوں میں ملوث ہوں اور وہ ان کے لیے دائمی عذاب اور نقصان کا باعث بنیں۔ کسی مسلمان کو اولاد کے واضح ارادے کے بغیر کسی شریک حیات کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی کبھی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جسمانی ہوس کی وجہ سے اپنی بیوی پر اعتراض کرے۔ کیونکہ کائنات کے تمام گناہ میاں بیوی کو خواہش پوری کرنے کی چیز سمجھنے سے شروع ہوتے ہیں۔ اس ہی طرح ہر پچھلی گنہگار قوم تباہ ہوئی۔ انہوں نے اپنی جسمانی ہوس کی تکمیل کے لیے عورت کا استعمال کیا، اور پھر مردوں کے پاس گئے، اور پھر بچوں کے ساتھ زیادتی کرنے کے لیے ان کی پرورش کی، اور پھر وہ مقدس خاندانی بندھنوں کو پامال کرنے لگے۔ مسلمانوں کو اپنی خواہشات پر قابو رکھنا ضروری ہے۔ ایک مضبوط مسلمان ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جسمانی طور پر توانا ہو بلکہ وہ ہے جو گناہ کی سرگرمیوں سے بچنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایک مسلمان شرمناک خواہشات اور ہوس کے خلاف لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لہذا اسے کبھی بھی کسی ہوس یا خود غرضی میں ملوث نہیں ہونا چاہئے.

I. ایمان کے الفاظ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اس لفظ کے لغوی معنی ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اس کے رسول ہیں۔ اس کلمے کے دو حصے ہیں (1) اللہ رب ہے اور (2) رسول ہے۔ ایمان کی تکمیل کے تین مراحل ہیں (1) ایمان کی بات زبان سے کہنا (2) کہی ہوئی باتوں کو دل سے ماننا (3) کہی ہوئی باتوں کو عمل سے ثابت کرنا۔ بظاہر، یہ ایمان نہیں بنے گا اگر کوئی کسی قسم کی اعلیٰ طاقت پر یقین رکھتا ہے جیسا کہ زیادہ تر لوگ کرتے ہیں۔ ایک بار پھر، یہ ایمان نہیں ہو گا اگر کوئی اللہ پر یقین رکھتا ہے لیکن اپنے آپ کو اللہ کی مرضی اور حکم کے تابع نہیں کرتا ہے۔ شیطان کی مثال اس اثر کی بہترین مثال ہے۔ شیطان نے لاکھوں سال تک اللہ کی عبادت کی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ وہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے تو اس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور کافر ہو گیا جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے غرور نے اسے یہ دلیل دی کہ وہ آگ سے بنا ہے جبکہ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔

یہ ایک بہت ہی غیر معمولی جملہ ہے۔ یہ کلمہ کوئی نئی چیز نہیں ہے جو محمدﷺ لائے ہیں۔ یہ لا الہ الا اللہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ ہمارے پہلے باپ، پہلے انسان، آدم علیہ السلام ہیں: ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ آدم شفیع اللہ تھا۔ ابراہیم کا کلمہ لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ تھا۔ موسیٰ کا کلمہ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ تھا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ تھا اور آخر کار آخری رسول تشریف لائے اور ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

انبیاء کے بعد انبیاء آئے - کچھ کہتے ہیں کہ 124,000 بنی نوع انسان کو ایک پیغام کے ساتھ ایک خاص وقت، خاندان، گاؤں یا برادری کے لیے نبی تھے۔ کسی زمانے میں بیک وقت ایک سے زیادہ نبی آئے تھے۔ لیکن ان کا پیغام ایک تھا، اللہ کا لوگوں سے تعارف کروانا۔ اللہ کا ایک پیغام سنجیدگی سے ظاہر کرتا ہے کہ پیغام کتنا اہم ہے۔ اس کلمہ کا مقصد ہزاروں سال کے عرصے میں بار بار ایک ہی اعلان کرکے ایک سچائی کو قائم کرنا ہے جو کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اس کا مقصد روئے زمین پر ایک اللہ کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن پاک کے ابتدائی حصے میں ایمان کی بنیاد کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:
7-2:2 "یہ وہ صحیفہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، جو ذہن نشین کرنے والوں کے لیے ہدایت پر مشتمل ہے۔ اللہ کی طرف سے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے دیتے ہیں، وہ لوگ جو آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہونے والی وحی پر اور جو آپ سے پہلے بھیجی گئی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر چل رہے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں، کافروں کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ مانیں، اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھیں ڈھکی ہوئی ہیں، انہیں بڑا عذاب ہوگا۔"

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات میں بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو رب کائنات کچھ بھی کہنے سے پہلے اس بات کی ضمانت دے رہا ہے کہ بعد میں وہ جو کچھ بھی پورے قرآن میں کہنے والا ہے وہ بالکل سچ ہے اور اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔

قرآن کی معتبریت کے لیے مزید غور و فکر کے نکات:

قرآن پاک کو تقریباً 1500 سال تک محفوظ رکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی پانچوں نمازوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔

سال میں ایک بار، روزہ (رمضان) کے مہینے میں، مسلمان پورے قرآن کے ایک حافظ کے ذریعے قرآن پاک کی مکمل تلاوت بھی سنتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ روایت ہے کہ کسی بھی تقریر یا پیشکش سے پہلے نکاح، خطبہ، قرآن کے صفحات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس کرہ ارض پر قرآن پاک ہی واحد کتاب ہے، مذہبی یا سیکولر، جسے لاکھوں لوگوں نے مکمل طور پر حفظ کیا ہے۔ ان یادگاروں کی عمریں 6 سال اور اس سے اوپر ہیں، عربی اور غیر عربی بولنے والے، کالے، گورے، مشرقی، غریب اور امیر۔ اس طرح، محمد کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک ایک اٹوٹ سلسلے کے ساتھ حفظ کا عمل جاری رہا ہے جان برٹن کے مطابق، یہ صحیفے کو محفوظ رکھنے کا ایک بہترین طریقہ تھا۔ وہ بتاتے ہیں، ’’نوجوانوں کو اپنے بزرگوں کی زبانی تلاوت کے ذریعے قرآن پاک کو ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچانے کے طریقہ کار نے شروع سے ہی تحریری ریکارڈ پر انحصار کرنے کے بدترین خطرات کو کچھ حد تک کم کر دیا تھا…‘‘

قرآن کا تحریری متن

محمد کی زندگی کے دوران، وہ شروع سے آخری وحی تک تحریری شکل میں قرآن کو محفوظ کرنے میں بہت چوکس رہے۔ محمد خود ان پڑھ تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، اس لیے انھوں نے اپنے متعدد کاتبوں کو اپنے لیے وحی لکھنے کے لیے بلایا۔ اس طرح مکمل قرآن تحریری شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود تھا۔ جب بھی ان کے پاس کوئی نئی وحی آتی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اپنے کسی کاتب کو بلا لیتے کہ وہ اسے لکھ لے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے جنہوں نے ان کے لیے اسے لکھا تھا۔

زید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: "ہم رسول کی موجودگی میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے قرآن کو مرتب کرتے ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تھے، تقریباً پچاس کاتب تھے جو آپ کے لیے لکھتے تھے، اور اس طرح انھوں نے اس دستاویز کو محفوظ کرنے میں مدد کی جو اب ہمارے پاس ہے۔ قرآن کے صفحات میں ہی مسلمانوں کو سکون اور سکون ملتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے الفاظ براہ راست خدا کی طرف سے منتقل ہوئے ہیں۔

زندگی کے اپنے سفر میں، ہمیں طوفانوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بے یقینی کے دور سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان مشکل وقتوں میں، اللہ پر ہمارا ایمان اور وہ امید جو ہمارے دلوں میں جلاتا ہے، ہماری رہنمائی کی روشنی بن جاتا ہے۔ اللہ نے اپنی لامحدود حکمت اور شفقت کے ساتھ ہمیں بتایا ہے کہ ’’پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ راحت ہے۔‘‘

یہ الٰہی وعدہ ایک یاد دہانی ہے کہ ہماری زندگیوں میں ایک موروثی توازن موجود ہے۔ ہر طوفان کے بعد سکون ہوتا ہے، ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ زندگی کے چیلنجز ہمیں توڑنے کے لیے نہیں ہیں، وہ ہماری روح کو مضبوط کرنے، ہماری لچک کو جانچنے اور اللہ کے منصوبے پر ہمارے ایمان کی تصدیق کرنے کے لیے موجود ہیں۔ اس کی حکمت پر بھروسہ کریں، اس کے منصوبے پر یقین رکھیں۔ وہ الحکیم ہے، کامل حکمت والا ہے۔ ہماری بصارت محدود ہو سکتی ہے، لیکن خدا سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ ہمیں امید کا دامن تھامے رکھنا چاہیے، اپنے دل میں یقین رکھنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ رحمٰن ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہماری خاموش دعائیں سنتا ہے، وہ ہماری جدوجہد کو دیکھتا ہے، اور وہ ہماری استقامت کی قدر کرتا ہے۔ تو آئیے ہم زندگی کے اس سفر کو اپنے دلوں میں ایمان اور امید کے ساتھ گلے لگائیں، یہ جانتے ہوئے کہ ہمارا مہربان خالق ہر قدم پر ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے، ہماری حفاظت کرے، اور ہمیں اس راستے پر لے جائے جو ہمارے لیے بہترین ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت کے دوران، آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا: "میں تمہارے ساتھ ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے - ایک واضح اشارہ، خدا کی کتاب (قرآن) اور اپنے نبی کا عمل"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھے گئے قرآن کے سرکاری نسخوں کے علاوہ، آپ کے بہت سے اصحاب اپنی اپنی کاپیاں رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کی فہرست جن کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کے اپنے تحریری مجموعے درج ذیل ہیں: ابن مسعود، ابی بن کعب، علی، ابن عباس، ابو موسی، حفصہ، انس بن مالک، عمر، زید بن ثابت ، ابن الزبیر، عبداللہ ابن عمرو، عائشہ، سالم، ام سلمہ، عبید بن عمر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مشہور فقیہ ہیں: ابن مسعود، ابی بن کعب اور زید بن ثابت۔

ورڈ کاؤنٹ بیلنس اور ہم آہنگی۔

قرآنی ریاضی کی پہلی اور سب سے بنیادی سطح متعلقہ، متعلقہ الفاظ یا ہم منصبوں کے سلسلے میں مخصوص الفاظ کا ذکر کرنے کی تعداد کو شمار کرنا شامل ہے۔ ان کا ہم آہنگ توازن قابل ذکر ہے، اور چونکہ اس ہم آہنگی کی کچھ مثالیں دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں، اس لیے ہم نے انہیں بعد کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ اس موضوع کو سمجھنے کا بہترین طریقہ براہ راست نتائج پر جانا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ "مرد" کو اس کی واحد شکل میں کل 24 بار ذکر کیا گیا ہے، جو کہ 9 مرتبہ لفظ "عورت" کا واحد شکل میں ذکر کیا گیا ہے۔

کیا یہ اتفاق ہے؟ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے، اس لیے یہ میچ ناقابل یقین لگتا ہے، لیکن پھر بھی اسے اتفاقیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بحیثیت مسلمان، ہم جانتے ہیں کہ قرآن میں کوئی بھی چیز بے ترتیب نہیں ہے، لیکن ہم مزید کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ اس ریاضی کی ہم آہنگی کا مقصد تھا نہ کہ ہماری طرف سے منتخب نمونوں کا شکار؟

محققین نے لفظی ہم آہنگی کی دیگر مثالوں کو تلاش کرکے اس کا ازالہ کیا ہے، اور نتائج معجزانہ ہیں۔

8 قرآن میں "انسان" (باب: آیت): 2:282، 4:12، 6:9، 7:63، 7:69، 7:155، 10:2، 11:78، 17:47، 18 37، 23:25، 23:38، 25:8، 28:20، 33:4، 34:7، 34:43، 36:20، 39:29 (3 بار)، 40:28 (2 بار) ، اور 43:31۔ کل = 24 تذکرے۔

9 قرآن میں "عورت" (باب: آیت): 3:35، 3:40، 4:12، 4:128، 7:83،

11:71، 11:81، 12:21، 12:30، 12:51، 15:60، 19:5، 19:8، 27:23، 27:57، 28:9،

29:32، 29:33، 33:50، 51:29، 66:10 (2 بار)، 66:11، اور 111:4۔ کل = 24 تذکرے۔ نوٹ: سیاق و سباق پر منحصر ہے، "عورت" کا عربی لفظ بھی انگریزی ترجمے میں "wife" کے طور پر ظاہر ہو سکتا ہے۔

قرآن پاک میں فرشتوں کا ذکر 88 بار آیا ہے جبکہ شیطانوں کا ذکر بھی 88 بار آیا ہے۔ یہ ایک اضافی انوکھا اور حیرت انگیز معاملہ ہے، کیونکہ "فرشتہ" اس کی مشتق شکلوں کے بغیر 68 بار ظاہر ہوتا ہے، اور اس کی دوسری شکلوں (واحد، جمع اور ملکیت) کے ساتھ، 88۔ اگر ہم اس کو مزید گہرائی سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "الف -شیطان" (شیطان) بھی 68 بار ظاہر ہوتا ہے، اور اس کے مشتقات (واحد، جمع اور ملکیت) کے ساتھ بھی 88۔ یہ حیرت انگیز ہے، اور انسان کے لیے جان بوجھ کر منصوبہ بندی کرنا ناممکن ہے۔

"ابلیس" (شیطان) کا ذکر 11 بار آیا ہے اور اللہ سے پناہ مانگنے کا ذکر بھی 11 بار آیا ہے۔

جملہ "اللہ کو پسند ہے (محبت کرتا ہے)" اور اس کے برعکس، اللہ ناپسند کرتا ہے (محبت نہیں کرتا)، دونوں بالکل 16 بار ظاہر ہوتے ہیں! پہلا شخص جسے میں نے دیکھا وہ کاہیل تھا۔

لفظ "ایمان" 25 بار آیا ہے اور لفظ "کفر" بھی 25 بار آیا ہے۔

لفظ "ٹھنڈا" (ٹھنڈا) کل 4 بار ذکر ہوا ہے، 16 جبکہ لفظ "گرمی" (گرم) کا ذکر 4 بار آیا ہے۔

موسم سرما کا تذکرہ ایک بار کیا گیا ہے، جبکہ لفظ "موسم گرما" کا ذکر بھی صرف ایک بار ہوا ہے (دیکھیں قرآن 106:2)۔

الفاظ "مشرق" 18 اور "مغرب" 19 ان کی مختلف شکلوں میں دونوں کا ذکر ہر ایک میں بالکل 16 بار کیا گیا ہے۔

لفظ "پودے لگانے" کا ذکر 14 بار آیا ہے، 20 جیسا کہ لفظ "کٹائی" 21 اسی طرح اور مناسب طور پر، لفظ "پھل" بھی 14 بار آیا ہے۔

16 قرآن میں "ٹھنڈا" (سردی) (باب: آیت): 21:69، 38:42، 56:44، اور 78:24۔ کل = 4 ذکر۔ نوٹ کریں کہ ایک ہی حروف (لیکن مختلف حرفوں) کے ساتھ ہجے کیے گئے لفظ کا مطلب ہے "اولے" (جمی ہوئی بارش)، جو یقیناً "ٹھنڈا" (سردی) کی مثال کے طور پر شمار نہیں ہوتا ہے۔

17 قرآن میں "گرمی" (گرم) (باب: آیت): 9:81 (2 بار)، 16:81، اور

35:21۔ کل = 4 ذکر۔ نوٹ کریں کہ ایک ہی حروف (لیکن مختلف حرفوں) کے ساتھ ہجے والے لفظ کا مطلب ہے "آزاد شخص"، جو اوپر کی طرح، "گرمی" (گرم) کی مثال کے طور پر شمار نہیں ہوتا ہے۔

18 مشرق" قرآن میں (باب: آیت): 2:115، 2:142، 2:177، 2:258، 7:137، 15:73، 19:16،" 24:35، 26:28، 26 :60، 37:5، 38:18، 43:38، 55:17، 70:40، اور 73:9۔

کل = 16 تذکرے یاد رکھیں کہ اسی طرح کا ایک مختلف معنی والا لفظ (زمین اپنے رب کے نور سے ڈھک جانے اور خاص طور پر نور سے منور ہونے سے متعلق) 39:69 میں ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بھی، یقیناً، شمار نہیں ہوتا ہے "مشرق" کی مثالیں 19 "مغرب" قرآن میں (باب: آیت): 2:115، 2:142، 2:177، 2:258،

7:137، 18:17، 18:86 (2 بار)، 20:130، 24:35، 26:28، 28:44، 50:39، 55:17، 70:40، اور 73:9۔ کل = 16 تذکرے نوٹ: آن لائن سرچ انجنوں میں روٹ الفاظ کا استعمال یہاں غلط نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرچ انجن شاید "کوے" (پرندے) کے لیے عربی لفظ کو بھی شمار کریں گے، کیونکہ اس لفظ کے حروف عربی لفظ "مغرب" میں پائے جانے والے حروف سے ملتے جلتے ہیں۔ تاہم، دونوں الفاظ مختلف ہیں، اس حوالے سے کہ ان کے ہجے کیسے کیے جاتے ہیں (ہر لفظ کے لیے مختلف سر کے نشانات سمیت) اور اس طرح ان کا تلفظ کیا جاتا ہے۔ واضح طور پر، "مغرب" اور "کوا" دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

لفظ "درخت" (اس کی مختلف واحد اور جمع شکلوں میں) کا ذکر 26 بار، 23 بار آیا ہے جبکہ لفظ "پودے" (پودے کی نشوونما) کا ذکر بھی 26 بار آیا ہے۔

"25!ساتھ آسمانوں" کا جملہ ٹھیک سات بار آیا ہے

نور" (جس کا مطلب ہے الیومینیشن، منعکس شدہ روشنی، یا سیاق و سباق کے لحاظ سے رہنمائی " کرنے والی روشنی)، اس کی ملکیتی یا مشتق شکلوں کے بغیر، جیسا کہ فعل کا مطلب ہے "روشن کرنا،"

20 "پودا لگانا" اس کی مختلف شکلوں میں (پودا لگانا، آپ پودے لگانا، اور عربی لفظ "زری" کی مختلف شکلیں) قرآن میں (باب: آیت): 6:141، 12:47، 13:4، 14:37 16:11، 18:32، 26:148، 32:27، 39:21، 44:26، 48:29 (2 بار)، اور 56:64 (2 بار)۔ کل = 14 تذکرے۔

21 "فصل کرنا" (عربی میں "ہارتھ") قرآن میں (باب: آیت): 2:71، 2:205، 2:223 (2 بار)، 3:14، 3:117، 6:136، 6: 138، 21:78، 42:20 (3 بار)، 56:63، اور 68:22۔ کل = 14 تذکرے۔

22 "پھل" قرآن میں (باب: آیت): 23:19، 36:57، 37:42، 38:51، 43:73، 44:55، 52:22، 55:11، 55:52، 55 68، 56:20، 56:32، 77:42، اور 80:31۔

کل = 14 تذکرے۔

23 "درخت" قرآن میں (باب: آیت): 2:35، 7:19، 7:20، 7:22 (2 بار)، 14:24، 14:26، 16:10، 16: 68، 17:60، 20:120، 22:18، 23:20، 24:35، 27:60، 28:30، 31:27، 36:80، 37:62، 37:64، 37:146، 44:43، 48:18، 55:6، 56:52، اور 56:72۔ کل = 26 تذکرے۔ نوٹ کریں کہ ایک لفظ کا بھی اسی طرح ہجے کیا گیا ہے، لیکن جس کا مطلب ہے "ہونا" (اس اختلاف سے متعلق جو لوگوں کے درمیان ہوتا ہے اور 4:65 میں اس طرح استعمال ہوتا ہے)، جو ظاہر ہے کہ اس کی مثال کے طور پر شمار نہیں ہوتا۔ "درخت"۔

24 "پودے" قرآن میں (باب: آیت): 2:61، 2:261، 3:37 (2 بار)، 6:99، 7:58، 10:24، 15:19، 16:11، 18 :45، 20:53، 22:5، 23:20، 26:7، 27:60 (2 بار)، 31:10، 36:36، 37:146، 50:7، 50:9، 57:20 ، 71:17 (2 بار)، 78:15، اور 80:27۔ کل = 26 تذکرے۔

25 یہ جملے دو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، جن میں سے ایک نمبر "سات" سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد لفظ "آسمان" (آسمان) آتا ہے، جبکہ دوسرا لفظ "آسمان" (آسمان) سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد آتا ہے۔ نمبر "سات" دونوں کا مطلب ہے کہ سات آسمانوں کا تذکرہ 33 مرتبہ ہوا ہے، جبکہ سورج کا بھی 33 مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

"قرب" اور "قرب حاصل کرنا" کا لفظ زلف ہے۔ اس کی مختلف شکلوں میں، یہ قرآن میں 10 بار ظاہر ہوتا ہے۔ مناسب طور پر، "دور" اور "دور ہونا" کا لفظ عزل ہے، اور اپنی مختلف شکلوں میں، یہ بھی 10 بار ظاہر ہوتا ہے۔

جب ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور جب ہم خود کو ایک ٹوٹ پھوٹ کے دہانے پر پاتے ہیں، پھر جب آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی مدد کے لیے جو کچھ بھی ہے وہ ختم کر دیا ہے، اور پھر بھی آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی آزمائش ختم نہیں ہوئی، تو تسلی حاصل کریں۔ کہ مصیبت کے وقت تمہارا صبر، جب تک تم مصیبت میں ہو، اس کو برداشت کرنا اور اس پر صبر کرنا، اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

آپ اس وقت تک صبر میں ہیں جب تک کہ آپ اللہ سے امید نہیں چھوڑتے اور جب تک آپ راہ نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ صبر میں کوشش، یقین، امید، عزم، یقین، آنسو، اللہ سے خاموش التجا شامل ہیں، تو اللہ اس شخص سے کیوں محبت نہیں کرے گا جس نے اتنی اچھی چیزیں اکٹھی کی ہیں؟

بعض اوقات زندگی تکلیف دہ بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب آپ کسی مشکل وقت میں ہوتے ہیں تو اندھیرے کا بلبلہ ہی آپ کو گھیرے لگتا ہے۔ یہ ایسی جگہ پر پھنس جانے کے مترادف ہے جہاں سے نکلنے کے لیے دروازہ نہ ہوں۔ صرف ایک کھڑکی ہے جس سے آپ سورج کی روشنی کو داخل ہوتے دیکھ سکتے ہیں، لیکن اس کے سائز کی وجہ سے آپ باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ دم گھٹنے والا اور مشکل ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ کھڑکی، خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، ایک یاد دہانی ہے کہ آپ جس چیز کا تجربہ کر رہے ہیں اس کے باہر روشنی ہے۔ اس کے بعد آسانی ہوگی اور امید ہے۔

تمام دنیوی مشکلات کے درمیان، سب سے خوبصورت احساس اللہ سے دعا کرنا ہے، کیونکہ جب آپ اپنے دل کو پکارتے ہیں، لیکن آپ کو وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے، آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کیوں اداس ہیں، کیونکہ اللہ بالکل جانتا ہے۔ آپ کے ساتھ غلط ہے. کوئی بھی انسان کبھی بھی اللہ کی طرح سمجھ اور پرواہ نہیں کر سکے گا کیونکہ ہمارا خالق سمجھتا ہے کہ ہمیں کیا غم ہے۔ بعض اوقات ہمیں اپنے جذبات کے اظہار کے لیے الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وضو کرو اور تنہائی میں چٹائی پر رویا کرو کیونکہ تم اللہ کے لیے خاص ہو۔ یقین جانیے آپ کو اللہ کے سوا کسی سے اپنی پریشانیاں شیئر کرنے کی ضرورت نہیں۔

اللہ نے تمہارا ہونا کچھ لکھا ہے تو ہو جائے گا۔ وقت مختلف ہو سکتا ہے۔ سفر مختلف ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ آپ کا ہوگا۔ اللہ کے وقت پر بھروسہ رکھو، وہ معبود جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا خدا ہے! اگر آپ اپنے ناجائز ساتھی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں کیونکہ آپ کو احساس ہے کہ یہ خدا کے قوانین کے مطابق حرام ہے، اور اگر آپ ان سے خود کو چھٹکارا دلاتے ہیں تو اللہ خوش ہوگا، تو ایسا کریں! اللہ پر بھروسہ کریں اگر آپ سوچ رہے ہیں کہ آپ کو سود میں مشغول ہونا چاہیے یا سود کیونکہ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ کو وہ مکان یا وہ گاڑی نہیں ملے گی۔ پھر اللہ کے لیے ایسا نہ کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ اس سے بہتر چیز کے لیے صرف اللہ ہی کافی ہے!

اللہ کے نبیوں نے ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کیا اور وہ ثابت قدم رہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے نکالا گیا اور پتھروں اور پتھروں سے مارا گیا تو آپ نے کس کی طرف رجوع کیا؟

حضرت یونس علیہ السلام جب وہیل مچھلی میں پھنس گئے تو انہوں نے کس کی طرف رجوع کیا؟

حضرت ایوب علیہ السلام جب بیماری میں بستر پر تھے تو انہوں نے کس کی طرف رجوع کیا؟

تو پھر کیوں نہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں؟ ایسا کیوں ہے کہ ہم صرف سخت حالات میں ہی اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں؟ ہر وقت اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ زندگی کے اپنے سفر میں، ہمیں طوفانوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بے یقینی کے دور سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان مشکل وقتوں میں، اللہ پر ہمارا ایمان اور وہ امید جو ہمارے دلوں میں جلاتا ہے، ہماری رہنمائی کی روشنی بن جاتا ہے۔

اللہ نے اپنی لامحدود حکمت اور شفقت کے ساتھ ہمیں بتایا ہے کہ ’’پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ راحت ہے۔‘‘ یہ الہی وعدہ ایک یاد دہانی ہے کہ ہماری زندگیوں میں ایک موروثی توازن موجود ہے۔ ہر طوفان کے بعد سکون ہوتا ہے۔ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔

زندگی کے چیلنجز ہمیں توڑنے کے لیے نہیں ہیں۔ وہ ہماری روح کو مضبوط کرنے، ہماری لچک کو جانچنے، اور خدا کے منصوبے پر ہمارے ایمان کی تصدیق کرنے کے لیے موجود ہیں۔

اس کی حکمت پر بھروسہ کریں۔ اس کے منصوبے پر یقین رکھیں۔ وہ الحکیم ہے، کامل حکمت والا ہے۔ ہماری نظر محدود ہو سکتی ہے، لیکن وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے۔

امید پر قائم رہو، اپنے دل میں یقین رکھو، اور یاد رکھو کہ رحمٰن ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ آپ کی خاموش دعائیں سنتا ہے، وہ آپ کی جدوجہد کو دیکھتا ہے، اور وہ آپ کی استقامت کی قدر کرتا ہے۔ تو آئیے، زندگی کے اس سفر کو اپنے دلوں میں ایمان اور امید کے ساتھ گلے لگائیں، یہ جانتے ہوئے کہ ہمارا مہربان خالق ہر قدم پر ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے، ہماری حفاظت کرے، اور ہمیں اس راستے پر لے جائے جو ہمارے لیے بہترین ہو۔

"یا اللہ! ہماری عزت کو قائم رکھ، ہماری عزتوں کو بلند کر، ہماری دعاؤں کا جواب دے، ہمارے گھروں میں برکت دے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہمیں حکمت عطا فرما اور ہمیں نیک لوگوں میں

شامل کرے ہمیں آنے والی نسلوں میں باعزت ذکر عطا فرما اور ہمیں باغِ نعمت کے وارثوں میں شامل فرما‘‘

پورے قرآن میں، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے نبی (خدا کی شان اور رحمت اس پر) لفظ "کہو" کے ساتھ حکم دیا ہے، جیسے کہ جب وہ حکم دیتا ہے: "کہو، 'وہ اللہ واحد ہے'" (قرآن 112: 1) اس کے برعکس، جب لوگ (عام طور پر غیر مومنین) کچھ کہتے ہیں، تو یہ عربی لفظ کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے "وہ کہتے ہیں"۔ جب ہم شمار کرتے ہیں کہ لفظ "کہنے" کے ظاہر ہونے کی تعداد 332 ہے، اور جب ہم شمار کرتے ہیں کہ "وہ کہتے ہیں" ظاہر ہوتا ہے، تو یہ بھی حیرت انگیز طور پر 332 ہے!

قرآن مجید میں موجود لفظ "دن" کی ایک شکل "وہ دن" (یومئت) ہے (عربی میں ایک لفظ)، جس سے اکثر مراد "قیامت کا دن" ہے جو کہ عربی میں "یوم القیامہ" ہے (دو الفاظ)۔ تو، دونوں اظہار کے درمیان کیا تعلق ہے؟ "اس دن" کے لیے عربی لفظ اور لفظ "قیامت کا دن" دونوں بالکل 70 بار دہرائے گئے ہیں! نیز "قیامت کے دن" اور "اس دن" کو ملانا لفظ "جنت" کی واحد شکل ہے ("جناح" اپنی واحد شکلوں میں)، جیسا کہ یہ قرآن پاک میں بھی کل 70 بار آیا ہے۔ اللہ اس دن ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں جنت (جنت) میں جمع کرے۔

جہاں تک لفظ "جنت" (عربی میں "جنت" کی جمع شکل کا تعلق ہے) اسے 77 بار دہرایا گیا ہے، جس طرح جہنم ("جہنم") کو بھی قرآن میں 77 بار دہرایا گیا ہے۔

نیچے نیچے" (عربی میں "حبت") اپنی مختلف شکلوں میں قرآن پاک میں آٹھ بار ظاہر ہوتا ہے۔ اسی " طرح "گری" ("سقات") کا لفظ بھی اپنی مختلف شکلوں میں آٹھ بار آتا ہے۔

عربی میں بادل کے لیے مخصوص لفظ (عارض) دو بار آتا ہے، جب کہ گرج (رعد) کا لفظ بھی دو بار آتا ہے۔

قرآن میں "اس دنیا" ("الدنیا") کا عربی لفظ 115 بار آیا ہے، جب کہ "آخرت" ("الآخرہ") کا لفظ بھی 115 بار آیا ہے۔ اگرچہ یہ اعداد اس لحاظ سے درست ہیں کہ ہر لفظ کتنی بار ظاہر ہوتا ہے، لیکن "یہ خاص مشاہدہ تنقید کا نشانہ ہے کیونکہ قرآن 8:42 میں، مثال کے طور پر، لفظ "الدنیا"

کا مطلب اس خاص آیت میں "قریب" (جو تقریباً ہمیشہ قرآن میں "اس دنیا" کے معنی میں آتا ہے) ہے۔ اس طرح یہ واضح رہے کہ جب کہ درحقیقت، دونوں الفاظ برابر تعداد میں ظاہر ہوتے ہیں، اس مثال میں معنی مختلف ہیں۔

چلتے چلتے، ہمارے پاس یہ ناممکن میچز کامل ہم آہنگی اور توازن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دلچسپی کے دیگر الفاظ کے حوالے سے، جیسے الفاظ "دن،" "مہینہ،" "سیاہ،" "سبز" اور اسی طرح، ہم کتاب کے بقیہ حصے میں متعلقہ حصوں میں ان کا تذکرہ کریں گے۔

یہ ہم آہنگی کتنی ہی شاندار ہو، قرآنی ریاضی کا یہ نقطہ نظر بمشکل سطح کو چھوتا ہے، اور یہ صرف ایک نقطہ آغاز ہے! یہ بھی نوٹ کریں کہ یہ مشاہدات قرآن کے اندر صرف تعداد کے رشتوں کے بارے میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھیں گے، وہ قرآن کے باہر رونما ہونے والے قدرتی مظاہر سے بھی متعلقہ ہیں۔

تعداد کے ارتباط کی ایک مثال جو براہ راست متضاد یا معاون الفاظ کے برابر ہونے سے متعلق نہیں ہیں سجدے کے حوالے سے حیرت انگیز نتائج ہیں۔

سجدہ

سجدہ کا باب (سورہ السجدہ) قرآن مجید کا 32واں باب ہے اور اس میں 30 آیات ہیں۔ اب میں نوٹ کرتا ہوں کہ قرآن پاک میں سجدہ کے متعدد نکات ہیں۔ بنیادی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں متعلقہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ان میں سے کسی ایک مقام پر پہنچ جائے، مثلاً، وہ سجدہ کرے اور پھر اٹھ کر آگے بڑھے۔ اس باب کے اندر موجود سجدہ کے باب کو سجدہ کے باب کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود دوسرے ابواب میں سجدہ کے نکات بھی شامل ہیں، تو اس باب کو خاص طور پر سجدہ کا باب کیوں کہا گیا؟

ریاضی کے نقطہ نظر سے اس کا جواب دینے کے لیے، ہمیں سجدہ کے باب میں "سجدہ نقطہ" والی آیت ملتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ یہ آیت 15 ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سجدہ کے باب میں سجدہ والی آیت نہ صرف آیت 15 ہے، بلکہ یہ آیت بھی ہے۔ 15 الفاظ پر مشتمل ہے۔ حالانکہ یہ واقعی حیران کن ہے، یہ حیرت انگیز طور پر معجزانہ ہو جاتا ہے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں سجدہ کے مقامات کی کل تعداد بھی 15 ہے! یہ نہ صرف واقعی حیرت انگیز اور انسانی استطاعت سے باہر ہے، بلکہ ایک ایسے آدمی کے لیے جو نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی لکھ سکتا ہے اس کے لیے منصوبہ بندی کرنا ناممکن ہے۔ یہ حیرت انگیز ہم آہنگی ہمیں مزید قریب سے دیکھنے کی طرف لے جاتی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس باب میں 30 آیات ہیں، اور سجدہ کی آیت 15 ہے۔ یہاں، ہم دیکھتے ہیں کہ 15 X 2 = 30۔ اس کی اہمیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم سجدہ کی اس آیت میں ایک مخصوص لفظ کو دیکھتے ہیں، جو عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے "سجدہ میں"۔ ہم اسے باب کا 186 واں لفظ سمجھتے ہیں۔

پہلا دلچسپ مشاہدہ میرے YouTube سبسکرائبرز میں سے ایک کی طرف سے آیا، جس نے تبصرہ کیا کہ اس نمبر کے انفرادی ہندسوں (1 + 8 + 6) کا مجموعہ ہمیں دوبارہ 15 دیتا ہے! درحقیقت ان تینوں اعداد کو ذہن میں رکھتے ہوئے جو کہ 186 بنتے ہیں اور ان کی مجموعی تعداد 15 ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ "سجدہ میں" کا عربی لفظ دراصل آیت کا نواں لفظ ہے، جس کا مطلب ہے کہ اسے ایک کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ لفظ جو آٹھ الفاظ کے بعد آتا ہے اور چھ دوسرے سے آگے آتا ہے۔

پھر بھی واقعی حیرت انگیز توازن یہ ہے کہ "سجدہ" آیت باب میں مرکزی آیت ہے، جسے دو سے ضرب کرنے سے ہمیں باب میں آیات کی کل تعداد ملتی ہے (15 X 2 = 30)۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کلیدی لفظ (سجدہ) جو آیت 15 کو سجدہ والی آیت بناتا ہے (اور جس کے بعد باب کا عنوان بھی ہے) 186 واں لفظ ہے، جسے دو سے ضرب کرنے پر حیرت انگیز طور پر ہمیں الفاظ کی کل تعداد بتاتی ہے۔ باب، جو 372 ہے (شکل 6 دیکھیں)!

اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

’’بے شک جو لوگ میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں‘‘ یعنی جو لوگ مجھے پکارنے اور مجھے اکیلا کرنے میں غرور کرتے ہیں وہ یقیناً ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے، ذلت اور حقارت میں۔

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مغرور لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح لوگوں کی صورت میں جمع ہوں گے اور ہر چیز ان پر قدم جمائے گی اور انہیں ذلیل کر رہی ہو گی۔

اکثر، ہم چیزیں چاہتے ہیں اب، اب، اب! اسی طرح معاشرہ نے ہمیں... فوری اصلاحات، شارٹ کٹ، فوری ترقی، فوری نتائج بننے کی ترغیب دی ہے۔ حالانکہ اللہ کا وقت بالکل مختلف ہے۔ ہم یہ سوچنا پسند کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بارے میں بھول گیا ہے یا ہم سے گزر گیا ہے اگر ہماری زندگی میں کچھ چیزیں کسی خاص وقت کے مطابق نہیں ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر آپ کو وہ چیزیں نہیں ملی ہیں، تو آپ کی اتنی شدید خواہش ہے کہ یہ شاید درج ذیل میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہے: 1. آپ کے ارادوں اور اخلاص کو ایڈجسٹ کرنے کی ضرورت ہو سکتی ہے 2. آپ ابھی تیاری کے موسم میں ہیں۔

اللہ ہمیں وقت سے پہلے کچھ نہیں دے گا۔ کبھی کبھی آپ کو اپنی نعمتوں کے لیے بھی تیار رہنا پڑتا ہے۔ غلط وقت پر برکات آزمائش بن سکتی ہیں یا آپ کو مغرور یا دکھاوا بنا سکتی ہیں۔ لہذا، اگر آپ اپنی جگہ سے مایوس ہو رہے ہیں، یا ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے آپ ایک دوراہے پر ہیں، اس سے پوچھیں (اور خود سے) کیا ایڈجسٹمنٹ کرنے کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

اپنے ساتھ سچے بنو... اچھا، برا اور بدصورت۔ یاد رہے کہ سچائی کی عدم موجودگی سے کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ اللہ ہمیں ثابت قدم بنائے، ہماری نیتوں کو صاف کرنے میں ہماری مدد کرے، ہمیں برکتیں حاصل کرنے کی ہدایت دے اور قیامت کے دن ہمیں سچا بنا کر اٹھائے!

ہر خوبصورت چیز کے پیچھے زندگی کا کوئی نہ کوئی درد رہا ہے اس لیے اس زندگی میں کبھی غرور اور لاپرواہ نہ ہونا۔ زندگی کیا ہے؟ زندگی. آپ گرتے ہیں، آپ اٹھتے ہیں، آپ غلطیاں کرتے ہیں، آپ جیتے ہیں، آپ سیکھتے ہیں۔ تم انسان ہو، کامل نہیں۔ آپ کو چوٹ لگی ہے، لیکن آپ زندہ ہیں۔ سوچو کہ زندہ رہنا کتنا قیمتی اعزاز ہے - سانس لینا، سوچنا، لطف اندوز ہونا، اور اپنی پسند کی چیزوں کا پیچھا کرنا۔ کبھی کبھی ہمارے سفر میں اداسی ہوتی ہے، لیکن خوبصورتی بھی بہت ہوتی ہے۔ ہمیں ایک پاؤں دوسرے کے سامنے رکھنا چاہیے یہاں تک کہ جب ہمیں تکلیف ہوتی ہے، کیونکہ ہم کبھی نہیں جان پائیں گے کہ موڑ کے آس پاس ہمارا کیا انتظار ہے۔ آپ کے لیے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ وہ کرتے رہیں جو آپ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ آپ کے لیے صحیح ہے اور آپ کے خوابوں کو آپ کے خوف اور آپ کے اعمال کو آپ کے الفاظ سے زیادہ بلند ہونے دیں۔ انتخاب سے جیو، اتفاق سے نہیں۔ تبدیلیاں کریں، بہانے نہیں۔ حوصلہ افزائی کریں، جوڑ توڑ نہیں. ایکسل کے لیے کام کریں، مقابلہ نہیں۔ اپنی اندرونی آواز کو سننے کا انتخاب کریں، نہ کہ ہر کسی کی الجھی ہوئی رائے۔ یہ آپ کی سڑک ہے، اور آپ اکیلے. دوسرے آپ کے ساتھ چل سکتے ہیں، لیکن کوئی بھی آپ کے لئے اسے نہیں چل سکتا۔

یہ معجزاتی توازن حیران کن ہے، کیونکہ آیت 15 سے پہلے اور اس کے بعد آنے والی آیات انفرادی طور پر ان الفاظ کی تعداد کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں، پھر بھی جب اجتماعی طور پر جانچ پڑتال کی جائے تو ہم یہ بالکل متوازن نتیجہ حاصل کرتے ہیں۔ ہم نے کسی آیت یا لفظ کا انتخاب محض اس لیے نہیں کیا کہ وہ باب کے بیچ میں ہے۔ یہ سجدہ کی آیت کے ساتھ ساتھ سجدہ کے باب میں لفظ "سجدہ" بھی ہے! ایک بار پھر، یہ انسانی طور پر ناممکن ہے!

یہ صرف اس چیز کا ذائقہ ہے جو ابھی باقی ہے۔ اس پوری کتاب کے دوران، ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے کہ وہ نہ تو پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی لکھ سکتا ہے، اس حقیقت کے ساتھ کہ قرآن مجید 23 سال کے عرصے میں نازل ہوا، اکثر واقعات کے جواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر کوئی اختیار نہیں تھا، یہ بن جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ ناممکن کسی کے لیے جان بوجھ کر اس طرح کی ہم آہنگی کو آرکیسٹریٹ کرنا۔ اس کے علاوہ، قرآن کو زبانی طور پر حافظے سے اتارا گیا۔ یہ حقیقت کہ عددی طور پر یہ معجزاتی نتائج صرف قرآن تک محدود رشتوں کے بارے میں نہیں ہیں جب ہم رنگوں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

قرآن کی خوبصورتی لامتناہی ہے، اور یہ واحد چیز ہے جو ہمیشہ استعمال میں رہے گی۔ اگر کوئی عزیز مر بھی جائے تو یہ عظیم الشان کتاب ہمارے پاس رہے گی۔ بہت سے لوگ زندگی کے مصائب اور مشکل نقصانات کا مقابلہ کرنے کے لیے غیر صحت بخش طریقے اختیار کرتے ہیں، لیکن ہمیں ایسا نہیں

کرنا چاہیے۔ ہمیں اس کے مثبت پہلو کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کے حکم کو ماننا چاہیے۔ وہ جو چاہے، بہترین کے لیے ہے۔ مزید برآں، ہمیں ان کے ساتھ جو وقت گزارا اس کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ نعمت ہماری زندگی میں تھیں ہماری زندگی میں ان کا مثبت اثر تھا۔ جی ہاں، وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن وہ جنت میں ہمارے ساتھ ہوں گے ان شاء اللہ۔ ہمیں امن کی طرف آنے کی ضرورت ہے کہ جلد ہی ہم آخرت میں ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ کیونکہ بے شک اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے: "ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (3:185)

اللہ کو اپنے دل میں دعوت دیں، اور اسے اجازت دیں کہ وہ آپ کے دل کو اپنی محبت اور رحمت سے بھر دے۔ درحقیقت، اس کی محبت کبھی ختم نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمیں ناکام کرتی ہے۔ جب کوئی اللہ پر امید رکھتا ہے اور اس کے ذریعے سکون اور راحت حاصل کرتا ہے تو کسی نقصان کا مقابلہ کرنا کبھی مشکل نہیں ہوتا۔ بے شک اللہ دلوں کو تسلی دینے والا ہے۔ دلوں کو بدلنے والا۔ امید اور رحمت دینے والا۔ کبھی کبھی سمندر داخل ہو جاتا ہے۔ دنیا (دنیا) ہمارے دلوں میں اترتی ہے۔ اگر آپ دنیا کو اپنے دل کا مالک بننے دیتے ہیں، جیسے سمندر جو کشتی کا مالک ہے، تو وہ اس پر قبضہ کر لے گا۔ تم سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب جاؤ گے۔ اور آپ اپنے گناہوں اور اس زندگی کی محبت میں پھنسے ہوئے، اپنی نچلی سطح پر محسوس کریں گے۔ آپ کو ٹوٹا ہوا محسوس ہوگا، اندھیرے میں گھرا ہوا ہے۔ تاہم، اس تاریک جگہ کا خاتمہ نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ رات کی تاریکی طلوع فجر سے پہلے ہوتی ہے۔ اور جب تک آپ کا دل دھڑکتا ہے، یہ اس کی موت نہیں ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب آپ سب سے نیچے ہوتے ہیں کہ آپ کو ایک انتخاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے - آپ یا تو نیچے رہ سکتے ہیں جب تک کہ آپ ڈوب نہ جائیں، یا آپ موتی جمع کر کے واپس اوپر اٹھ سکتے ہیں۔ اللہ آپ کو اٹھا سکتا ہے اور اپنے سورج کی روشنی سے سمندر کی تاریک ترین جگہ بدل سکتا ہے۔ اللہ آپ کی سب سے بڑی کمزوری کو آپ کی سب سے بڑی طاقت میں بدل سکتا ہے۔ کبھی کبھی تبدیلی زوال کے ساتھ آتی ہے۔ اس لیے زوال کو کبھی بددعا نہ دینا لے لو. اس سے سیکھیں، اور مضبوطی سے واپس آئیں اور اللہ کی اپنی ضرورت سے زیادہ آگاہ ہوں، اپنی بے نیازی اور اللہ کی عظمت کو دیکھ کر واپس آؤ۔ محروم وہ ہے جس نے کبھی اللہ کے لیے اپنی اشد ضرورت کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں واپس لے آئے کیونکہ جب اللہ کرے گا تو اللہ تمہاری کشتی دوبارہ بنائے گا۔ جس دل کو آپ نے ہمیشہ کے لیے نقصان پہنچایا تھا اسے ٹھیک کر دیا جائے گا۔ جو بکھر گیا وہ پھر پورا ہو جائے گا۔ اور جان لیں کہ یہ کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہے اور سوچیں کہ آپ کی زندگی کی پریشانیوں کو کسی بڑی طاقت کی طرف موڑنا کتنا شاندار ہے جس کی طرف آپ اپنے تمام فیصلوں اور خوابوں کو موخر کر سکتے ہیں۔

ہمیں اپنے بنانے والے سے کس طرح دعا کرنی چاہیے؟

" اے اللہ ہمارے دلوں کو اس رد، تکلیف اور تکلیف سے دور کر، ہمارے دلوں میں ایمان کی ایسی دیواریں کھڑی کر جو تکلیف سے نہ ٹوٹے، اس دنیا کی مخلوقات شیطانی ہیں، خود غرضی اور کینہ پرور چیز ہمارے پاس ہے۔ لالچ نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور ہم دوسروں کو اس تکلیف کا احساس نہیں کرتے ہیں۔ مہربان لوگ اب بدل چکے ہیں اور قول و فعل سے خود غرض ہو گئے ہیں۔ دولت مند اور زیادہ طاقتور بننے کی ضرورت نے ہمارے دلوں اور روحوں کو زہر آلود کر دیا ہے اور اس لیے داغدار ہو گئے ہیں۔ ہماری نیک نیتیں، ہمیں بچا لے... یا اللہ، اس سے پہلے کہ ہم اپنے آپ کو برائی سے تباہ کر دیں۔ ہم ایک دوسرے پر جو الفاظ پھینکتے ہیں، ہمارے خیالات، ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ، یہ سب شیاطین کی طرف سے امت کو تقسیم کرنے کے فتنوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ تیرے حبیب کے ہم شرمندہ ہیں... اے اللہ جب ہم ان جدوجہدوں اور مصائب کو یاد کرتے ہیں جن سے تیرے حبیب نے امت کو متحد کرنے کے لیے کیا اور ہم کمزور، خود غرض اور بٹے ہوئے ہیں، ہم صرف طاقت، دولت، غلبہ اور ضرورت کو پالتے ہیں۔ اس دنیا میں سب سے بہتر ہونا۔ ہم کس قیمت پر سوچنے سے باز نہیں آتے۔ ہمیں ان غلطیوں کو محسوس کرنے، پہچاننے اور تبدیل کرنے کا ضمیر عطا کریں جو ہم دوسروں کو دیکھتے، کہتے یا کرتے ہیں اور اس کے برعکس۔ اس کی شروعات اپنے آپ میں تبدیلی کے ساتھ کریں تاکہ پہلے بہتر مومن بنیں کیونکہ اس سے ہمارے اندر موجود دیگر تمام غلطیاں درست ہو جائیں گی۔ اے میرے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ! اے میرے سب سے زیادہ معاف کرنے والے اللہ! مدد صرف

آپ کی طرف سے آسکتی ہے، لہذا براہ کرم ہماری مدد کریں۔ اے ساری کائنات کے خالق! ہمارے دل کو اپنی طرف پھیر دے اور ہمیں تباہی سے بچا!

اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

اللّٰہُمَّ اِنَّ اْلّٰلّٰعَلَیْکُ الْعَوَافِیْتَ فِی دنیا وَالآخرُ

"اے اللہ میں دنیا اور آخرت میں تیری بخشش اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

درحقیقت، ہمیں موت سے نہیں ڈرنا چاہیے! یقیناً اس دنیا میں ہماری زندگی محض ایک پورٹل ہے، گزرنے کی ایک چھوٹی سی کھڑکی ہے، اور مرنے کے بعد ہم اکیلے نہیں ہوں گے، بلکہ قرآن کریم، جو مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے، جو ہمیں ہمارے رب کی طرف سے تحفے میں دیا گیا ہے، باقی رہے گا۔ قبر ہمارے ساتھ ہے، اور آخرت کے فتنوں میں ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں موت سے نہیں ڈرنا چاہیے، اس لیے میں مرنے سے نہیں ڈرتا، لیکن میں قبر سے ڈرتا ہوں۔ قبر میں ہمارا پہلا دن، ہمیں اندازہ نہیں ہے کہ قبر میں ہونے کا احساس کیسا ہوتا ہے۔ نئی زندگی، نیا گھر اور نیا ماحول، قبر اللہ سے ملاقات کا پہلا حصہ ہے۔ آئیے اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا اب ہمیں مرنا ہے؟ ہمیں اللہ کے سامنے کون سے اعمال پیش کرنے ہیں؟ اچھا یا برا؟ موت ایک واحد حقیقت ہے جس سے ہم کبھی نہیں بچ سکتے۔ ہماری دولت، تعلیمی قابلیت، خاندانی حیثیت، حسب نسب، خوبصورتی یا عہدے کا عہدہ ہمیں نہیں بچا سکتا، ہمیں ہمارے نیک اعمال کے علاوہ کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ "یا اللہ ہمارے لیے سفر آسان فرما، معاف فرما، اور ہمیں جنت فردوس عطا فرما۔"

گھڑی پہلے سے زیادہ تیزی سے ٹک رہی ہے۔ انسان، ایک پائیدار حیات نو کی تلاش میں بقا کے لیے جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ موت کا سایہ انسان کا پیچھا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بھاگ نہ جائے۔ پھر وہ گھڑی آتی ہے جب تمام امیدیں دم توڑ جاتی ہیں۔

انسان اس وقت تک ہوا کا پیچھا کرتا رہے گا جب تک کہ اسے کچھ نہ ہو جائے۔ میرا سرٹیفکیٹ، میرا پیشہ، میری پالیسی، میری عورتیں، میرا آدمی، میرا یہ میرا وہ... سب ننگی آنکھوں سے دیکھے گا جب کہ انسان اپنے رب کی طرف لوٹتا ہے۔

وہ خوفناک، دن تیزی سے قریب آ رہا ہے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں تھا۔ جس کا آج رات مرنا مقدر ہے وہ موت کے آنے تک نہیں جانتا!

میں اس دن سے تھک گیا ہوں جب میں مزید سانس نہیں لوں گا، میری پہلی رات نیچے، قبر کے اندر۔

میں اس دن سے تھک گیا ہوں جب میرا خاندان میری رخصتی پر سوگ منا رہا ہے۔ میں فیصلے کے دن سے ڈرتا ہوں اور اس میں کیا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ دن جب انسان اپنے بچوں کو جھٹلائے گا اور ہر ماں اپنے نفس کا خیال رکھے گی۔ آہ، کاش ہم ایسے رہتے جیسے کل ناممکن ہے، آج کا دن بہت بہتر ہوتا!

اے پیارے خدا! ہم آپ سے دعا گو ہیں کہ آپ ہمیں اپنے دین کی بہتر سمجھ عطا فرما، اور جب تک آپ ہم سے راضی نہ ہو جائیں ہماری روح قبض نہ کریں!

شکل 6: قرآن کے باب 32 (سجدے کا باب) کے لیے الفاظ کی گنتی کا چارٹ جس میں عربی لفظ "سجدہ" (سجدے میں) کے لیے ہے۔

رنگ، جنت اور جہنم

قرآن میں ریاضیاتی ہم آہنگی کی ایک اور مثال کے لیے جو قرآن سے باہر تخلیق تک پھیلا ہوا ہے، لفظ "رنگ" (کثرت میں) دیکھیں۔ اس کی مختلف شکلوں میں، یہ سب عربی میں ایک لفظ پر مشتمل ہیں، جیسے الفاظ "الوانوح" (اس کے رنگ) اور "الوانوکم" (آپ کے رنگ)، لفظ "رنگ" پورے قرآن میں کل سات دہرایا گیا ہے۔ اوقات اب ہم جانتے ہیں کہ یہ روشنی کے طیف میں پائے جانے والے رنگوں کی تعداد سے میل کھاتا ہے (جسے بصری سپیکٹرم بھی کہا جاتا ہے)، جو تعداد میں سات ہیں! یہی وجہ ہے کہ قوس قزح کے سات رنگ ہوتے ہیں (سرخ، نارنجی، پیلا، سبز، نیلا، انڈگو اور بنفشی)۔

قرآن مجید کی پہلی آیت کو جمع میں "رنگوں" کا تذکرہ کرنے کے لیے دیکھا جائے تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ اس آیت میں لفظ "رنگ" ساتواں لفظ ہے، جو آیت کے شروع اور آخر میں شمار ہوتا ہے۔ آیت کا

شکل 7: قرآن (16:13)، رنگوں کا ذکر کرنے والی قرآن کی پہلی آیت۔

سے قطع نظر یہاں پیش کردہ عددی توازن درست ہے۔ (A یا B) گنتی کے نقطہ نظر

اس آیت میں کل 49 حروف ہیں جو کہ 7 X 7 کے برابر ہیں! آیت نمبر 13 ہے، اور اس میں بھی 13 الفاظ ہیں، تو 13 اور 7 کے درمیان ممکنہ تعلق کیا ہے؟ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ 7 X 13 = 91، تو یہ جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ باب کے آغاز سے لے کر اس آیت تک آیت نمبروں کا کل مجموعہ 91 ہے! ایک بار پھر، ریاضی کا کوڈ بالکل حیرت انگیز ہے۔ مزید برآں، باب کے آغاز سے لے کر اس آیت سمیت کل الفاظ کی تعداد 147 ہے۔ نمبر 147 = 7 X 7 X 3، اور ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ سات کس طرح ایک کردار ادا کرتے ہیں، لیکن تعداد کا کیا ہوگا؟ تین؟ تین بنیادی رنگوں (سرخ، پیلے اور نیلے) کی کل تعداد ہے جس سے باقی رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بھی یہ حیرت انگیز ریاضیاتی ہم آہنگی اس کے مقابلے میں معمولی لگے گی جو آگے آنے والا ہے۔

آئیے ایک لمحے کے لیے سبز رنگ کو دیکھتے ہیں۔ قرآن اور نبی کی تعلیمات دونوں ہمیں بتاتی ہیں کہ اہل جنت (یعنی جنتی) سبز لباس میں ملبوس ہوں گے، اور یہ کہ جنت میں غالب رنگ سبز ہے۔ جب ہم گنتے ہیں کہ پورے قرآن میں سبز رنگ کا ذکر کتنی بار آیا ہے تو یہ آٹھ گنا ہے، 39 جو کہ معجزانہ طور پر جنت کے آٹھ دروازوں سے ملتا ہے!

یہ تلاش اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہمیں اس سمت میں مزید گہرائی میں کھودنا چاہیے۔ یہ جانتے ہوئے کہ جہنم کالی ہے (نیچے مخاطب ہے)، کہ اس کے سات دروازے ہیں، 41 اور اس کے لوگوں کے چہرے سیاہ ہیں، آپ کے خیال میں قرآن میں سیاہ رنگ کا ذکر کتنی بار آیا ہے؟ جیسا کہ آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ سیاہ رنگ کا اپنی مختلف شکلوں میں قرآن کریم میں ٹھیک سات بار تذکرہ کیا گیا ہے۔42 مزید برآں، جب کوئی چیز ساتوں رنگوں کو جذب کر لیتی ہے، تو ہم سیاہ ہو جاتے ہیں، اور یہ کالے رنگ کا ایک اور مقابلہ ہے۔ قرآن سات بار.

اس موضوع کے حوالے سے دلچسپی کا ایک اضافی نکتہ ایک دلچسپ مشاہدہ ہے جسے الکہیل اور بہت سے دوسرے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مستند حدیث کے بارے میں اجاگر کیا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری (عام) آگ، جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔"

ہماری دنیا کی زندگی عارضی ہے، اور ایک دن ہمیں مرنا ہے، اور اپنے رب سے اکیلے ملنا ہے۔ لیکن جلسے کی تیاری کے لیے صاف دل ہونا چاہیے، کیونکہ کوئی کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، بادشاہ کتنا ہی

طاقتور کیوں نہ ہو، اور کتنا ہی ماہر خطیب کیوں نہ ہو، انسان اور اس کے بنانے والے کے درمیان ثالثی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ قیامت کا دن۔

ہم دعاؤں اور تسبیحات کے ذریعے اس ابدی سفر کی تیاری کر سکتے ہیں۔ اللہ کو ہماری دعا سننے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں آتی، کیونکہ اللہ ہمارا پالنے والا ہے، جو دینا پسند کرتا ہے، اور جو ہم پر مسلسل فضل کرتا ہے۔ آئیے دعا کریں کہ قرآن کا حسن ہمارے دلوں میں داخل ہو جائے! "اے اللہ اس مبارک دن پر ہم تجھ سے اندرونی سکون اور اطمینان مانگتے ہیں جو کچھ تو نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔ آئیے پورے صبر کے ساتھ، یہ جانتے ہوئے کہ آپ قابو میں ہیں۔ ہمیں بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی فرما، ہم سے برائیوں کو دور فرما، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے دلوں کو پاک کر"۔ آمین یا رب العالمین

درج ذیل دعا صحیح البخاری کی ایک مستند دعا ہے۔ حدیث نمبر 7/158: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں غم و اندوہ سے، کمزوری اور کاہلی سے، کنجوسی اور بزدلی سے، قرض کے مغلوب ہونے اور لوگوں کے غلبے سے۔

نیکی اس میں ہے جو اللہ نے آپ کے لیے چنا ہے۔ تاخیر زندگی کا حصہ ہے اس لیے ہمیں اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔ سب کچھ آپ کے منصوبے کے مطابق نہیں ہوگا۔ جب اللہ تمہاری دعاؤں کے جواب میں تاخیر کرتا ہے تو اس میں کچھ بھلائی ہے۔ ہو سکتا ہے آپ اسے ابھی نہ دیکھ سکیں لیکن اللہ آپ کو دکھائے گا کہ اس نے آپ کو انتظار کیوں کرایا۔ تو صبر کرو۔ کیونکہ تم عنقریب خوبصورت نعمتیں دیکھو گے۔ ان لمحات میں آپ کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس کے ماسٹر پلان پر بھروسہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں ہمیشہ خیر (اچھی) اور رحمت ہوتی ہے۔ جان لو کہ مشکل کے ساتھ آسانی آتی ہے۔ آپ کا ایمان آپ کو مضبوط کرے اور آپ کو ہمیشہ کی امید سے بھر دے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو!

39 قرآن میں "سبز" (باب: آیت): 6:99، 12:43، 12:46، 18:31، 22:63، 36:80، 55:76، اور 76:21۔ کل = 8 ذکر۔

40 یہ بہت سی صحیح احادیث سے واضح ہے، جن میں ایک حدیث بھی شامل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ہے۔

ریان جس میں روزہ داروں کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔

(البخاری، حدیث نمبر 3257)

41 جہنم کے بارے میں، اللہ نے قرآن میں کہا: "اس کے سات دروازے ہیں..." (قرآن 15:44)

42 قرآن میں "سیاہ" (باب: آیت): 2:187، 3:106 (2 بار)، 16:58، 35:27، 39:60، اور 43:17۔ کل = 7 تذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم کی آگ عام (دنیا کی) آگ سے اڑسٹھ حصہ زیادہ ہے۔ ہر ایک حصہ اس (دنیوی) آگ کی طرح گرم ہے۔

یاد رکھیں کہ بہت سی تعلیمات کے ساتھ ساتھ قرآن کہتا ہے کہ جہنم کی آگ اتنی گرم ہے کہ وہ سیاہ ہے۔ اگر ہماری "عام" (دنیاوی) آگ، زیادہ تر ذرائع کے مطابق، جلتے ہوئے حصے کے درمیان میں تقریباً 1,100 ڈگری فارن ہائیٹ (593 ڈگری سیلسیس یا 866 کیلون) ہے، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جہنم کا درجہ حرارت 70 گنا زیادہ ہے۔ جب ہم 1,100 کو 70 سے ضرب دیتے

ہیں تو ہمیں 77,000 ڈگری فارن ہائیٹ (42,760 ڈگری سیلسیس یا 43,033 کیلون) ملتا ہے۔ یہاں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اب ہم جانتے ہیں کہ ان درجہ حرارت پر آگ نیلے رنگ سے آگے نکل جاتی ہے اور درحقیقت سیاہ ہو جاتی ہے! یہ عددی اور سائنسی دونوں لحاظ سے معجزہ ہے۔

دیگر طریقوں کے علاوہ، فلکیات ستاروں کے درجہ حرارت میں فرق کرنے کے لیے رنگین طیف کا استعمال کرتی ہے۔ ہمارا سورج "ٹھنڈے" درجہ حرارت پر جلتا ہے، اور اس وجہ سے یہ روشن ہوتا ہے اور سفید یا پیلا دکھائی دیتا ہے، لیکن گرم ستارے گہرے نظر آتے ہیں اور آخر کار اتنے گرم ہوتے ہیں کہ وہ سیاہ دکھائی دیتے ہیں۔ ایک ذریعے سے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ستارہ سیریس 18,000 ڈگری فارن ہائیٹ (9,982 ڈگری سیلسیس یا 10,255 کیلون) پر اتنا گرم ہے کہ یہ نیلا چمکتا ہے۔ پھر بھی زیادہ گرم درجہ حرارت پر، ستارے اور بھی گہرے ہو جاتے ہیں اور "اس حد سے باہر ایک رنگ بن جاتے ہیں جس کے لیے ہماری آنکھیں یا عام دوربینیں حساس ہوتی ہیں" یہی وجہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ گرم درجہ حرارت میں، سائنس دان بلیک باڈی ریڈی ایشن کو استعمال کرنے کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ ان اجسام کی پیمائش کرنے کا ایک زیادہ تکنیکی طور پر جدید طریقہ ہے جو تمام روشنی کو جذب کرتے ہیں اور اس کی عکاسی نہیں کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ یہی سیاہ ہے (تمام نظر آنے والی روشنی کا جذب)۔ مثال کے طور پر ایک کالا کپڑا سیاہ دکھائی دیتا ہے کیونکہ یہ تمام روشنی جذب کر لیتا ہے۔ پھر بھی، ستاروں کی تنہائی میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے، جب وہ اپنے اردگرد کے ماحول کے مقابلے تھرمل توازن تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، تو وہ توانائی کی لہریں پھیلاتے ہیں، جو سائنسدانوں کی پیمائش کا حصہ ہیں۔

آخر میں، اس پر غور کریں. جہنم کے سات دروازے ہیں جسے دروازے (عربی میں "ابواب" کہتے ہیں) جبکہ جنت کے آٹھ دروازے یا دروازے ہیں۔ ان کی کل تعداد 15 ہے، اور حیرت انگیز طور پر، لفظ "دروازے" (کثرت میں) قرآن پاک میں بالکل 15 بار آیا ہے!

ریاضیاتی ہم آہنگی واقعی لامتناہی ہے، تو یہاں کیوں رکیں؟ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ہم ان تمام 15 آیات کو قرآن مجید میں ان کے ظاہر ہونے کی ترتیب سے لیتے ہیں۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ اس گروپ کی ساتویں آیت (قرآن 16:29) کہتی ہے، ''تو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے۔ پھر تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ بڑا ہی برا ہے۔‘‘ جبکہ آٹھویں آیت (قرآن 38:50) کہتی ہے، ’’جنت (ہمیشہ رہنے والے باغات)، جن کے دروازے (دروازے) ان کے لیے کھلے ہوں گے۔‘‘ ذہن میں رکھیں کہ قرآن میں "دروازوں" کا ذکر کرنے والی تمام آیات جہنم یا جنت کا ذکر نہیں کرتی ہیں۔

بے شک، قرآن کا ریاضیاتی ضابطہ حیران کن ہے۔ اس کے کامل توازن کے حوالے سے ایک اور رجحان کہتے ہیں Ring Composition میں ایک چیز شامل ہے جسے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دعا ہی عبادت ہے۔

پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی: اور آپ کے رب نے فرمایا: "مجھے پکارو، میں تمہیں جواب دوں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے عار کرتے ہیں وہ ضرور ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اسے سنن مرتب کرنے والوں نے بھی درج کیا ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن جریر۔ اسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے بھی مختلف روایتوں کے ساتھ درج کیا ہے۔

ہم اس قطب نما دنیا میں رہتے ہیں، اور اس لیے ہمیں اعتدال میں محبت اور نفرت کرنی چاہیے:

ہم میں سے بہت سے لوگوں کے دوستوں یا شریک حیات کے ساتھ ایسے تعلقات رہے ہیں جو محبت اور وفاداری سے شروع ہوئے اور نفرت اور تلخی پر ختم ہوئے۔ بدقسمتی سے یہ بہت سے رشتوں کا

افسوسناک خاتمہ ہے، لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مشورہ دیا جو ہمیں شروع سے ہی زیادہ صحت مند، مستحکم انداز میں تعلقات کو آگے بڑھانے میں مدد کرے گا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس سے تم نرمی سے محبت کرو، شاید وہ کسی دن تم سے نفرت کرنے لگے۔ جس سے نفرت کرو اس سے ہلکی سی نفرت کرو شاید وہ کسی دن تمہارا محبوب بن جائے۔ (سنن الترمذی، صحیح)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا کہ ہر کام اعتدال کے ساتھ کیا جائے اور کسی بھی چیز میں انتہا پر نہ جائیں، یہاں تک کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے بارے میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مسلمانوں کو 'متوازن امت' کہتا ہے: "اس طرح ہم نے تمہیں ایک عادلانہ متوازن امت بنایا ہے۔" (قرآن 2:143)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری محبت موہوم نہ ہو اور تمہاری دشمنی تباہی نہ ہو۔

پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ بچوں کی طرح مسحور ہو جاتے ہیں۔ جب آپ کسی سے نفرت کرتے ہیں تو آپ اس کے لیے تباہی کو پسند کرتے ہیں۔ (الادب المفرد، صحیح)

تمام انسانوں میں خامیاں ہیں اور تمام انسان بدل جاتے ہیں۔ ہمارے نیک پیشروؤں میں سے ایک نے کہا، "میں نے اپنے منصوبوں کو توڑ کر اللہ کی قدرت کو صحیح معنوں میں پہچانا۔"

ہر کوئی اپنی زندگی میں منظم ہونا چاہتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ چیزیں بالکل اسی طرح چل رہی ہوں جس طرح ہم منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ہم کامیاب ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ ہم پیار کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، ہم صحت مند ہونے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور ہم امیر یا علم والے بننے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں. لیکن ہم غمگین ہونے، خوفزدہ ہونے یا زخمی ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہمارے منصوبے بکھر جائیں۔ لہذا، جب ہمیں وہ نہیں ملتا جو ہم چاہتے ہیں، تو یہ وقت ہے کہ رک جائیں اور غور کریں کہ ہم کس طرح انچارج نہیں ہیں اور وہ، کائنات کا رب، انچارج ہے۔ ان تمام آزمائشوں کے بارے میں سوچیں جن کا ہم نے اپنی زندگی میں سامنا کیا تھا، ہم نے ان کے لیے منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ وہ ہمیں توڑنے کے لیے نہیں بلکہ اٹھانے کے لیے ہمارے راستے پر بھیجے گئے تھے۔ ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر قدم پر اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کی حفاظت کرنا، آپ کی دیکھ بھال اور آپ کو اپنی ماں سے ہزاروں گنا زیادہ پیار کرنے والا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی چیزیں کر رہا ہو یا حکم دے رہا ہو جسے قبول کرنا بہت مشکل لگتا ہے، تاہم دراصل ہمارے لیے بہترین چیز ہے۔ لہذا، ہر طرح سے منصوبہ بندی. خواب امید وش فار دی بیسٹ۔ لیکن اس پر بھروسہ رکھیں جو آپ کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے۔ اور بے شک جتنا چاہو پلان کرو لیکن بس یاد رکھو کہ اللہ سب سے بہتر منصوبہ ساز ہے۔

نوبل قرآن کہتا ہے: "ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہی تمہارے لیے اچھی ہو، اور تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہی تمہارے لیے بری ہو، اللہ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔" قرآن، 2:216

یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو جو تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

امام غزالی نے فرمایا: "اللہ کے لیے، جس جسم کے لیے تم رو رہے ہو، اگر وہ ایک لمحے کے لیے بول سکتا ہے، اور پھر وہ تمہیں موت کے درد کے بارے میں بتاتا ہے جو اس نے محسوس کیا تھا، تو یقیناً تم اس جسم کو بھول جاؤ گے جس کے لیے تم رو رہے ہو، اور شروع کروے اپنے لیے رونا!"

یہاں تک کہ اللہ کے پیارے اور امت کے ایک رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موت کے درد کا سامنا کیا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ انہیں بہت دردناک درد محسوس ہوا۔ وہ وقت جب موت

کا فرشتہ اس کا کام کرنے آیا اور قریب تر ہوتا گیا۔ آہستہ آہستہ محمد کی روح نکالی گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ حضرت محمد کا جسم نازک ہے؛ اس کی گردن کے اعصاب تنگ ہو گئے۔ اور اس نے کہا: "جبرائیل، یہ کتنا دردناک ہے!" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی فاطمہ نے اپنے والد کو اذیت میں کانپتے دیکھ کر غم سے آنکھیں بند کر لیں۔

تاہم، فرشتہ جبرائیل نے اپنا سر پھیر لیا، اور نبی نے اس کی وجہ پوچھی۔

فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ روئے زمین پر کون ہے جو اللہ کے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی موت کی تکلیف میں دیکھ کر غم برداشت کر سکے؟

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناقابل برداشت تکلیف کی وجہ سے کراہتے ہوئے کہا: اے اللہ! یہ موت کا درد کتنا بڑا ہے۔ مجھے یہ سارے درد دے دو، لیکن میرے لوگوں کو موت کا کوئی درد نہ دو! پھر محمد کا جسم ٹھنڈا ہو گیا، اس کے پاؤں اور سینے ہلنے نہ پائے۔

ہم تصور کر سکتے ہیں کہ موت کتنی تکلیف دہ تھی اور کتنی ہولناک ہو گی جب موت کا فرشتہ ہماری روح کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ جب کہ اللہ کے محبوب، زمین پر امت کے رہنما، جب موت کے فرشتے آہستہ آہستہ اس کی روح کو کھینچتے ہیں تو اذیت محسوس کرتے ہیں، ہم میں سے باقی لوگوں کا کیا حشر ہوگا؟

لیکن اپنی موت کی گھڑی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہمارے بارے میں، اپنے لوگوں کی فکر کی، اور اپنی تلخ اذیت میں، انہوں نے خدا سے التجا کی کہ وہ دنیا کے تمام دکھ انہیں دے تاکہ ان کے پیروکار اور ان کے بعد آنے والے تمام انسانوں کو اسے وہ درد برداشت نہیں کرنا پڑے گا جو وہ محسوس کر رہا تھا۔ اس کی ہم سے اتنی محبت تھی، اور اس کی ہمدردی اتنی شدید تھی کہ اس نے اپنا خون بہایا اور اپنا گوشت ہمیں بچانے کے لیے دیا۔

ھمارے بارے میں کیا خیال ھے؟ ہم جن کے بہت سے گناہ ہیں اور ہمارے گناہ سمندر کی جھاگ کی طرح ہیں۔ کیا ہم موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم بعد میں قبر میں سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہمارا صدقہ کافی ہے؟ کیا ہم عذاب قبر کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟

آئیے اپنا صدقہ بڑھائیں جب کہ ہمیں ابھی بھی جینے کا وقت دیا گیا ہے، خود کو بہتر کرنے کے لیے ابھی بھی وقت دیا گیا ہے۔ آئیے اپنے آپ کو ناگزیر موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے میں مصروف ہو جائیں، اور اس خوفناک درد کا ہمت کریں جس کا ہم سامنا کریں گے۔

ہم شاندار حالات میں مریں نہ کہ حقیر حالات میں۔ (آمین)

بیلنس اور رنگ کمپوزیشن

ریاضی کی ایک اور قسم جو قرآن میں پائی جاتی ہے اس کا تعلق ابواب، آیات، الفاظ، حتیٰ کہ حروف کی پوزیشنوں کے ساتھ ساتھ ان کے اعداد سے بھی ہے۔ چونکہ اس قسم کا تجزیہ اس کتاب میں کئی بار ظاہر ہو گا، ہمیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہم اب اس کے اصولوں کو سمجھتے ہیں، ایک ایسا اقدام جو مثال کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

دوسرا باب (سورہ البقرہ) قرآن کا سب سے طویل باب ہے۔ اس میں 286 آیات ہیں، اس لیے اس کی درمیانی آیت آیت 143 ہے۔ جب ہم باب کے وسط میں اس آیت کو دیکھتے ہیں تو اس میں لکھا ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک "درمیانی" قوم ہیں (یعنی معتدل اور متوازن، نہ ہی دائیں سے بہت دور اور نہ ہی بائیں طرف بہت دور)۔ لفظ "وسط" (عربی میں "وسط") کی یہ شکل پورے قرآن میں صرف

ایک بار ظاہر ہوتی ہے، اور اسے اس باب کی درمیانی آیت میں رکھا گیا ہے۔ یہ پہلے ہی قابل ذکر ہے، لیکن اس کے علاوہ اور بھی ہے۔ باب کے وسط میں یہ آیت تقریباً ایک آئینے کی طرح کام کرتی ہے جو اس سے پہلے کی تمام چیزوں کے ساتھ اس کے پیچھے آنے والی تمام چیزوں کی عکاسی کرتی ہے۔

اسے ہم "رنگ کمپوزیشن" کہتے ہیں۔ قرآن کے اس باب کو آیات کے تھیم پر مبنی نو گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

گروپ 1: ایمان اور یقین

گروپ 2: تخلیق اور علم

گروپ 3: بنی اسرائیل کو دیے گئے قوانین

گروپ 4: ابراہیم کا امتحان لیا جا رہا ہے۔

گروپ 5: قبلے کی تبدیلی (مرکزی تھیم)

گروپ 6: مسلمانوں کا امتحان لیا جا رہا ہے۔

گروپ 7: مسلمانوں کو دیے گئے قوانین

گروپ 8: تخلیق اور علم

گروپ 9: ایمان اور یقین

جیسا کہ مندرجہ بالا فہرست میں واضح ہے، پہلا گروپ آخری سے، دوسرا گروپ دوسرے سے آخری، وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ رنگ کی ساخت کو اس طرح ان گروپوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

محققین نے محسوس کیا ہے کہ لفظ "درمیانی" (Wusta) کی اس شکل کا یہ منفرد ایک بار استعمال کسی چیز کو نمایاں کر رہا ہے۔ چنانچہ ہم گہرائی میں دیکھتے ہیں اور اس درمیانی آیت کے عین وسط میں عربی لفظ "الرسول" (رسول) ہے، یعنی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، جو درمیان کی پیروی کی زندہ مثال تھے۔ اسلام کا طریقہ

پھر ہم نے دریافت کیا کہ یہ درمیانی لفظ (رسول) آیت کے شروع سے لفظ نمبر 23 ہے، اور ساتھ ہی آیت کے آخر سے شمار ہونے والا لفظ نمبر 23 ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سال کی تعداد تئیس ہے! بنیادی طور پر، یہ ان سالوں کی تعداد ہے جن میں قرآن نازل ہوا، اور پیغام مکمل ہوا۔

یہ سب آئس برگ کا صرف ایک سرہ ہے، تاہم، جیسے جیسے ہم اونچی سطح پر جاتے ہیں چیزیں اور بھی چونکا دینے والی ہوتی ہیں۔ رنگ کی ساخت کو ذہن میں رکھیں، جیسا کہ ہم اسے بعد میں دوبارہ دیکھیں گے۔

قرآن کا ہر ایک باب لفظوں سے باہر معجزانہ ہے۔ ہر ایک حرف، لفظ، آیت، اور باب کے ساتھ ساتھ ہر ایک کے اعداد، عددی قدریں، پوزیشنیں اور بہت کچھ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اور بھی واضح ہو جائے گا، وہ ایک مضبوطی سے بنے ہوئے اور معجزانہ طور پر ہم آہنگ ریاضیاتی سمفنی بناتے ہیں جو تقریباً ایک جینیاتی کوڈ کی طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ قرآن کے مختصر ترین باب میں بھی ظاہر ہے۔

مختصر ترین باب میں 10 کا حیرت انگیز ریاضی

قرآن میں، اللہ نے تمام مخلوقات، اور خاص طور پر انسانوں اور جنوں کو چیلنج کیا ہے کہ وہ قرآن کی طرح ایک باب بھی لے آئیں۔ اللہ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہم کبھی بھی اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ درحقیقت، چودہ صدیوں سے زیادہ عرصے تک، کسی نے بھی اس چیلنج کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کیا، اور اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایسا کرنے کے لیے بہترین پوزیشن رکھنے والوں نے کبھی کوشش بھی نہیں کی کیوں کہ وہ شروع سے ہی کس قدر شکست کھا چکے تھے۔ قرآن پاک کی لسانی کمالات کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا، اور جو چیز اسے مزید ناقابل یقین بناتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کا سب سے چھوٹا باب (سورہ الکوثر) صرف تین مختصر آیات پر مشتمل ہے اور اس میں کل صرف 10 الفاظ ہیں۔ ان تین آیات کا مختصر تعارف ضروری ہے، جیسا کہ جب ہم اس کی ریاضیاتی ساخت کے بارے میں بات کریں گے تو واضح ہو جائے گا۔

سورہ الکوثر قرآن مجید کا باب نمبر 108 ہے اور یہ ان واقعات کے جواب میں نازل ہوئی ہے جن میں قبیلہ قریش کے بعض افراد نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جب ان کے بیٹے کی وفات ہوئی۔ چھوٹی عمر میں، اسے "ابطار" کہا جاتا تھا۔ عربی میں اس سیاق و سباق میں "ابطار" کا مطلب ہے وہ شخص جس کا نسب منقطع ہو، کیونکہ اس لفظ کے معنی وہ ہیں جو بے نتیجہ اور منقطع ہو، اور صحت بخش، مفید چیزوں میں ضرب، پیدا یا تقسیم نہ کر سکے۔ یہ ان اعمال تک بھی پھیلا ہوا ہے جو نامرد ہیں اور اس طرح کچھ بھی نہیں کریں گے۔ بنیادی طور پر، وہ یہ دعویٰ کر کے نبی (خدا کی شان و رحمت) کی توہین اور توہین کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کی وراثت ان کی وفات کے بعد ختم ہو جائے گی، اور وہ سب کچھ بھول جائے گا جس کے لیے انہوں نے کام کیا تھا، خاص طور پر چونکہ ان کے بیٹے مر گیا تھا.

اللہ تعالیٰ نے زیر بحث باب کو ظاہر کر کے جواب دیا۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ’’کوثر‘‘ عطا کیا۔ عربی میں لفظ "کوثر" کا مطلب لامتناہی اور بے شمار نیکی ہے، جس میں سے سب سے بڑی نیکی قرآن ہے، لیکن اس میں جنت میں الکوثر نامی ایک دریا بھی شامل ہے، جو اپنے نام کے مطابق تصور سے باہر ہے۔ دوسری آیت میں، نبی محمد (خدا کی شان اور رحمت اس پر) کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام عبادات میں کوشش کریں، لازمی اور مستحب دونوں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کے نام پر نماز ادا کریں اور جانوروں کی قربانی کریں۔ یہ خاص طور پر حج کے دوران کھانے والے جانوروں کو ذبح کرنے کے حوالے سے ہے۔ تیسری اور آخری آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتی ہے کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہیں وہی حقیقی "ابطار" ہیں۔

اس تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"بے شک ہم نے آپ کو الکوثر عطا کیا ہے۔ (1) تو اپنے رب سے دعا کرو اور ذبح کرو۔ (2) یقیناً یہ تمہارا گستاخی کرنے والا (مخالف، دشمن) ہے جو 'ابطار' ہے (بغیر اولاد کے، کٹے ہوئے، جڑوں سے کٹا ہوا/امید/نیکی)۔ (3)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، پورا باب صرف 10 الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ پہلی آیت 10 مختلف حروف پر مشتمل ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ صرف 10 حروف لمبا ہے، بلکہ یہ 10 مختلف حروف سے بنا ہے، جیسا کہ انگریزی میں لفظ "کال" چار حروف پر مشتمل ہے (C، A، L)، کیونکہ L دو بار ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت بھی 10 حروف پر لیکن صرف تین مشتمل ہے اور حیرت انگیز طور پر تیسری آیت بھی 10 حروف پر مشتمل ہے! یہ صرف قابل ذکر ہے۔

تصویر 8: قرآن کے باب 108 میں خط شمار ہوتے ہیں

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں، نمبر 10 کو فالو کرنے کے لیے ایک کلیدی دھاگے کے طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ لہٰذا، باب کے پہلے حرف کو دیکھتے ہوئے، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی، پورے باب میں 10 بار ظاہر ہوتا ہے! پھر ہم نے پایا کہ یہ وہ حرف ہے جو پورے باب میں سب سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ باب کے کسی بھی حروف کو دہرانے کی زیادہ سے زیادہ تعداد بھی 10 ہے!

اس کے علاوہ، اہل علم نے یہ بھی پایا ہے کہ، پورے حروف تہجی میں سے، اس باب میں صرف ایک بار ظاہر ہونے والے حروف کی تعداد بھی 10 ہے۔ مزید برآں، جب ہم اوپر بیان کیے گئے قرآن کے خصوصی "علیحدہ" حروف کو مدنظر رکھتے ہیں اور ان کو خارج کرتے ہیں، باب، صرف 10 حروف باقی ہیں.

چونکہ ہم نے باب کا پہلا خط اور نمبر 10 سے اس کے تعلق کا ذکر کیا ہے، آخری خط کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ہے جو نہ صرف اس باب کا آخری حرف ہے بلکہ مجموعی طور پر اس باب کی ہر R یہ عربی حرف آیت کا آخری حرف ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حروف تہجی کی عام ترتیب میں 10 واں حرف ہے! کے ساتھ ختم ہوتی ہے، اور یہ حرف 10 واں حرف ہے — تو کیا ہوگا اگر ہم قرآن کو R ہر آیت حرف پر ختم ہوتے ہیں؟ حیرت انگیز طور پر، ہم نے R دیکھیں اور وہ تمام ابواب تلاش کریں جو حرف پر ختم ہوتے ہیں وہ بھی 10 ہیں! ایک بار پھر، R دریافت کیا کہ قرآن پاک کے کل ابواب جو حرف کوئی انسانی ذہن اس قابل نہیں ہے کہ اس طرح کی ناقابل یقین عددی ہم آہنگی پیدا کر سکے!

دنیا کے ہر باشعور انسان پر لازم ہے کہ وہ روزانہ بیٹھ کر موت کو یاد کرے کیونکہ موت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر پسینہ نہ بہایا جائے۔ موت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہمارے والدین کی اطاعت، ہماری شائستہ خصوصیت، قرآن سے ہمارا تعلق اور ہماری دعاؤں سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔

درحقیقت موت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے اور ہمارے تمام منصوبے کسی بھی وقت اچانک رک سکتے ہیں۔

موت ہمیں روزانہ یاد کی اہمیت اور اس کے ذریعے نیک اعمال جمع کرنے کی یاد دلاتی ہے۔

موت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم اپنے دن شروع کریں اور اپنی راتیں اللہ کی رضا کے لیے ختم کریں۔

موت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہماری اللہ سے ملاقات ہے جس کے لیے ہماری پوری توجہ اور مخلصانہ تیاری کی ضرورت ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کندھے سے پکڑا اور فرمایا: ”دنیا میں ایسے رہو جیسے تو پردیسی یا مسافر ہو۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ شام کو صبح ہونے کی امید نہ رکھو اور صبح شام تک (جینے کی) امید نہ رکھو۔ بیماری کے وقت سے پہلے اپنی صحت سے [فائدہ] اٹھاؤ، اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی سے [فائدہ اٹھاؤ]۔" [البخاری]

اگرچہ، موت کی عکاسی کرنے والی سب سے بڑی یاد دہانی ہماری زندگی میں لاتی ہے وہ روزانہ، عاجزی اور مستقل توبہ ہے۔ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے: ’’اور اس کے گناہ نے اسے گھیر لیا ہے۔‘‘ (سورہ البقرہ 2: آیت 81) ابن خثیم نے مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: آدمی اپنے گناہوں سے توبہ کرنے سے پہلے مر جاتا ہے۔

دوست چاہو تو اللہ ہی کافی ہے۔ ہاں اگر اللہ ہی دوست ہے تو صرف سچا دوستہ ساتھی چاہو تو قرآن ہی کافی ہے۔ درحقیقت، تصور میں، اس میں انبیاء اور فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے، ان واقعات کو دیکھتا ہے جن میں وہ شامل تھے اور ان سے واقف ہو جاتا ہے۔ اگر آپ مال چاہتے ہیں تو قناعت کافی ہے۔ جی ہاں، جو قناعت کرنے والا ہے وہ کفایت شعار ہے۔ اور جو کفایت شعاری کرتا ہے وہ بہت زیادہ نعمت پاتا ہے۔ دشمن چاہو تو روح ہی کافی ہے۔ ہاں جو اپنے آپ کو پسند کرتا ہے اس پر مصیبتیں آتی ہیں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ جو اپنے آپ کو پسند نہیں کرتا وہ

خوشی پا کر رحمت کے گھر چلا جاتا ہے۔ نصیحت چاہتے ہو تو موت ہی کافی ہے۔ ہاں جو موت کا سوچتا ہے وہ دنیا کی محبت سے بچ جاتا ہے اور آخرت کے لیے پوری لگن سے کام کرتا ہے۔ دعا کرنے والا جانتا ہے کہ کوئی (اللہ) ہے جو اس کے دل کی آرزو سنتا ہے، جس کے ہاتھ ہر چیز تک پہنچ سکتے ہیں، جو اس کی ہر خواہش کو پورا کر سکتا ہے، جو اس کی بے چارگی پر ترس کھاتا ہے اور اس کی غربت کا جواب دیتا ہے۔

مومن دل اللہ کی اطاعت اور ذکر سے پھلتا پھولتا ہے۔ وہ دل کے ساتھ وہی کرتے ہیں جو پانی اور سورج کی روشنی پودوں اور درختوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اللہ کے ذکر اور اطاعت کے بغیر دل مرجھا جاتا ہے اور زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم نے ذکر کیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کو قبول کرو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔" (قرآن 8:24)

السعدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ’’دل و جان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ہر حال میں اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔‘‘

ابن قیم نے کہا: جس طرح اللہ تعالیٰ نے جسم کی زندگی کو کھانے پینے پر منحصر کیا، اسی طرح دل کی زندگی کو اللہ کے ذکر، اس کی طرف لوٹنے اور اس سے دور رہنے پر منحصر کیا۔ گناہ۔"

غافل دل کا ہونا اور کم ظرفی اور خواہشات سے وابستہ رہنا (دل) کی زندگی کو کمزور کر دیتا ہے۔

یہ مرنے تک کمزور ہوتا رہے گا۔ اس کی موت کی علامت یہ ہے کہ وہ اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتا۔

اللہ کی سلامتی اور حمد ہو ہمارے نبی پر جنہوں نے اس نکتے پر نہایت جامع اور فصیح الفاظ میں زور دیا۔ لہٰذا ہمیں قرآن مجید کو پڑھنا چاہیے اور اس کے اندر موجود وسیع معجزات پر غور کرنا چاہیے

قرآن کے معجزات میں سے ایک اس کے نازک نمبروں میں پایا جا سکتا ہے:

مکھی کا جینیاتی کوڈ

دنیا میں تمام شہد کی مکھیوں کے کروموسوم کی تعداد یکساں ہے اور یہ کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ نر اور مادہ جانوروں میں عام طور پر کروموسوم کی تعداد یکساں ہوتی ہے۔ لیکن شہد کی مکھی قدرے مختلف ہے۔ کیونکہ نر مکھی میں 16 سنگل کروموسوم اور مادہ مکھی کے 16 جوڑے ہوتے ہیں۔

اس لحاظ سے شہد کی مکھی کروموسوم نمبر سے مختلف ہے۔ اس فرق کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ باب "نحل" یعنی شہد کی مکھی، قرآن کا 16 واں باب ہے۔ اور 16 ان جانوروں کے کروموسوم کی تعداد ہے۔

باب النحل، جس کا مطلب ہے "مکھی"، 16 واں باب ہے۔ شہد کی مکھی میں 16 کروموسوم ہوتے ہیں۔

یہ دلچسپ معجزاتی ضابطے گزشتہ پندرہ سو سالوں سے قرآن مجید کے صفحات میں موجود ہے۔

باب الکوثر:

باب الکوثر قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت ہے، تو کیا یہاں کوئی اور رشتہ مل سکتا ہے؟ جب ہم شمار کرتے ہیں کہ قرآن میں لفظ "سورہ" کا ذکر کیا گیا ہے تو ہم اسے 10 بار پاتے ہیں! اس تھیم کے ساتھ ختم ہونے والے الفاظ کی تعداد گنتے ہیں—اس باب کے شروع سے شروع R کے بعد، ہم حرف ہو کر قرآن کے آخر تک — اور وہ 10 الفاظ بنتے ہیں!

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، قرآن ایک مضبوطی سے بنا ہوا لسانی اور ریاضیاتی ضابطہ ثابت ہوا ہے۔ چونکہ یہ باب عربی لفظ "انّا" (ہمارے پاس/ہم ہیں) سے شروع ہوتا ہے، ہم جا کر قرآن کی پہلی آیت ڈھونڈتے ہیں جو لفظ "انّا" سے شروع ہوتی ہے، جو نکلا قرآن 2:119۔ ہم اس آیت میں الفاظ کی تعداد گنتے ہیں، اور حیرت انگیز طور پر، وہ 10 الفاظ ہیں!

پہلے ہم نے کہا تھا کہ سورہ الکوثر کی درمیانی آیت میں اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا ذکر ہے جسے عربی میں "النحر" کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ یوم النحر اس مہینے کا 10واں دن ہے جس میں حج کیا جاتا ہے۔ لہذا، بار بار، یہ ناقابل یقین ریاضیاتی ہم آہنگی جس میں نمبر 10 اس باب میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن ہمیں خود کو محدود نہیں کرنا چاہئے اور یہیں رکنا نہیں چاہئے۔

قرآن کی ریاضی میں ایک بار بار چلنے والی تھیم کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جب ہم ایک باب کی آیات کے اعداد کو شامل کرتے ہیں تو کیا نازل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر تین آیات کا مجموعہ 1 + 2 + 3 = 6 شمار کیا جائے گا۔ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے محققین نے محسوس کیا کہ سورہ الکوثر کی ہر آیت میں پورے حروف تہجی میں سے صرف چھ حروف آتے ہیں۔ مندرجہ ذیل چارٹ ان چھ حروف کو عام حجائی حروف تہجی کے مطابق ان کے "ترتیب" کے اعداد کے ساتھ دکھاتا ہے:

شکل 9: بار بار آنے والے حروف اور ان کے آرڈر نمبر

یہاں چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ جب ہم ان آرڈر نمبرز کو ایک ساتھ جوڑ کر ان کی کل رقم (1 + 10 + 22 + 23 + 25 + 27) حاصل کرتے ہیں تو ہمیں 108 ملتا ہے، جو کہ باب نمبر ہے! ایک بار پھر، یہ صرف حیرت انگیز ہے.

لہٰذا، باب میں آیات کی تعداد کو شامل کرنے سے نمبر چھ کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ ہم نے دریافت کیا ہے، ہر آیت میں ظاہر ہونے والے بار بار آنے والے حروف کی تعداد ہے، اور ان کے عام حروف تہجی کے نمبروں کا مجموعہ ہمیں باب نمبر دیتا ہے۔ . لیکن کیا دریافت کرنے کے لئے کوئی اور اہمیت ہے؟

کو بہت واضح طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ ہے R عربی حرف

حروف تہجی کا 10واں حرف، اور سورہ الکوثر کی ہر آیت اس پر ختم ہوتی ہے۔ مزید برآں، پورا باب نمبر 10 کے گرد گھومتا ہے، لہٰذا باب کے اندر اس 10ویں خط کی پوزیشنوں پر گہری نظر ڈالنا فطری ہے۔ ایسا کرنے پر، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب میں چار مرتبہ درج ذیل ترتیب میں ظاہر ہوتا ہے:

16واں خط

اکیسواں خط

28 واں خط

43 واں خط

چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ان نمبروں کا مجموعہ پھر ہمیں 108 دیتا ہے، جو کہ باب نمبر ہے! ایک بار پھر، یہ شاندار ہے، تو مجھے اسے دوبارہ بیان کرنے دیں۔ ایک ساتھ شامل کیا گیا، حرف R کی پوزیشنیں — جو کہ حروف تہجی کا 10 واں حرف ہے اور ساتھ ہی وہ حرف جس کے ساتھ ہر آیت ایک باب میں ختم ہوتی ہے واضح طور پر نمبر 10 کے گرد گھومتی ہے — ہمیں باب نمبر دیں!

یہ باب، تاہم، باقی قرآن کی طرح، ایک مضبوطی سے بنا ہوا کوڈ ہے جو تقریباً جینیاتی ڈی این اے کوڈ کی طرح ہے، لیکن "ہر چیز" سے جڑا ہوا ہے، نہ کہ صرف خود سے۔ یہ بیان کرنے کے مقابلے میں دکھانا آسان ہے، اور پوری کتاب میں ظاہر ہو جائے گا۔

جب ہم سورہ الکوثر کی پہلی آیت کو دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں تین الفاظ ہیں۔ پہلا لفظ بننے والے حروف پورے باب میں 15 بار ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظ کے حروف باب میں 22 بار اور تیسرے لفظ کے حروف باب میں 26 بار آئے ہیں۔ ان نمبروں کو ایک ساتھ شامل کرنے سے، ہم پہلی آیت کے حروف کے کل 63 کے ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ باب کا نام الکوثر ہے، جو کہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، جنت میں وہ عظیم نیکی اور دریا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی تھی، جن کی آخری عمر 63 سال تھی۔

اس عمل کو دوسری آیت کے ساتھ دہرائیں تو باب میں پہلے لفظ کے حروف چھ بار، دوسرے لفظ کے حروف 14 بار اور تیسرے لفظ کے حروف 23 بار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس بار، ہم دوسری آیت کے حروف کی کل تعداد 43 کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ پورے باب میں حروف کی تعداد 43 ہے! جیسا کہ دیکھا جائے گا، نمبر 43 حضرت نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر) سے بھی مضبوطی سے جڑا ہوا ہے، اور پورے قرآن میں مختلف علاقوں میں نسبتاً نمایاں نظر آتا ہے۔

آخر میں، اگر ہم مندرجہ بالا طریقہ کو تیسری آیت (جس میں چار الفاظ ہیں) کے لیے دہرائیں تو ہمیں کل 61 کے لیے 15، 21، 4 اور 21 ملتے ہیں۔ یہ تیسری آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس پر رحمت ہو) اور وہ "ابطار" ہیں۔ ان کی کوششوں کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور یہ کسی بھی چیز کی کثیر تعداد نہیں ہیں۔ اس دنیا میں مذاق کرنے والوں کی کوششیں بے سود ہیں اور قیامت کے دن ان کو ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ نمبر 61 ایک پرائم نمبر ہے، جو کہ یہاں بالکل نقطہ ہے! پرائم نمبرز کسی بھی چیز کا ایک ضرب ہیں اور انہیں مکمل یا مفید میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ مجموعی طور پر، نمبر 61 "ابتار" ہے۔

کئی مہینے پہلے میں نے اپنے نوجوانوں کو ہاتھوں میں فون لیے مسجد میں آتے دیکھا ہے۔ یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے کہ جہاں کچھ نوجوان مسلمان نفسانی خواہشات اور خواہشات کی تسکین کے جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں اور مسلسل نفرت انگیز ویڈیوز اپ لوڈ کرتے ہیں اور فحش مواد ڈاؤن لوڈ کر رہے ہیں اور اس سے مساجد میں آنے والے نوجوان بھی مبتلا ہیں اور یہ ایک جان لیوا ہے۔ مشق جنسی فعل میں ملوث ہونے سے ایمان کی روشنی دل سے ختم ہو جاتی ہے، اور آہستہ آہستہ اسلام اس شخص کو چھوڑ دیتا ہے، اور وہ سابق مسلمان ہو جاتے ہیں، جیسا کہ میں نے ذاتی طور پر بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اسلام کو تباہ کرنے کے لیے سرشار ہو چکے تھے۔ ہم انتخاب سے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لیے انسانوں میں سے سب سے پاکیزہ شخص کو چنتا ہے۔ اگر ہم گندے ذہن بن گئے تو ہزاروں پاک دامن راہب، پادری اور پادری ہوں گے جو اسلام قبول کریں گے اور پاکیزہ زندگی گزاریں گے ۔ لہٰذا نوجوانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ باقاعدگی سے مساجد میں جائیں اور ہر شام صحابہ کرام کے قصے پڑھیں اور ان صالحین سے اسلام کی خوبصورتی سیکھیں جو وقت اور ایمان میں ہم سے پہلے تھے۔ جو لوگ متواتر صنفِ مخالف کے بارے میں سوچتے ہیں یا حیوانی ہوس کی تسکین کے جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ بہت ناخوش اور ناکام ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کو اپنی خواہشات پر قابو رکھنا ضروری ہے۔ ایک مضبوط مسلمان ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جسمانی طور پر توانا ہو بلکہ وہ جو گناہ کی سرگرمیوں سے بچنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایک مسلمان شرمناک خواہشات اور ہوس کے خلاف لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لیے اسے کبھی بھی کسی شہوت یا خود غرضی کے مقابلے میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہونے کے ناطے ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ یہ زندگی اور دنیاوی لذت ہمارا مقصد نہیں ہے۔ افسوس، ہم یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ایک ایسا شخص جو پاک دامن عورت سے زیادہ پاک دامن تھا، پھر بھی ہم گناہوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہم اپنے پیارے نبی کا اسم مبارک کہنے کے لیے منہ کا استعمال کرتے ہیں، وہ نبی جس نے ہم سے محبت کی اور اس کی قدر کی، وہ نبی جس نے ہمیں اپنے بھائی کہا، اور وہ نبی جو ہزاروں سال پل کے دامن پر

کھڑا رہے گا تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ ہر مسلمان جہنم کو بحفاظت عبور کر کے جنت میں داخل ہونے کے قابل ہے اس کے باوجود ہم نبیﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے بجائے دنیاوی گلوکاروں اور کھیلوں کے لوگوں کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ ہم انتخاب سے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لیے انسانوں میں سے سب سے پاکیزہ شخص کو چنتا ہے۔ اگر ہم گندے ذہن بن گئے تو ہزاروں پاک دامن راہب، پادری اور پادری ہوں گے جو اسلام قبول کریں گے اور پاکیزہ زندگی گزاریں گے۔ گناہ اور غلیظ کاموں میں ملوث ہونے سے ایمان کی روشنی دل سے ختم ہو جاتی ہے، اور آہستہ آہستہ اسلام اس شخص کو چھوڑ دیتا ہے، اور وہ سابق مسلمان ہو جاتے ہیں، جیسا کہ میں نے ذاتی طور پر بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اسلام کو تباہ کرنے کے لیے سرشار ہو چکے تھے! اللہ ہم سب کو ہدایت دے اور ہمیں پاکیزگی اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین

دنیا میں دو ارب مسلمان ہیں لیکن ہوس کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کے لیے شاید ہی کوئی طاقتور ہو۔ اپنے آپ کو بہتر بنانے کے لیے آمادگی کا اظہار کرنے کے بجائے، زیادہ تر مسلمان اسلام کو استعمال کرنے اور زیادہ سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ یہ سنت ہے، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے وجود کا مقصد صرف اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت اور اپنے نبی کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا ہے۔ جس نے اپنی راتیں عبادت میں اور دن روزے میں گزارے۔ ایک مسلمان کو کبھی بھی زوجیت کے صریح ارادے کے بغیر کسی شریک حیات کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور مومن کو چاہیے کہ وہ شریک حیات کے پاس آتے وقت صرف اولاد کی نیت کرے، بصورت دیگر یہ ملاقات گستاخی اور گناہ میں شمار ہوگی۔ ذاتی طور پر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد تمام شہوت انگیز سرگرمیاں ترک کر دیں اور زندگی صرف اور صرف خدا کی خدمت کے لیے وقف کر دیں، لیکن بدقسمتی سے اس دور کے نوجوان اپنے آپ کو جوان اور امید افزا اور یقینی مستقبل کے حامل تصور کرتے ہیں، جب کہ مجھے یاد ہے کہ زمانہ طالب علمی جو تیس سال کی عمر تک ایک بوڑھے شخص کی طرح محسوس ہوتا تھا، اس وقت تک میرے دو خوبصورت بیٹے تھے۔ جوانی اور پرائم دائمی صحت اور خوشی کی ضمانت نہیں ہیں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صرف برطانیہ میں ہر ہفتے ہزاروں افراد دماغی چوٹ سے مستقل طور پر معذور ہو جاتے ہیں، اور پھر کبھی وہ نوجوان بات کرنے یا دعا کرنے یا بولنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ بعض اوقات، دماغی چوٹ کے ان مریضوں کو اپنا نام کہنے کا طریقہ سیکھنے میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں۔ دوسروں کو بات کرنا اور چلنا سیکھنا ہے۔ جب کہ ہمارے نوجوان برائیوں اور ہوس میں مبتلا ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی زندگی ایک سیکنڈ میں بدل سکتی ہے۔ کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی پر اعتراض کرے یا صرف جسمانی شہوت کی تکمیل کے ارادے سے اس سے رجوع کرے۔ کیونکہ کائنات میں تمام گناہ اور بیماریاں شریک حیات کو خواہش کی چیز سمجھنے سے شروع ہوتی ہیں۔ اس طرح ہر پچھلی گنہگار قوم تباہ ہوئی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان خواہشات کے غلام ہیں اور دین و مذہب کا استعمال کرتے ہوئے ہر چیز کو حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کو توڑ مروڑ کر قرآن کی آیات کو استعمال کر کے اپنی ہر خواہش کو حلال کر رہے ہیں، لیکن اللہ کسی کتاب کے احکام سے انسانوں کا فیصلہ نہیں کرتا۔ وہ ہمارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق اپنا فیصلہ سنائے گا۔ اللہ ہمیں عفت اور سچائی کی راہ پر گامزن رکھے۔ آمین

میں نے ایک بار نوجوانوں کے ایک گروپ کو دل میں ایمان برقرار رکھنے کا بہترین طریقہ بتایا تھا۔ ہمیں مستقل خوف میں رہنا چاہیے، اور ہر قسم کے گناہ سے بچنا چاہیے۔ عورتوں یا مردوں کے بارے میں نہ سوچو اور نہ ہی ان کی طرف دیکھو اور یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کو گھورتے ہوئے میری جان لے لے تو کیا میرے دل میں کلمہ شہادت ہوگا اور کیا میں اللہ پر ایمان لا سکوں گا اور اس کے اصول یاد رکھ سکوں گا؟ یہ مذہب، جب موت کا فرشتہ میری روح لینے آئے گا؟ جو ہر وقت زنا کرنے کا سوچتا ہے، پھر اس کا ذہن خیالی خیالوں میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ وہ ایسا کر ہی جاتا ہے۔ اپنے آپ کو کسی کے بارے میں سوچنے نہ دیں۔ دنیا کی ہر برائی سوچ سے شروع ہوتی ہے۔ ہاں، نکاح جائز ہے، لیکن صرف اولاد کے لیے نکاح کرنا چاہیے۔ صرف بچے پیدا کرنے کے لیے بیوی کے ساتھ رہو۔ اللہ کو

اپنے دل میں رکھیں اور ہر نماز کے بعد استغفار کریں۔ فحش نگاری جیسی گندگی کے قریب نہ جائیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے، اور ایک لمحے کے لیے تصور کریں کہ ایک دن آپ کی بیٹی ہوگی۔ آپ دوسرے مردوں کو اس کا فحش دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ کی ایک پیاری ماں ہے جس کا آپ احترام کرتے ہیں، تو سوچیں کہ آپ کو کیسا لگے گا اگر دوسرے مرد اس کی فحش تصاویر دیکھیں۔ ہر گناہ کا آغاز انسان کے بُرے خیال سے ہوتا ہے، لہٰذا زندگی کی سب سے خطرناک چیز دل میں دوسروں کا خیال رکھنا ہے۔ وہ دل جس میں انسان کا کوئی خیال نہیں آتا، اور یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے، اور قرآن پاک میں انہیں 'قلبن سلیم' کہہ کر پکارتا ہے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جن کے پاس قلب سلیم ہے، ایک ابدی جنت کا وعدہ کیا ہے، کیونکہ دل وہ ہے جس کی اللہ کو پرواہ ہے۔ لہٰذا، اگر ہم ہر وقت انسانوں کے بارے میں سوچتے ہیں، تو یہ ان کے ساتھ گناہ کرنے سے بھی بدتر ہے۔ دل عمل سے زیادہ اہم ہے اور گندے خیالات عمل سے بدتر ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور یہ کہ اگر اللہ میرے خیالات کو دیکھے گا تو وہ میرے بارے میں کیا سوچے گا؟ اللہ میرے ذہن میں گندے خیالات دیکھے تو کیا سوچے گا؟ کیا اللہ کہے گا کہ میں نے اس آدمی کو پیدا کیا ہے اور اسے صحت اور مال دیا ہے پھر بھی وہ خالق کا خیال نہیں کرتا؟ یہ شخص جسے میں نے پیدا کیا اور اس طرح کے عیش و آرام اور خاندان سے نوازا ہے۔ کیا وہ میرے بارے میں سوچتا ہے، یا اس کا دماغ دوسروں کے گندے خیالات سے آلودہ ہے؟ جب کہ کوئی شخص اجنبی عورتوں کے بارے میں سوچ رہا ہو اور گناہ کے خیالات دلائے تو اس کے دل میں پاکیزگی اور تقویٰ داخل نہیں ہو گا۔ اور پاک دل کے بغیر اسلام جسم کے اندر نہیں رہتا۔ مسلمان ہونا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اللہ اسے چنتا ہے جسے وہ اسلام کے دائرے میں رکھنا پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلسل غلیظ خیالات رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص کو اسلام کو بھلانے اور اس کے دل میں اسلام کے عقائد کو ناپسند کرنے میں ایک سیکنڈ لگے گا۔ میں بہت سے ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں جو کھلی تصاویر اور ویڈیوز دیکھنے کے عادی تھے، اور جلد ہی، انہوں نے اسلام کے تمام اصولوں پر سوال اٹھانا شروع کر دیے اور بالآخر اسلام سے نفرت کرنے لگے۔ کچھ لوگ تو باضابطہ طور پر سابق مسلمان بھی ہوئے، لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی اسلام چھوڑ دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنی ابدی جنت میں داخل ہوں، اور اسی وجہ سے اس نے ان کے دلوں کو بدل دیا۔ اس لیے ڈرو کہ تمہارا ایمان کسی بھی لمحے غائب ہو جائے، اور انسانوں کے خیالات کو ہرگز اجازت نہ دیں، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ اس دل میں داخل ہونے کے لیے زندگی کے عارضی پن کے بارے میں سوچو۔ اگر آپ اس دن بیمار ہو جائیں اور خود کھانے پینے کے قابل نہ ہوں اور اچانک مکمل طور پر مفلوج ہو جائیں تو آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ کیا فحش فلموں کے لوگ آپ کو بچانے آئیں گے اور موت کے وقت آپ کو شہادت پڑھنا سکھائیں گے؟ کمزور ترین انسان وہ ہے جو اپنی ہوس پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ خواہ وہ لمبا اور عضلاتی ہو، وہ ایک کمزور آدمی ہے جو مردوں، عورتوں اور بچوں کی خواہش اور ہوس کا غلام ہے۔ اس شخص کی کمزوری کی کوئی حد نہیں۔ اگر آپ جسمانی طور پر کمزور اور کمزور ہو جاتے ہیں، لیکن آپ کے پاس اتنی طاقت ہے کہ آپ اپنی روح کو گناہوں کے بعد پنپنے سے روکیں، تو آپ ایک مضبوط اور بہادر مومن ہیں۔

اللہ مضبوط لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ یہ اندرونی طاقت ہے جو بنی نوع انسان کو گناہوں سے دور رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ ہمیں اس روحانی طاقت کو اپنے خوابوں میں، اپنے دل میں، اپنے سوتے ہوئے اور جاگتے وقت حاصل کرنا چاہیے، پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کا ایمان بڑھتا جا رہا ہے، اور آپ کا ایمان اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ شیطان آپ سے بھاگ جائے گا۔ اس پاکیزہ حالت میں جب آپ اللہ سے دعا کریں گے تو فرشتے آپ کی دعا پر آمین کہیں گے۔ اور جب آپ قرآن پڑھیں گے تو فرشتے آپ کو سننے کے لیے آسمان سے اتریں گے اور اگر آپ اللہ سے مخلصانہ دعا کریں گے تو وہ آپ کی نیکی پر فخر کرے گا اور اپنے تمام بے گناہ فرشتوں کے دربار میں آپ کی تعریف کرے گا۔

ہمیں اللہ سے مسلسل ڈرنا چاہیے، اور ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیے، اور ساتھ ہی اس سے ڈرنا چاہیے، اور سب سے اہم چیز اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ آئیے غور کریں۔ اگر میں غریب اور سادہ ہوں

اور ڈاکٹروں کے پاس جانے کے لیے پیسے نہ ہوں تو کیا ہوگا؟ اگر مجھے یمن کے ان بے گھر مسلمانوں کی
طرح بخار سے بغیر دوا کے مرنا پڑے تو کیا ہوگا؟ اگر میں ساری زندگی دعا مانگوں تو بھی اللہ تعالیٰ
کی عطا کردہ نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی شکر ادا نہیں کر سکوں گا! ہمیں کبھی بھی انسانی
محبت یا ہوس کو اپنا مقصد نہیں بنانا چاہیے۔ ہمیں اپنے آپ سے لڑنا چاہیے لیکن نفس انسانی یا نفس
ایک مشکل چیز ہے۔ یہ سب سے پہلے آپ کو مباح چیزوں سے لطف اندوز کرنے کی کوشش کرے گا،
جیسے زیادہ کھانا، اور عورتیں جو میاں بیوی ہیں، اور پھر ساری زندگی اس بیوی اور اس کی
خوبصورتی اور رومانس کے گرد گھومے گی، اور پھر یہ آپ کو حرام کی طرف لے جائے گی، اور ناجائز
اعمال، آہستہ آہستہ شیطان ہمیں اس بات پر آمادہ کرے گا کہ جو حرام ہے حلال ہے اور ہم برباد
ہو جائیں گے۔

ہمیں اللہ کے ساتھ روحانی تعلق استوار کرنا چاہیے، اور ہر روز، ایک گھنٹہ نماز اور اپنی زندگی پر غور
کرنے میں صرف کریں، چاہے آپ کتنے ہی بیمار ہوں، یا زندگی کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہو، ہمیشہ
آدھی رات یا کسی بھی وقت ایک گھنٹہ ضرور گزاریں، اور اللہ سے دعا کریں، اور اپنے آپ کو صرف اس
اللہ کے بارے میں سوچ کر تقویٰ اختیار کرنے پر مجبور کریں جس نے آپ کو بنایا اور زندہ رکھا، صحت
مند اور ایمان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھیں، اور اپنے آپ کو اللہ کے بارے میں سوچنے پر مجبور کریں،
چاہے کچھ بھی ہو، آپ کے پاس موجود تمام خوبیوں کے بارے میں سوچیں، اور ان تمام نعمتوں کے بارے
میں سوچیں جو اللہ نے آپ کو دی ہیں، اور اپنے آپ کو یاد دلائیں کہ ایک دن آپ بغیر کسی وارننگ کے
اس خوشی کو کھو سکتے ہیں۔ اس وقت، آپ صحت مند ہیں، لیکن ایک دن، اگر آپ کو کینسر کی
تشخیص ہوئی، تو آپ کو زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں خوشی نہیں ملے گی، اور آپ کو وہ
خوبصورت خواتین پرکشش نہیں ہوں گی اور وہ گناہوں میں ملوث نہیں ہونا چاہیں گی۔ درحقیقت
اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کی وجہ سے آپ کو گناہوں اور خیالات کی طرف مائل
کیا گیا ہے، اور اگر اللہ آپ کی تمام نعمتوں کو چھین لینے کا فیصلہ کر لے تو کیا ہوگا؟ اگر آپ کی
صحت، دولت اور خاندان ختم ہو گیا تو کیا ہوگا؟ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی یاد میں گزاریں
کیونکہ فی الوقت آپ تندرست ہو سکتے ہیں لیکن کسی بھی لمحے سیڑھیوں پر چڑھ کر فالج کا شکار
ہو سکتے ہیں اور پھر عجیب و غریب عورتوں کا حسن کسی کام نہیں آئے گا۔ ہر دن ایک گھنٹہ اللہ کا
شکر ادا کرنے کے لیے گزاریں، اور اپنے خالق کا شکر ادا کریں کہ آپ کو ایک خاندان دیا، آپ کو ایک
محفوظ گھر میں پرورش پانے کی اجازت دی ہے۔ اگر آپ خود کو شکرگزار نہیں پا سکتے، تو تصور
کریں کہ آپ کی زندگی کتنی مختلف ہو گی اگر آپ ایک غریب یتیم خانے میں پیدا ہوئے اور غیر مسلم
دنیا کے بہت سے بچوں کی طرح بدسلوکی والے ماحول میں پلے بڑھے۔ تصور کریں کہ کیا آپ غریب اور
بے گھر تھے، سڑکوں پر بھوکے مر رہے تھے۔ کیا خواتین کو گھورنا آپ کو پسند آئے گا؟ اگر آپ کو کھانے
کے لیے کچرا اٹھانے میں دن گزارنا پڑے، تو آپ حرام کی تصویریں دیکھنے کے لیے کتنے بے تاب ہوں گے؟
اپنے آپ سے پوچھیں کہ آپ نے اللہ کا کتنا شکر ادا کیا کہ آپ کو پینے کے لیے میٹھا پانی دیا؟ ذرا تصور
کریں کہ کیا آپ کا مقدر دور دراز کے علاقے میں رہنا ہے، اور آپ کو گرم موسم میں پینے کے لیے صاف
پانی کی بالٹیاں اٹھانے کے لیے میلوں کا سفر کرنا پڑا؟ آپ کو اس وقت جتنی بھی آسائشیں میسر ہیں
اللہ کی طرف سے دی گئی ہیں اور کسی بھی وقت یہ تمام نعمتیں چھن سکتی ہیں۔

اس ڈیجیٹل دور میں بہت سے مردوں اور عورتوں کو جن مصیبتوں کا سامنا ہے ان میں سے ایک گرافک
فلموں اور فحش مواد کی لعنت ہے۔ میں نے اس مسئلے کو حل کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ یہ سچ
ہے کہ اگر کسی کا دل اس غلاظت سے آلودہ ہو جائے تو قرآن کا حسن اور رحمت کبھی بھی روح میں
داخل نہیں ہو گی، چاہے ہم نے کتنے ہی ریاضیاتی رموز یا راز دریافت کر لیے ہوں۔ فحش مواد دیکھنا
کبیرہ گناہ ہے، اور ہمیں ان گناہوں کو سوچتے ہوئے اللہ سے فریاد کرنی چاہیے اور اس طرح کے
معمولات کو ہمیشہ کے لیے ترک کرنا چاہیے۔ آدھی رات کو خوب روئیں اور اللہ سے دعا کریں کہ آپ کا
دل صاف ہو جائے۔ ان تمام مسلمانوں کے بارے میں سوچیں جو دنیا بھر میں مصائب کا شکار ہیں، اور
اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا آپ ان کے مصائب کے دوران خوشی کے مستحق ہیں؟ آپ ان تمام مسلم

خواتین کے درد کے بارے میں سوچتے ہوئے روئیں، جن پر پناہ گزینوں کے کیمپوں میں تشدد کیا جا رہا ہے، اور ان کے لیے دعائیں کریں، اور یاد رکھیں، جو خواتین آپ کو گلیوں میں پرکشش لگتی ہیں، اور جو آپ کو گناہوں کے خیالات دلانے پر مجبور کرتی ہیں، وہ بدصورت ہو جائیں گی۔ دن، جب کہ جنت میں وہ عورتیں جنہیں اللہ نے صرف تمہارے لیے پیدا کیا ہے، بہت بہتر، بہت زیادہ وفادار اور پاکیزہ ہیں۔

اگر آپ کو اس دنیا میں کوئی عورت پرکشش لگتی ہے تو جان لیں کہ اس کی خوبصورتی جلد ہی ماند پڑ جائے گی۔ اگر آپ کو اس کی شخصیت سے پیار ہے تو یہ بھی خیال رکھیں کہ اللہ نے اسے ایسی خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ایک دن اس کا دماغ کام کرنا بند کر سکتا ہے اور چونکہ اللہ اس کے دل و دماغ پر قابو رکھتا ہے اس لیے وہ اچانک بہت بری ہو سکتی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی عورت کسی بھی لمحے پاگل ہو سکتی ہے، اگر اللہ اس کی عقل کو صحت مند نہ رکھے۔ لوگ ڈیمینشیا اور بھولنے کی بیماری میں مبتلا ہو کر اپنی اصل شخصیت کھو دیتے ہیں اور بہت متشدد اور غصے میں آ جاتے ہیں، اس لیے انسانوں کا خیال نہ کریں۔ صرف اللہ کو اپنے دل میں رکھو۔ عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، اس کی موت کے ایک گھنٹے کے اندر وہ گل سڑ کر کیڑوں کی خوراک بن جاتی ہے۔ کوئی خوبصورتی یا گلیمر باقی نہیں رہے گا۔ اس دنیا کی تمام عورتیں بوڑھی، کمزور اور ناخوشگوار ہو جائیں گی، اور صرف ایک چیز جو اہمیت رکھتی ہے وہ ہے دل۔ اور یاد رکھو، اگر اللہ نے انہیں اسلام پر قائم نہ رکھا اور ہدایت پر رہنے دیا، تو وہ دنیا میں بدتر ہو جائیں گی، نفرت انگیز، خوفناک فطرت کے ہو جائیں گے۔ اتنی خوفناک طبیعت کے خوبصورتی کو دیکھ کر آپ کو کوئی خوشی نہیں ملے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عاجزی سے رہیں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ پر رحم کرے کیونکہ اگر اللہ اس کی اجازت نہ دے تو کوئی متقی اور نیک نہیں رہ سکتا۔ اگر اللہ کسی پر رحم نہ کرے تو وہ پاک و پاکیزہ نہیں رہ سکتا۔

ہمیں اپنے آپ کو مسلسل یاد دلانا چاہیے کہ صرف اللہ ہی ہم سے غیر مشروط محبت کرتا ہے۔ اپنے آپ کو یاد دلائیں کہ وہ خوبصورت مرد یا عورتیں جو ہم پرکشش محسوس کرتے ہیں اور جن کے ساتھ گناہ کرنا چاہتے ہیں، آپ سے محبت نہیں کرتے، اور وہ عورتیں ایک دن آپ سے نفرت بھی کر سکتی ہیں، اور آپ کے لیے سب سے زیادہ بے وفا بن سکتی ہیں، اور اب آپ سے سب سے زیادہ نفرت کرتی ہیں۔ اگر وہ غصے میں آکر آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو تکلیف دے تو وہ خوبصورتی اتنی خوبصورت نہیں لگے گی۔ اگر وہ مرد اور عورتیں متقی اور ایماندار ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی ان کی بھلائی کر رہا ہے اور اگر اللہ نے چاہے۔ تو کل کو وہ عورت یا وہ مرد دنیا کا بدترین انسان بن سکتا ہے۔ تم نے دیکھا، اللہ بہت عزت والا ہے، اور وہ صرف عزت دار اور پاکباز لوگوں کو اپنی جنت میں داخل ہونے دیتا ہے۔ درحقیقت، اسلام ایک طرزِ زندگی ہے، اور پھر بھی، ہم بہت سے کاموں اور خواہشات کو جائز اور قانونی بنانے کے لیے اسلامی قانون کے تمام پہلوؤں کو توڑ مروڑ کر رکھ سکتے ہیں، لیکن یہ یاد رکھیں: اللہ کو ہم پرہیزگار اور شریف ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دنیا میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو گناہ کی سرگرمیوں میں مبتلا نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، میں حال ہی میں جنوبی امریکہ گیا تھا، اور وہاں، میرے ہاتھوں میں کئی ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا، اور ان میں کئی سو کیتھولک پادری بھی شامل تھے جو اپنی پوری زندگی برہم رہے، اور مسلسل توہین آمیز اعمال کو قانونی بنانے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے پاکیزہ دلوں کی وجہ سے اسلام کے باوقار حلقوں میں داخل کیا۔ اور میں کینیڈا بھی گیا ہوں، جہاں مجھ پر ہجوم کیا گیا اور وہاں کی سابقہ مسلم کمیونٹی نے تقریباً حملہ کیا، جن کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ سب مسلمان تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ میں نے کئی مردوں سے انٹرویو لینے کے لیے وقت نکالا تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ ان میں کیا مشترکات تھی کہ اللہ نے انہیں اسلام سے نکال دیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ سابقہ مسلمانوں میں کیا چیز مشترک تھی؟ وہ ہمیشہ اپنی شادی اور رشتوں میں بیمار اور ذلیل حرکتیں کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یقین جانیے اللہ کو ہماری عبادت اور اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ پاک دامن غیر مسلموں کو آسانی سے اسلام میں تبدیل کر دے

گا اور انہیں ابدی جنت میں داخل کرے گا، بجائے اس کے کہ ان مسلمانوں کے جو اسلام کو بدکاریوں کا جواز پیش کرنے کے لیے استعمال کریں۔ اللہ ہمیں گناہوں سے بچائے۔

ہمیں اپنے آپ کو یہ باور کرانے کے لیے کہ ہم سنت پر عمل کر رہے ہیں، حدیث اور قرآن کا سہارا لے کر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ شادی کی اجازت صرف اولاد پیدا کرنے کے لیے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نامناسب کام نہیں کیا۔ اگر ہمیں دین اور اسلام کا استعمال کرنا ہے تو ہمیں سنت نبوی پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور رات کو جاگ کر نماز اور دن بھر روزے رکھنا چاہیے۔ جب مسلمان خواہشات میں مگن ہوجاتے ہیں (جس کی تکنیکی طور پر اجازت ہے) تاکہ وہ جنت کے مستحق بن جائیں تو اللہ انہیں سخت آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ بہت سارے مسلمان دنیاوی لذتوں کے جنون میں مبتلا ہیں اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کے طریقے تلاش کرنے کے لیے مسلسل آن لائن تلاش کر رہے ہیں۔ اس شیخ نے مجھے بتایا کہ اس کے بہت سے ساتھیوں کو بعض جیلوں میں لے جایا گیا جہاں ان پر جرائم کا جھوٹا الزام لگایا گیا اور تفتیشی کمروں میں درد کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر ہم پاکیزہ نہ ہوئے تو مسلمانوں پر دشمنوں کے حملے ہوں گے۔ شیخ کے اس ذاتی تجربے میں اس نے درجنوں ایسے لوگوں کو دیکھا جو بہت زیادہ لذت میں مبتلا تھے، سخت ترین درد اور تکلیف سے گزرتے تھے۔ مولانا احمد ابراہیم نے ایک بار کہا تھا کہ مسلمان اس جنسی جنون کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق مسلسل بات کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بہانے کے طور پر استعمال کرنا چھوڑ دیں چاہے یہ دین کے حدود میں ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ان بھائیوں اور بہنوں کے لیے اللہ سے رو رو کر اپنا وقت گزاریں جو چین اور میانمار میں تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں اور مارے جا رہے ہیں جیسا کہ ہم بول رہے ہیں جب کہ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی قسمت ایک پتلے دھاگے سے لٹک رہی ہے۔ ہندوستان میں ایک مولانا نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنے رشتے داروں اور دوستوں میں سے بہت سے لوگوں کو سخت تکلیف میں دیکھا ہے۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ (سب نہیں بلکہ ان میں سے زیادہ تر) اپنے شریک حیات کے ساتھ بہت زیادہ جنسی طور پر متحرک تھے اور اس میں بہت خوشی محسوس کرتے تھے یہ سوچ کر کہ وہ ایک بہت بڑی عبادت کر رہے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے رات کو رونا بہتر ہے۔ تکلیف! اللہ ہم سب کو ہدایت دے!

آہ، کیا ہو گیا ہے ان مومنین پر جو آن لائن غلیظ مواد دیکھ کر مسلسل اپنے آپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلام نے عورت کو عزت دی۔ مسلمان عورتیں جنت کی مائیں ہیں اور جنت ان کے قدموں میں ہے۔ مذہبی قانون کا استعمال کرتے ہوئے، کسی بھی اچھی یا برائی کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، شیطان اصرار کرتا ہے کہ وہ ایک متقی مومن ہے کیونکہ اس نے کبھی خدا کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کبھی اللہ سے کفر کیا۔ وہ گناہوں سے انکار کرتا ہے اور صرف دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ شیطان نے اپنے تڑپے دماغ میں اپنے آپ کو ایک متقی شہید بنا لیا، جس طرح سے کچھ مسلمان کر رہے ہیں، بے حیائی کے جواز کے لیے غیر مستند حدیث پیش کر رہے ہیں۔ مسلمان مرد حرام مواد دیکھ کر اپنے بچوں کی ماں کی توہین کا تصور کیسے کر سکتے ہیں؟ اللہ نے انہیں ایک امانت کے طور پر ہمیں دیا ہے تاکہ وہ شادی میں عزت اور حفاظت کریں۔ اپنی بیٹیوں کا خیال کریں۔ اللہ اس امت کی ماؤں کو کبھی رسوا نہ کرے! ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اس دنیا میں اپنی جنت بنانے کے لیے آئے ہیں، اور صنفِ مخالف کا جنون میں مبتلا ہونا نقصان دہ ہوگا، خواہ شادی جیسے حلال طریقے سے ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح بہت زیادہ کھانا جسم کو تباہ کرتا ہے اور پاکیزگی کو کم کرتا ہے۔ روح. اللہ مجھے اور پوری امت مسلمہ کو ہر قسم کے لذت اور گناہوں سے محفوظ رکھے جو ان پر عذاب اور توہین کا باعث بن سکتے ہیں۔

یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس دنیا میں بہت تھوڑے وقت کے لیے ہیں اور ہمارا مقصد دنیاوی لذتوں اور نفسانی خواہشات سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے بلکہ اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ نکاح انبیاء کی سنت ہے اس لیے اسے خالص اور صرف اولاد کے لیے رہنا چاہیے۔ فطری طور پر، طلاق دین میں سب سے زیادہ قابل نفرت چیز ہے، اس لیے ہمیں اپنی ذاتی زندگیوں پر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور نبی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اے اللہ! ہماری نسل کے نوجوان اسلام کو اپنی خواہشات کے جواز کے لیے استعمال کرنے کے جنون میں مبتلا نہ ہوں! بلکہ اے اللہ! ہماری امت کے نوجوانوں کو اسلام کا استعمال کرتے ہوئے اس مسلمان عورت کے لیے رحم کا احساس دلائیں جو دنیا بھر میں تشدد کا نشانہ بن رہی ہیں! اے اللہ! تمام مسلمانوں کو ایسی لذتوں میں مبتلا ہونے سے بچائیں جس کی وجہ سے ان کے دلوں کو اپنے دین کی طرف لوٹنے کے لیے تکلیف ہو! اے اللہ! مسلمانوں کو سکھائیں کہ وہ اپنی عزت کریں اور سارا دن اور ساری رات لذتوں میں مبتلا نہ رہیں!

بنوری اسلامی ادارے کے ایک مشہور عالم کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زندگی میں ایک خاص ذمہ داری دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں میں ضرورت سے زیادہ مشغول نہ ہو، جس میں مخالف افراد کی صحبت میں فضول گھنٹے گزارنا بھی شامل ہے۔ جنس، چاہے وہ حلال شادی شدہ بیوی ہو۔ مسلمان بچے بھوکے مر رہے ہیں اور شریروں کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ مسلمان خواتین تنزلی کا شکار ہیں۔ یہ اس لیے ہو رہا ہے کیونکہ بہت سارے مسلمان اب لطف اندوزی کے جنون میں مبتلا ہیں، اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کے طریقے تلاش کرنے کے لیے مسلسل آن لائن تلاش کر رہے ہیں۔ ہمیں اسلام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، اور سنت کے حقیقی راستے پر چلنا چاہیے۔ لہٰذا اس زندگی میں میاں بیوی کے لیٰ محبت اور خوشی کے جنون پر توجہ مرکوز کیے بغیر، سب کو مذہبی بنیں۔ ہمیں بعد کی زندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں اس دنیا میں خوشی اور محبت تلاش کرنے کے لیے نہیں۔ انسانوں سے محبت کا جنون بعض اوقات بہت سی عورتیں اور مرد جذباتی اور جسمانی طور پر مکمل طور پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہم اس دنیا میں اپنے خالق سے محبت کرنے اور ان لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے آئے ہیں جو بے بس ہیں اور ہم سے کہیں زیادہ بدتر حالات میں ہیں۔ ہم اس دنیا میں ہر یتیم کی مدد کرنے، بیماروں کو شفا دینے اور مہاجرین اور غریبوں کے درد کو کم کرنے اور انسانیت کی خدمت کے لیے آئے ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد شادی، محبت، پیسے، ڈگریاں، شہرت یا جاہ و جلال نہیں ہونا چاہیے۔ لٰذا محبت اور خوشی کی امیدوں میں دھوکا دینے کے بجائے اس زندگی کے اصل مقصد کو سب کو بتا دیں، کیونکہ اپنی اور اپنی خوشی پر اتنا زیادہ توجہ مرکوز کرنا خود غرضی ہے، خاص طور پر جب وہ خوشی سراب ہو اور حقیقی خوشی نہ ہو . آئیے دوسروں کو محبت اور رشتوں کے خیال میں مبتلا ہونے کی ترغیب نہ دیں جب دنیا مصیبت میں ہے اور ان بے بس لوگوں کو ہر طرح کی مدد کی ضرورت ہے، ہم اپنے جسم اور دل سے دے سکتے ہیں۔

فرمان کی رات اور 27

شب قدر کی فضیلتیں اتنی زبردست ہیں کہ یقیناً اکثر لوگوں نے ان کے بارے میں سنا ہوگا۔ کسی بھی طرح سے، وہ اس کام میں مرکزی نقطہ نہیں ہیں، اور اس کے بجائے، ہم یہاں اس رات کے گرد گھومنے والے قرآن کی ریاضی کا جائزہ لیں گے۔

انگریزی میں ترجمہ کیا گیا، عربی لفظ "القدر" کا مطلب ہے "فرمان" یا "تقدیر"، اور کچھ عجیب و غریب وجہ سے، ہم اکثر اس کا ترجمہ "طاقت" کے طور پر بھی کرتے ہیں۔ صرف پانچ آیات کے ساتھ، سورۃ القدر (حکم کا باب) قرآن کے مختصر ترین ابواب میں سے ایک ہے۔ یہ باب نمبر 97 ہے، اور اس کے بارے میں ہے جسے "لیلۃ القدر" یا شب قدر کہا جاتا ہے۔

شب قدر کے حوالے سے مستند احادیث اور دیگر منابع کی بڑی مقدار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رات ماہ رمضان کے آخری عشرے میں واقع ہوتی ہے کہ یہ تقریباً ہمیشہ طاق راتوں میں سے کسی ایک رات ہوتی ہے (یعنی اکیسویں، 23ویں، 25ویں، 27ویں، یا 29ویں) اور یہ کہ یہ عام طور پر 27ویں رات ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا کہ لیلۃ القدر (رمضان کی ستائیسویں رات) ہے۔

لہٰذا، شروع سے ہی، ہم فطری طور پر یہ سمجھتے ہیں ڈ نمبر 27 باب فرمان میں ایک ریاضیاتی کلید ہو سکتا ہے — اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، نمبر 27 بھی قرآن کی اہم عددی کلیدوں میں سے ایک ہے۔

قرآنی ریاضی کے نادر ابتدائی حوالوں میں سے ایک باب فرمان سے متعلق ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، مشہور عالم فاخر الرازی نے درج کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شب قدر کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تھی۔ جسے قرآن کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا تھا۔ مختصراً، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآن میں ریاضی سے متعلق دو چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ نمبر سات کثرت سے ظاہر ہوتا ہے۔ چند مثالیں بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ ان مشاہدات سے شب قدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو رمضان المبارک کی 27ویں رات ہے، یعنی رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات۔

تاہم، ہمارے مقاصد کے لیے زیادہ نتیجہ یہ ہے کہ اس رات کے حوالے سے انھوں نے دلچسپی کی دوسری چیز کا ذکر کیا، جو کافی قابل ذکر ہے۔

فرمان کے باب میں ’’لیلۃ القدر‘‘ کا جملہ تین مرتبہ آیا ہے۔ عربی میں یہ جملہ نو حروف پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس باب میں شب قدر کے تین تذکروں میں حروف کی کل تعداد 27 ہے! اس مشاہدے کے ساتھ، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے لیے قرآن میں ریاضیاتی تائید حاصل کی کہ شب قدر تقریباً ہمیشہ رمضان المبارک کی 27ویں رات ہوتی ہے۔

یہ بھی نوٹ کریں کہ رمضان کا مہینہ عام طور پر 30 دن کا ہوتا ہے اور اس باب کے الفاظ کی گنتی سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں 30 الفاظ ہیں!

ایک مسلمان کا کام:

اللہ ہمیں صرف ایک کام کرنے کا حکم دیتا ہے: دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا۔

" اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو" [قرآن، النحل 16:125]

بخاری (57) اور مسلم (56) نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور بیعت کی۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور ہر مسلمان کے ساتھ مخلص ہونا۔

مسلم (55) نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دین اخلاص ہے۔ ہم نے کہا: کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اور مسلمانوں کے قائدین اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔"

ابن الثیر نے کہا: "مسلمانوں کے عام لوگوں کے ساتھ اخلاص کا مطلب ہے: ان کی رہنمائی کرنا جو ان کے مفاد میں ہے۔" [النہایہ 5/142]

ابن حزم نے کہا: اگر تم نصیحت کرو تو تنہائی میں نصیحت کرو، علانیہ نہیں، اور اشارہ کر کے دو ٹوک بات نہیں، جب تک کہ جس شخص کو نصیحت کی جائے وہ اشارہ نہ سمجھے، ایسی صورت میں اس

کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دو ٹوک بات کرنے کے لیے.... اگر آپ ان رہنما اصولوں سے آگے بڑھتے ہیں، تو آپ اس پر ظلم کر رہے ہیں اور اپنے مشورے میں مخلص نہیں ہیں۔" الاخلاق والسیر، صفحہ 45۔

الکلابادی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو مجھے میرے عیب دکھائے۔ [بحر الفوائد 1/129]

دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا سب سے افضل عمل ہے اور ہمارے نوجوانوں کو اس کام میں خاص طور پر لگنا چاہیے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ پرجوش نوجوانوں کو اکثر اللہ کے بارے میں تبلیغ کرتے اور اسلام کی خوبصورتی پر بحث کرتے، اور دوسروں کو قرآن کے معجزات سے روشناس کراتے ہیں۔

ہمیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد نوکری حاصل کرنا یا ڈگری حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ نیک زندگی گزارنا اور دوسروں کو اسلام کا حسن سکھانا ہے۔

والدین کو بھی اس حوالے سے بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ہمیں اپنے بچوں پر ایسے کام کرنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے جو انھیں روحانی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچائے۔ بحیثیت والدین، یہ ہمارا فرض ہے کہ بچوں کو اپنی زندگیاں قرآن کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے وقف کرنے دیں۔

خاص طور پر اگر ہماری بیٹیاں امن کے پیغام کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور قرآن کی تعلیم و تدریس میں خود کو وقف کر رہی ہیں تو انہیں ہمارا بھرپور تعاون حاصل ہونا چاہیے۔ میں کچھ والدین کی ضد کو ناپسند کرتا ہوں جو اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں تمام سرگرمیاں بند کر دیں اور شادی کر لیں۔ یہ ایک جاہلانہ ذہنیت ہے، اور جس میں بہت سے باپ مجرم ہیں۔ میری اپنی دو کرشماتی بیٹیاں ہیں، جو بے تابی سے قرآن اور علوم کے بارے میں سیکھ رہی ہیں، اور انہیں پھلتے پھولتے دیکھنا میری زندگی کی خوشی ہے۔ میں نے انہیں اکیلا رہنے کی ترغیب دی، اور کبھی بھی ان پر گھر بسانے یا شادی کرنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک نوجوان عورت کی اہمیت شوہر کو حاصل کرنے میں نہیں، بلکہ اخلاص کے ساتھ ایمان پر عمل کرنے میں ہے۔ حضرت عمران کی بیٹی مریم ہے، یا کنواری مریم، ایک مثالی خاتون ہیں جو ان کی اکیلا پن اور عفت کی وجہ سے مشہور ہیں، اور مسلمان باپ اور ماؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی حمایت کریں اگر وہ غیر شادی شدہ رہنے اور قرآن کے علوم سیکھنے کا انتخاب کریں۔ البتہ بعض بچوں کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے مناسب متقی شریک حیات سے شادی بہت فائدہ مند ہے لیکن اس کا انحصار اولاد پر ہے۔ تاہم، میں ان نوجوان مسلم خواتین کا ایک بڑا حامی ہوں جو مردوں یا شراکت داروں سے آزاد رہنے کا انتخاب کرتی ہیں، اور میں اپنی دونوں بیٹیوں سے کہتی ہوں کہ انہیں شوہر کو تلاش کرنے یا محفوظ کرنے کے لیے کبھی بھی دباؤ یا مجبوری محسوس نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ان کی قدر اللہ کی نظر صرف ان کے تقوی پر ہے۔

جو لوگ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اللہ کا پسندیدہ ہو جاتا ہے تو اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

جب ضرورت ہو تو اللہ سے مانگو اور جب شکایت کرو تو اللہ سے بات کرو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: "اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔" (قرآن 2:186)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب کریم اور شرمندہ ہے، اگر اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ انہیں خالی واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

اگر آپ کی دعاؤں کا جواب نہ ملے تو کیا ہوگا؟

اللہ سے دعا کرنا کبھی نہ چھوڑیں۔ ہو سکتا ہے یہ اب نہ ہو، اگلے مہینے نہ ہو، لیکن یہ تب ہو گا جب اللہ بہتر جانتا ہے۔

یاد رکھیں: ہمارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ کبھی کبھی آپ یہ بھی بھول سکتے ہیں کہ آپ نے ایک بار کسی چیز کے لیے دعا کی تھی، لیکن وہ آپ کو برسوں بعد دے سکتا ہے۔

اللہ آپ کی دعا کا جواب 4 طریقوں میں سے 1 میں دیتا ہے:

1. اللہ آپ کو وہی دیتا ہے جو آپ مانگتے ہیں۔

2. اللہ آپ کو اس سے بہتر دیتا ہے جو آپ نے مانگا ہے۔

3. اللہ آپ کے راستے میں آنے والے نقصان کو دور کرتا ہے۔

4. اللہ آپ کو آخرت میں معاوضہ دیتا ہے۔

ابن القیم نے کہا کہ جو شخص درج ذیل شرائط کو پورا کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کا ضرور جواب دے گا: یقین رکھو کہ اللہ تمہاری دعا کا جواب دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے یقین کے ساتھ مانگو کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔ (ترمذی)

اپنی دعاؤں کے دوران تواضع اور عقیدت کا مظاہرہ کریں۔ یہ مت سمجھو کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ اس کو قبول نہیں کرے گا۔ یہ ایک منفی سوچ ہے جس کی اللہ تعالیٰ قدر نہیں کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ یقین کرے گا کہ وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے گا“ (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ غائب دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی)

صبر کرو اور جواب کے لیے جلدی نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی بھی نمازی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہے گی جب تک کہ وہ عجلت نہ کرے‘‘ یعنی جب تک وہ صبر نہ چھوڑے۔ [مسلمان]

زندہ رہنے کا حلال ذریعہ حاصل کرنا جاری رکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قصہ سنایا کہ ایک آدمی اللہ سے سوال کر رہا تھا کہ اے رب! لیکن اس کا کھانا حرام تھا، اس کا پینا حرام تھا، اس کا لباس حرام تھا، اور اس کی پرورش حرام تھی۔ تو اسے کیسے جواب دیا جائے گا؟" (مسلم)

صبح ہو یا آدھی رات، اللہ ہمیشہ سننے والا ہے۔ ہمیں یقین کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ ہماری دعائیں سن رہا ہے اور بہترین طریقے سے جواب دے گا۔ یہ جان کر تسلی ہوتی ہے کہ ہمارا اپنے خالق کے ساتھ براہ راست تعلق ہو سکتا ہے، دن یا رات کے کسی بھی وقت اور زندگی میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔

جذبے اور حاضر دل سے دعا کریں، اور آپ کو فرق محسوس ہوگا!

قرآنی معجزات: قرآن کے باب کو مزید باریک بینی سے دیکھیں تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شب قدر کا پہلا ذکر عربی لفظ "رات" سے شروع ہوتا ہے جو اس باب کا چوتھا لفظ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم باب کے آخر سے شروع ہو کر پیچھے کی طرف شمار کریں تو لفظ "رات" لفظ نمبر 27 ہے۔ اسی طرح، اگر ہم باب کے شروع میں لفظ "رات" سے اپنی گنتی شروع کریں تو 27 الفاظ ہیں۔ باب کے اختتام تک۔ مذکورہ بالا کے متوازی طور پر، شب قدر کا آخری حوالہ بالواسطہ عربی لفظ "حیا" میں آتا ہے جس کا مطلب ہے "یہ ہے۔" اگر ہم باب کے پہلے لفظ سے شروع ہونے والی گنتی کریں تو لفظ "حیا" 27 واں لفظ ہے!

ہم اس دنیا میں اللہ کی بندگی کے لیے آئے ہیں تاکہ آخرت میں اپنا مستقبل سنوار سکیں۔ ہمیں کھانے پینے اور شادی کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن یہ صرف اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔ شادی اور جنسی تعلقات کبھی بھی مسلمانوں کی زندگی کا مقصد نہیں ہیں۔ جس لمحے ایک مومن اپنے آپ سے لطف اندوز ہونے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور پیدائش اور محمد کے پیروکاروں کو بڑھانے کے واحد اور عمدہ ارادے کے بغیر شادی کرتا ہے، اس وقت شیطان اس جوڑے کے درمیان آتا ہے۔ اور اسلام اچانک دل سے نکل جاتا ہے۔ اسلام اس دل کو کیوں چھوڑ دیتا ہے؟ کیونکہ اگر کوئی شہوت انگیز مقابلوں میں مصروف ہو جائے تو اس کے دل مردہ ہو جائیں گے اور اس کے ذہن میں اسلام کا ہر پہلو منفی نظر آئے گا۔ اللہ کا ہر حکم اسے قابل مذمت معلوم ہوگا اور وہ دین حق کے خلاف ہوجائے گا۔ رفتہ رفتہ وہ شخص اللہ کے ہاں عیب تلاش کرے گا، اور اسلام اور مسلمانوں کی ہر چیز میں صرف نفی دیکھے گا، اور وہ پھر مسلمان ہو جائے گا اور درندوں کی طرح زندگی گزارنے لگے گا۔ اس لیے یاد رکھیں کہ اللہ سے محبت ہی اہم ہے۔ خدا سے محبت، انسانیت سے محبت اور پیغمبر اسلام کے پیروکاروں کا خیال رکھنا اہم ہے۔ کچھ لوگ شادی کرتے ہیں اور پھر دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سنگل رہتے ہیں اور اپنے خالق سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ ان کا ہمیشہ کا دوست ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو شادی ضروری معلوم ہوتی ہے، تب بھی اسے ہر کسی کو صرف اس لیے شادی کے لیے راضی نہیں کرنا چاہیے کہ ہمارے خیال میں یہ صحیح ہے۔ عمران کی بیٹی مریم اکیلی تھیں۔ آسیہ کے پاس دنیا کا بدترین شوہر ہے۔ جو شوہر نہ ہونے کے قریب تھا۔ اس کے باوجود اللہ ان سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ کچھ مسلمان کہتے ہیں کہ ہمیں حلال کو حرام نہیں بنانا چاہیے اور میں ان سے کہتا ہوں کہ یہ دنیا سفر کی جگہ ہے اور ہمیں کسی لذت میں مگن نہیں ہونا چاہیے۔

جیلوں میں جن لوگوں کا امتحان لیا گیا ان کی اکثریت غیر مسلم بن گئی اور اسلام سے نفرت کرنے لگے، اور اپنے امتحانات کا الزام اللہ کو ٹھہرایا۔ ان پر نہ صرف حملے اور تشدد کیا گیا بلکہ انہوں نے اپنا ایمان بھی ترک کر دیا۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان ٹیڑھے اور بیمار تعلقات میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں یا شوہروں کے ساتھ جسمانی گوشت جیسا سلوک کرتے ہیں۔ میں نے ہزاروں سابق مسلمانوں کا انٹرویو کیا ہے اور ان سب نے اعتراف کیا ہے کہ وہ گناہوں سے بھرے تعلقات میں بہت سرگرم تھے، اور ہمیشہ حلال طریقوں سے مزید لذت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب وہ نہ صرف سابق مسلمان بن گئے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو بچائے اور ہمیں قرآن پڑھنے اور اندر کے معجزاتی عددی رموز کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرمان کے باب میں سب سے پہلا لفظ "اِنّا" ہے۔ اور اس لفظ کو بنانے والے تین حروف کے حِجائی "ترتیب" کے اعداد کی کل تعداد 27 ہے!

شکل 10: فرمان کے باب میں پہلے لفظ کے حروف اور ان کے حجائی حکم نمبر

تو، آئیے اس باب کے 27ویں لفظ کو مزید قریب سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، یہ لفظ "حیا" ہے، جس کا مطلب ہے "یہ ہے" اور یہ عربی میں دو حرفی لفظ ہے جو شب قدر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کا پہلا حرف حجائی حروف تہجی کا 26 واں حرف ہے جبکہ دوسرا حرف 28 واں حرف ہے۔ بنیادی طور پر، نائٹ آف ڈیکری کا یہ آخری حوالہ اپنے صرف دو حروف کے بیچ میں نمبر 27 کو الگ کرتا ہے۔ لہٰذا، یہ لفظ نہ صرف باب کا 27 واں لفظ ہے، بلکہ اس کے حروف بھی درمیان میں 27 نمبر کو رکھتے ہیں! مزید برآں، جب ہم دو حجائی نمبروں کو ایک ساتھ جوڑتے ہیں (26+28) تو ہمیں 54 ملتا ہے، تو 54 کا 27 سے کیا تعلق ہے؟ اس باب کے 27ویں لفظ کے نہ صرف دو حروف سے ہ ایک الگ انداز میں دیکھیں، نمبر 54 دو 27 (27 + 27) پر مشتمل 54 = 2 X 54 نکلتے ہیں، بلکہ 27 ہے!

چونکہ اس خاص طور پر نمایاں کردہ لفظ کی اب ایک اہم کلید کے طور پر بار بار تصدیق ہو چکی ہے، ہم جاری رکھتے ہیں اور مزید قریب سے دیکھتے ہیں۔ جب ہم الفاظ کی تعداد گنتے ہیں، اس لفظ "حیا" سے شروع ہو کر قرآن کے آخر تک، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 486 الفاظ ہیں۔ لیکن اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

ہ 27 کی اہمیت اب ظاہر سے کہیں زیادہ ہے، 18 X معلوم ہوا کہ 486 27 کا ضرب ہے! 486 = 27 لیکن نمبر 18 کا کیا ہوگا؟ حیرت انگیز طور پر، جس آیت میں لفظ "حیا" شامل ہے اس میں کل 18 حروف ہیں! یہ ٹھیک ہے، اس آیت میں حروف کی تعداد 18 ہے، اور "حیا" مجموعی طور پر باب فرمان میں 27 واں لفظ ہے، جو کہ ایک پورا باب ہے جو نمبر 27 کے گرد گھومتا ہے۔ ہمیں قرآن کے آخر تک اس لفظ کے بعد کل الفاظ کی تعداد دیتا ہے! یہ، واقعی، شاندار ریاضیاتی ہم آہنگی ہے۔

کیوں "27 X ہم پہلے ہی 27 + 27 کو ہائی لائٹ کر چکے ہیں، لیکن کوئی پوچھ سکتا ہے کہ "27 نہیں، کیوں کہ ہمارے پاس 27 کے متعدد ظہور ہیں؟ ہم آگے بڑھتے ہیں اور دونوں نمبروں کو ایک ہ تو، یہاں کیا تعلق ہے اگر قرآن کی ریاضی729 = 27 X ساتھ ضرب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ 27 واقعی آپس میں جڑی ہوئی ہے؟ اگر ہم قرآن کے شروع سے شمار کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 729ویں آیت باب المائدہ (قرآن 5:60) کی 60ویں آیت ہے۔ یہاں، کوئی سوچ سکتا ہے کہ کیا اس آیت کے علاوہ، جو قرآن کے آغاز سے اس کا آرڈر نمبر 27 X 27) میں نمبر 27 سے متعلق کوئی اور چیز ہے ہ ہم اس آیت میں کل الفاظ کی تعداد گنتے ہیں، اور حیران کن طور پر، وہ 27 ہیں(دیتی ہے!

اس سے آگے زیر بحث آیت نمبر 60 ہے جو 30+30 ہے جبکہ 30 باب فرمان میں الفاظ کی تعداد کے ساتھ ساتھ ماہ رمضان کے دنوں کی عام تعداد ہے۔

ہم نے بارہا کہا ہے کہ قرآن ایک معجزاتی ریاضیاتی ضابطہ ہے، لہٰذا اب ہم باب المائدٰ اور باب المائدہ کے درمیان ممکنہ تعلق کا مزید جائزہ لیں گے۔ جیسا کہ اوپر دیکھا گیا ہے، بابِ فرمان کی ریاضی نے ہمیں باب المائدہ تک پہنچایا اور چونکہ فرمان کا باب قرآن کا 97 واں باب ہے، اس لیے ہم باب المائدہ کی 97ویں آیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مائدہ (قرآن 5:97)۔ حیرت انگیز طور پر، اس آیت میں بھی 27 الفاظ ہیں! اس آیت کے بارے میں جلد ہی مزید۔

اس موضوع پر غور کرتے ہوئے کہ ہم جس دھاگے کی پیروی کر رہے ہیں اس سے دوسرے کون سے ابواب منسلک ہو سکتے ہیں، یہ یاد رکھنے میں مدد ملتی ہے کہ بابِ فرمان کا مرکزی موضوع شب قدر میں قرآن کے نزول سے متعلق ہے، جیسا کہ اس کی پہلی آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ باب اور دوسری جگہوں پر۔ اس مقصد کے لیے ہم اس باب کو دیکھتے ہیں جس میں لفظ "قرآن" کا سب سے زیادہ ذکر ہے۔ یہ باب 17 (باب الاسراء) نکلا۔ اس باب میں، آیت 97 باب کی سب سے لمبی آیت نکلی ہے۔ ہم اس آیت میں الفاظ کی تعداد گنتے ہیں، اور پھر ہمیں 27 ملتے ہیں! مزید گہرائی میں جائیں، ہم آیت نمبر (97) کو باب نمبر (17) میں شامل کرتے ہیں، اور نتیجہ 114 نکلتا ہے، جو کہ قرآن میں ابواب کی کل تعداد ہے!

اس بارے میں دوبارہ سوچیں۔ باب الاسراء (جس میں لفظ "قرآن" کا سب سے زیادہ ذکر کیا گیا ہے) میں ایک آیت اس رات سے منسلک ہے جس میں یہ پہلی بار نازل ہوئی تھی، اور جب اس کو ملایا جائے تو آیت اور باب نمبر کل کے برابر ہیں۔ قرآن میں ابواب کی تعداد ان نتائج کی روشنی میں، میں اپنا ایک شامل کرنا چاہوں گا۔ باب نمبر، جو دوبارہ 17 ہے، ایک بنیادی نمبر ہے۔ بنیادی اعداد میں 17 کی ترتیب سات ہے اور جیسا کہ اس باب میں پہلے بیان کیا گیا ہے، شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات سمجھا جاتا ہے۔

پھر بھی اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ باب حکم (قرآن کا وہ باب جو خاص طور پر شب قدر کے بارے میں ہے) کا باب 97 ہے، ہم خود قرآن کی 97ویں آیت پر جاتے ہیں، قرآن کے شروع سے ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ باب دو کی آیت 90 نکلی (قرآن 2:90)۔ فرمان کے باب میں الفاظ کی تعداد نوے ہے (30) اس باب (3) میں فقرے "رات کی رات" کا ذکر ہونے کی تعداد سے ضرب! ایک بار پھر، ریاضی کی ہم آہنگی جاری ہے، لیکن اس سب کو ختم کرنے اور اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے کہ یہ محض ایک

اتفاقی اتفاق نہیں ہے، ہم اس آیت میں الفاظ کی کل تعداد گنتے ہیں، اور حیران کن طور پر، وہ دوبارہ 27 نکلے! معجزاتی ریاضیاتی کوڈ واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن ہم ابھی تک مکمل نہیں ہوئے ہیں۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ یہ سب ایک مرکزی تھیم کے گرد گھوم رہا ہے، آئیے قرآن میں ظاہر ہونے والے 27 الفاظ پر مشتمل پہلی آیت کو دیکھیں۔ یہاں، ہمیں اس حقیقت میں کم دلچسپی ہے کہ اس میں 27 الفاظ ہیں (جس کا ہم پیروی کر رہے ہیں) بجائے اس کے کہ اس کے باب میں اس کی پوزیشن کا جائزہ لیا جائے، جو باب دو کی 54ویں آیت کے طور پر نکلی ہے (قرآن 2:54)۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، 54 ہے 27 + 27، اور اگر ہم باب نمبر (2) کو 27 سے ضرب دیں تو نتیجہ بھی 54 ہوتا ہے! یہ یقینی طور پر قابل ذکر ہے، لیکن آئیے فرمان کے باب کی طرف واپس آتے ہیں۔

خدا کا نام، اللہ، قرآن کی ریاضی میں ایک اہم کلید ہے۔ عربی میں "اللہ" کے ہجے والے حروف فرمان کے باب میں 44 بار آتے ہیں، تو یہ نمبر کیا ہو سکتا ہے؟ ہم قرآن کے باب 44 پر جاتے ہیں، جو کہ سورہ الدخان (دھوئیں کا باب) ہے، اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ قرآن کا واحد دوسرا باب ہے جس میں شب قدر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کیا یہ ثابت کرنے کا کوئی طریقہ ہے کہ یہ محض اتفاق نہیں ہے، اور یہ کہ ہم واقعی صحیح راستے پر ہیں؟

جواب ایک زبردست ہاں میں ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، قرآن میں واحد مقام (حکم کے باب کے علاوہ) شب قدر کو بھی خطاب کرنے کے لیے باب نمبر 44 میں ہے۔ یہ تذکرہ باب کی پہلی چھ آیات میں موجود ہے، جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم نازل ہوا تھا، ایک "مبارک رات" پر، فرمان کی رات کے حوالے سے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان چھ آیات میں کل حروف کی تعداد 115 ہے، جب کہ فرمان کے باب میں کل حروف کی تعداد بھی 115 ہے! پھر، کیونکہ ان سب میں 27 غالب نمبر ہے، اس لیے ہم حجائی حروف تہجی کے 27ویں حرف کو دیکھتے ہیں، اور یہ حرف W ہے (عربی میں "واؤ" کا تلفظ)۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر ہم شمار کریں کہ یہ خط دھوئیں کے باب میں کتنی بار ظاہر ہوتا ہے تو یہ 115 بار ظاہر ہوتا ہے۔ میں نے اس پر مزید غور کیا تو مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 97 میں نہ صرف 27 الفاظ ہیں بلکہ 115 حروف بھی ہیں۔

مزید برآں، باب 44 میں ان چھ آیات کے الفاظ کی تعداد 29 ہے، جبکہ فرمان کے باب میں کل الفاظ کی تعداد 30 ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا، رمضان کا مہینہ عموماً 30 دن کا ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات یہ 29 ہوتا ہے۔ ضابطے کی ہم آہنگی واقعی لامتناہی ہے۔ تو، اگر ہم 29 سے 30 کا اضافہ کریں تو کیا ہوگا؟ ان دو نمبروں کا مجموعہ 59 ہے، جو کہ حیرت انگیز طور پر باب 44 میں آیات کی تعداد ہے!

چنانچہ ایک بار پھر، قرآن مجید میں آیات کے دو گروہوں کے باہمی ربط پر مزید زور دیا گیا ہے جن میں شب قدر کا ذکر ہے۔

اس ریاضیاتی تعلق کو ایک بار پھر اصطلاح "قرآن" (عربی میں ایک لفظ) کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے، جو شب قدر میں نازل ہوا تھا۔ عربی لفظ "قرآن" کو بنانے والے حروف فرمان کے باب (باب 97) میں 59 بار اور باب دھواں (باب 44) کی چھ آیات میں 59 بار آئے ہیں!

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، دھواں کا باب قرآن پاک کا باب 44 ہے، اور یہ 59 آیات پر مشتمل ہے، ان دو نمبروں (44 + 59) کا مجموعہ 103 بنتا ہے۔ باب کے آغاز سے حروف کی کل تعداد کو دیکھتے ہوئے فرمان کی رات کے آخری ذکر کے اختتام تک (یعنی مذکورہ لفظ "حیا" جو کہ ہم نے دیکھا ہے، باب کا 27واں لفظ ہے)، ہمیں معلوم ہوا کہ کل بھی 103 حروف ہیں۔ تو، نمبر 103 دو بار ظاہر ہوتا ہے، لیکن اس کا کیا مطلب ہے؟ اس سے پہلے ہم نے ذکر کیا کہ بنیادی نمبروں کی ترتیب قرآنی ریاضی میں ایک اہم کلید ہے۔ چونکہ 103 ایک بنیادی نمبر ہے، اس لیے ہم بنیادی نمبروں کے درمیان اس کے آرڈر نمبر کو دیکھتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر، 103 27 واں بنیادی نمبر ہے!

حجائی حروف تہجی سے منسلک اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے، ہم پہلے ہی باب فرمان میں پہلے لفظ کے حروف کی مجموعی تعداد کو دیکھ چکے ہیں اور 27 پر ختم ہوئے ہیں، لہذا آئیے دھواں کے باب میں پہلے لفظ کو دیکھتے ہیں، قرآن کا واحد دوسرا باب جس میں شب قدر کا ذکر کیا گیا ہے۔

دھواں کا باب قرآن پاک کے خصوصی "علیحدہ" حروف سے شروع ہوتا ہے جو پہلے بیان کیے گئے ہیں - اس معاملے میں، حروف "حا" (ح) اور "میم" (ایم) سے شروع ہوتا ہے، جو ایک اکائی کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ پہلا حرف (حا) حجائی حروف تہجی کا چھٹا حرف ہے، جبکہ دوسرا حرف (میم) 24 واں ہے۔ ان کی کل رقم 30 ہے، جس کا ہم پہلے بھی کئی بار سامنا کر چکے ہیں۔ یہ نہ صرف رمضان کے دنوں کی معمول کی تعداد کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ فرمان کا باب بھی 30 الفاظ پر مشتمل ہے۔

اگر ہم نمبر 6 اور 24 کو ایک اکائی میں جوڑ دیں، تو نتیجے میں آنے والے اعداد کو دو طریقوں میں سے کسی ایک میں لکھا جا سکتا ہے- یا تو 246، یا 624۔ 246 + 624 کا مجموعہ 870 ہے۔ تو، کیا یہ کسی چیز کی نشاندہی کرتا ہے؟ حیرت انگیز طور پر، 870 = 29 X 30، اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، شب قدر کا ذکر کرنے والی آیات کا پہلا گروہ (باب 97 کی آیات) 30 الفاظ پر مشتمل ہے، جب کہ آیات کا دوسرا گروہ شب قدر کا ذکر کرنے والی آیات پر مشتمل ہے۔ باب 44) کی پہلی چھ آیات میں 29 ہیں، جو اس لیے اہم ہے کہ رمضان کا مہینہ عام طور پر 30 دن کا ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات صرف 29 دن کا ہوتا ہے۔

اس سے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے، جب ہم آیات کے دونوں گروہوں میں مذکورہ بالا دو حروف (حا اور میم) کے ظاہر ہونے کی تعداد گنتے ہیں، تو ہمیں کل 27 ملتے ہیں! یہ سب کچھ دماغ کو حیران کر دینے والا ہے، لیکن میں صرف یہ دہرا نہیں سکتا کہ ہر نقطہ کتنا حیرت انگیز ہے۔

باب 44 کے اندر رہنا، جو کہ باب 97 کے علاوہ واحد باب ہے جو کہ فرمان کی رات کا حوالہ دیتا ہے، ہمیں کچھ اور ملتا ہے۔ شب قدر کی طرف اس کا حوالہ عربی الفاظ "لیلتن مبارکہ" (یعنی ایک بابرکت رات) میں ہے۔ اندازہ لگائیں کہ باب کے شروع سے یہ جملہ ظاہر ہونے تک کتنے حروف ہیں؟ جی ہاں، یہ جملہ — بابرکت رات — 27 حروف کے بعد ظاہر ہوتا ہے!

ہم نے قائم کیا ہے کہ شب قدر کا ذکر کرنے والے قرآن کے صرف دو ابواب عددی طور پر مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔ مزید بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بابوں میں سے ایک میں آیات کی کل تعداد 5 ہے جبکہ دوسرے باب میں آیات کی کل تعداد 59 ہے۔ دونوں نمبروں کے درمیان فرق سے ہمیں مذکورہ بالا اعداد 54 کا پتہ چلتا ہے۔ 27 + 27 ہے، یا (چونکہ دو ابواب شامل ہیں) 27 X 2۔

مندرجہ بالا سب میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے، میں اس بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ جب قرآن اس بابرکت رات (شب قدر) میں نازل ہوا تو یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور اگر ہم عربی لفظ "القدر" (فرمان) پر نظر ڈالیں، جو سورہ القدر کے باب کے عنوان میں ظاہر ہوتا ہے، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حجائی حروف کا مجموعہ 63 تک کا اضافہ ہوتا ہے۔ لٰذا، باب کا عنوان، جو اس رات کے بارے میں ہے جس میں قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر بتاتا ہے۔ , برکت اور پاک صلی اللہ علیہ وسلم)، جو کہ قرآن کے ریاضیاتی ضابطہ کی کلیدوں میں سے ایک ہے۔

اس سیکشن میں ہم نے جو کچھ بھی تفصیل سے بیان کیا ہے وہ معجزانہ طریقہ سے نمبر 27 کے گرد گھومتی ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہمیں اس دھاگے کو مزید جانچنا چاہیئے۔ پیروی کرنے کا واضح راستہ قرآن کے 27 باب پر جانا ہے۔

لیکن جب کہ ہم نے اب تک جو کچھ بھی ذکر کیا ہے وہ بہت مضبوط اور فکر انگیز ریاضیاتی روابط کا مظاہرہ کر رہا ہے، کچھ بھی ہمیں حال ہی میں باب 27 میں دریافت ہونے والی چونکا دینے والی ریاضی کے لیے تیار نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔

پیارے قارئین کے لیے ایک مختصر دعا:

اے اللہ ہر بیمار کو شفاء کاملہ عطا فرما، ان کے گناہوں کو ہر لمحے تکالیف کا کفارہ دے اور انہیں جلد از جلد صحت یاب فرمائے اللہ میرے تمام پیاروں کو جو کسی بیماری میں مبتلا ہیں انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے۔ یا اللہ، میں نے ہر چیز کا مزہ چکھ لیا، لیکن مجھے اچھی صحت سے زیادہ میٹھی چیز نہیں ملی۔ اور وہ سب چکھ لیا جو کڑوا تھا، لیکن اچھے لوگوں کے محتاج ہونے سے زیادہ کڑوی کوئی چیز نہ تھی۔ اور میں نے لوہا اور چٹان دونوں اٹھائے لیکن قرض سے زیادہ کوئی چیز بھاری نہیں تھی۔ اس لیے میں نے دریافت کیا کہ زندگی صرف دو دن پر مشتمل ہے: ایک دن تمہارے لیے اور ایک دن تمہارے خلاف۔ پس جب یہ تمہارے لیے ہو تو لاپرواہی نہ کرو۔ اور جب یہ تمہارے خلاف ہو تو صبر کرو۔ کیونکہ دونوں دن ختم ہو جائیں گے!

ہمیں دوسروں کے ساتھ ہم آہنگی کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اگر ہم عالمی امن حاصل کرنا چاہتے ہیں تو امن سے رہنا ناگزیر ہے۔ اگر آپ لوگوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے پل نہیں بن سکتے تو پھر انھیں الگ کرنے کے لیے دیوار نہ بنیں۔ اگر آپ لوگوں کی نیکیوں کو روشن کرنے کے لیے روشنی نہیں بن سکتے تو ان کی کاوشوں پر اندھیرے کا احاطہ نہ کریں۔ اگر آپ لوگوں کی فصلوں کو اگانے میں مدد کرنے کے لیے پانی نہیں بن سکتے تو ان کی فصلوں کو تباہ کرنے والے کیڑے نہ بنیں۔ اگر آپ زندگی دینے کے لیے ویکسین نہیں بن سکتے تو اسے ختم کرنے کے لیے وائرس نہ بنیں۔ اگر آپ پنسل بن کر کسی کی خوشیاں نہیں لکھ سکتے تو ان کے دکھ مٹانے کے لیے اچھا صاف کرنے والا بن کر کوشش کریں۔ ہم صرف ایک دوسرے کے رکھوالے ہو سکتے ہیں۔

ایسے اوقات ہوتے ہیں جب آپ محسوس کر سکتے ہیں کہ آپ کا اتنا سخت امتحان لیا جا رہا ہے کہ آپ دباؤ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ چاروں طرف اندھیرا ہے اور ساری امیدیں دم توڑتی نظر آتی ہیں، لیکن اس سب کے درمیان جان لو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور وہی ہمیں خطرے سے بچا سکتا ہے۔ یہ اس قرآن کی سطر میں ہے جو تسلی دے سکتا ہے۔

دائمی خوشی کو یقینی بنانے کے لیے سب سے زیادہ قابل اعتماد طریقوں میں سے ایک قرآن کے باب کہف کو پڑھنا ہے۔

باب کہف

سورہ کہف کے بہت سے خوبصورت شعلے ہیں جو کہ قرآن کے سب سے بابرکت ابواب میں سے ایک ہے:

1) اگر آپ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اگر آپ اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی ان طریقوں سے مدد کرے گا جن کو آپ سمجھ نہیں سکتے۔

2) آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے، اللہ کا دیا ہوا ہے، وہ ہر وقت تعریف کا مستحق ہے، اپنے مال پر کبھی غرور اور غرور مت کرو۔

3) زندگی میں، آپ کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، جنہیں آپ سمجھ نہیں پائیں گے۔ صبر وہ ہے جس کی آپ کو ضرورت ہے اور اللہ کے منصوبے اور اس کی حکمت پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ تمہیں علم نہیں ہے۔ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ظاہر اور غیب کا جاننے والا۔

4) تمام طاقت اور طاقت آپ کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہے، اسے صحیح طریقے سے استعمال کریں، اور اپنی طاقت کا غلط استعمال نہ کریں، جان لیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی سب پر قادر اور بالا ترین حاکم ہے۔ باب الکہف ایک جواہر ہے اور اس میں بہت سے پوشیدہ جواہر بھی ہیں۔ اگر اس کے

اسباق کو صحیح غور و فکر کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ واقعی ہماری روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے بہت سے حالات سے نمٹنے میں بہت مدد کرتا ہے اور کفر، ناشکری، تکبر کی برائی سے بچاتا ہے۔ یہ ہمارا ہفتہ وار ایمان بڑھانے والا ہے کیونکہ یہ ہمیں ایمان، صبر سکھاتا ہے، ہمیں عاجزی کی انتہائی ضروری خوراک دیتا ہے اور ہمارے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ ہمیں اس خوبصورت باب کو ہر ہفتے پڑھنا اور اس پر غور کرنا کبھی نہیں بھولنا چاہیے، اگر ہر روز نہیں۔ جمعہ کی تمام نمازوں کی پابندی کو یقینی بنائیں۔

باب 27 کا چونکا دینے والا ریاضی

چیونٹیوں کا باب (سورہ النمل) قرآن پاک کا 27 واں باب ہے۔ اوپر دیے گئے مشاہدات کی وجہ سے، ہم سب سے پہلے صرف شک کرتے ہیں (اگرچہ سختی سے) کہ باب نمبر یا تو کلید ہے، یا کلید سے جڑا ہوا ہے، جو اس باب کے ریاضیاتی رازوں کو کھول دے گا۔ یہ تقریبا فوری طور پر اور بار بار تصدیق کی جاتی ہے.

اس باب میں آیات کی کل تعداد 93 ہے۔ دھوئیں کے باب کی طرح، یہ قرآن کے بابوں میں سے ایک ہے جو معجزاتی "جگہ شدہ" حروف سے شروع ہوتا ہے جو ہم نے اس کتاب کے آغاز کے قریب بیان کیے ہیں۔ حروف "طہ" (ت) اور "دیکھا" (ایس)، جو ایک اکائی کے طور پر لکھے جاتے ہیں اور "طہ، دیکھا" کے طور پر ایک ساتھ تلفظ کیا جاتا ہے۔

حیرت انگیز طور پر، پہلا حرف (ط) پورے باب میں 27 بار ظاہر ہوتا ہے، باب نمبر کی عکس بندی کرتا ہے! پھر جب ہم باب میں دو انوکھے حروف (دیکھے گئے) میں سے دوسرے کے نمودار ہونے کی تعداد گنتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ 93 بار ظاہر ہوتا ہے، جو کہ باب میں آیات کی تعداد ہے! کسی انسان کے لیے جان بوجھ کر منصوبہ بندی کرنا بالکل ناممکن ہے، خاص طور پر وہ شخص جو نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی لکھ سکتا ہے! ہم اب روک سکتے ہیں، اور یہ سنجیدہ سوچنے والوں کے لیے کافی ہوگا، لیکن باب 27 کی چونکا دینے والی ریاضی کے حوالے سے یہ صرف برفانی تودے کا سرہ ہے۔

چترا 11: باب 27 کے ابتدائی خطوط اور ان کی تکرار

عربی میں، ہر حرف کی عددی "ابجدی" قدر ہوتی ہے، جیسا کہ اس کتاب میں پہلے دکھایا گیا ہے (دیکھیں باب بعنوان "قرآن کے عددی ضابطے کی چابیاں")۔ اس نظام کے ساتھ، ہم الفاظ اور فقروں کی عددی قدریں تلاش کرتے ہیں۔ باب 27 کا نام "چیونٹیوں کا باب" ہے اور قرآن میں چیونٹیوں کا کہیں اور ذکر نہیں ہے۔ یہ اکیلے لفظ "چیونٹی" کو اتنا منفرد بناتا ہے کہ اس کی عددی قدر کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے، جو 120 نکلتی ہے۔ کیا آپ کنکشن دیکھتے ہیں؟ ہاں... حیران کن بات یہ ہے کہ لفظ "چیونٹی" کی عددی قدر 93+27 ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں اللہ کا نام اللہ کا ذکر ٹھیک 27 بار آیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ باب 27 کی واحد آیت "اللہ" (آیت 26) سے شروع ہونے والی 27 حروف پر مشتمل ہے! درحقیقت، باب 27 کی آیت 27 (قرآن 27:27) میں بھی 27 حروف ہیں! نمبر 27 کو اس باب میں پہلے ہی اتنی بار اجاگر کیا جا چکا ہے کہ یہ تقریباً ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ ہمیں بتا رہا ہے کہ ہمیں گہرائی میں کھودنے کی ضرورت ہے (ملاحظہ کریں ضمیمہ B)۔

مذکورہ بالا کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اپروچ اہ کا استعمال کرنے والے محققین نے ایک چونکا دینے والی
ہے (عربی میں W دریافت کی ہے۔ عام ہجائی ترتیب کے مطابق عربی حروف تہجی کا 27 واں حرف
کو دیکھ کر اس باب میں مزید غور کریں۔ W "واؤ" کا تلفظ)۔ تو آئیے قرآن کے 27ویں باب میں حرف

باب کی پہلی آیت جس میں حرف W ہے وہ آیت 27 ہے نہیں ہے!

کتنی بار ظاہر ہوتا ہے، تو نتائج W پھر جب ہم گننا شروع کرتے ہیں کہ 27 باب کی آیات کے اندر خط
حیران کن سے کم نہیں ہیں۔

صرف ایک بار ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے ہمارا مطلب ہے کہ ان W سب سے پہلے، 15 آیات میں حرف
کی صرف ایک مثال موجود ہے۔ اسی طرز پر، باب کی دیگر W 15 آیات میں سے ہر ایک میں حرف
دو بار ظاہر ہوتا ہے۔ مزید 15 آیات میں سے ہر ایک میں تین W 15 آیات میں سے ہر ایک میں حرف
بار؛ اور دیگر 15 آیات میں سے ہر ایک میں چار بار۔ اگر یہ کافی چونکانے والا نہیں ہے، تو یہ خط بھی
باب کی مزید 15 آیات میں سے ہر ایک میں پانچ بار ظاہر ہوتا ہے!

شکل 12: 27ویں خط کی تمام تکرار کے ساتھ آیات کے پانچ گروپ

(نقطہ نظر اے)

پچھلے باب میں، ہم نے دیکھا کہ شب قدر مکمل طور پر نمبر 27 کے گرد گھومتی ہے اور قرآن کے
صرف دو ابواب میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ تو آئیے دیکھتے ہیں کہ آیا اس کا نمبر دو سے تعلق ہے یا
نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اوپر دی گئی 15 آیات کے دوسرے گروپ میں گہرائی سے دیکھنا
چاہیے (وہ گروپ جو اپنی ہر آیت میں 27ویں حرف کا دو بار ذکر کرتا ہے)۔

جب ہم آیات کے اس گروپ پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک اور معجزاتی ریاضیاتی دریافت کا پتہ
چلتا ہے۔ متعدد آیات کے ساتھ منسلک آیت نمبروں کا کل مجموعہ جس میں 27 واں حرف دو بار ظاہر
ہے! یہ حیرت انگیز ریاضیاتی ہم آہنگی ہے۔ 27 x 27 ہوتا ہے 729 ہے جو کہ 27

قرآنی ریاضی میں ایک اور کلید نمبر پانچ ہے کیونکہ اس کا تعلق روزانہ کی پانچ لازمی نمازوں، اسلام
اپنی ہر آیت W کے پانچ ستون وغیرہ سے ہے۔ تو آئیے آیات کے اس گروپ کا جائزہ لیں جس میں حرف
میں پانچ بار ظاہر ہوتا ہے۔ اس گروپ کے آیت نمبروں کا کل مجموعہ 773 ہے۔ قرآنی ریاضی میں
ایک اور بار بار چلنے والی اور اہم کلید بنیادی اعداد اور بنیادی نمبروں میں ان کی ترتیب ہے۔ 773 137
واں بنیادی نمبر ہے۔ چونکہ 137 بھی ایک بنیادی نمبر ہے، اس لیے ہم بنیادی نمبروں کے درمیان اس
کی ترتیب کو بھی دیکھتے ہیں، اور پتہ چلتا ہے کہ یہ 33 واں بنیادی نمبر ہے۔ لہذا، اس طریقہ پر عمل
کرتے ہوئے، ہم نے نمبر 33 کے ساتھ ختم کیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس باب میں 33 آیات کی
سے شروع ہوتی ہیں! یہ ریاضیاتی نتیجہ چونکا دینے والا ہے، لیکن الگ تھلگ W کل تعداد ہے جو حرف
نہیں، کیونکہ بنیادی اعداد پورے قرآن میں نمایاں طور پر مضبوط اور بار بار چلنے والی کلید ہیں۔

ہندسہ کے طور پر نمبر تین اب باب 27 کے ریاضیاتی کوڈ کے منظر میں داخل ہو گیا ہے۔ کیا اب ہمیں
دوبارہ، عربی) W توقع کرنی چاہئے کہ نمبر تین کہیں اور ظاہر ہو؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ حرف
پورے باب میں کل 333 بار آیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے۔ 3 (حروف تہجی کا 27 واں حرف x 3
x 3 = 27!

حرف W ہم پہلے ہی دکھا چکے ہیں کہ 15 آیات کے پانچ گروپ ہیں جن میں سے ہر ایک آیت میں W
ایک سے پانچ بار ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچ جماعتیں ہیں پانچوں نمازوں کے مطابق سمجھا
جا سکتا ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ نتیجہ خیز چیز ہے۔ چونکہ ہمارے پاس 15 آیات کے متعدد گروپ
کو ضرب دیں۔ اس سے ہمیں 225 ملتا ہے۔ تو، اس نمبر کا کیا مطلب ہو سکتا 15 X 15 ہیں، آئیے 15
حرف کے ظاہر ہونے کی کل تعداد 225 W ہے؟ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ان پانچوں گروپوں میں
ہے!

(حرف ہے یعنی W ہر گروپ میں آیات کی تعداد جس میں) اس کے باوجود ہم نے واضح کو اب بھی 15 اور ظاہر ہے ،75 = 15 X کو 5 سے ضرب نہیں دیا ہے (یعنی اس زمرے میں گروپوں کی کل تعداد)ہے 5 کہ ان پانچ گروہوں میں آیات کی کل تعداد 75 ہے۔

اب تک، نمبر 15 واضح طور پر اس باب میں پیروی کرنے کے لیے ایک دھاگہ ہے، اس لیے ہم اس باب کی 15ویں آیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور پتا ہے کہ یہ 15 الفاظ پر مشتمل ہے!

ہمارے یہاں جو کچھ ہے وہ بالکل معجزانہ ہے۔ کیا کوئی اس سب کو سنجیدگی سے جانچ سکتا ہے اور پھر بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہ اتفاقی ہے؟

آئیے اب باب کے پہلے حرف کی طرف لوٹتے ہیں جو ایک بار پھر حرف ط (طہ) ہے جو کہ قرآن کے منفرد خطوط میں سے ایک ہے۔

" علیحدہ" حروفِ جیسا کہ پہلے کہا گیا، یہ باب 27 کا پہلا حرف ہے اور 27 بار ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اسے واضح طور پر نمایاں کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اور بھی گہرائی میں کھودنا چاہیے۔

"طہ" حجائی حروف تہجی کا 16واں حرف ہے۔ ایک اور معجزاتی دریافت میں، محققین نے دریافت کیا ہے کہ اس باب کے اندر جن آیات میں یہ حرف صرف ایک بار ظاہر ہوتا ہے ان کی تعداد 16 ہے!

شکل 13: وہ آیات جن میں باب کا پہلا حرف (طہ) صرف ایک بار ظاہر ہوتا ہے۔

ان آیات کے نمبروں کا مجموعی مجموعہ بھی نمبر 16 سے متعلق ہے، کیونکہ یہ 640 نکلتا ہے، جو کہ 40 X 16 ہے! لیکن اس 40 کا کیا ہوگا اور کیا ہم اس سے بھی گہرائی میں جا سکتے ہیں؟ جی ہاں، اور نتائج ایک بار پھر حیرت انگیز ہیں!

لیکن آئیے ایک لمحے کے لیے دوبارہ جائزہ لیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، خط ط (ط) باب 27 کا پہلا حرف ہے اور اس باب میں کل 27 بار ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حجائی حروف تہجی کا 16 واں حرف ہے اور صرف ایک بار 16 مختلف آیات میں ظاہر ہوتا ہے۔ متعلقہ آیت نمبروں کا مجموعہ 640، یا 16 X 40 کے برابر ہے۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ باب میں نمبر 16 کس طرح ظاہر ہوتا ہے، لیکن اب ہمارے سامنے سوال نمبر 40 کے بارے میں ہے۔

معجزانہ طور پر، یہ پتہ چلتا ہے کہ اس باب میں سب سے طویل آیت آیت 40 ہے! لیکن کوڈ کی خوبصورتی یہیں نہیں رکتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باب (آیت 2) کی سب سے چھوٹی آیت میں کل 16 حروف ہیں! اس کا مطلب یہ ہے کہ باب کے پہلے حرف (ط) کا کوڈ اس باب کی سب سے لمبی اور چھوٹی دونوں آیات کی طرف اشارہ کرتا ہے!

ان دونوں آیات پر واضح طور پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو مزید قریب سے دیکھنے کے لائق ہے۔ دونوں آیات میں حروف کی کل تعداد 152 ہے، جو کہ 114 + 38 ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، 114 قرآن کے ابواب کی تعداد ہے اور قرآن کی ایک اہم ریاضی کی کلید ہے، لیکن نمبر 38 کا کیا ہوگا؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ آیت 40 میں پائے جانے والے الفاظ کی تعداد 38 ہے، جو کہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، باب کی سب سے لمبی آیت ہے! مزید برآں، چونکہ باب کی سب سے چھوٹی آیت آیت 2 ہے، جب کہ سب سے لمبی آیت 40 ہے، دو نمبروں کے درمیان فرق ہمیں پھر 38 دیتا ہے!

اپنی زندگی میں برکت حاصل کرنے کے لیے نکات:

برکات سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت، صحت، دولت اور دیگر وسائل میں ڈالتا ہے جو ان میں سے اس سے زیادہ فائدہ اٹھانے میں ہماری مدد کرتا ہے جتنا ہم نے سوچا بھی تھا۔ بہت سے لوگ اپنے وقت میں برکت کی کمی کی شکایت کرتے ہیں، لیکن اس سے بچا جا سکتا ہے۔

یہاں 6 چیزیں ہیں جو آپ برکت حاصل کرنے کے لیے کر سکتے ہیں:

1. روزانہ پانچ نمازیں قائم کریں اگر آپ دن میں پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھ رہے ہیں تو آپ اپنے وقت میں برکات کی امید نہیں کر سکتے۔ دن میں پانچ وقت کی نماز اللہ کے بندوں کی حیثیت سے ہم سے مطلوب بنیادی عبادت ہے، اور اگر ہم اس فرض میں کوتاہی کریں تو ہمیں اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں برکت کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

2. برکات کے لیے دعا کریں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ برکات ہمارا وقت ہو تو اللہ کی طرف سے کسی دوسرے تحفے کی طرح آپ کو اللہ سے مانگنے کی ضرورت ہے۔ روزانہ اپنی نجی دعاؤں میں اللہ سے اپنے وقت، محنت، دولت، صحت اور کوشش میں برکت مانگیں۔ خلوص دل سے دعا نہیں سنی جاتی۔

3. صبح کے اوقات کو استعمال کریں

رات کا آخری تہائی حصہ اور صبح کے اوائل وہ اوقات ہیں جو برکات سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک دن اسے آزمائیں، تہجد کے لیے اٹھیں اور پھر تہجد اور فجر کے بعد اپنے چند اہم ترین کاموں پر کام کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں جو نعمتیں رکھی ہیں اس کی وجہ سے آپ کم وقت میں زیادہ کام کر سکیں گے۔

4. اپنی کمائی، خرچ، خوراک اور اہداف کو حلال رکھیں کسی بھی دعا کے قبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا شخص کرے جس نے اپنے مال یا کھانے کو اس چیز سے داغدار نہ کیا ہو جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ حلال دولت کمانے کی پوری کوشش کریں، اسے صحیح طریقے سے خرچ کریں، صرف حلال کھانا خریدیں، اور عظیم مقاصد طے کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کو اللہ کی طرف سے برکت ملے گی۔

5. کثرت سے صدقہ دینا

6. جو کچھ آپ کے پاس ہے اس کے لیے شکر ادا کریں اللہ ہمیں قرآن میں بتاتا ہے:

وإذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم وَلَئِن كَفَرْتُم إِن عذابي تشديد

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے" (ابراہیم 14:07)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی چیز میں اضافہ اس بات سے جڑا ہوا ہے کہ ہم اس چیز کو عطا کرنے کے لیے اللہ کے کتنے شکر گزار ہیں۔ لہٰذا، اگر ہم اپنے وقت میں برکت چاہتے ہیں، تو ہمیں اس وقت کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جو اس نے ہمیں پہلے سے ہی عطا کیا ہے، بجائے اس کے کہ ہمارے پاس جو نہیں ہے اس کی شکایت کریں۔ فارمولہ سادہ ہے اور زندگی کے کسی بھی شعبے پر لاگو ہوتا ہے: شکر گزاری بڑھ جاتی ہے، اور شکایات کم ہوتی ہیں۔"

روزانہ پڑھنے کی سب سے قیمتی دعا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (7:23)

یہ ہمارے باپ آدم اور والدہ حوا کی دعا ہے جب انہیں شیطان نے درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کیا تھا۔

اس دعا سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں:

1. معافی مانگنے سے پہلے ہمیں اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرنا چاہیے۔

2. اس دعا میں خوف (ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوں گے) اور امید (رحم اور بخشش) پر مشتمل ہے۔ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں خوف اور امید کو یکجا کرنا چاہیے۔

3. ہمیں اپنے والدین کی طرح عاجزی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

4. ہم آدم اور شیطان کے رویے میں فرق دیکھتے ہیں: آدم نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا، اس پر ندامت محسوس کی، اس کے لیے خود کو مورد الزام ٹھہرایا، توبہ کرنے میں جلدی کی اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا۔ دوسری طرف شیطان نے اپنے گناہ کو تسلیم نہیں کیا، پچھتاوا محسوس نہیں کیا، اپنے رب پر الزام لگایا، توبہ نہیں کی اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، باب 27 قرآن کے دو منفرد، "علیحدہ" حروف سے شروع ہوتا ہے - جن میں سے پہلا "طہ" (ت) ہے، جو 27 بار ظاہر ہوتا ہے (ہمیں باب نمبر دیتا ہے) اور دوسرا ہے "دیکھا" (S)، جو 93 بار ظاہر ہوتا ہے (باب میں آیات کی تعداد دیتا ہے)۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ "ط" حجائی حروف تہجی کا 16واں حرف ہے، کہ یہ باب 27 کا پہلا حرف ہے، اور یہ کہ یہ 16 مختلف آیات میں سے ہر ایک میں ایک بار ظاہر ہوتا ہے، جس سے کئی دیگر نتائج بھی نکلتے ہیں۔ تو، "دیکھا" (S) کے بارے میں کیا خیال ہے، جو ان دو حروف میں سے دوسرا ہے؟

جس طرح باب کا پہلا حرف (ط) 16 مختلف آیات میں سے ہر ایک میں ایک بار ظاہر ہوتا ہے، اسی طرح باب کا دوسرا حرف (دیکھا گیا) حیرت انگیز طور پر 16 مختلف آیات میں سے ہر ایک میں دو بار ظاہر ہوتا ہے!

شکل 14: وہ آیات جن میں باب کا دوسرا حرف (دیکھا گیا) دو بار ظاہر ہوتا ہے۔

ان آیات کے نمبروں کا کل مجموعہ 636 ہے، جو 12 X 53 کے برابر ہے۔ حیرت انگیز طور پر، 12 حرف "دیکھا" (S) کا حجائی "ترتیب" نمبر ہے! جہاں تک 53 کا تعلق ہے، یہ ایک بنیادی نمبر ہے، اور بنیادی نمبروں میں اس کی ترتیب 16 ہے، جو اس گروپ میں آیات کی تعداد ہے!

ایک بار پھر ہر حرف کے ساتھ منسلک ہجائی ترتیب نمبروں پر نظر ڈالیں، "ط" (ت) 16 واں حرف ہے، جب کہ "دیکھا" (ص) 12 واں ہے۔ جب ہم 12 اور 16 کو ملاتے ہیں تو ہمیں 28 ملتے ہیں جو کہ عربی حروف تہجی میں حروف کی کل تعداد ہے۔ آگے چل کر، ریاضی کے طور پر معجزہ لامتناہی ثابت ہوتا ہے- پھر بھی قرآن ایک اور بھی بڑا لسانی معجزہ ہے- جو عربی میں ظاہر ہوا، جو تمام زبانوں میں سب سے مضبوط ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی تفصیلات اس کتاب کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

اپنا وقت نکالیں، اور ناممکن کمال کی اس چونکا دینے والی ریاضی کی ہم آہنگی کو ڈوبنے دیں۔ ان کے صحیح دماغ میں کون کہہ سکتا ہے کہ چودہ صدیاں پہلے ایک ناخواندہ آدمی نے قرآن لکھا، یا یہ سب اتفاقاً ہوا؟ قرآن کے صرف ایک حرف نے، جیسا کہ اس باب میں حرف W، اللہ کے فضل سے اکیلے ہی تمام شکوک و شبہات کو ختم کر دیا ہے۔ ان اعداد کو سمجھنے کے لیے آپ کو عربی زبان سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر قرآن میں ایک حرف بھی شامل ہو جاتا یا غائب ہو جاتا تو اس سے پورا ضابطہ ٹوٹ جاتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ لسانی طور پر دیکھا جائے تو اس

پر ان لوگوں کی طرف سے تنقید کی جاتی جو عربی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ صرف ایک حرف کا غلط تلفظ ان کے کانوں پر پڑ جاتا اور بچے بھی زبان کے معاملے کو کتنی سنجیدگی سے لیتے ہوئے اسے پڑھنے والے کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان تمام ریاضیاتی ارتباط کو قائم کرنے کے لیے الفاظ کے گرد چکر لگانا ناممکن ہوتا۔ تو ایک ناخواندہ آدمی جو ایک لفظ بھی لکھنا نہیں جانتا تھا یہ کیسے کر سکتا ہے؟

آخر میں، قرآن کی آیت 6:33 پر جا کر ختم کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت کل 66 حروف پر مشتمل ہے — لیکن میں یہاں اس کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچانا چاہتے تھے، لیکن اس کے بجائے وہ انتہائی دشمنی اختیار کر گئے۔ اکثر آپ پر جسمانی حملے کرتے، حتیٰ کہ اسے مارنے کی کوشش کرتے۔ متکبر آقاوں نے محض اس پیغام کو رد کر دیا، لیکن تمام تر تکلیفوں کے باوجود اللہ کے مہربان رسول (خدا کی شان و رحمت) ناراض نہیں ہوئے۔ جیسا کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے، وہ بجائے اس بات کا غمگین تھا کہ اسلام کے دشمنوں نے قرآن کو رد کیا اور اس پیغام پر یقین نہیں کیا جو انہیں جنت میں لے جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم جانتے ہیں کہ آپ، [اے محمد]، ان کی باتوں سے غمگین ہیں۔ اور درحقیقت وہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں ظالم جھٹلاتے ہیں۔ (قرآن 6:33)

کوئی بھی تعداد سے انکار نہیں کر سکتا- پھر بھی یہ نشانیاں نہیں ہیں جو جھوٹی ہیں۔ یہ ہے کہ ظالم انہیں خوشی سے رد کرتے ہیں۔

قرآن کی خوبصورتی اور غریبوں کو صدقہ دینے کی نصیحت:

صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

شاید وہ گناہ جو آپ کو عاجز کر دے اس نیک عمل سے بہتر ہے جو آپ کو مغرور بنا دے۔

جس لمحے آپ نے کوئی گناہ کیا ہے اور آپ کو قصوروار محسوس ہوتا ہے، آپ جلدی سے اللہ سے معافی مانگتے ہیں، کیونکہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ہمیشہ اس کی طرف لوٹتے ہیں، شاید یہی آپ کے لیے بہتر ہو۔ جس لمحے آپ نے ایک اچھا کام کیا، اور آپ کو اس کے بارے میں بہت اچھا لگتا ہے، آپ پوری دنیا کو بتاتے ہیں، اسے دکھاتے ہیں، اور آپ کے دل میں اسے کرنے کے لیے کچھ فخر ہوتا ہے، کیونکہ یہ آپ کے لیے شاید برا ہو۔ شاید۔

مجھے ایک وقت میں کئی مہینوں تک بھوکے رہنے والے نبی محمد کی اذیت یاد آتی ہے، اور مجھے حضرت ایوب کی تکلیف یاد آتی ہے اور میں اللہ سے اپنی مشکلات سے نجات کے لیے دعا کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہوں، یہ جانتے ہوئے کہ ان بزرگوں نے مجھ سے زیادہ سختیاں برداشت کیں۔ حضرت ایوب (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ سے اپنی مشکلات سے نجات کی درخواست کرتے ہوئے شرماتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں 80 سال تک برکت دی تھی، وہ 80 سال تک آزمائش کے لیے تیار تھے۔

میں ایوب کو یاد کرتا ہوں اور اپنے خاندان کا شکر گزار ہوں۔ اس مشکل کے دوران اس کے قریبی گھر والوں اور اس کے دوستوں نے اس کی تقویٰ پر شک کرنا شروع کر دیا اور ایسی باتیں کہنے لگیں کہ ''اگر وہ عظیم انسان ہوتا تو اللہ اس کے ساتھ ایسا نہ کرتا'' یا ''ہمیں نہیں معلوم کہ ایوب نے کون سا گناہ کیا جس کی سزا اللہ دے رہا ہے۔ وہ اتنی سختی سے"

میں روتے ہوئے ایوب کو یاد کرتا ہوں، یہ جان کر کہ اس کی مشکلات 18 سال تک جاری رہیں جہاں قریب اور دور سبھی نے اسے چھوڑ دیا، یہ جانتے ہوئے کہ میرے خاندان اور دوست ہیں جو مجھ سے پیار کرتے ہیں اور مجھ سے دستبردار نہیں ہوئے۔

مجھے یاد ہے کہ ایوب مسکرا رہے تھے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مومن کا امتحان اس کی مذہبیت کے مطابق ہوتا ہے۔ میں یہ سوچ کر مسکراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کتنا پیار کیا ہو گا کہ اس کا

اتنا سخت امتحان لیا جائے اور میں یہ جان کر مسکراتا ہوں کہ اللہ ہم سے بھی محبت کرتا ہے اور ہر بندے کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے۔

میں ایوب کو یاد کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر میں صبر کروں تو میرا دل جنت میں ایوب کے دل جیسا ہوگا۔

میں ایوب کو یاد کرتا ہوں اور اپنی مشکلات کو اللہ کی طرف منسوب نہ کرنا سیکھتا ہوں۔ ایوب نے کبھی اپنی مشکلات کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا، اس نے بجائے کہا کہ اے میرے رب، مجھے تکلیف پہنچی ہے، لہذا، ایوب علیہ السلام کو یاد رکھیں، ہر بار جب آپ ہار ماننے والے ہوں۔

جب بھی آپ اس دنیا اور اس کی مشکلات سے دستبردار ہونے والے ہوں تو ملازمت کو یاد رکھیں۔ دنیا اور آخرت میں تکلیف کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جنت یا جنت آزمائشوں اور مشکلات سے گھری ہوئی ہے۔ خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں۔

" اجنبی مومن کا معاملہ ہے، اس کے ساتھ جو بھی ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے۔ جب ان کے ساتھ کچھ اچھا ہوتا ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، جب ان کے ساتھ کوئی برا ہوتا ہے تو وہ صبر کرتے ہیں۔

اللہ دنیا اور آخرت میں ہمارے امتحانات کے ذریعے ہمارے درجات بلند فرمائے اور ہمیں جنت میں اپنے چہرے کے دیدار کی سعادت عطا فرمائے!

قرآن میں کیلنڈر ریاضی

اس کتاب سے پہلے ("لفظوں کی گنتی اور ہم آہنگی" کے عنوان سے باب دیکھیں)، ہم نے ذکر کیا ہے کہ قرآن پاک میں لفظ "دن" کی ایک شکل "وہ دن" (یومئذ) (عربی میں ایک لفظ) ہے، جو اکثر "یومِ قیامت" سے مراد ہے جو عربی میں "یوم القیامہ" ہے (دو الفاظ)۔ تو، دونوں اظہار کے درمیان کیا تعلق ہے؟ "اس دن" کے لیے لفظ اور لفظ "قیامت کا دن" دونوں بالکل 70 بار دہرائے گئے ہیں۔ نیز "قیامت کے دن" اور "اس دن" سے مماثل عربی لفظ "جناح" (لفظ "جنت" کی واحد شکل) ہے، جو قرآن پاک میں کل 70 مرتبہ بھی آیا ہے۔

اب، آئیے اکیلے لفظ "دن" پر ایک نظر ڈالتے ہیں (اس کی واحد شکل میں) اس کے جمع ("دن") کے ساتھ۔

سب سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اس نے ہر سال 12 مہینے مقرر کیے ہیں، اور فرمایا: "بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے۔ جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا..." (قرآن 9:36)

یہاں معجزاتی بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن میں لفظ "مہینہ" کے تمام تذکروں کو اس کی واحد شکل میں شمار کرتے ہیں، تو ان میں 12 کا اضافہ ہو جاتا ہے، جو ایک سال کے مہینوں کی تعداد سے بالکل میل کھاتا ہے۔ دوسری حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین کو سورج کے گرد چکر لگانے میں جتنے دن لگتے ہیں وہ 365 ہے (یعنی ایک شمسی سال) اور جب ہم قرآن میں لفظ "دن" کے تمام ذکر کو اس کی واحد شکلوں میں شمار کرتے ہیں ، وہ حیران کن طور پر بالکل 365 کا اضافہ کرتے ہیں!

365 ایک بہت بڑی تعداد ہے اور اعداد و شمار کے لحاظ سے فلکیاتی طور پر عین مطابق ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ لفظ "مہینہ" کی واحد شکل 12 بار ظاہر ہوتی ہے اور لفظ "دن" کی واحد صورت 365 بار

ظاہر ہوتی ہے، محض اتفاقاً عقل و منطق کی حدود سے باہر ہے۔ اس کے باوجود قرآن کے کیلنڈر سے
متعلق ریاضی کے حوالے سے یہ صرف آغاز ہے۔

اوسطاً، ہر مہینے میں 30 دن ہوتے ہیں- اور قرآن میں لفظ "دن" کے جمع ہونے کی تعداد بھی 30 ہے!
لفظ "دن" کی یہ جمع شکلیں "ایام" (دن) ہیں، جس کا ذکر 27 بار آیا ہے، اور "یومین" (عربی میں ایک
لفظ جس کا مطلب ہے "دو دن")، جس کا ذکر تین بار آیا ہے۔

اس سے متعلق، چاند، لفظ "دن" کی طرح قرآن میں بھی 27 بار ذکر ہوا ہے، جو چاند کے اپنے محور کے
گرد گردش کرنے کے مساوی ہے، جس میں 27 دن لگتے ہیں۔ کچھ سائنسی ذرائع (جیسے یونیورس ٹوڈے
ویب سائٹ) زیادہ درست ہیں اور بتاتے ہیں کہ گردش درحقیقت 27.3 دن لیتی ہے۔ یہ چیزوں کو اور
بھی دلچسپ بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، لفظ "دن" کی جمع شکلیں قرآن پاک میں 30
بار آئی ہیں۔ لفظ "دن" کا ذکر 27 بار آیا ہے، جب کہ "دو دن" کا لفظ 3 بار آیا ہے۔ ان اعداد و شمار
کو 27.3 نمبر کی نمائندگی کرنے کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ متعلقہ اصطلاحات ("دن"
بمقابلہ "دو دن") ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ لیکن اگر کسی کو اس طریقے پر اعتراض ہے تو یہ ٹھیک
ہے، کیونکہ ہم دوسرے ذرائع سے بھی 27.3 پر پہنچتے ہیں۔

عربی میں، چاند، (جس کا ذکر اوپر بیان کیا گیا ہے، قرآن میں 27 بار آیا ہے) کو صرف اس وقت چاند
کہا جاتا ہے جب وہ "نئے چاند" کے ہلال دن (جب یہ بہت پتلا ہوتا ہے) سے آگے بڑھتا ہے۔ یہاں حیرت
کی بات یہ ہے کہ چاند کا تذکرہ درحقیقت قرآن مجید میں 28ویں مرتبہ ہوا ہے، لیکن لفظ "ہلال"
(یعنی قمری مہینے کا نیا چاند) کی صورت میں آیا ہے۔ تو ایک بار پھر، چھوٹے اعشاریہ کا حصہ شمار کیا
جاتا ہے (27 پورے دن، لفظ "چاند" کے 27 تذکروں سے ظاہر ہوتا ہے، نیز ".3" کا حصہ، لفظ "ہلال"
کے ایک ذکر سے ظاہر ہوتا ہے)!

نوٹ: یہ قدرے قابل اعتراض نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن میں چاند کے تمام تذکروں (1/28) کے
مقابلے میں ہلال کے ایک ذکر کو شمار کرنے سے ہمیں 3.5% ملتا ہے۔ چونکہ ہلال چاند کا صرف ایک
چھوٹا سا "سلور" ہے، ہمارے پاس ہلال کے لیے نمبر 3 رہ جاتا ہے، اگر ہم "باقاعدہ" چاند کی نمائندگی
کرنے کے لیے نمبر 27 کا استعمال کرتے ہیں تو پھر ہمیں 27.3 دیتا ہے۔ اس طرح سے، قرآن کی ریاضی
دوبارہ چاند کو اپنے محور کے گرد گھومنے میں لگنے والے 27.3 دنوں سے میل کھاتی ہے۔ یہ بات بھی
قابل غور ہے کہ کچھ ذرائع نئے چاند کی روشنی کو چاند کے 3% کے طور پر ظاہر کرتے ہیں!

تو آئیے لفظ "مہینے" پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، لفظ "مہینہ" قرآن مجید
میں 12 بار اپنی واحد شکل میں آیا ہے، لیکن اس لفظ کے دیگر مشتقات کا کیا ہوگا؟ لفظ "مہینہ" کی
عربی میں تین جمع شکلیں ہیں، جو "اشعور" (مہینے)، "شعور" (دوسرا لفظ جس کا مطلب ہے
"مہینے") اور "شہرین" (ایک لفظ جس کا مطلب ہے "دو مہینے")۔ لفظ "مہینہ" کی یہ جمع شکلیں
قرآن پاک میں کل نو مرتبہ آئی ہیں۔ اس کا تعلق اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ رمضان کا مقدس
مہینہ اسلامی کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے۔ قرآن مجید سب سے پہلے اس بابرکت مہینے میں نازل ہوا اور
23 سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 23 9واں بنیادی نمبر ہے۔

دیگر وجوہات کی بنا پر نو ایک اہم نمبر ہے۔ یوم عرفہ 9 ذی الحجہ کو ہوتا ہے اور اسلامی کیلنڈر کی
ایک اہم تاریخ ہے۔ انسانی حمل بھی نو ماہ تک رہتا ہے۔ یہاں یہ بات دلچسپ ہے کہ 23 محض 9واں
بنیادی نمبر نہیں ہے بلکہ انسانوں میں پائے جانے والے کروموسوم جوڑوں کی تعداد بھی ہے، جس کا ہم
بعد میں اس کتاب میں مزید تفصیل سے احاطہ کریں گے۔

ایک قابل ذکر حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک میں "دو ماہ" (شہرین) کا لفظ کل دو مرتبہ آیا ہے۔

کیلنڈر کے حوالے سے ایک اور حیران کن ریاضیاتی تعلق یہ ہے کہ لفظ "سال" کو پورے قرآن میں سات
بار دہرایا گیا ہے، جب کہ اس کی جمع شکل (لفظ "سال") کو 12 بار دہرایا گیا ہے، جس سے "سال"

اور دونوں کا کل تذکرہ کیا گیا ہے۔ "سال" 19، جو معجزانہ طور پر میٹونک سائیکل کے 19 سالوں کے برابر ہے!

جو لوگ Metonic سائیکل سے ناواقف ہیں، ان کے لیے یہ 19 سال کا قمری چکر ہے، جس کے بعد چاند کے مراحل دوبارہ سال کی انہی تاریخوں پر آتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، بنیادی طور پر سورج، چاند اور زمین کی عین اسی نسبتی پوزیشنوں کے لیے 19 سال لگتے ہیں جو وہ ایک دیے گئے آغاز کے دن پر تھے۔ لیکن مزید کیا چیز اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ 19 کی یہ تکرار، درحقیقت Metonic سائیکل کو نمایاں کرنا ہے، نہ کہ دوسری چیزیں جن کا تعلق بھی نمبر 19 سے ہے؟

سائیکل کی لمبائی 19 سال ہے، اور جو الفاظ ہم گن رہے ہیں وہ ہیں Metonic، سب سے پہلے "سال" اور "سال"۔ لیکن زیادہ اہمیت — اور جو واقعی معجزاتی ہے — یہ ہے کہ ہم لفظ "سال" کے سات تذکروں کو لفظ "سال" کے 12 تذکروں میں شامل کر کے کل 19 تک پہنچتے ہیں۔ کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کیا سات اور 12 کے مخصوص اعداد و شمار کی کوئی اہمیت ہے؟ صدمہ یہ ہے کہ Metonic سائیکل کے 19 سالوں میں، سات لیپ سال ہوتے ہیں، اور 12 عام سال! حیران کن طور پر، نہ صرف سائیکل کی لمبائی سے تعلق رکھتا ہے، Metonic "سال" (واحد اور جمع دونوں) کے تمام الفاظ کا ذکر بلکہ سائیکل کے دوران پائے جانے والے سالوں کی درست اقسام سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ ، اور جس میں سے دوسرا 12 بار دہرایا جاتا ہے! قرآن کے بارے میں ریاضی کی دریافتوں کا ایک اور گروہ بھی تقویم سے مطابقت رکھتا ہے۔

قرآنی آیت کو یاد رکھنا ضروری ہے: "ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔" کیونکہ ہم ایک ڈیجیٹل دنیا میں رہتے ہیں، جہاں ہمت ہارنا اور امید چھوڑنا آسان ہے، اس لیے سکون کا ایک اہم ذریعہ قرآن کے معجزاتی رموز کو پڑھنا اور اس کا مطالعہ کرنا ہو سکتا ہے، ایک ایسا متن جس میں ہزاروں سالوں سے کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔

اپنے پیاروں، اپنے پڑوسیوں اور ہمارے دشمنوں کے لیے ایک دن کی دعا۔

اے اللہ! براہ کرم بیماروں، زخمیوں اور تکلیف میں انتہائی رحم کی نگاہ سے دیکھیں

یا اللہ! براہ کرم ان لوگوں کو شفا عطا فرما جو بیماری، زخموں اور دردوں سے مغلوب ہیں!

یا اللہ! براہ کرم طبی ٹیم کی رہنمائی کریں کہ ان لوگوں کے لیے کیا بہتر ہے جو ان کی دیکھ بھال میں ہیں۔

یا اللہ! براہ کرم جو دوا دی جا رہی ہے اس میں علاج ڈالیں اور مزید نقصان نہ پہنچائیں!

یا اللہ! فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیں جو ٹھیک نہیں ہیں!

یا اللہ! براہ کرم ان لوگوں کو طاقت اور صبر عطا فرما جو ٹھیک نہیں ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں!

یا اللہ! براہ کرم اس بیماری کو بیماروں کی مغفرت اور ان کے درجات کو بلند کرنے کے لیے استعمال کریں۔

یا اللہ! بیماروں کو اپنی رحمت اور بخشش سے گھیر لے۔

اے اللہ ہر ایک بیمار کو شفا اور سکون عطا فرما اور آسانی، امید اور سکون عطا فرما۔

درحقیقت، ہم جانتے ہیں کہ مصیبتیں اور آفات ہر ایک کی زندگی کا حصہ ہیں، یہاں تک کہ بہترین مخلوق، خدا کے رسولوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ وہ لوگ جو خوفناک ادوار میں اپنے رویے پر ثابت قدم

رہتے ہیں اور خدا کو حتمی طاقت ہونے پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں انہیں ہمیشہ حق کی راہ میں استقامت اور عزم کا صلہ ملتا ہے۔

ہمارا ہمیشہ اللہ پر یقین کے لیے تجزیہ کیا جائے گا، جو آخرکار ہمیں جھوٹوں سے الگ کر کے، مصیبت کے وقت ہماری سچائی اور ثابت قدمی کے لیے ہر چیز کو معقول بنا دے گا۔

منافق اور جھوٹے، جب مصیبتوں کا سامنا کریں گے تو کہیں گے، جیسا کہ اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے، "اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے سوائے فریب کے کچھ وعدہ نہیں کیا!" (الاحزاب: 12) دوسری طرف اہل ایمان کہیں گے: یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ خدا اور اس کے رسول کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہوا۔ (الاحزاب: 22)

اس لیے ہمیں ایسی صورتوں میں کانپنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اس کے فضل حاصل کرنے کے لیے لافانی رب پر اپنا یقین برقرار رکھیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو اللہ ہم سے وعدہ کرتا ہے کہ ہمارے صبر اور برداشت کے ذریعہ راحت، آسانی اور کامیابی حاصل ہوگی۔

اپنی زندگی میں، میں ایک سو سے زیادہ ممالک کا دورہ کر چکا ہوں اور پچاس سے زیادہ ممالک کا متعدد بار دورہ کیا ہے، اور ایک چیز جو میں نے سیکھی وہ یہ ہے کہ ہر جگہ شاندار لوگ موجود ہیں، اور اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم سب میں بہترین کو دیکھیں اور مٹا دیں۔ ہمارے دلوں سے نفرت.

اللہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں خوبصورت فطرت والے لوگ موجود ہیں اور قرآن پاک میں فرماتا ہے: "اور یقیناً تم ان لوگوں سے دوستی میں سب سے زیادہ قریب پاؤ گے جو ایمان لائے جو کہتے ہیں: ہم عیسائی ہیں، یہ اس لیے ہے کہ وہاں پادری ہیں۔ اور ان کے درمیان راہب اور اس لیے کہ وہ فخر سے پیش نہیں آتے۔" (باب مائدہ، آیت 82)

یہ آیت ہمیں یقین دلاتی ہے کہ مسیحی پادری اور فریار اکثر مثالی آدمی ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی تقویٰ اور عاجزی کے لیے وقف کر دی تھی، اور وہ عفت کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور برہمی اور غربت کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اگر کسی مومن کو کبھی مدد کی ضرورت ہوتی ہے، تو یقیناً یہ عیسائی مذہبی مردوں کا گروہ ہے جو ان کی مدد کے لیے تیار ہو گا، کیونکہ وہ سنتی اصولوں کے ایک مجموعہ کی پابندی کرتے ہیں جس کے لیے ان کے لیے خیراتی ہونا ضروری ہے۔ مسلمانوں کو عیسائی پادریوں، پیروں، راہبوں اور پادریوں کے ساتھ محبت اور احترام سے پیش آنا چاہیے، جیسا کہ قرآن ان کے بارے میں بہت زیادہ کہتا ہے۔ اسلام کی آفاقیت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ تمام مرد خواہ کسی بھی نسل، مذہب یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں، ہم آہنگی کے ساتھ رہیں۔

درحقیقت ہر روز قرآن پاک کی تلاوت دل کو نفرت اور غصہ سے پاک کرنے میں بہت فائدہ مند ہے۔

سورہ الکہف (باب غار) قرآن پاک کا 18واں باب ہے اور اس میں 110 آیات ہیں۔ یہاں دلچسپی کی پہلی چیز نمبر 18 سے متعلق ہے۔ نہ صرف باب نمبر 18 بلکہ اس آیت کا نمبر جس میں غار کے اندر جوانوں اور ان کے کتے کے حالات کو بیان کیا گیا ہے وہ بھی آیت نمبر 18 ہے۔ مزید یہ کہ پوری کہانی غار کی طرف پیچھے ہٹنے والے ان نوجوانوں کا اس باب (آیت نمبر 9 تا 26) میں لگاتار 18 آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

جب ہم کہانی کے آغاز (آیت 9) سے لے کر آیت 25 میں "تین سو" کے الفاظ تک تمام الفاظ گنتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 309 الفاظ ہیں۔ یہ اہم ہے، کیونکہ آیت کہتی ہے، "اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو کا اضافہ کریں،" فقرہ کے بعد پہلا لفظ بناتے ہوئے "اور وہ اپنے غار میں ٹھہرے رہے..." 309 واں لفظ! اگر ہم پہلی آیت کے آخر سے لے کر "تین سو" کے الفاظ تک شمار کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 300 الفاظ ہیں۔ آخر میں، اگر ہم کہانی کی اسی پہلی آیت میں لفظ "غار" سے شروع ہو کر لفظ "نو" تک گنتے ہیں تو ہمیں دوبارہ پتہ چلتا ہے کہ 309 الفاظ ہیں۔

قرآن پاک 18:25 میں، اللہ ہمیں واضح طور پر بتاتا ہے کہ اس کہانی میں متعلقہ وقت کا دورانیہ 300 سال تھا، لیکن اسے 309 کرنے کے لیے نو سال کا اضافہ کرنا چاہیے۔ حیرت ہوتی ہے جب ہمیں پتہ چلتا ہے کہ 300 شمسی سال 309 قمری سالوں کے برابر ہیں! یہ معجزاتی دریافت یہ بھی بتاتی ہے کہ اس زمانے کے لوگ (اصحابِ غار اور ان کے ہم عصر) شمسی سال استعمال کرتے تھے جیسا کہ آج کل زیادہ تر اسلامی قمری سالوں کے بجائے کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، متعلقہ مدت ان کے لیے 300 سال تھی، لیکن ہمیں مسلمانوں کی حیثیت سے اس تعداد میں نو کا اضافہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ کل اصل میں 309 قمری سال ہیں۔

گزرنے والے ہر دن کے ساتھ، ہم کچھ زیادہ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ ہماری زندگی دنوں کی تعداد کے سوا کچھ نہیں ہے۔

قرآن میں کہا گیا ہے: "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" سورہ آل عمران (3:185)

ہمیں ہر روز موت کو یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اگر یہ بہت زیادہ بوجھل معلوم ہوتا ہے، تو ہمیں ہر جمعہ کو موت کی آمد کو یاد کرنا چاہیے، اور قرآن سے سورہ کہف پڑھنا چاہیے، تاکہ ہم اجنبی کرائے کے فتنوں سے بچ جائیں۔

جمعہ کا دن برکت کا دن ہے اور جمعہ کے دن سورہ الکہف کی تلاوت کرنا سنت ہے۔ ایک بہت زیادہ اجر والی فضیلت، جس کی سختی سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی ہے۔

ہم باب کہف کیوں پڑھیں؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار نعمتوں اور انعامات کے ساتھ ساتھ سورہ کہف سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ قرآن پاک کا اتنا خوبصورت باب ہے کہ ایک سورت میں چار نہایت متاثر کن اخلاقی کہانیاں ہیں۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے کہ اس کی ہر آیت میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں اور سبق ہیں جو تلاش کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں۔

سورہ کہف کے چند اسباق:

1) عقیدہ کی آزمائش (اہلِ غار - اصحاب کہف)

2) دولت کی آزمائش (2 آدمیوں اور 2 باغوں کی کہانیاں)

3) علم کی آزمائش (حضرت موسیٰ اور الخضر)

4) طاقت کی آزمائش (ذوالقرنین مع یاجوج ماجوج)

سورہ کہف میں ان 4 کہانیوں کے بیچ میں شیطان ہی ہے جو ان آزمائشوں کو بھڑکاتا ہے: "اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو" اور انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کہ۔ جنوں میں سے اور اپنے رب کے حکم سے ہٹ گیا، تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا ساتھی بنا لو گے حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہ ظالموں کے لیے بدلہ ہے۔ قرآن، (18:50)

تو، ہم ان آزمائشوں سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کا حل سورہ کہف میں بھی پایا جا سکتا ہے۔

1) اخلاص کا سبق: "کہہ دو کہ میں تم جیسا ایک آدمی ہوں، جس پر وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، لہٰذا جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ نیک کام کرے اور شرک نہ کرے۔ اپنے رب کی عبادت کوئی بھی کرے۔" [قرآن، (18:110)]

2) ایمانداری کے ساتھ اللہ کو پکارنا: "اور (اے محمد)، آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، اسے پڑھو۔ اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور تم اس کے سوا کسی کو پناہ نہیں پاؤ گے۔ [قرآن، (18:27)]

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کو بہترین رزق دینے والا ہے!

پرندے اپنے رزق کے لیے مکمل طور پر اللہ پر منحصر ہیں۔

مچھلیاں اپنے رزق کے لیے مکمل طور پر اللہ پر منحصر ہیں۔

جانور اپنے رزق کے لیے مکمل طور پر اللہ پر منحصر ہیں۔

کیڑے مکوڑے اپنے رزق کے لیے مکمل طور پر اللہ پر منحصر ہیں۔

پوری بنی نوع انسان اپنے رزق کے لیے مکمل طور پر اللہ پر منحصر ہے۔

الحمدللہ!

اللہ اپنی ساری مخلوق کو رزق دینے کے لیے کافی ہے۔

الحمدللہ!

اللہ اپنی ساری مخلوق کو پالنے کے لیے کافی ہے۔

الحمدللہ!

اللہ اپنی ساری مخلوق کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔

الحمدللہ!

اللہ اپنی ساری مخلوق کے لیے زندگی کے ہر پہلو میں کافی ہے۔

ہمیں اللہ کے سوا کسی سپر پاور کی ضرورت نہیں۔

ہمیں اللہ کے سوا کسی مالیاتی ادارے کی مدد کی ضرورت نہیں۔

ہمیں صرف اللہ کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ آمین!

ہم اللہ کا قرب کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

اللہ کے قریب ہونے کا بہترین طریقہ سچ بولنا ہے۔ سچائی شفا کی کلید ہے۔ جلدی اور مکمل طور پرے ایماندار ہونا اور ہر چیز کے بارے میں اپنے اور اللہ کے ساتھ کھلا رہنا۔ اس کا مطلب ہے اپنے گناہوں کے بارے میں ایماندار ہونا، ان کا سامنا کرنا اور اللہ سے معافی مانگنا، اور پھر وہ کرنا جو کسی بھی چھوٹ جانے والی ذمہ داریوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہے۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ جو محسوس کر رہے ہیں اس کے بارے میں ایماندار ہونا۔ وہ درد جسے آپ نے دبا یا ہے اور وہ احساسات جنہیں آپ اپنے آپ سے اور دنیا سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھلا اور سچا اور سچا نہ ہونا اس شخص کی طرح ہے جو زخم کو ڈھانپتا ہے لیکن اسے کبھی صاف نہیں کرتا۔ اس سے انفیکشن ہو جائے گا، اور آخر کار کٹا بھی، لیکن مریض درد کو کم کرنے کے لیے بے ہوشی کی دوا لیتا ہے۔ کیا ہو گا؟ انفیکشن بڑھتا ہے۔ کسی چیز کو ڈھانپنے سے وہ دور نہیں ہوتی، اور صرف وقت ہی اس زخم کو بھرنے کے لیے کافی نہیں ہے جو صاف نہیں ہوتا۔

اللہ کے ساتھ سچا ہونے کے لیے پہلے یہ جان لیں کہ اللہ کسی کو بھی کبھی رد نہیں کرتا جو اس کے پاس سچے دل سے آتا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ جان لو کہ اللہ ماں اپنے بچے پر اس سے زیادہ مہربان ہے۔

دوسرا، رونے کی کوشش کریں۔ توڑنا اللہ کے ساتھ بے نیاز ہونے کمزوری کے بغیر سچائی نہیں ہے۔ اور اللہ کو کوئی چھپانے یا بیوقوف بنانے والا نہیں ہے۔ ایسا کرنا صرف اپنے آپ کو چھپانا اور بے وقوف بنانا ہے۔

جب آپ روتے ہیں اور ٹوٹتے ہیں اور اللہ کے سامنے کمزوری اور سچائی کا اظہار کرتے ہیں تو آپ زخم کو کھولتے اور صاف کر رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ توبہ کرتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں تو آپ زخم کو صاف کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اللہ کو قدرتی شفا کے عمل کو انجام دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جب آپ ڈھانپتے ہیں اور بے حسی کرتے ہیں اور دکھاوا کرتے ہیں - جب آپ چیزوں کو دراز میں رکھتے ہیں اور چابی پھینک دیتے ہیں - تو آپ صرف اس قدرتی شفا کے عمل کو روکتے ہیں اور اپنی تکلیف کو طول دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی لچکدار بنایا ہے۔ زخم ڈیزائن کا ایک حصہ ہیں، لیکن اسی طرح شفا ہے. آپ کو صرف اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ آپ اپنے راستے میں نہ آئیں۔

اللہ کو اپنی اصلیت دکھانے سے مت ڈرو۔ وہ تم سے زیادہ پیار کرے گا۔ وہ اب بھی پیار کرتا ہے۔ چاہے آپ کچھ بھی کریں۔ اس طرح، حقیقی شفا یابی اور امن کا راستہ شروع کریں.

جب آپ کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہو تو اللہ سے اپنے دل کی خواہش مانگنے کے لیے یہ دعا سیکھنا ضروری ہے۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ

ربی اننی لما انزلتا الیہ من خیرن فقیر: "اے میرے رب! تو مجھے جو بھی بھلائی بھیجے میں اس کا محتاج ہوں" [سورہ قصص؛ 28:24]

یہ حضرت موسیٰ کی دعا تھی جب وہ بے روزگار، بے گھر اور کھانے پینے کے پانی سے محروم تھے۔ سبحان اللہ، اللہ نے یہ خوبصورت الفاظ استعمال کرتے ہوئے اللہ سے مانگنے کے بعد جلد ہی ان کی حالت بدل دی، اور جلد ہی حضرت موسیٰ کے پاس نہ صرف رہائش، کھانا اور پانی تھا، بلکہ ایک نوکری اور بیوی بھی تھی۔

ایسا لگتا ہے کہ آپ ابھی کہیں نہیں پہنچ رہے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ اللہ آپ کے حالات کو ایک سیکنڈ میں بدل سکتا ہے۔ اللہ جب چاہے، ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ تو، اس پر بھروسہ کریں اور مضبوط رہیں!

اب آپ دیکھتے ہیں کہ جب آپ اس پر توکل کرتے ہیں تو اللہ آپ کے حالات کیسے بدل سکتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ غار کا باب 18 باب ہے۔ جبکہ 18 آیات کی تعداد ہے۔ جس میں اصحابِ غار کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ تو، آئیے قرآن 18:18 پر گہری نظر ڈالتے ہیں، جو کہ وہ آیت ہے۔ جو غار میں صحابہ کو بیان کرتی ہے۔

عربی لفظ "منہوم" (ان میں سے)، جو غار میں جوانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، باب کے آغاز سے ہ ان نمبروں کی اہمیت کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟ 114114 + 18 X 240 واں لفظ ہے۔ 240 = 7 قرآن کی اہم ریاضی کی کلیدوں میں سے ایک ہے اور قرآن میں ابواب کی تعداد ہے۔ اٹھارہ باب نمبر، آیت نمبر، اور لفظ نمبر بھی ہے، کیونکہ "منہوم" آیت کا 18واں لفظ ہے۔ آخر کار، ہمارے پاس سات رہ گئے، جو غار میں موجود نوجوانوں کی تعداد ہے!

یہی لفظ (منہوم) تین عربی حروف پر مشتمل ہے: م، ن، اور ہ۔ باب کے آغاز سے لے کر اس لفظ تک اور اس کے شامل ہونے تک ان حروف کی کل تعداد 228 ہے، جو کہ 114 + 114 کے برابر ہے!

مزید آگے بڑھیں تو اس باب میں تین آیات ہیں جو دلچسپ طور پر جڑی ہوئی ہیں۔ آیات 33، 66، اور
99 ہر ایک میں 11 الفاظ ہیں، 66 کے ساتھ دوہرا 33، اور 99 میں تین تین ہیں۔ اس گروپ میں، ہم
جبکہ 1 X، کے برابر ہے۔ 3 X دیکھتے ہیں کہ 11 الفاظ والی پہلی آیت کی آیت نمبر (آیت 33) 11
کے برابر ہے۔ ریاضیاتی 3 X 3 X کے برابر ہے، اور تیسری آیت نمبر 11 X 3 X 2 دوسری آیت نمبر 11
ہم آہنگی واقعی حیرت انگیز ہے۔ پھر بھی جب ہم آیت نمبرز (33 + 66 + 99) کو ایک ساتھ جوڑتے
ہیں اور کل 198 پر ختم ہوتے ہیں تو یہ مزید پریشان کن ہو جاتا ہے۔ یہ حیران کن ہے، کیونکہ 198
نمبر 11 ان آیات میں سے ہر ایک میں الفاظ کی کل تعداد ہے، جبکہ 18 باب نمبر ہے! 18 X = 11!

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ "غار" کے لیے عربی لفظ کا ذکر پورے قرآن میں صرف چار آیات میں
ہوا ہے، جن میں سے تین متواتر ہیں اور اس لیے ایک آزاد تعلق بنتے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے، ان
چاروں آیات کو ایک ساتھ دیکھتے ہوئے (قرآن 18:9، 18:10، 18:11، اور 18:16)، ہم دیکھتے ہیں کہ
ان آیات میں ہر ایک میں 10 بار ظاہر (K، H) , F) عربی میں لفظ "غار" کے ہجے کرنے والے حروف
کے برابر ہے۔ یہ 10 + 10 X ہوتا ہے، جبکہ اس باب میں آیات کی کل تعداد 110 ہے، جو کہ 10
دلچسپ ہے، لیکن جو چیز واقعی قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم تینوں متواتر کو دیکھتے ہیں۔ آیات
(آیات 9، 10 اور 11)، جو اس سے بھی زیادہ مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں اور سبھی میں "غار" کے
لیے عربی لفظ موجود ہے۔ "غار" کا عربی لفظ پانچ حروف پر مشتمل ہے، اور ان تینوں آیات میں سے
ہر ایک میں یہ پانچویں لفظ کے طور پر ظاہر ہوتا ہے! یہ ان تین آیات کے درمیان ایک مضبوط تعلق
کی تصدیق کرتا ہے، جو ہمیں مزید گہرائی میں کھودنے پر اکساتا ہے۔

ہر آیت میں "غار" کے لیے عربی لفظ کی پوزیشن کو مزید قریب سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے
کہ آیت نمبر 9 میں اس کے بعد 5 الفاظ، آیت 10 میں اس کے بعد 11 اور آیت 11 میں اس کے بعد 2
الفاظ آئے ہیں۔ ان تینوں اعداد کا مجموعہ (5+11+2) پھر ہمیں 18 دیتا ہے، جو کہ جیسا کہ آپ اب
تک جانتے ہیں، باب غار کا باب نمبر ہے، جو 18 آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر بھی کوئی پوچھ سکتا ہے کہ ہم ان اعداد و شمار کو ایک ساتھ ضرب کرنے کی کوشش کیوں نہیں
کرتے ہیں۔

ہمیں 110 دیتا ہے، جو کہ باب میں آیات کی کل تعداد ہے! کیا یہ انسانی استطاعت سے 5 X 11 X 2
باہر نہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باب 18 میں منفرد طور پر منسلک آیات اور ان کے اندر "غار" کا
لفظ (جو باب کا نام بھی ہے) ہمیں اعداد فراہم کرتا ہے، جو کہ اگر ایک ساتھ جوڑا جائے تو باب نمبر،
اور- اگر ضرب کیا جائے تو باب میں آیات کی تعداد نکلتی ہے؟ درحقیقت، اس باب کا 110واں لفظ (جو
ان تین آیات میں سے تیسرے میں آتا ہے) عربی لفظ ہے "غار" کے لیے! ایک بار پھر، یہ واقعی شاندار ہے.

مبالغہ آرائی کے بغیر، قرآن کے کسی بھی باب میں عددی معجزات چونکا دینے والے ہیں اور کسی بھی
کتاب کی مکمل وضاحت کے لیے بہت زیادہ ہیں۔ تاہم، مجھے ایک بار پھر اس بات پر زور دینا چاہیے کہ
قرآن میں ریاضیاتی طور پر معجزہ ایک نیا شعبہ ہے، اور نتائج کا غلط استعمال نہ کرنے کے لیے بہت
احتیاط برتی جائے۔

قرآن کوئی کتاب یا ادب کا ٹکڑا نہیں ہے، بلکہ یہ خدا کا کلام ہے، جہاں اللہ مخلوق سے بات کرتا ہے اور ہمیں نصیحت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہم سے ایک سوال کیا ہے:

قرآن مجید میں بہت سے سوالات ہیں، لیکن ہماری بحث کی مناسبت سے چند آیات ہیں، جہاں اللہ ہم سے اس انداز میں پوچھتا ہے کہ ہمیں کسی نتیجے پر پہنچنا ہے، اور یہ کہ ہم ان سوالات کا صحیح جواب دیں، کیونکہ یہ بالکل ضروری ہے۔ ہماری دنیا، قبر اور آخرت میں کامیابی ہے۔

اور یہ سوالات ایسے ہیں کہ کوئی یونیورسٹی کی ڈگریاں، اور انسانی عقل کی کوئی مشق آپ کو ان سوالات کے صحیح جواب دینے کے قابل نہیں بنائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! کیا آپ ابھی وجود میں آئے ہیں- بالکل اسی طرح، جیسا کہ کچھ نظریات کا مطلب ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے آباؤ اجداد کے لیے بندر بننے کا انتخاب کرتے agnostics بتاتے ہیں، اور ہیں، تو یہ ضروری نہیں ہے کہ باقی سب اس کا انتخاب کریں۔ تو اللہ تعالیٰ پوچھ رہا ہے کہ کیا تم محض اتفاقاً وجود میں آئے، یا تم ہی خالق ہو، یا تم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟

میرے پیارے محترم قارئین، واضح حقیقت یہ ہے کہ ہم انسان اپنے طور پر ایک پتھر نہیں بنا سکتے، پہاڑ کو چھوڑ دیں۔ ہم ایک پتی نہیں بنا سکتے، ایک درخت کو چھوڑ دیں۔

جب ہم اپنے خالق کے احسانات اور عظمت کے بارے میں سوچتے ہیں، تو ہم مدد نہیں کر سکتے بلکہ اظہار تشکر کر سکتے ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: شکر دل میں ہو سکتا ہے، تواضع اور عاجزی میں۔ زبان پر، تعریف اور اعتراف میں؛ اور جسمانی فیکلٹیز میں، فرمانبرداری اور تابعداری کے ذریعے۔ (مدارج السالکین)

پھر بھی، اکثر اوقات، ہم اپنے بنانے والے، مہربان خُدا کا شکر گزار ہونا بھول جاتے ہیں جو ہماری پرورش کرتا ہے۔ "اے اللہ! ہمیں اس وقت کے لیے معاف فرما جب ہم تیرا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں ان بے شمار نعمتوں کے لیے جو تو نے ہمیں عطا کی ہیں۔ ہمارے دل تشکر سے لبریز ہیں۔ ہمیں اعتماد، امید اور صبر کا انتخاب کرنے میں مدد کریں جب ہمیں کوئی راستہ نظر نہیں آتا! اللہ! کل سے بہتر ہونے میں میری رہنمائی میں مدد کریں۔ اے اللہ! مجھے یہ سمجھنے میں مدد کریں کہ شکرگزاری اصل میں کیا ہے۔ اٹل ایمان کے ساتھ دنیا بھر میں ظالمانہ مظالم کا سامنا کرنے والے بھائیوں اور بہنوں کو برکت دے! آمین۔

ہم سب اپنی زندگی میں مشکلات سے گزرتے ہیں کیونکہ یہ زندگی ایک امتحان ہے۔ اللہ ہمیں ان چیزوں سے آزماتا ہے جن سے ہم محبت کرتے ہیں صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم کتنے صبر کرتے ہیں اور کتنا تقویٰ رکھتے ہیں۔ یہ یا تو کسی عزیز کو کھونے، نوکری سے محروم، خاندان ٹوٹنے، ماحول سے نمٹنا، دولت کی کمی، صحت وغیرہ کی صورت میں ہے، اگر اللہ نے ہماری زندگی میں مشکلات نہ

لائیں تو ہم نعمتوں کی مٹھاس کیسے چکھیں گے؟ کیا اس نے ہمیں دیا ہے؟ صابر، ایمان اور تقویٰ کی مٹھاس؟ ہر انسان کا امتحان اس کے صبر، ایمان اور تقویٰ کے مطابق ہوتا ہے لیکن بہترین وہ ہیں جو آزمائشوں اور مشکلات سے گزر کر اللہ کی طرف رجوع کریں، اللہ سے مدد مانگیں اور صبر کریں۔

اگر زندگی میں ہر چیز ہمیشہ ہموار رہتی ہے تو پھر انسان اللہ کو کیوں یاد کرے گا اور ان چیزوں کے لیے اس کی تعریف کرے گا جو اس کی زندگی میں اب بھی اچھی ہیں؟ اور ہم تہجد کے لیے اٹھنے، اپنے گناہوں کو ترک کرنے اور اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کیوں کریں گے؟ وہ لمحات جو ہم نماز کی چٹائی پر روتے ہوئے اور اللہ سے اپنے دل کو ٹھیک کرنے اور اپنی زندگی میں چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے التجا کرتے ہوئے گزارتے ہیں، وہ لمحات خود ہی نعمت ہیں۔ کیونکہ یہ دنیا عارضی ہے، اور ہمارا رب ہمیشہ کے لیے یہاں ہے! تو کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ مشقت جو ہمیں ہمارے رب کے قریب کر دے اس نعمت سے بہتر ہے جو ہمیں اس سے دور کر دے؟

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ’’بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے‘‘۔ [94:5]

ایک بار نہیں دو بار، مشکل کے ساتھ آسانی آتی ہے، ہماری زندگی میں ہمیشہ کچھ بھی برا نہیں ہوتا، شکر گزار ہونے کے لیے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، اگر ہم اپنے اردگرد نظر ڈالیں اور محسوس کریں تو ہمارے پاس اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے بہت کچھ باقی ہے، ان چیزوں کی شکایت کرنے سے جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ مشکلوں کے ساتھ اللہ ہمیں اس کو برداشت کرنے کی طاقت اور صبر بھی دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائشوں میں ڈالتا ہے، جو راضی ہو اس کے لیے قناعت ہے، اور جو ناراض ہو اس کے لیے غضب ہے۔" [ترمذی]۔

تو، صبر کرو! بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ آپ کی آسانی آپ کے خیال سے زیادہ قریب ہے۔ بس تھوڑا اور پکڑو۔

قرآن کے ریاضی کے معجزات

قرآن ایک مقدس کتاب ہے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مرحلہ وار نازل ہوئی۔ قرآنی آیات کو مسلمان خدا کا مقدس کلام مانتے ہیں۔ جس نے بھی قرآن کو پڑھا اور سمجھا ہے وہ اس کی عظمت کی گواہی دے سکتا ہے۔ قرآن اپنے آپ کو جہانوں کے لیے ہدایت کے طور پر متعارف کراتا ہے (3:96)؛ اور ظاہر نور (4:174)۔

غیر معمولی علم

قرآن کا متن بہت سے حوالوں سے معجزانہ ہے، اور عربی متن معیاری شاعری اور نثری زمروں کے مطابق نہیں ہوگا جو عام طور پر تحریری اور بولی جانے والی زبانوں کی دوسری شکلوں سے ظاہر ہوتا ہے اور اس لیے اسے مافوق الفطرت سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اس آسمانی کتاب کے چند عددی معجزات یہ ہیں۔

اعداد کا الہی توازن

1. قرآن میں لفظ "صلوات" (نماز) کا ذکر 5 بار آیا ہے، اور ہر مسلمان کے لیے روزانہ کی فرض نمازوں کی تعداد صبح، ظہر، عصر، المغرب، عشاء ہے۔

2. لفظ "سحر" (مہینہ) کا ذکر قرآن مجید میں 12 بار آیا ہے، جس طرح ایک سال میں مہینوں کی تعداد ہوتی ہے۔

3. لفظ "یون" (دن)، واحد میں، قرآن میں 365 بار ذکر ہوا ہے، جس طرح ایک سال میں دنوں کی تعداد ہوتی ہے۔
4. لفظ "ایام" (دن)، جمع میں، قرآن میں 30 بار ذکر ہوا ہے، جس طرح ایک مہینے میں مہینوں کی تعداد ہے۔

The precise number of a word and its antonym mentioned in Quran

“al Hayat” (life), 145 times
“al Mawt” (death), 145 times
“al-Dunya” (mundane life), 115 times
“al Ajira” (the afterlife), 115 times
“Malaika” (angels), 88 times
“Shayatin” (demons), 88 times
“ar Rajul (man), 24 times
“al Mar’a (woman), 24 times
“ar Raghba (wish), 8 times
“al Jauf (fear), 8 times
“as Salihat (good deeds), 167 times
“as Sayya’at” (wrongdoings), 167 times
“an Nafaa” (benefit), 50 times
“al Fasad (corruption), 50 times
These are just a few examples of the incredible number balance in the Quran. This book is full of miracles and a call towards guidance, the more you learn from it the more it teaches you.
There are numerous scientific and mathematical miracles In Quran waiting for us to discover them.

Meters, Kilometers, Miles, Light-Years.
1400 years ago people knew the cubit, a measure suitable for short distances. Meters, kilometers, miles and light-years were not invented yet, however we found their equivalent in the Quran.

Meters, Kilometers, Miles, Light-Years.
Meters.
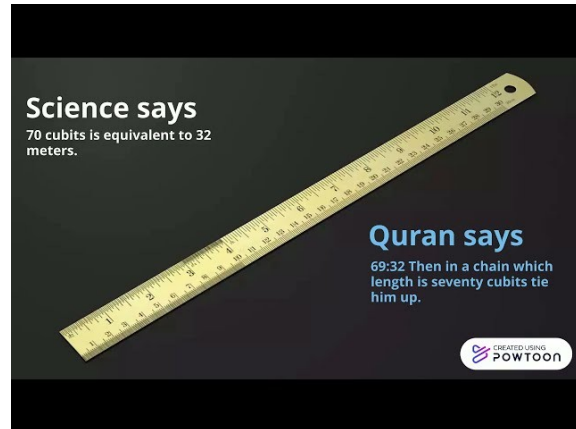
کلومیٹر
ہم نے قرآن میں کلومیٹر بھی پایا۔ قرآن میں آئرن کی جتنی آیات ہیں اتنی ہی تعداد زمین پر لوہے کی کلومیٹر ہے۔ قرآن کے شروع سے باب لوہے میں لوہے کی آیت تک 5100 آیات ہیں۔ پتہ چلا کہ زمین پر لوہا سطح سے 5100 کلومیٹر نیچے اپنے مرکز میں مرتکز ہے۔
زمین اندرونی
تقریباً 3,500 کلومیٹر (2,200 میل) کے رداس کے ساتھ، زمین کا مرکز پورے سیارے مریخ کے حجم کے برابر ہے۔ زمین کی کمیت کا تقریباً ایک تہائی حصہ کور میں موجود ہے، جس میں سے زیادہ تر مائع آئرن ہے جو نکل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور کچھ ہلکے، کائناتی طور پر وافر اجزاء (مثلاً، سلفر، آکسیجن، اور، متنازعہ طور پر، یہاں تک کہ ہائیڈروجن)۔ اس کی مائع نوعیت کا انکشاف قینچ کی قسم کی زلزلہ کی لہروں کے کور میں داخل ہونے میں ناکامی سے ہوتا ہے۔ کور کا ایک چھوٹا، مرکزی حصہ، تاہم، تقریباً 5,100 کلومیٹر (3,200 میل) کی گہرائی سے نیچے، ٹھوس لوہا ہے۔

برٹانیکا، ارتھ دی داخلہ، 2019

لوہا زمین کی سطح سے 5100 کلومیٹر نیچے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باب لوح میں لوہے کی آیت کی 5100 آیات ہیں۔

باب "آئرن" میں "آئرن" پر مشتمل آیت دراصل قرآن مجید کی آیت نمبر 5100 ہے، یہ زمین پر لوہے کی کلومیٹر کی اتنی ہی تعداد ہے۔
1400 سال پہلے رہنے والے ایک عرب یتیم چرواہے محمد کو کلومیٹر کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا تھا؟
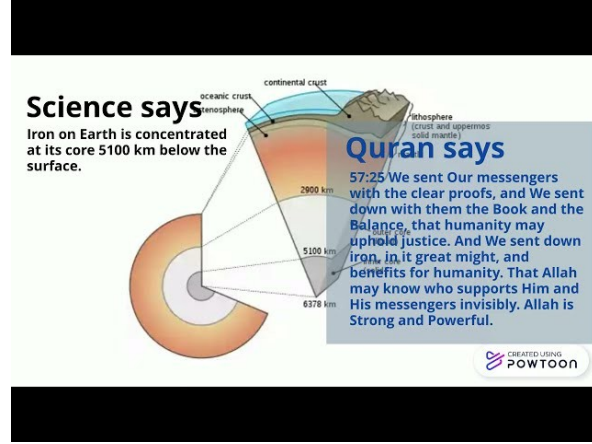
Miles
We also found miles in the Quran; the number of verses between Kaaba and Al-Aqsa Mosque is the same number of miles between them geographically.
[Quran 9:28]
O you who believe! The polytheists are polluted, so let them not approach the Sacred Mosque after this year of theirs. And if you fear poverty, Allah will enrich you from His grace, if He wills. Allah is Aware and Wise.
[Quran 17:1]
Glory to Him who journeyed His servant by night, from the Sacred Mosque, to the Al-Aqsa Mosque, whose precincts We have blessed, in order to show him of Our wonders. He is the Listener, the Beholder.
The verses that contain the Sacred Mosque (Kaaba) and Al-Aqsa Mosque are separated by 767 verses.
2030 - 1263 = 767

The verses that contain the Sacred Mosque (Kaaba) and Al-Aqsa Mosque are separated by 767 verses; it turned-out that geographically they separated by 767 miles.

Kaaba 21.4225° N, 39.8262° E

Aqsa 31.7761° N, 35.2358° E. Distance between the two mosques is 767 miles.

How could Mohamed, an Arab orphan shepherd, who lived 1400 years ago have known about miles?

نوری سال

ہمیں قرآن میں نوری سال بھی ملتے ہیں۔ ہمارے آسمان کا سب سے روشن ستارہ سیریس کہلاتا ہے۔ اور قرآن میں اس کا ذکر باب "ستارہ" میں نام سے کیا گیا ہے۔ لفظ "ستارہ" اور لفظ "زمین" کو 861 حروف سے الگ کیا گیا ہے۔ آج ہم جانتے ہیں کہ سیریس زمین سے 861 سنٹی نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

قرآن 53:49

اور یہ کہ وہی ہے جو سیریس کا رب ہے۔

سیریس زمین سے 8.61 نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

سے: www.convertunits.com مختصر فاصلے کے پیمانے پر تبدیل ہو رہا ہے۔ 8.61 نوری سال 861 سنٹی نوری سال کے برابر ہے۔ لہذا سیریس کا فاصلہ 861 سنٹی نوری سال ہے۔ معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں لفظ "ستارہ" اور آیت نمبر 32 میں لفظ "زمین" کے درمیان 861 حروف ہیں۔

286099 - 285238 = 861

لفظ "ستارہ" اور لفظ "زمین" کو 861 حروف سے الگ کیا گیا ہے۔ آج ہم جانتے ہیں کہ سیریس زمین سے 861 سنٹی نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

Bismillah: Miracle 19 Letters

This is the opening verse of the Quran. It occurs 114 times in the Quran and appears at the beginning of 113 Suras of the Quran. In every manuscript of the Quran since its initial revelation to the prophet it has been written with exactly 19 letters.

Here is one of the oldest manuscripts from the University of Birmingham which is carbon-dated to potentially during the prophet’s own life.
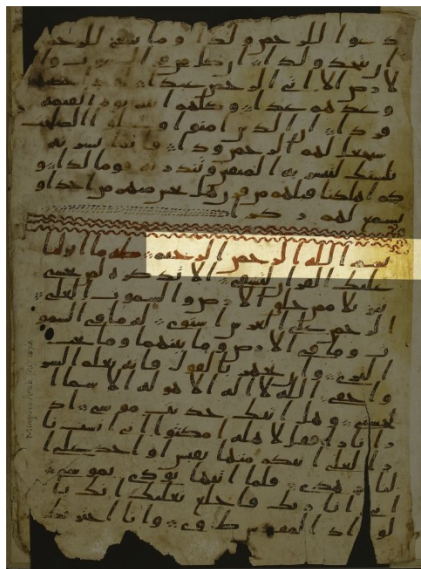
wikipedia.org/wiki/Birmingham_Quran_manuscript

If we split the letters of the Bismillah we can more clearly see this.

بِ سْ مِ ٱ ل لَّ هِ ٱ ل رَّ حْ مَٰ نِ ٱ ل رَّ حِ ي مِ

19 18 17 16 15 14 13 12 11 10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

دلچسپ بات یہ ہے کہ بسم اللہ بالکل 19 حروف پر مشتمل ہے اس وقت تک کبھی بھی بحث کا موضوع نہیں تھا جب تک کہ
قرآن کے ریاضیاتی معجزہ اور اس کے 19 نمبر کے مشترک فرق کی دریافت نہ ہو جائے۔ اس معجزانہ تلاش کو بدنام کرنے کے
لیے۔ حملہ کا ایک ویکٹر جس کی افراد نے کوشش کی ہے یہ دعویٰ کرنا ہے کہ بسم اللہ میں 19 حروف موجود نہیں تھے
باوجود اس کے کہ کوئی بھی آنکھوں والا خود دیکھ سکتا ہے۔
قرآن کے ریاضیاتی معجزہ تک بسم اللہ کے حروف کی تعداد میں اختلاف نہ ہونے کا ایک سادہ سا ثبوت یہ ہے کہ نسلوں تک
لوگ بسم اللہ کے اصل متن کو لکھنے کے متبادل کے طور پر 786 لکھتے رہیں گے۔ انہوں نے ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عربی
میں ہر حرف ایک آواز کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ ایک عدد بھی، جو رومن ہندسوں کی طرح ہے۔ ہر حرف کو تفویض کردہ نمبر
اس کی "جیمیٹریکل ویلیو" ہے۔ عربی حروف تہجی کی عددی قدریں ذیل میں دکھائی گئی ہیں۔

								ا 1
ي 10	ط 9	ح 8	ز 7	و 6	ه 5	د 4	ج 3	ب 2
ق 100	ص 90	ف 80	ع 70	س 60	ن 50	م 40	ل 30	ك 20
غ 1000	ظ 900	ض 800	ذ 700	خ 600	ث 500	ت 400	ش 300	ر 200

Here is how the gematrical value of Bismillah results in a total of 786.

Letter Count	Letter	Gematrical Value
1	ب	2
2	س	60
3	م	40
4	ا	1
5	ل	30
6	ل	30
7	ه	5
8	ا	1
9	ل	30
10	ر	200
11	ح	8
12	م	40
13	ن	50
14	ا	1
15	ل	30
16	ر	200
17	ح	8
18	ي	10
19	م	40
	Total =	**786**

Share this

MIRACLE IN THE OPENING VERSE OF HOLY QURAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" In the name of Allah, the most beneficient, the most merciful"

This is very first and most repeated verse in Quran

==

"Bismilla" contains 4 word and 19 letters.

It repeated 114 times in the Quran ⟶ 114 = 6 x 19

Chapter 9 has no "Bismillah" and chapter 27 has two "Bismillah"
No.of chapters from chapter 9 to 27 = 19

Sum of chapter no. 9 + 10 + 11 + ...+ 27 = 342 ⟶ 342 = 18 x 19

In Arabic, each letter has a numerical value based on ancient system of abjad numerology.

These are the numerical value of Arabic alphabet :

50	40	30	20	10	9	8	7	6	5	4	3	2	1
ن ں	م	ل	ک گ	ی ے	ط	ح	ز ژ	و	ھ ہ	د ڈ	ج چ	ب پ	ا آ
غ	ظ	ض	ذ	خ	ث	ت ٹ	ش	ر ڑ	ق	ص	ف	ع	س
1000	900	800	700	600	500	400	300	200	100	90	80	70	60

Based on this table we can find the numerical value of "Bismilla" as follows

بسم اللہ الرحمن الرحیم = 786

ب س م 2 60 40	ا ل ل ہ 1 30 30 5	ا ل ر ح م ن 1 30 200 8 40 50	ا ل ر ح ي م 1 30 200 8 10 40
102	66	329	289

Value of 1st word in Quran 2+60+40 = 102
Value of 1st verse in Quran 102+66+329+289 = 786

If value of 1st word in Quran writes like this
1102 = 58 × 19

If value of 1st verse in Quran write like this
1786 = 94 X 19

"Bismillah" contains 4 word and 19 letters
419786 = 22094 X 19

The numerical value of each individual letter is placed side by side beside the corresponding word number.

ب س م	ا ل ل ه	ا ل ر ح م ن	ا ل ر ح ي م
2 60 40	1 30 30 5	1 30 200 8 40 50	1 30 200 8 10 40
102	66	329	289

The numerical value of each individual letter is placed side by side beside the corresponding word number.

If numerical value of each letter write like this

1 26040 2 130305 3 13020084050 4 13020081040

= 66336954226595422109686863843162160 × 19

AGAIN MULTIPLE OF 19

ب س م	ا ل ل ه	ا ل ر ح م ن	ا ل ر ح ي م
2 60 40	1 30 30 5	1 30 200 8 40 50	1 30 200 8 10 40
102	66	329	289

If numerical value of each letter write like this

2160240314305306571830920010811401250131143015200168171018401

=113696858647647714306890526884810592112165421852640430053600 1 × 19

AGAIN MULTIPLE OF 19

ب س م
2 60 40
102
ا ل ل ه
1 30 30 5
66
ا ل ر ح م ن
1 30 200 8 40 50
329
ا ل ر ح ي م
1 30 200 8 10 40
289
3 letters
4 letters
6 letters
6 letters
If no.of letters in each word add to the no.of letters in next word
Refer to the number of letters in this sentence.
بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ
19 18 17 16 15 14 13 12 11 10 9 8 7 6 5 4 3 2 1
1 2 3 4
AGAIN MULTIPLE OF 19
13 27 313419 = 69858601 × 19

ب س م
2 60 40
102
ا ل ل ه
1 30 30 5
66
ا ل ر ح م ن
1 30 200 8 40 50
329
ا ل ر ح ي م
1 30 200 8 10 40
289
3 letters
4 letters
6 letters
6 letters
If no.of letters in each word add with the numerical value of each word
AGAIN MULTIPLE OF 19
1105 270 3335 4295 = 5817212281805 × 19

ب س م
2 60 40
102
ا ل ل ه
1 30 30 5
66
ا ل ر ح م ن
1 30 200 8 40 50
329
ا ل ر ح ي م
1 30 200 8 10 40
289
3 letters
4 letters
6 letters
6 letters
If numerical value of each word and letter write like this
3 4 6 6

ب س م
2 60 40
102
ا ل ل ه
1 30 30 5
66
ا ل ر ح م ن
1 30 200 8 40 50
329
ا ل ر ح ي م
1 30 200 8 10 40
289
3 letters
4 letters
6 letters
6 letters
If numerical value of each word and letter write like this
3102 26040 466 130305 6329 13020084050 6289 13020081040
= 16327686340322647664890158951792138363843162160 × 19
AGAIN MULTIPLE OF 19

بنی نوع انسان کمزور ہے اور اللہ جو کائنات کا بنانے والا ہے غالب اور حکیم ہے۔ ہم کچھ بھی نہیں بنا سکتے، ریت کا ایک دانہ بھی نہیں، زمین کی سطح پر موجود تمام ریت کو چھوڑ دیں، اور ہم ایک پنکھ بھی نہیں بنا سکتے، اپنے سامنے نظر آنے والے خوبصورت مور کو چھوڑ دیں۔ انسان اپنی تمام تر ذہانت کے ساتھ، اپنی تمام تر عقلوں کے ساتھ، اپنے تمام علوم اور اپنی تمام ٹیکنالوجی کے ساتھ، پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بنا سکتا، جو بہت بڑے سمندروں کو ہم اپنے سامنے دیکھتے ہیں، تو یقیناً ہم تخلیق کرنے والے نہیں ہیں۔ . درحقیقت جب ہم ان خوبصورت تناسب اور نظاموں کو دیکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی شاندار تخلیق میں دکھائے ہیں تو عقل و منطق حتیٰ کہ آج کی سائنس بھی مانتی ہے کہ یہ سب اتفاقاً وجود میں نہیں آ سکتے تھے۔ لہٰذا، یہ سوچنا ایک مضحکہ خیز خیال ہے کہ یہ تمام وسیع زمین خود ہی پھولی ہے۔ یہاں تک کہ سائنس بھی کہتی رہی ہے کہ یہ سب اتفاقاً وجود میں نہیں آسکتا تھا، اور یقیناً کوئی خالق ہے۔

وہ خالق کون ہے؟

یہاں انسانوں کا علم، اور سائنس، جو انسانی عقل پر مبنی علم ہے، رک جاتی ہے۔ قرآن نے پہلے ہی اعلان کیا ہے، "جب یہ ایک حقیقی حقیقت کی بات آتی ہے، تو ان کا علم متروک ہو جاتا ہے! وہ شک میں ہیں۔ درحقیقت وہ بالکل اندھے ہیں۔"

اس متعلقہ سوال کے جواب کے لیے جس پر دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے، اس کے لیے ہم انسانی علم اور انسانی عقل پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے ہمیں اللہ کی طرف سے وحی کی ضرورت ہے۔

یہ سب کس نے وجود میں لایا؟ یہ جاننے کے لیے ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا، جو تقریباً پندرہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے آیات کی تلاوت فرمائی: ’’بے شک تمہارا رب اللہ ہے! "

"سات آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا خالق ایک اللہ ہے!"

"اللہ نے آسمانوں کو بلند ہونے کا حکم دیا اور اس نے ہمیں اٹھا لیا!"

‘‘اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور وہ پھیل گئی۔’’

‘‘اللہ نے چاند کو حکم دیا اور اللہ نے ستاروں کو حکم دیا اور وہ اپنے مدار میں داخل ہو گیا۔’’

"اللہ نے سورج کو روشن کیا، چاند کو روشن کیا!"

اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کا نظام کامل کمال، قطعی درستگی کے ساتھ ترتیب دیا، تاکہ اگر ہم آج کی تاریخ کو درج کریں، اور دیکھیں کہ آج کی صبح کتنے بجے طلوع ہوئی، اور ہم ایک ہزار سال پہلے واپس جاسکتے ہیں، اور ہم اسے پائیں گے۔ اس دن، بالکل اسی وقت سورج طلوع ہوا۔ اب سے ایک ہزار سال بعد، اگر زمین اب بھی موجود ہے، بالکل اسی وقت، سورج طلوع ہوگا۔

آسمان کس نے اٹھایا؟ اللہ!

زمین کو کس نے پھیلایا؟ اللہ!

چاند اور ستاروں کو مدار میں کس نے ڈالا؟ اللہ!

سورج کو روشن اور چاند کو کس نے روشن کیا؟ اللہ!

دن رات کا نظام کس نے لایا؟ اللہ!

سورج کی روشنی کو کس نے بنایا؟ اللہ!

سورج ہر سیکنڈ میں پانچ سو ملین ہائیڈروجن بموں کے برابر ہر سیکنڈ میں توانائی اور روشنی دیتا ہے اور سورج سے جو شعلے نکل رہے ہیں وہ ایک لاکھ میل طویل ہیں اور یہ سلسلہ ہزاروں سال سے جاری ہے۔ یہ ساری طاقت کہاں سے آ رہی ہے؟ صرف ایک اللہ کی طرف سے!

بارش کے بادلوں کو کون جمع کرتا ہے؟ اللہ!

کون ان بادلوں کو ٹکرانے کا سبب بنتا ہے، گرج اور بجلی پیدا کرتا ہے؟ اللہ!

بارش کا پانی گرنے کا سبب کون ہے؟ ایک اللہ! وہ بارش کے پانی کو جہاں چاہتا ہے وہاں گراتا ہے۔ وہ اسے جہاں سے ہٹانا چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ اس نے ایک کامل نظام قائم کیا تاکہ ہر سیکنڈ، سولہ ملین ٹن پانی زمین سے بخارات بن کر فضا میں بن جائے، اور ہر سیکنڈ میں، فضا سے بالکل اتنی ہی مقدار میں پانی زمین پر واپس آجائے!

یہ کامل پیمائش اور موافقت صرف ایک اللہ کے اختیار میں ہے! بارش کے پانی کو گرانے والا ایک اللہ ہے! زمین کو پھیلانے والا ایک اللہ ہے! وہ جو ایک اللہ میں بیجوں سے پھوٹ نکلتا ہے۔ یہ اللہ ہی ہے جو زمین سے پھوٹ نکلتا ہے!

انگور، مکئی، کھجور، درخت، پھل اور نباتات اللہ کی طرف سے ہیں۔ اللہ کی طرف سے روزمرہ کے تحفوں کو دیکھیں جو وہ ہمیں اور ہمارے مویشیوں کو خوشحالی کے لیے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پکارتا ہے کیا کوئی اور ہے جس نے اس زمین کو تمہارے لیے مستحکم کیا ہو؟

بے شک یہ زمین ساکن نہیں ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ زمین کو دیکھو اللہ کی عظمت کے آثار نظر آئیں گے۔ یہ زمین مستحکم نہیں ہے بلکہ گھوم رہی ہے۔ یہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہا ہے، 65000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے باہر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب بھی ایک تیسری حرکت باقی ہے: یہ زمین شمال کی طرف 23 درجے اور جنوب کی طرف 23 درجے جھکتی ہے، اور زمین کا یہ جھکاؤ، جو کھلی آنکھ سے نظر نہیں آتا، چار موسموں کو جنم دیتا ہے۔ ہواؤں کی حرکت سے یہی ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فضا میں دم گھٹ جاتا۔

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا کوئی اور ہے جس نے اس زمین کو تمہارے لیے مستحکم کیا ہو؟

کیا کوئی اور ہے جس نے پہاڑوں کو زمین پر کھونٹی بنا دیا ہو؟ کیا کوئی اور ہے جس نے تمہیں میٹھا پانی پلایا ہو؟ کوئی اور ہے جس نے تمہیں کھارا پانی پلایا ہو؟ کیا کوئی اور ہے جس نے پانی کے دو اجسام کے درمیان حد بندی کر دی ہو کہ وہ آپس میں نہ ملیں؟

اللہ انسانوں کو پکارتا ہے: کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کیا تیرے اللہ کے سوا کوئی طاقت ہے؟ کیا تیرے اللہ کے سوا کوئی ہے؟ ہمارے اردگرد کی ہر چیز ایک زندہ گواہی ہے، ایک زندہ دعوت ہے، تاکہ ہمیں اللہ کی عظمت کو سمجھا جا سکے۔

ہوا کی ہر سانس جو ہم لے رہے ہیں اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان چوبیس گھنٹے میں چوبیس ہزار بار سانس اندر اور باہر کرتا ہے! ہر انسان ایک دن اور ایک رات میں بیس ہزار بار سانس لے رہا ہے، اس پر کوئی سوچے سمجھے یا غور کیے بغیر، ہر انسان پچھلے چوبیس گھنٹوں میں آٹھ ہزار لیٹر آکسیجن میں سانس لیتا ہے۔

اگر اللہ نے ہماری ہوائی سپلائی منقطع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اللہ ہمیں اپنی آکسیجن خریدنے کو کہے تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ ان ڈاکٹروں سے پوچھیں جو ہسپتالوں میں سانس کے علاج کے ماہر ہیں، ایک لیٹر آکسیجن کی قیمت ایک ڈالر کے لگ بھگ ہے، اور آپ کو روزانہ آٹھ ہزار لیٹر کی ضرورت ہے، تو آپ کو ہوا میں سانس لینے کے لیے روزانہ آٹھ ہزار ڈالر ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ ایک شخص کی آکسیجن کی قیمت ہے۔ خاندان کے دوسرے افراد کا کیا ہوگا جنہیں سانس لینے کی بھی ضرورت ہے؟ ان بھائیوں، بہنوں، باپوں اور ماؤں کا کیا ہوگا جنہیں آٹھ ہزار لیٹر آکسیجن کی بھی ضرورت ہے؟ اللہ آپ کو جو ہوا مفت میں دیتا ہے اس کا آپ کا یومیہ بل کیا ہوگا؟

اس کرہ ارض پر آٹھ ارب لوگ ہیں، اور سب سانس لے رہے ہیں، یعنی اس ماحول سے 64 ارب لیٹر آکسیجن روزانہ انسانی جسم میں داخل ہو رہی ہے۔ میٹھی آکسیجن آتی ہے اور نقصان دہ اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائیڈ نکلتی ہے، پھر بھی فضا میں آکسیجن کی سطح اکیس فیصد رہتی ہے! کنٹرول کہاں ہے؟ یہ کس کا نظام ہے؟ یہ نظام کس نے قائم کیا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ لینے والے پودے سورج کی روشنی کے ساتھ کلوروفیل کے ساتھ مکمل عمل کرتے ہیں اور اسے فضا میں آکسیجن سے بدل دیتے ہیں؟ اگر آکسیجن کی سطح ایک یا دو فیصد تک بڑھ جائے تو حادثاتی طور پر لگنے والی آگ کی تعداد 700 گنا بڑھ جائے گی۔ اگر آکسیجن کی سطح 25 فیصد تک بڑھ جائے تو زمین کی سطح پر موجود ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے گی۔ لہٰذا، ہوا کے ہر اس سانس میں جو آپ کھینچ رہے ہیں، جس کے بارے میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے، اللہ آپ کو اللہ کی عظمت کو پہچاننے کی دعوت دے رہا ہے!

ہماری زندگی میں ہر روز، ہم صحت اور دوستی کی خوبصورتی کا تجربہ کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔

قرآن ہمیں ان اچھی چیزوں کی یاد دلاتا ہے جن کا ہم نے تجربہ کیا۔

"ہم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹل سکتے ہیں؟"

ہر نئے دن ہم اللہ کی محبت اور بخشش میں اپنی امید کی تجدید کرتے ہیں۔

ہر روز جب صبح کی نماز پڑھ کر ہم اپنے دن کا آغاز اللہ رب العزت سے گفتگو سے کرتے ہیں۔

ہر روز جب سورہ یٰسین سمیت قرآن مجید کے کچھ حصے پڑھتے ہیں تو اللہ ہمیں کامیابی کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

ہر روز جب ہم اپنی صبح کی نماز پڑھتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت کی ڈھال سے گھیر لیتے ہیں۔

ہر روز فرشتے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں، ہمیں درود حاصل ہوتا ہے۔

ہر روز جب ہم مخلوق پر مہربانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان اور مہربان ہوتا ہے۔ ہمارا ہر دن ہمارے رب کریم کی رحمتوں اور برکتوں سے معمور ہو۔

اپنے اردگرد نظر دوڑائیں اور اللہ کی عظمت کو پہچانیں: وہ جس نے آسمانوں کو پیدا کیا، وہ جس نے زمین کو بنایا، وہ جس نے پودوں کو پیدا کیا، وہ جس نے پودوں کو لایا، وہ جو سورج کو کنٹرول کرتا ہے، وہ جو سورج کو کنٹرول کرتا ہے۔ چاند، ستاروں کو کنٹرول کرنے والا، دنوں کو لانے والا، رات لانے والا، اس سارے نظام کو چلانے والا ایک اللہ ہی ہے!

اللہ تعالیٰ پکارتا ہے: ’’کافر یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ آسمان و زمین ایک ساتھ تھے، ہم نے ایک دوسرے کو جوڑ دیا، ہم نے کھولا اور پانی سے، ہم نے ہر جاندار چیز کو نکالا۔‘‘

پانی کا یہی قطرہ جو اب بھی پانی کا قطرہ لگتا ہے گائے کے منہ میں جائے تو دودھ بن جاتا ہے اور جب مکھی کے منہ میں جاتا ہے تو شہد بن جاتا ہے اور جب منہ میں جاتا ہے ریشم کے کیڑے کا اور وہ ریشم بن جاتا ہے اور جب سیپ کے منہ میں جاتا ہے تو موتی بن جاتا ہے۔ ایک ہی پانی، ایک مادہ اور پھر بھی، یہ سب کون کر رہا ہے؟ ایک اللہ!

قرآن ہم سے بار بار پوچھ رہا ہے: "کیا تمہارے اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ ہے؟ کیا تمہارے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے؟ کیا تمہارے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے؟ کیا کوئی اور ہے جو تمہارے لیے یہ سب کر رہا ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے۔ تم بھی پانی سے بنے ہو۔

قرآن فرماتا ہے: اے انسانو! کیا ایسا زمانہ نہیں گزرا جب آپ کا وجود نہیں تھا اور کوئی آپ کے بارے میں بات نہیں کرتا تھا، اور کسی نے آپ کے بارے میں بات نہیں کی تھی اور آپ غیر موجود تھے، اور پانی کے ایک قطرے سے، ایک بیکار مائع، اور پھر بھی اس پانی سے اللہ نے ایک دل وجود میں لایا۔

ماں کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو بنتی ہے وہ دل ہے اور اسی وجہ سے ہمارا دل ہمارے جسم کے باقی حصوں سے بڑا ہوتا ہے۔ روح چار مہینے بعد آتی ہے لیکن پہلی چیز جو آتی ہے وہ دل ہے، محض پانی سے۔

وہ آنکھیں جو اللہ نے ہمیں دی ہیں، ہر آنکھ کے لیے ایک سو تیس ملین روشنی کے رسیپٹرس ہیں! ہر آنکھ میں روشنی کے 130 ملین ریسیپٹرز، تاکہ آنکھ کا ایک ملی میٹر روشنی کے تیس ہزار الگ پوائنٹس کو ایک سیکنڈ میں قبول کر سکے، اور یہ آنکھیں ہر سیکنڈ میں دس تین جہتی تصویریں لے رہی ہیں۔ ہر روز یہ آنکھیں آٹھ لاکھ تصویریں کھینچ رہی ہیں۔

آنکھ کے پچھلے حصے میں ریٹنا منفرد ہے۔ ہر بار جب کوئی تصویر لی جاتی ہے، ریٹنا کے پٹھے اگلی تصویر لینے کے لیے اسے صاف کرنے کے لیے سکڑ جاتے ہیں۔ یہ صرف ملی سیکنڈ میں ہوتا ہے! آنکھ کے پٹھوں کا وہ سکڑاؤ ، اگر اسی پٹھے کو آپ کی ٹانگوں میں ڈالا جائے تو یہ روزانہ ایک سو کلومیٹر پیدل چلنے کے برابر ہوگا۔

روشنی کے ان 130 ملین ریسیپٹرز کے پیچھے ایک خاص کیبل ہے۔ ایک یا دو کیبلز نہیں بلکہ 1.3 ملین کیبلز! ہر انسان کی آنکھوں میں 1.3 ملین کیبلز ہیں جو پیچھے کے سوراخ سے گزر رہی ہیں۔ سوراخ کتنا بڑا ہے؟ یہ صرف 1.4 ملی میٹر ہے۔ تصور کریں کہ 1.3 ملین کیبلز بغیر چنگاری یا خرابی کے اس چھوٹے سے سوراخ سے گزرتی ہیں! اگر یہ چنگاری ہوئی تو آپ کی نظر کمزور ہو جائے گی، اور آپ سب کچھ الٹا دیکھیں گے، اور آپ اپنے بھائی کو اپنے باپ سے نہیں پہچان سکیں گے۔

کیا تمہارے اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟!!

پانی کی ایک بوند سے ایسا کرشمہ اور تخلیق! اس کے لیے ہم اور کیا وضاحت دے سکتے ہیں؟

اگر آپ کسی انسان کا سر توڑ دیں تو آپ کو کیا ملے گا؟ آپ کو دماغ، گوشت کے دو ٹکڑے نظر آئیں گے۔ لیکن اس گوشت کے ٹکڑے میں جذبات کہاں، محبت کہاں، پسند و ناپسند کہاں، پیار کہاں، بغض کہاں، لالچ کہاں، ذہانت کہاں، حافظہ کہاں؟ یہ کیسا ہے کہ گوشت کے ٹکڑے میں جذبات کا سمندر ہے۔ گوشت کے ٹکڑے میں بنی نوع انسان کا تصور کیسے ہے؟

اللہ کی حقیقت سے بھاگو، یہ صرف جہالت ہوگی!

پانی کے ایک قطرے سے یہ خوبصورت ہستی وجود میں آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں پکارتا ہے:
"کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے یہ سب بے کار پیدا کیا ہے؟!"

اب جب ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ ہمارا مالک اللہ ہے، ہمارا خالق اللہ ہے، ہمارا وضع کرنے والا اللہ ہے، اور پرورش کرنے والا اللہ ہی ہے اور تشکیل دینے والا بھی ایک اللہ ہے، اور اب جب ہم یہ سمجھ چکے ہیں تو اللہ ہم سے پوچھتا ہے کہ: کیا آپ کو لگتا ہے کہ یہ سب بے کار بنایا گیا ہے؟ کیا یہ کھیل ہیں؟"

اللہ فرماتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ابھی مرنے والے ہو اور وہیں ختم ہونے والی ہے؟

ہماری زندگیوں میں اللہ کی نعمتیں:

آج اللہ کی نعمتوں کو اپنی زندگی میں شمار کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی سانس، اپنے دھڑکتے دل، دیکھنے، سونگھنے اور چھونے کی صلاحیت اور ہنسنے کی صلاحیت سے شروع کریں۔ اپنے پسندیدہ کھانے، اپنے سر پر چھت، اور آپ سے محبت کرنے والے لوگوں کو جاری رکھیں۔ وہاں سے نیلے آسمان کی طرف نکل جائیں، ایک درخت کی خوبصورتی، آپ کے چہرے پر سورج کی روشنی، اور چڑھتے چاند کی شان...

گنتے رہیں...

اپنے ایمان (اپنے ایمان) اور اللہ کے بارے میں اپنے علم کو مت بھولیں۔ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور سچی بات یہ ہے کہ تم نے اسے کمانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ یہ اللہ کی لامحدود رحمت کا تحفہ تھا۔

اپنی حفاظت کو بھی مت بھولنا۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ غیر محفوظ حالات میں رہتے ہیں۔ جنگ، غربت، فاقہ کشی، پناہ گزین کیمپوں، سیاسی قید، اور انتہائی سختی کی دیگر اقسام میں۔ بس صبح اپنے بستر پر جاگنا اور جان لینا کہ آپ کی جان کو فوری خطرہ نہیں ہے یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

ہمیشہ اپنے دماغ کے پیچھے یہ رکھیں کہ آپ کی موجودہ پوزیشن کسی کی مستقبل کی توقع ہے، آپ کی موجودہ زندگی کی صورتحال اب کسی کی دعا کی درخواست ہے، شیطان آپ کو یہ قائل نہ ہونے دیں کہ آپ ٹھیک نہیں کر رہے! بس توقف کریں اور اللہ کی نعمتوں کو اپنی زندگی میں شمار کریں...

گنتے رہیں...

اللہ فرماتا ہے: "[...] اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہیں کر سکتے" (14:34)۔

ہمیشہ اپنے دماغ کے پیچھے یہ رکھیں کہ آپ کی موجودہ پوزیشن کسی کی مستقبل کی توقع ہے، آپ کی موجودہ زندگی کی صورتحال اب کسی کی دعا کی درخواست ہے، شیطان آپ کو یہ قائل نہ ہونے دیں کہ آپ ٹھیک نہیں کر رہے! بس توقف کریں اور اللہ کی نعمتوں کو اپنی زندگی میں شمار کریں...

یا اللہ! ہمیں اس وقت کے لیے معاف فرما جب ہم تیرا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں ان بے شمار نعمتوں کے لیے جو تو نے ہمیں عطا کی ہیں۔ ہمارے دل تشکر سے لبریز ہیں۔ زندگی مشکل ہو سکتی ہے اور ہم اپنے سر کو پانی سے اوپر رکھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ جب ہمیں باہر نکلنے کا راستہ نظر نہیں آتا ہے تو اعتماد، امید اور صبر کا انتخاب کرنے میں ہماری مدد کریں۔

اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اللہ نے ہمیں گنہگار بنایا۔ اگلی بار جب آپ کھوئے ہوئے اور ناامید محسوس کر رہے ہوں تو درج ذیل کے بارے میں سوچیں۔ اللہ ہم سے قطعی طور پر کامل ہونے کی توقع نہیں رکھتا ہے، بلکہ اس کے بجائے ہمیں احسان کرنے کی پوری کوشش کرنے کو کہا ہے۔ پہلے سے طے شدہ طور پر، اس کا مطلب ہے کہ ہمیں راستے میں ہچکی، رکاوٹیں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بے شک اللہ کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا سوائے کافروں کے۔‘‘ سورہ یوسف 12 آیت 87’’

اور کون اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہو سکتا ہے سوائے گمراہوں کے؟" سورہ الحجر 15 آیت 56"

" اور وہ لوگ جو جب کوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟" (سورہ آل عمران 3:135)

اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہرگز مت چھوڑیں، چاہے آپ کا حال کچھ بھی ہو، چاہے آپ انتہائی متقی ہیں یا گناہوں کے سمندر میں ڈوب رہے ہیں، اپنے خالق کی طرف کبھی بھی رینگنا مت چھوڑیں، چاہے وہ ایک وقت میں صرف ایک قدم ہی کیوں نہ ہو۔

" اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے جو گناہ کریں گے اور وہ اللہ سے بخشش مانگیں گے اور اللہ انہیں بخش دے گا" [صحیح مسلم]

اللہ کی رحمت اور بخشش کے دروازے اس کے مخلص بندوں کے لیے ہمیشہ کھلے ہیں، پہلا قدم اٹھائیے۔ اگر کبھی آپ کو اللہ کی محبت میں شک ہو تو ہماری مبارک روایت کی یہ خوبصورت حدیث یاد رکھیں۔

میں اس کے ساتھ ہوں جیسا کہ میرا بندہ مجھے گمان کرتا ہے، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ میرا ذکر اپنے آپ میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اپنے آپ سے کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بڑی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں تیزی سے اس کے پاس آتا ہوں۔‘‘ (صحیح البخاری)

آپ کے گناہ کبھی بھی اللہ کی رحمت سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ جب ہم اپنے گناہوں کو اللہ کی لامحدود رحمت سے تشبیہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تو ان میں سے بدترین گناہ بھی اس کی ہمدردی اور معافی کی خواہش کے سامنے ہمیشہ کے لیے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

جب آپ سچی توبہ کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اللہ معاف کرنا پسند کرتا ہے۔

یا اللہ ہر اس شخص کو شفا دے جو چپکے چپکے درد میں رہتے ہیں۔ ان کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو معاف فرما اور ان کے لیے نیکی کی راہ آسان فرما۔ آمین۔

"شیطان کہتا ہے: "تمہارے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ معاف نہیں کیے جا سکتے۔

"اللہ فرماتا ہے: "اگر تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

ہمارے ہاں اس وقت ہر جگہ تہذیب ہے جہاں لوگوں کے پاس پیسہ اور خوراک ہے اور ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ایک دن سب کچھ ختم ہو جائے گا، لیکن سب کچھ کھونے میں صرف ایک سیکنڈ لگتا ہے۔ ہر گزرتے دن اور ہر گزرتے منٹ کے ساتھ، وہ نوجوان جو جنسی سرگرمیوں کی کھوج لگا رہے ہیں اور بھی زیادہ مغرور اور اس سے بھی زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن جب وہ اس کی کم سے کم توقع رکھتے ہیں، خدا کا غضب انہیں پکڑ کر تباہ کر دیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہم اس سے پہلے بیدار ہو جائیں گے اور ہمارا تکبر ہمیں اندھا نہیں کر دے گا اور خود غرض، بزدل ہوس پرست احمقوں کو نہیں بنا دے گا جو سختی کے ساتھ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ ہم سے کچھ بھی غلط ہو جائے گا جب تک کہ ہماری روح سے معافی مانگنے اور اللہ سے توبہ کرنے میں بہت دیر ہو جائے۔ ماضی کے تمام جسمانی عیش و عشرت جہاں ہم خالص اور عظیم خدا کی عبادت کرنے کے بجائے گندے انسانوں کے جسم کی پرستش کرتے تھے۔

وقت گزرتا جا رہا ہے اور کل ہم میں سے کوئی زندہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا اب ہمارے پاس ایکٰی موقع ہے کہ ہم اپنے دین اور اپنی قوم کو بچانے کے لیے اپنی زندگی کا رخ موڑ دیں اور پرہیزگار اور پاکباز بنیں۔ اگر نوجوان اب یہ نہیں کریں گے تو ہم کبھی نہیں کر سکتے! سختی سے ایک انسانی معنوں میں، مذہب اور اخلاقیات کی تمام باتوں کو ایک طرف چھوڑ کر، ایک مہذب انسان بننے کی کوشش کرنا زیادہ معنی خیز ہے۔ نوجوانوں کو یہ یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا مستقبل بیمہ اور اچھے ہاتھوں میں ہو، اور انھیں خود سے لطف اندوز ہونا چھوڑ کر دوسروں کے دکھوں کا خیال کرنا چاہیے۔ درحقیقت، ہم بہت خود غرض ہو گئے ہیں مجھے لگتا ہے کہ ہمیں مستقبل میں بہت سی آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

نوجوان اکثر یہ سوچتے ہوں گے کہ میرا عاشق مجھ سے محبت کرتا ہے، یا میری شریک حیات مجھ سے مخلصانہ محبت رکھتی ہے، اس لیے میں انہیں جنسی طور پر ہر طرح سے خوش کروں گا، لیکن حقیقت میں یہ ایک جھوٹی دلیل ہے۔ جی ہاں، آپ کا شریک حیات آپ سے محبت کا دعویٰ کر سکتا ہے، اور اگر آپ مر جائیں تو وہ آج آپ کے لیے رو بھی سکتے ہیں، لیکن کل، دل بدل سکتا ہے، اور ایک سیکنڈ میں، لوگ خود کو محبت سے محروم پاتے ہیں۔ ایک لمحے میں، وہ جنسی ساتھی جو آپ کو پسند کرتا ہے کل دوسرے کو پسند کرے گا، اور جب آپ کو لگتا ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے، تو یہ ممکن ہے کہ اس کے دل کی گہرائیوں میں، وہ شخص آپ سے نفرت کر رہا ہو۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دن کے آخر میں، انسانی دل ایک لمحے کے نوٹس کے بغیر بدل سکتا ہے، اور صرف اللہ ہی یہ طے کر سکتا ہے کہ کون آپ سے محبت کرے گا یا نہیں کرے گا، اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ آپ کتنی ہی جنسی حرکتیں کرتے ہیں، پہلے سے طے شدہ محبت نہیں ہوگی۔ تبدیلی درحقیقت اگر خدا چاہے تو وہ شریک حیات کو آپ سے پیار کر سکتا ہے خواہ آپ جنسی تعلقات سے پرہیز کریں کیونکہ دل اس کے کنٹرول میں ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔

کوئی سوچ سکتا ہے کہ میں پرہیز کے موضوع میں اتنی زبردستی کیوں بولتا ہوں؟ یہ سادہ وجہ سے ہے کہ پرہیز کے ساتھ، عقل سے عقل آتی ہے۔ مثال کے طور پر، سائنسدانوں نے حال ہی میں دریافت کیا ہے کہ حد سے زیادہ جنسی عمل لوگوں کو علمی مہارت سے پیار کرنے کا باعث بنتا ہے اور طویل مدتی یادداشت میں کمی کا باعث بنتا ہے، اور اس سے تجزیاتی صلاحیتیں بھی متاثر ہوتی ہیں، کیونکہ جنسی سرگرمیاں دماغی خلیات پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں جو کہ ہمارے لیے مشکل بناتی ہیں عمل کی معلومات. بعض اوقات، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کو یاد کرنا اور مذہبی احکام پر عمل کرنا اس شخص کے لیے مشکل ہو جاتا ہے جو اپنے ساتھی کو جنسی طور پر خوش کرنے میں لگاتار مصروف رہتا ہے۔

بہت سے نوجوانوں نے مجھے بتایا کہ وہ اسلام کو چھوڑنا چاہتے ہیں یا نادانیت پسند بننا چاہتے ہیں، اور بہت سے لوگوں نے اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں پر سوال اٹھائے، اور غیر معقول اور عجیب و غریب اور کبھی کبھار وحشیانہ بحثیں کیں اور ایک دن، غصے میں، میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا کیا؟ واقعی ان سابق مذہبی نوجوانوں کو ایک ایسے مذہب کے بارے میں اپنا ذہن بدلنے پر مجبور کیا جو صرف امن، محبت اور خیرات کی وکالت کرتا ہے۔ جب میں نے ان سے ان کی بدکاری کی سطح کے بارے میں سوال کیا، تو اکثر نوجوانوں نے اعتراف کیا کہ وہ بہت فعال جنسی زندگی گزارتے ہیں، اور اکثر قانونی طور پر محبت کرنے والوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ معلومات کا یہ ٹکڑا روشن تھا کیونکہ اس سے مجھے احساس ہوا کہ جب ایک نوجوان جنسی طور پر متحرک ہو جاتا ہے تو وہ متقی رہنے کی صلاحیت کھونے لگتا ہے کیونکہ حد سے زیادہ فحاشی انسانی دلوں سے ہمدردی، محبت اور خیرات سے محروم ہو جاتی ہے۔ متعدد نوجوانوں نے جو سابق مسلمان بن چکے ہیں نے بھی متعدد جنسی ساتھی رکھنے اور اپنے شریک حیات کو خوش کرنے کے لیے نت نئے طریقے آزمانے کا اعتراف کیا، اور اس سے مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جب کوئی شخص بد اخلاق ہو جاتا ہے اور دوسرے انسان کے جسم کی اتنی عبادت کرتا ہے کہ وہ مسلسل سوچتا رہتا ہے۔ ساتھی کو راضی کرنے کا طریقہ، تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ اختیار کرنے اور دائرہ اسلام میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کئی نوجوانوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اسلام سے نفرت کرتے ہیں اور اس قدر غصے میں ہیں کہ وہ جتنے بھی مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تباہ کر دیتے ہیں، اور مجھے ان سے کہنا پڑا، آپ ہمیشہ اسلام یا تمام مذہب سے نفرت کریں گے، جب تک کہ آپ بالکل پاکیزہ ہو کر اپنے دل کو پاک نہ کر لیں ، جسم اور دل کے ساتھ کوئی گناہ نہ کرو، کوئی بھی فحش فلمیں یا ایسی فلمیں نہ دیکھیں جس میں ایسی کوئی حرکت ہو جو آپ کو کسی دوسرے انسان کی عبادت کرنے پر مجبور کرتی ہو یا آپ کو لوگوں کے بارے میں سوچنے یا کسی کے ساتھ جنسی تعلقات بنانے پر مجبور کرتی ہو۔ میں نے ان نوجوانوں سے ایک یا دو سال تک بے گناہ رہنے کی التجا کی اور میں نے ان سے کہا کہ وہ خدا کے ماننے والے بن جائیں گے اور شاید اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ سابق مسلمان ہوتے ہیں اور بہت زیادہ جنسی طور پر متحرک تھے، اور میں نے انہیں سینکڑوں شواہد دکھائے کہ وہ خدا پر یقین کریں اور مذہب اسلام یا عیسائیت یا یہودیت پر بھروسہ کریں جو ابراہیم کے اسی خدا کی طرف سے آیا تھا، لیکن وہ سب مذہب سے اور بھی زیادہ پرتشدد نفرت کرتے تھے۔ تب میں نے محسوس کیا کہ خدا نہیں چاہتا کہ وہ اس کی عبادت کریں یا اسے پکاریں کیونکہ خدا صرف آزاد دل، بے گناہ اور پاکیزہ لوگوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے مذہب کے دائرے میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ میں نے نوجوانوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم بالکل بے گناہ ہو جاؤ گے تو وہ یقیناً مومن ہو جائیں گے۔ درحقیقت، میں ذاتی طور پر اپنے پڑوسیوں، طالب علموں اور ساتھیوں میں سے بہت سے مسلمانوں کو جانتا ہوں جنہوں نے انتہائی مذہبی ماحول میں پرورش پانے اور ساری زندگی مسلمان رہنے کے باوجود اسلام کو چھوڑ دیا اور تمام مسلمانوں اور اسلام کے خلاف مکمل طور پر ڈیجیٹل اور زبانی جنگ شروع کر دی۔ اس رجحان نے مجھے خوفزدہ کر دیا، کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ اسلام کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے ہم معمولی سمجھ سکتے ہیں، اور جب میں نے اس کی وجہ تلاش کی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر کے اور اپنے عاشقوں کے جسموں کی پوجا کر کے گناہ کرنے لگے ہیں اور یہاں تک کہ ان کے لیے غیر قانونی شہوانی، شہوت انگیز فلمیں دیکھنے اور ایک دوسرے کے ساتھ پرائیویٹ اور بیہودہ تصویروں کا تبادلہ کرنے میں مگنے میں نے ذاتی طور پر کم از کم کئی درجن سابق مسلمانوں کے انٹرویو لیے اور ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی جنسی لذت یا گناہ میں ملوث تھا۔ مجھے امید ہے کہ اسلام چھوڑنے والے نوجوان مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے اور ایک سال تک میرے

چیلنج پر عمل کریں گے اور واپس آکر دیکھیں گے کہ ان کا دل اب بھی ویسا ہی ہے۔ آپ سب کو بے وقوف بنا سکتے ہیں لیکن خود کو یا خدا کو کبھی نہیں۔ خدا صرف یہ چاہتا ہے کہ خالص ترین دل اس کی عبادت کرے اور اس طرح وہ ہر اس شخص کو جو خود غرضی یا جسمانی ہوس میں مبتلا ہے یا دوسرے انسانوں کی بہت زیادہ عبادت کرنے کی عادت رکھتا ہے، اپنے مذہب کی تہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ ہمارے نوجوانوں کو مردوں اور خواہشات کے بجائے اللہ کا جنون بنائے۔

اللہ اپنے قوانین اور اس کی محبت کو ہماری خواہشات سے زیادہ محبوب بنائے۔

قرآن کی صداقت:

کئی سالوں تک، اسلام کے پیغمبر، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو صرف ایک خدا کی عبادت کرنے اور تمام مشرکانہ رسومات کو ترک کرنے کی تعلیم دینے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے امن کے پیغام کو اکثر قبول نہیں کیا گیا اور مکہ کے مشرکین نے اسے خاموش کرنے کے لیے اسے مارا پیٹا اور مارا، اور اگرچہ اس نے کبھی ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن کافروں نے اسے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا کہ وہ جارحوں سے بدتر بن جائیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی صبر کے ساتھ ان کا انتقام لیا کیونکہ آپ نے اپنی المناک دنیا میں زندہ رہنے کے لیے جسمانی درد اور ایک اذیت ناک پیاس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، جہاں شہر کے لوگوں اور خانہ بدوشوں نے آپ کو ستایا، اور اگرچہ ان کی زندگی انتہائی کربناک تھی۔ اس سے بہتر کی کوئی امید نہیں، محمد نے ثابت قدمی کی اور لوگوں کو ابراہیم کے خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس نے اپنے رشتہ داروں کو یقین دلایا تھا کہ یتیموں اور محروموں کی مدد کرنا ان کا فرض ہے۔ اس نے اپنے لوگوں میں اسلام کا تعارف کرایا، ایک ایسا مذہب جس میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ جو بھی شخص لاپرواہی، بھوک اور جبر کو جانتا ہے اسے کسی بھی حالت میں دوسروں کو یہ تکلیف پہنچانے سے انکار کرنا چاہیے۔

جب اس کی صفات غالب ہوگئیں تو اس کے ظالموں کے دلوں میں حسد پیدا ہوگیا جنہوں نے اعلان کیا کہ اگر اب وہ اسے نیکی کی تبلیغ سے نہیں روک سکتے تو وہ مسلمان ہونے کا بہانہ کریں گے اور قائل کرنے کے لیے سینکڑوں جھوٹی حدیثیں یا اقتباسات بیان کریں گے۔ آنے والی نسلیں کہ مسلمان نبی تعظیم کے لائق نہیں تھے۔

ان غیر مسلموں نے بعد میں جو بہتان تراشے ان میں سے ایک ابراہیم کے خدا سے متعلق ہے جس کی عبادت مسلمانوں کو سکھائی گئی تھی۔

یہ مقالہ کچھ غیر مذہبی یا غیر مسلم ناقدین کی تردید میں ہے جو قرآن کی سالمیت پر سوال اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک عیسائی مشنری جے جی نے ایک کتابچہ لکھا جس میں مسلمانوں کی

مقدس کتاب کی سالمیت پر حملے کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن تمام سابقہ غیر مسلم مصنفین اور حق و انصاف کے دشمنوں کی طرح، وہ قرآن کی شان کو سیاہ کرنے کی کوشش میں ناکام رہے۔

قرآن کی چمک دمک کی وجہ سے وہ اپنی تدبیر میں بری طرح ناکام ہو چکے تھے۔ جے جی نے صداقت کے حوالے سے بائبل کا قرآن سے موازنہ کرنے کی کوشش کی۔ ان کے دعوے غیر ذمہ دارانہ لگ رہے تھے۔ قرآن کے خلاف اس کی گھمبیر حرکتوں کے ساتھ، جے جی کو قرآن کی الہٰی فطرت نے یہ اعتراف کرنے پر مجبور کیا: "... جبکہ قرآن کو عثمان کے زمانے سے لے کر، یہاں تک کہ بہ ترتیبی کے مقام تک، قابل ذکر طور پر نقل کیا گیا ہو گا..."

"قابل ذکر حد تک نقل کیا گیا ہے" کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے، اور یہ واقعی قابل ذکر ہے، اگر JG احسان مند نہیں تو، قرآن کی صداقت کو بدنام کرنے کے لیے نکلے ہوئے ایک شخص کا اعتراف، جے جی قرآن کے بہت سے نقادوں میں تنہا روح نہیں تھے جنہوں نے قرآن کی قابل ذکر صداقت کو تسلیم کیا ہے۔

بہت سے دوسرے مخالف ناقدین نے ہچکچاتے ہوئے بھی قرآن کی اعلیٰ درجے کی درستگی اور صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ کوئی بھی کتاب قرآن کے ساتھ صداقت اور نقل کی "غلطی" میں موازنہ کرنے کی امید نہیں کر سکتی۔

قرآن کے منکرین کبھی بھی قرآن کی صداقت کو خراب کرنے کی اپنی خواہش اور مقصد حاصل نہیں کر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ ہم غیر مذہبی مصنفین کی طرف سے قرآن کی صداقت کو مسخ کرنے کی بار بار کوششیں کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن، ہر بار کوشش کی جاتی ہے، ناکامی کا نتیجہ ہوتا ہے، اس لیے اس کوشش کی تجدید قرآن کے ایک اور مخالف نے کی ہے۔ لیکن، ایسی تمام کوششیں ہمیشہ ناکامی سے دوچار ہیں کیونکہ قرآن کا اعلان ہے: "وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ اپنا نور مکمل کر دے گا اگرچہ کافروں کو اس سے ناگوار گزرے۔

اللہ کے نام سے جو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ قرآن پاک مستند نہیں ہے اور تحریف، استنباط اور حذف کرنے کے سلسلے میں بائبل جیسا ہی انجام بھگتنا پڑا ہے، اور جے جی کو مندرجہ ذیل اعتراف کرنے پر مجبور کیا گیا ہے: "اس کتابچے میں شامل ہیں: محمد کی وفات سے لے کر عثمان کی خلافت تک قرآن کے متن کے مجموعے کا ایک مختصر تاریخی سروے جب متن کو آخر کار اس شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے۔"

درحقیقت، جے جی کے تمام تنازعات قیاس کے مطابق اس مدت کے دوران ہونے والی پیش رفت پر مبنی ہیں جو جے جی کے کتابچے کے مذکورہ بالا پیراگراف میں بیان کیے گئے ہیں، اس لیے وہ اپنے بروشر کے سرورق پر کہتے ہیں:

"محمد کی وفات سے لے کر عثمان کی خلافت تک قرآن کی متنی تاریخ کا مطالعہ"

اس بیان اور جے جی کے مذکورہ بالا اعتراف سے درج ذیل حقائق بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

قرآن شریف میں جو قیاس شدہ تبدیلیاں (جی جی کے ذریعے سمجھا جاتا ہے) وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات سے عثمان (خدا کی رضا) کی حکومت تک کے عرصے میں کی گئی تھیں۔

کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے دور سے لے کر آج تک قرآن شریف کی "معیاری شکل" موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں، جے جی کم از کم اتنا تو تسلیم کرتا ہے کہ قرآن جو آج عالم اسلام کے پاس ہے اور پڑھتی ہے وہی معیاری شکل ہے جسے کامریڈ عثمان نے ’’آخر میں معیاری‘‘ بنایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال 632 عیسوی میں ہوئی اور کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کی رحلت 656 عیسوی میں ہوئی۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے لے کر کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کی رحلت تک کا عرصہ محض 24 سال کا تھا۔ لیکن ہماری بحث کے مقصد کے لیے یہ مدت محض 14 سال رہ گئی ہے جب کہ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے قرآن پاک کی معیاری کاری کا واقعہ آرمینیا کی فتح کے بعد تقریباً 26 ہجری (646 عیسوی) میں پیش آیا۔ اسلام کی قوتیں

یہ حقائق اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان 14 سالوں کے دوران متنازعہ تبدیلی اور مداخلت (کچھ ناقدین کے خیال میں) واقع ہوئی۔ اس مختصر مدت کے اختتام پر، کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے ذریعہ مداخلت کے عمل کو مؤثر طریقہ سے روک دیا گیا تھا جنہوں نے قرآن شریف کے معیاری نسخہ کو ترتیب دیا تھا - وہی نسخہ جو آج تک ہمارے پاس ہے، ایک حقیقت جس پر بہت سے ناقدین ہیں۔ خود اپنے بیان میں تسلیم کرتے ہیں:

".. عثمان کی خلافت تک جب متن کو بالآخر اس شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے۔"

انشاء اللہ، بعد میں دکھایا جائے گا کہ ہماری ملکیت میں وہی قرآن ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں موجود تھا - وہ قرآن جسے وہ (اللہ کی شان اور رحمت)) اور تمام صحابہ اور ساتھیوں نے تلاوت کی۔ لوگ جو آج پڑھتے ہیں اس میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاہم، 14 سال کے مختصر عرصہ میں رونما ہونے والی قیاس کی تبدیلی سے کے داخلہ کی طرف JG، جیسے بے بنیاد دعووں اور دعووں کی نفی اور بے اثر کرنے سے پہلے ہے JG متعلق توجہ مبذول کرانا ضروری ہے - ایک ایسا داخلہ جو دستک دیتا ہے۔ ان کے اس دعوے کی تہہ میں یہ ہے کہ قرآن مستند نہیں ہے۔ یہ جے جی کا دعویٰ ہے کہ قرآن شریف میں تبدیلی کی گئی ہے اور آج ہمارے پاس موجود قرآن وہ پورا قرآن نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھا۔ لیکن، اس کے دعوے میں ایک مضحکہ خیز تضاد ہے کہ وہ کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے معیاری ورژن کی صداقت کو تسلیم کرتا ہے اور اس ناقابل تردید حقیقت کی تردید کرتا ہے کہ "عثمان" ورژن کوئی اور نہیں بلکہ وہی ورژن ہے جو اس میں موجود تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ قرآن جو آج ہمارے پاس ہے وہ "متن" ہے جسے کامریڈ عثمان نے 1400 سو سال سے بھی زیادہ پہلے "اس شکل میں معیاری شکل دی تھی جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے"، جے جی اس مضحکہ خیز دعوے کے مضمرات سے قصوروار ہے۔ جبکہ قرآن نے چودہ سو سال (عثمان کے زمانہ سے لے کر اب تک) کی تباہ کاریوں اور انتشاروں کا مقابلہ کیا اور عثمان (خدا سے راضی) کی عطا کردہ صداقت کو برقرار رکھا، یہ (قرآن) ناکام رہا۔ 14 سال کی مختصر مدت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے لے کر اس وقت تک جب کامریڈ عثمان نے اسے معیار بنایا تھا) اس کی اصلیت کو برقرار رکھنے کے لیے یہ نتیجہ بہ جا ہے۔ کوئی بھی غیرجانبدار اور ذہین انسان یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا کہ قرآن اپنی شکل کو برقرار رکھنے میں 14 صدیوں کی تباہ کاریوں کو برداشت کرنے کے باوجود (جیسا کہ عثمان نے معیار بنایا ہے) اپنی صداقت کو برقرار رکھنے کے اسی کارنامہ کو انجام دینے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ 14 سال کی مختصر مدت.

یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن پاک کو 14 صدیوں سے اتنی اچھی طرح سے محفوظ کیا گیا ہو اور خود جے جی کے اعتراف پر عثمان (خدا کی رضا) کی طرف سے معیاری شکل میں "آج ظاہر ہوتا ہے"، لیکن ہاتھ کی شکل میں محفوظ نہیں کیا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صرف 14 سال کے لیے؟!

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد استنباط اور حذف ہونے کا عمل شروع ہو چکا تھا تو اس فرضی عمل کو کس طرح گرفتار کر کے ختم کر دیا گیا تاکہ ایک ایسے قرآنی نسخہ کو جنم

دیا جائے جو چودہ صدیوں سے اپنی اصلیت اور صداقت پر قائم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک؟

درج ذیل حقائق حقیقت کے متلاشی سے بچ نہیں سکتے:

i) کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد منحرف فرقوں کی ابتداء کا عمل شروع ہوا۔ صحابہ کرام اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کے مخالف گروہوں نے سر اٹھایا۔

ii) صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے۔

iii) اس کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے لے کر قرآن مجید کی "معیاری" کے موقع تک چودہ سال کے دوران زندہ رہنے والے صحابہ کی تعداد زیادہ تھی۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات کبھی بھی قبول نہیں کی جا سکتی کہ 14 طویل صدیوں تک قرآن اپنی اصلیت (عثمان کی طرف سے "معیاری شکل") کو برقرار رکھنے کے باوجود جب تمام صحابہ کرام، قرآن کے اولین طالب علم، کاتب اور اساتذہ تھے۔ منحرف اور منحرف فرقوں نے جنم لیا، یہ (قرآن شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے پہلے چودہ سالوں میں اپنی صداقت کھو بیٹھا، ایک ایسا دور جس میں تمام صحابہ موجود تھے۔ اگر اولین فقیہ - جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں پورا قرآن حفظ کیا تھا - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین طالب علم اصلیت کو برقرار رکھنے میں ناکام رہتے اور قرآن شریف کی صداقت پہلے 14 سالوں میں تھی، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ امت اسلامیہ 14 صدیوں کے اتنے طویل عرصے تک اسمانی نسخے کی صداقت کو برقرار رکھتی جب کہ اسلام دشمن قوتیں اسلام کے خلاف کھڑی تھیں۔ قرآن اور اسلام؟ اگر یہ کارنامہ وہ لوگ انجام دے سکتے ہیں جو قرآن سے براہ راست تعلق نہیں رکھتے (یعنی غیر صحابہ) تو کون سی مشکل ہے جس نے قرآن سے براہ راست تعلق رکھنے والوں (یعنی صحابہ) کو محمد کے نسخے کی صداقت کو برقرار رکھنے سے روک دیا؟ صرف 14 سال؟ انٹیلی جنس جے جی کے عقلی ہونے کے دعوے کو قبول نہیں کرے گی۔

جے جی نے اپنے بروشر کا نام دیا ہے: "قرآن کے مجموعے کے ثبوت"۔ ان "شواہد" کی بنیاد پر وہ قرآن شریف کی صداقت کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایسے تمام "شواہد" ابتدائی چودہ سالہ دور تک ہی محدود ہیں جب تمام صحابہ کرام اور قرآن کے حکام زندہ تھے اور قرآن، اس کی تعلیمات اور تلاوت کو بالکل اسی طرح پھیلا رہے تھے جیسا کہ انہوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ اس پر)، JG کو قرآن حکیم پر گزرنے والی چودہ صدیوں کو نظر انداز کرنے پر مجبور کیا گیا ہے - چودہ سو سال جس میں قرآن پر قابو پانے کی کوشش میں قرآن کی صداقت کی نفی کرنے کے مطابق جو محدود ہے۔ قرآن کی معجزانہ فطرت سے JG میں کوئی تبدیلی نہیں آئی یہاں تک کہ اس آسمانی کتاب کی صداقت کا اعلان درج ذیل الفاظ میں کرنا، اگرچہ نادانستہ طور پر:

"قرآن کے متن کا مجموعہ محمد کی وفات سے لے کر عثمان کی خلافت تک جب متن کو بالآخر اس ... شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے" (واقعہ کے چودہ سو سال بعد)۔ (NB: بریکٹ میں الفاظ ہمارے ہیں)۔

اگر قرآن پاک میں تبدیلی آئی ہے جیسا کہ بائبل میں جے جی کے مطابق ہے تو پھر اس نے قرآن کی چودہ صدیوں کی تاریخ کو کیوں نظر انداز کیا؟ اگر قرآن مجید میں قیاس اور حذف کرنے کا عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد شروع کیا گیا تھا، تو یہ سلسلہ 14 سال کے بعد کیوں جاری نہیں رہا جب کہ "آخر کار اس کو معیاری شکل دی گئی۔ جو آج نظر آرہا ہے؟" کس پوشیدہ اور پراسرار طاقت نے پورے چودہ سو سال تک "معیاری" ورژن کی صداقت اور اصلیت کو محفوظ رکھا؟ اگر خدا نے چاہا تو دکھایا جائے گا کہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو شکل وضع کی گئی تھی وہ وہی شکل تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھی۔

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت پیش کریں۔ ایک بار جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نسخہ پڑھا تھا وہی نسخہ ہے جو کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اختیار کیا گیا تھا، تو ناقدین کے پاس تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی عقلی آپشن نہیں رہے گا۔ قرآن کی صداقت چونکہ وہ پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ قرآن کی جو شکل کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ نے ترتیب دی تھی وہی وہی شکل ہے جو آج ہمارے پاس ہے۔

قرآنی حرف اور حرف:

اس بیان سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ جس عربی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے وہ صرف سترہ حرفوں پر مشتمل ہے اور کوئی حرف نہیں ہے اور یہ کہ یہ حرف بعد میں جمع ہوئے۔ مفہوم کے ذریعہ قاری سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ قرآن کے نزول کے صدیوں بعد عربی زبان میں حرف اور اس سے بھی زیادہ کنوننٹس شامل کیے گئے تھے، اس لیے عربی زبان میں نئی صوتیاتی آوازیں متعارف ہوئیں۔ چونکہ اس طرح کی "نئی صوتیاتی آوازیں" جن کی نمائندگی اختصار کے نشانات اور نکات وغیرہ سے ہوتی ہے، کو قرآنی تحریری متن میں استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے اس کی پیروی کرنی چاہیے کہ قرآن آج گردش میں ہے بالکل وہی نہیں ہو سکتا جو قرآن کے نازل شدہ الفاظ کی طرح ہو سکتا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ایک جاہل اور عربی زبان پر عبور نہ رکھنے والا شخص ایسے بے بنیاد اور بے بنیاد مفروضوں کو نگل جائے گا جو جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

عربی زبان میں ہمیشہ ایک ہی تعداد میں حروف ہوتے ہیں یعنی اصل حروف، آوازیں اور تلفظ۔ یہ خیال کہ قرآن کے نزول کے صدیوں بعد عربی زبان میں 12 اضافی حروف شامل کیے گئے تھے، صریحاً غلط ہے۔ اس کی وضاحت پہلے ہی ہو چکی ہے کہ عربی لکھنے کا اصل اور اصل طریقہ بغیر نقاطی نکات اور علامات کے ہے جو کہ حروف کی آوازوں اور کچھ دوسرے حروف کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن، اگرچہ زبانی بیانات کو حروف کے ساتھ تحریری شکل تک محدود کیا جا سکتا ہے جو کہ تمام صرف "سترہ حرفوں" کے لگتے ہیں، لیکن یہ نتیجہ غلط ہے کہ عربی زبان میں ابتدائی زمانے میں صرف سترہ حروف موجود تھے۔ یہ غلط نتیجہ عربی زبان سے ناواقفیت سے نکلا ہے۔ عربی سے تصدیق شدہ صرف سترہ حرفوں کے ساتھ تحریری بیان نہیں پڑھیں گے۔ درست صوت اور کنسوننٹ آواز پیدا کرنے کے لیے ڈائیکرٹیکل پوائنٹس اور امتیازی نقطوں کو ذہنی طور پر استعمال کیا جائے گا۔ لیکن، عربی سے ناواقف ایک غلط تصور کے تحت محنت کرے گا کہ صرف "سترہ حرف" ہیں - کوئی حرف نہیں اور نہ ہی کوئی اور حرفِ حرف ان کے علاوہ جو اسلام کے ناقدین کو سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر ب (بع)، ت (ط) اور ث (ث) کو ان کے متعلقہ نقطوں کے بغیر لکھا جائے، تو اس سے یہ نہیں ہوتا کہ ں نہ بع ہے، نہ تا اور نہ ہی۔ اسی طرح یہ اس بات کی پیروی نہیں کرتا ہے کہ نقطوں کی عدم موجودگی نے حرفوں کی تعداد کو کم کردیا ہے۔ عربوں سے صرف یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ صحیح تلاوت کریں۔ اپنی زبان پر ان کی مہارت نے انہیں مختلف حروف میں فرق کرنے اور درست حرفی آوازوں کو شامل کرنے کے قابل بنا دیا جس میں بیرونی مدد کے بغیر نقاط، نشانات اور نقطے شامل کیے گئے تھے جو غیر عربی بولنے والے لوگوں کو قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں مدد دینے کے لیے متعارف کرائے گئے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے نازل شدہ الفاظ۔

تلفظ کی تمیز اور حرف حرف کی صحیح پوزیشن کو ظاہر کرنے کے لیے اضافی علامتوں کا تعارف کسی بھی طرح قرآن میں اضافہ نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کے امتیازی نشانات اور نقطے اضافی آوازوں، حروف یا الفاظ کے تعارف کا باعث نہیں بنتے۔ چونکہ نزول قرآن کی تلاوت میں ان امتیازی نقطوں اور علامتوں کی شمولیت سے کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے، اس لیے ناقدین کی طرف سے قرآن میں اضافہ کا دعویٰ غلط ہے۔

قرآن کی اصلیت کے تحفظ کے لیے امت کی کوشش اور کوشش، قرآن کی صداقت کے تحفظ کے لیے رضائے الٰہی کے مظہر ہیں

اس ناقابل تردید حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے کہ روئے زمین پر کسی بھی کتاب کو قرآن جیسی اصلیت اور صداقت حاصل نہیں ہے، بہت سے غیر مسلم اور سابق مسلم ناقدین اس حقیقت کی اہمیت پر بحث کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں:

" انسانی کوششوں کی کوئی مقدار، خواہ وہ کتنی ہی غیر معمولی حد تک سخت یا بے وقوف کیوں نہ ہو، خدائی معجزے کے ثبوت کے طور پر شامل نہیں کیا جا سکتا۔"

قرآن کی صداقت کے تحفظ کے سلسلے میں امت اسلامیہ کی اعلیٰ انسانی کاوشیں اور کاوشیں درحقیقت قرآن کی صداقت کو برقرار رکھنے کے لیے خدائی معجزے کا مظاہر ہیں۔

سچائی کا متلاشی فطری طور پر پوچھے گا کہ کیوں کوئی کتاب (قرآن کے علاوہ) قرآن کی طرح مکمل صداقت اور درستگی سے لطف اندوز نہیں ہوتی؟ یہ کیوں ممکن ہے کہ قرآن کریم اپنی پوری تاریخ میں لاکھوں لوگوں کے ذریعے حفظ کرنے کی منفرد اور معجزاتی صلاحیت سے لطف اندوز ہو - بالکل اسی شکل میں جس طرح یہ نازل کیا گیا تھا، اور نہ صرف "سترہ حرفوں" کے ساتھ اور نہ ہی بغیر حرف کے؟ ناقدین کے دلائل ایک بے خبر شخص تک پہنچاتے ہیں؟

کسی دوسری کتاب کو مکمل طور پر حفظ کرنا کیوں ممکن نہیں ہو سکا؟ یہودی اپنے صحیفے کی صداقت کی حفاظت کیوں نہیں کر سکے اور عیسائی اپنی بائبل کی صداقت کی حفاظت کیوں نہیں کر سکے؟

یہ انوکھا کارنامہ صرف اسلام کے ماننے والوں نے ہی کیوں سرانجام دیا ہے؟

یہ سب خدائی طاقت کے کام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وقت کی تباہ کاریوں کے باوجود، چودہ سو سال گزر جانے، مسلمانوں کا روحانی اور دنیاوی زوال، اسلام دشمن غیروں کے ہاتھوں مسلمان عوام اور ان کی سرزمینوں کا مسخر ہونا، دشمنوں کی حکومتی بنیادوں پر منظم سازشوں کا آغازہ اسلام نے قرآن پاک کے جھوٹے نسخوں کو چھاپنا اور مسلمانوں کے ناخواندہ عوام میں تقسیم کرنا، طباعت کے تکنیکی طریقوں کی کمی وغیرہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے اپنی صداقت برقرار رکھی ہے۔ اگر متعصب ناقدین قرآن کے خلاف بے بنیاد الزامات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو ان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے پہلے 14 سالوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا، تو کم از کم انہوں نے نادانستہ طور پر اس بات کا اعتراف کر لیا ہے۔ موجودہ قرآن آج گردش میں ہے وہی قرآن ہے جسے عثمان نے "معیاری" بنایا تھا۔

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس نے خود جے جی جیسے ناقدین کے اعتراف میں چودہ صدیوں کی تباہی و بربادی کا مقابلہ کیا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جسے کروڑوں مسلمان بالکل اسی شکل میں پڑھتے ہیں جیسا کہ JG کے مطابق تقریباً چودہ سو سال پہلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت کے وقت سے جو کہ صرف ایک دہائی یا اس کے بعد کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔ وہ کون سی طاقت ہے جس نے اس کتاب کی صداقت کو برقرار رکھا ہے جس کا اعتراف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بھی چودہ صدیاں پہلے ہوتا ہے؟ ذہانت جواب دے گی کہ یہ صرف خدائی طاقت ہے - ایک خدائی معجزہ جس نے چودہ سو سال گزرنے کے بعد اس کتاب کو اتنے محفوظ اور برقرار رکھا۔ درحقیقت، بلی کو تھیلے سے نکالنے پر جے جی اپنے آپ پر لعنت بھیجیں گے، کیونکہ اس نے اعتراف کیا ہے کہ قرآن آج گردش میں ہے:

“.... قرآن کا متن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر عثمان کی خلافت تک ہے جب متن کو آخر کار اس شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے۔"

عثمان رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک چودہ صدیاں... اور وہی "معیاری" عبارت اپنی اصل شکل میں برقرار اور مستند ہے!!! مسٹر جے جی کو قرآن شریف کی حفاظت کرنے والے الٰہی معجزے کی گواہی کے طور پر اور کیا ثبوت درکار ہیں؟

اسی نقاد کا کہنا ہے:

" جب ہم قرآن کے متن کی تاریخ کا تجزیہ کریں گے تو ہم دیکھیں گے کہ بائبل کی طرح اس میں بھی متنوع پڑھنے اور دیگر اضطراب کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ اسے مجموعی طور پر احتیاط سے محفوظ کیا گیا ہے۔"

درحقیقت، قرآن کی تاریخ کا تجزیہ اس کے برعکس ظاہر کرے گا کہ جے جی کیا حاصل کرنے کے لیے تیار ہے۔ بائبل کے برعکس، قرآن کبھی بھی غیر مجاز قسم کے پڑھنے کا شکار نہیں ہوا جیسا کہ جے جی کا مذکورہ بالا بیان اس بات پر زور دیتا ہے۔ مزید برآں، جن بے قاعدگیوں نے اصل بائبل کو انسانوں کی بنائی ہوئی کتاب تک کم کر دیا، وہ قرآن مجید کو کبھی پیچھے نہیں چھوڑیں۔ جے جی کا دعویٰ خواہش مندانہ سوچ ہے جسے حقائق اور تاریخی شواہد سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ بائبل کو صحیح معنوں میں مداخلت، تھوک اضافے اور حذف کرنے کے کھلواڑ کا سامنا کرنا پڑا، قرآن ایک حرف کے اضافے یا حذف کیے بغیر اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ JG کی طرف سے پیش کردہ قرآن اور بائبل کے درمیان موازنہ، لہٰذا، مضحکہ خیز ہے اور ثبوت کے ذریعے اس کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔

مندرجہ ذیل JG، "اپنے اس دعوے کی توثیق میں کہ قرآن بائبل کی طرح "متغیر پڑھنے سے متاثر ہوا" روایت کو پیش کرتا ہے:

حذیفہ رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت میں ان کے (اہل شام اور عراق کے) اختلافات سے خوفزدہ تھے تو انہوں نے عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس قوم کو بچا لو اس سے پہلے کہ وہ کتاب (قرآن) کے بارے میں اختلاف کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ پہلے کرتے تھے۔ چنانچہ، عثمان نے حفصہ کو پیغام بھیجا، 'ہمیں قرآن کا نسخہ بھیجیں تاکہ ہم قرآنی مواد کو کامل نسخوں میں مرتب کریں اور نسخہ آپ کو واپس کر دیں۔' حفصہ نے اسے عثمان کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا کہ وہ نسخوں کو مکمل نسخوں میں دوبارہ لکھیں۔ عثمان نے تینوں قریشیوں سے کہا کہ اگر آپ زید بن ثابت سے قرآن کے کسی نکتے پر اختلاف کرتے ہیں تو اسے قریش کی بولی میں لکھیں جیسا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا تھا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ بہت سی کاپیاں لکھ چکے تو عثمان نے اصل نسخے حفصہ کو واپس کر دیئے۔ عثمان نے ہر مسلمان صوبے کو اس کی ایک ایک نقل بھیجی جو انہوں نے نقل کی تھی، اور حکم دیا کہ باقی تمام قرآنی مواد، چاہے وہ ٹکڑوں میں لکھے گئے ہوں یا مکمل نسخے، جلا دیے جائیں۔ (بخاری، جلد 6، صفحہ 479)

JG، مذکورہ بالا روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" یہ روایت ہمیں واضح طور پر بتاتی ہے کہ قرآن کے دیگر نسخے، کچھ حصوں میں، باقی مکمل، لکھے گئے تھے اور وہ مفتوحہ علاقوں میں کہیں اور استعمال میں تھے۔ عثمان کا حکم کہ انہیں جلا دیا جائے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان کے اور حفصہ کے پاس موجود مخطوطہ کے درمیان متنی اختلافات تھے۔

بخاری کی حدیث میں درج ذیل روایت سے اس واقعہ کی واضح وضاحت ہوتی ہے:

" آرمینی محاذ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے ہوئے میں نے شام کے لوگوں کو ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق تلاوت کرتے دیکھا لیکن اہل عراق نے اس قراءت کے بارے میں نہیں سنا۔ اہل عراق عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق قرأت کر رہے تھے، لیکن اہل شام نے اس قرأت کو نہیں سنا، اس کے نتیجے میں (دوسرے کی قرأت کے بارے میں اس باہمی جہالت کے) ایک گروہ دوسرے کو کافر قرار دے رہا تھا۔

یہ روایت درج ذیل حقائق کو ثابت کرتی ہے:

1. اہل شام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق تلاوت کر رہے تھے۔
2. عراق کے لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کو مانتے تھے۔
3. قراءت کی دو صورتیں قراءت کے دو اعلیٰ حکام نے دی تھیں جو دونوں بزرگ صحابہ تھے۔
4. ایک گروہ کے دوسرے گروہ کے سرکاری اور مستند قرأت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے باہمی جھگڑے پیدا ہو گئے۔ ایک گروہ نے یہ تاثر دیا کہ دوسرے گروہ نے قرأت کی اختراعی اور غیر سرکاری شکل اختیار کر لی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ دیگر احادیث کی روایتوں سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ مختلف لوگوں کی قراء ت میں جو "اختلافات" ہیں وہ تمام سرکاری، مجاز اور الٰہی شکلیں تھیں جن کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دی تھی۔ باری نے اپنے طلباء کو قرات کا علم دیا۔

عبداللہ ابن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں قراءت کے اعلیٰ صحابی اور حکام تھے جو قراءت سکھانے کے مجاز اور اہل تھے۔ اس طرح، تلاوت کی "متغیر" شکلیں جو انہوں نے اپنے متعلقہ طلباء اور شاگردوں کو فراہم کیں وہ اختراعی نہیں تھیں اور انہیں کبھی بھی قرآن میں اضافہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی قرأت کی شکلیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منظور فرمائی ہیں جنہوں نے فرمایا کہ قرآن سات صورتوں میں نازل ہوا ہے۔ یہ بات جے جی کے لیے نئی ہو سکتی ہے، لیکن مسلمانوں اور حتیٰ کہ اسلام کے ان دشمنوں کے لیے جنہوں نے قرآن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، اس حقیقت سے واقف ہیں۔ جے جی نے بخاری سے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے "متغیر" پڑھنے کے دعوے کی حمایت کی ہے جسے وہ قرآن میں "اضافے" کے طور پر تجارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ بخاری میں اسی روایت کے بعد صرف چند سطریں ظاہر ہوتی ہیں۔ تلاوت کی سرکاری اور مستند شکلوں کا بیانیہ حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک یہ قرآن سات صورتوں میں نازل ہوا"

اس لیے اس کی جو شکل آسان ہو اس کے مطابق پڑھو۔‘‘

متعدد احادیث روایتیں اور قرآن کی تاریخ کسی شک و شبہ سے بالاتر ثابت کرتی ہے کہ ابتدائی ایام میں جو "متغیر پڑھنے" کا استعمال کیا جاتا تھا وہ سب اسلام نے منظور کیا تھا۔ قرأت کی ایسی تمام صورتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمائی تھیں۔ اس طرح کے جھگڑے جیسا کہ JG نے ذکر کیا ہے خود صحابہ کے درمیان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں موجود تھے کیونکہ تمام صحابہ کرام قراءت کی تمام مختلف صورتوں سے واقف نہیں تھے۔ البتہ جب کبھی وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اطلاع دیتے اور اس صورت کی وضاحت اور تصدیق حاصل کرتے جو کسی اور صحابی کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ حدیث نبوی اس حقیقت کی کافی گواہی دیتی ہے۔

چونکہ قرآن مختلف شکلوں میں نازل ہوا تھا، اس لیے یہ دعویٰ کرنا مضحکہ خیز ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مجاز شکل قرآن میں اضافے کی نمائندگی کرتی ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ تمام مجاز "متغیر ریڈنگز" نازل ہوئی ہیں اور قرآن کا حصہ ہیں۔ ہاں، اگر اسلام کے ناقدین یہ دعویٰ کرتے ہیں

کہ ابی بن کعب یا عبداللہ بن مسعود یا شریعت کے کسی اور مقتدر کی قرأت قرآن کے مجاز اور منظور شدہ نسخوں میں سے نہیں ہے، تو وہاں ایک انٹرپولیشن کا الزام لیکن، پھر جے جی کو ایسے الزام کے لیے اپنا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔ اس کے پاس ایسے کسی بھی دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ذرا سا بھی ثبوت نہیں ہے۔ "متغیر ریڈنگز" کو اسلام نے قرآن کے طور پر قبول کیا ہے کیونکہ اس طرح کی تمام "متغیر ریڈنگز" کی شکلیں سامنے آئی تھیں۔ یہ بالکل دوسری بات ہے کہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر اب تک اس طرح کی تمام "متغیر پڑھائیوں" کو امت کے اجماع (متفقہ فیصلے) نے رد کر دیا ہے۔ قرأت کی وہ سرکاری اور الہی شکل جو صحابہ کرام کے اجماع نے عثمان کے زمانے میں اختیار کی تھی آج بھی امت کے پاس موجود ہے۔

قرآنی تلاوت کی مختلف شکلوں کی مختصر تاریخ قارئین کو اس مسئلے کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دے گی۔

قرآن پاک کے سات احرف:

قرآن مجید کی سات صورتوں کا ذکر کرنے والی متعدد نبوی روایتوں میں سے، بخاری میں درج نبوی روایت کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

’’ بے شک یہ قرآن سات صورتوں میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی جو بھی شکل آسان ہو اس کے مطابق پڑھیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واضح ارشادات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ مناہل العرفان، جلد میں، ایک روایت میں پڑھتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی:

’’ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو سات طریقوں سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ لٰذا ان (سات) طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق تلاوت درست ہے۔

سبعہ الاحرف (سات حروف) کا کیا مطلب ہے؟ مستند علمائے اسلام نے تلاوت کی سات صورتوں کا مفہوم تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسلام کے ان حکام کے مطابق قراءت کی نازل شدہ سات صورتیں سات طریقوں سے مختلف ہیں۔ ظاہر شدہ شکلوں یا "متغیر ریڈنگز" کے درمیان یہ اختلافات درج ذیل ہیں:

1. واحد، جمع، مذکر اور مونث کے حوالے سے اسم میں فرق۔

2. زمانے کے حوالے سے فعل کے فرق،

اعراب میں اختلافات

4. الفاظ کی جگہ کے فرقے قرأت کی بعض صورتوں میں ایک لفظ دوسرے لفظ کے بعد دوسرے قَرَاتً میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

5. الفاظ کی تعداد میں فرقہ قیراط کی ایک شکل میں دوسری قیراط سے زیادہ لفظ ہو سکتا ہے۔

6. الفاظ کا متبادلہ ایک قیراط میں کسی خاص لفظ کو دوسری قیراط میں دوسرے لفظ سے بدل دیا جا سکتا ہے، مثلاً اَھَزَشَنَ اور اَھزَشَنَ ۔

7. لہجے میں فرق (آواز کا لہجہ - لہجہ)۔ تجوید کی تمام مختلف خصوصیات اور قواعد لجہ میں اختلافات کے دائرے میں آتے ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحت قرآن حکیم کے خلاف جہ جی کی طرف سے لایا گیا مداخلت کے الزام کو مکمل طور پر بے اثر کر دیتی ہے۔ قرآن کے ناقدین نے اپنے دعوے کی توثیق میں جو "مختلف ریڈنگز" پیش کی ہیں وہ درحقیقت قرآن کے لازمی حصے ہیں۔ یہ قراءت کی ظاہری شکلیں ہیں۔ چنانچہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی شکل اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریقہ ان کی اپنی اختراع نہیں تھی اور نہ ہی کوئی نیا انداز کسی نے متعارف کرایا تھا۔ ان کی قرأت کی جو صورتیں اہل شام اور عراق نے اختیار کی تھیں وہ سبعہ احرف میں سے تھیں۔

ایک اور حقیقت جو بڑی اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے معانی میں فرق - قرات کی شکلوں میں - ظاہر شدہ شکلیں - فرق پیدا نہیں کرتی ہیں۔ ابتدا میں چونکہ لوگ قرآن کے اسلوب سے عام طور پر واقف نہیں تھے، اس لیے قرأت کی کسی بھی شکل کے مطابق تلاوت کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس رعایت اور اجازت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور آپ کے وصال کے فوراً بعد کے دور میں ہوتا تھا۔ "قرات کی کسی بھی شکل" سے مراد سبعہ احرف کی حدود میں تلاوت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ رمضان کے مہینے میں جبرائیل علیہ السلام کی موجودگی میں ایک بار پورا قرآن پڑھا کرتے تھے۔ اپنی وفات کے سال میں آپ نے فرشتہ جبرائیل کی موجودگی میں دو مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اس آخری تلاوت کو عرسہ اخیرہ کہتے ہیں۔ اس موقع پر قراءت کی بہت سی صورتیں منسوخ ہو گئیں۔ قرأت کی صرف وہی صورتیں باقی تھیں جو آج تک تواطور کی ترسیل کے ذریعہ محفوظ ہیں (یعنی مستند ترسیل کے غیر منقطع سلسلہ کے ذریعہ نسل در نسل نقل کی جارہی ہیں)۔

اپنے دور حکومت میں کامریڈ عثمان نے قرآن مجید کے سات نسخے مرتب کیے تھے۔ ان سات نسخوں میں قرأت کی تمام صورتیں علامتی علامات اور نقطوں یا نقطوں کو حذف کر کے یکجا کر دی گئیں۔ اس لیے قراءت کی زیادہ تر مجاز شکلیں قرآن حکیم کے اس رسم الخط (تحریر کا طریقہ) میں شامل کی گئیں۔ تلاوت کی وہ صورتیں جو اس رسم الخط میں شامل نہیں کی جا سکتی تھیں، الگ الگ نسخوں میں محفوظ تھیں۔ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ قراءت کی ہر ایک شکل کے لیے ایک علیحدہ تالیف کی جائے جو ابتدائی سات نسخوں کی رسم الخط میں موجود نہ ہو۔

اہل اسلام نے قرأت کی مختلف شکلوں کو سیکھنے، حفظ کرنے اور محفوظ کرنے کے لیے سب سے زیادہ کوششیں کیں (جس کا ذکر جہ جی نے کیا ہے) اس طرح کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے ذریعہ مرتب اور ریکارڈ کیا گیا۔ یہ امت کی اس عظیم اور عظیم کاوش کا براہ راست نتیجہ تھا کہ علم قرأت نے ایک مستحکم اور آزاد سائنس کی شکل اختیار کی۔ سیکڑوں علمائے کرام اور حفاظ کرام نے اپنی پوری زندگی اس علوم قرأت کے تحفظ کے لیے وقف کردی۔

اس میدان میں پہلا قدم کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی طرف سے اس سائنس کی تشکیل میں ایک اہم اقدام تھا۔ قرآن کے سات نسخوں کے ہر ایک تالیف کے ساتھ جو اس نے اسلامی سلطنت کے مختلف حصوں میں بھیجے، کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ نے دوسروں کو قرات کا علم دینے کے لیے ایک قابل قاری بھیجا۔ ان قراءت نے اپنے لیے مختص علاقوں میں لوگوں کو تلاوت کی اس شکل کے مطابق ہدایت کی جس میں وہ مہارت رکھتے تھے۔ اس لیے تلاوت کی مختلف شکلیں بڑے پیمانے پر پھیلائی گئیں۔

وہ اصول جسے پوری امت نے قبول کیا ہے، صحابہ کے زمانے سے ہی یہ حقیقت تھی کہ قراءت کو رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی صورت ثابت ہونا تھا۔ قراءت کی صداقت کو قراءت کی ائمہ (ماسٹرز) سے تسلیم کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا یہ بات بخوبی واضح ہے کہ "متغیر قراءت" قرآن شریف کے لیے نہیں تھی اور نہ ہی ہیں، بلکہ تمام قراءت کی تصدیق شدہ شکلیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ قرآن مجید میں اضافے اور تغیرات کے بارے میں اپنے ایسے تغیرات کے ثبوت پیش کرے جو کہ صحابہ کرام JG اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ

نے تسلیم نہیں کیے ہیں - دوسرے لفظوں میں، اسے ثابت کرنا چاہیے کہ وہ "متغیر پڑھنے" جس کے بارے میں وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کلام نازل نہیں ہوتا تھا۔ اور، اس طرح کے ثبوت پیش کرنے کے عمل میں، اسے احادیث کا سہارا لینا چاہیے کیونکہ اس نے قرآن کی سند کو غلط ثابت کرنے کے لیے نبوی روایتوں کا انتخاب کیا ہے۔

قرآن کے متن کا رویہ

قرآن کے بعض نقاد کہتے ہیں:

"یہ عالمی طور پر پوری مسلم دنیا میں مانا جاتا ہے کہ قرآن آج گردش میں ہے بالکل وہی ہے جو اللہ نے محمد پر نازل کیا ہے، کہ کچھ بھی تبدیل نہیں کیا گیا ہے، متن میں سے کوئی حوالہ نہیں چھوڑا گیا ہے، کہ کسی آدمی نے اس میں اضافہ نہیں کیا ہے، اور یہ کہ آخری خط تک، یہ خدا کی قدرت سے محفوظ ہے۔"

مسلمانوں کا دعویٰ بالکل یہی ہے۔ قرآن الٰہی اور ابدی سچائی ہے۔ ہمارے پاس قرآن آخری حرف تک کا قرآن ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا تھا۔ چودہ صدیوں سے زیادہ کا وقت قرآن کی صداقت اور غیر تبدیل شدہ شکل کی تصدیق کرتا ہے۔ دوست اور دشمن یکساں قرآن کی ابدی اور غیر تبدیل شدہ سچائی کی گواہی دیتے ہیں۔ جے جی کے نوحہ خوانی اور بائبل کے ساتھ بے بنیاد موازنے جیسے ناقدین قرآن کی ناقابل تردید صداقت کو کبھی نہیں بدلیں گے۔ ہم تضاد کے ذرا بھی خوف کے بغیر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ بھی شامل یا حذف نہیں کیا گیا ہے۔ اسلام کے دعوے کی تردید کے لیے جے جی نے اپنے بروشر میں جو بھی "ثبوت" اور "ثبوت" شامل کیے ہیں، انشاء اللہ اسے منہدم کر دیا جائے گا۔

قرآن میں نحوی نشانیاں

اپنے بروشر پر، جے جی کا دعویٰ ہے: "... اور اس کے باوجود قرآن کے متن کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عربی تلفظ اور نسبتی حرفی پوائنٹس میں فرق کرنے والے نقاطی نکات محمد کی وفات کے کم از کم دو سو سال بعد ہی متعارف کرائے گئے تھے۔ قدیم ترین قرآن، کوفک اور دیگر رسم الخط میں، تمام میں صرف سترہ حروف تھے (جبکہ عربی حروف جس میں نقاطی نکات وغیرہ سے ممتاز ہیں آج انتیس نمبر ہیں) اور کسی کے ساتھ حرف حرف نہیں تھے۔

اس ناقد کی طرف سے اختیار کیے گئے استدلال کی مندرجہ بالا سطر سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ وہ اسلام کے قرآن کے حوالے سے جو دعویٰ کرتا ہے اس کے بارے میں وہ بالکل اندھیرے میں ہے۔ قرآن سے مراد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی ہے۔ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا۔ اور، ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہونے والی تقریر - جسے قرآن کہا جاتا ہے - آج تک برقرار ہے۔ اس میں ذرا سی بھی تبدیلی نہیں آئی۔ اس دن کی تلاوت قرآن بالکل وہی قرآن ہے جس کی تلاوت رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ قرآن مجید تحریری شکل میں نازل نہیں ہوا

وحی الٰہی کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زبانی طور پر صحابہ تک پہنچایا۔ نقاطی نکات کا
داخل کرنا بالکل اسی زمرے میں ہے جس طرح عربی حروف تہجی کے حروف کو داخل کیا جاتا ہے۔
جس طرح عربی حروف تہجی کے حروف (یعنی لکھے ہوئے حروف) مکاشفہ کی آواز اور تلفظ پیدا کرتے
ہیں، اسی طرح نقاطی نکات اور علامات بھی کریں۔ نقاطی نکات اور علامات عربی حروف یعنی
حروف کے تحریری نمائندوں کی طرح اسی زمرے میں ہیں۔ یہ حروف پہلی صورت میں یا اصل میں
تلفظ ہیں، تحریری شکل نہیں۔ تحریری شکلیں صرف "حروف"، حروف کے ذریعے پیدا ہونے والی
حقیقی آوازوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔

اگر کوئی زبانی بیان تحریر کے لیے پرعزم ہو اور تحریر کی شکل ایسی ہو کہ وہ بالکل وہی بیان پیش
کرے جو بولا گیا تھا – بیان کا مفہوم نہیں بلکہ اصل الفاظ کہے گئے ہیں – تو ایسی تحریر کسی بھی
ذہین استدلال کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ بولے جانے والے الفاظ میں اضافہ یا تبدیلی کے طور پر تشریح
کی جائے۔ ہاں، اگر تحریری الفاظ میں ایسی تبدیلی پیش کی گئی ہے کہ کہے گئے بیان اور تحریری بیان
میں فرق آجائے، تو بلاشبہ تبدیلی کا دعویٰ درست ہوگا۔ لیکن، بولے جانے والے الفاظ اور تحریری الفاظ
کے درمیان کسی قسم کے فرق کی مکمل عدم موجودگی میں، تبدیلی کا دعویٰ بے بنیاد اور لغو ہے۔

قرآنی نزول میں، نہ صرف نقاطی علامات اور نکات غائب تھے، حتیٰ کہ تحریری حروف کی آوازوں کی
نمائندگی کرنے والے تحریری حروف بھی غائب تھے کیونکہ قرآن تحریری حروف میں نازل نہیں ہوا تھا۔
اس طرح، اگر قرآن کے ناقدین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ نقاطی علامات اور حرفی نکات کی
شمولیت قرآن میں تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے، تو اسی استدلال کے لحاظ سے اسے یہ دعویٰ کر کے قرآن
کی صداقت کے اپنے انکار کو وسعت دینا پڑے گا کہ قرآن تحریری شکل میں ہے۔ - یہاں تک کہ قیاس کے
طور پر "صرف سترہ حرف" بھی اصل قرآن میں تبدیلی اور اضافہ کی نمائندگی کرتے ہیں جو نبی
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا تھا۔ لیکن، اس طرح کے دعوے کی مضحکہ خیزی عیاں ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ قرآن کی درستگی اور درستگی آج کل نازل
شدہ قرآن کی گردش میں ہے اس میں کتاب کے ٹھوس یا مادی اجزاء جیسے کہ جسمانی صفحات،
سیاہی، کتاب میں کھینچی گئی لکیریں شامل ہیں۔ خطاطی کے نوشتہ جات، سجاوٹ وغیرہ۔ آج
گردش میں قرآن شریف کی درستگی کا موازنہ وحی کی درستگی کے ساتھ بڑی درستگی کے ساتھ کیا
جاتا ہے۔ اس طرح آج کل جو قرآنی الفاظ امت اسلامیہ پڑھتے ہیں وہ عین اور قطعی الفاظ ہیں جو
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے اور جس قطعیت کا ہم دعویٰ کر رہے ہیں اس
سے مراد نہ صرف تلاوت ہے بلکہ مواد کے لحاظ سے بھی، یعنی منسوخ تلاوہ (منسوخ تلاوت) آیات کو
چھوڑ کر پورا نازل شدہ قرآن (منسوخ اللہ کی طرف سے، نہ کہ اسلام کے کسی پیروکار نے)۔ اس پہلو
پر بعد میں مزید تفصیل سے بات کی جائے گی۔

علامتی علامات اور نکات (فتح، کسرہ، دھم، جزم، وغیرہ) کی ظاہری شکل قرآن حکیم کے تحریری
متن میں حروف تہجی کے حروف (حروف) کی طرح ہے۔ جس طرح قرآنی وحی (وحی) میں تحریری
خطوط کا وجود نہیں ہے اسی طرح متناقضی نکات اور علامات بھی غائب ہیں۔ جس طرح حروف
تہجی کے حروف کو آواز اور تلفظ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح آواز اور تلفظ پیدا
کرنے کے لیے قرآنی تحریر میں استعمال کیے گئے نقاطی علامات اور نکات بھی ہیں۔ عربی حروف
(حروف تہجی کے حروف) محض علامتیں یا حروف ہیں جو آواز کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے
ہیں اور اسی طرح سے علامتیں یا حروف وہ علامتیں یا حروف ہیں جو آواز کی نمائندگی کرتے ہیں۔
تحریری متن میں نقاطی علامات داخل کرنے سے قرآن میں کوئی نئی آواز یا نیا لفظ یا نیا جملہ شامل
نہیں کیا گیا ہے۔ عربی میں پڑھا جانے والا لفظ بالکل یکساں ہے خواہ متن میں اشارے اور نکات شامل
ہوں یا خارج کیے جائیں۔

ڈائیکرٹیکل علامات اور نکات ہینڈ رائٹنگ کے نظام کا محض حصہ ہیں جو کہ اصل بیان یا زبانی بیان کی
نمائندگی کرتے ہیں۔ حافظہ سے قرآن کی تلاوت کرنے والا حافظ بالکل اسی طرح تلاوت کرتا ہے جس
طرح ایک شخص جو متن سے قراءت کرتا ہے جس میں علامات اور نکات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اصل

تلاوت میں بالکل کوئی فرق نہیں جو اصل قرآن ہے۔ قرآن شریف کی اصل شکل زبانی تلاوت ہے نہ کہ تحریری حروف جو کہ صرف حقیقی نازل شدہ اور زبانی قرآن کے نمائندے ہیں۔

سٹینوگرافی (شارٹ ہینڈ تحریر کا کوئی بھی نظام) میں اتارا گیا بیان اصل بیان کا اضافہ یا مداخلت نہیں ہے۔ جب شارٹ ہینڈ میں ریکارڈ کیا گیا بیان پڑھا یا پڑھا جائے گا تو اس کا موازنہ اصل زبانی اظہار سے کیا جائے گا ۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ نقاطی علامات اور نکات قرآن میں اضافے کی نمائندگی کرتے ہیں، سراسر بے بنیاد ہے۔

اگر متنی علامات اور نکات قرآن کی تلاوت میں کوئی تغیر پیدا کرتے یا اس طرح متن میں کوئی نیا لفظ، حرف یا جملہ متعارف کرایا جاتا تو مذہب اسلام کے مایوس ناقدین کے پاس ایک معقول دلیل ہوتی۔ لیکن چونکہ ان علامات اور نکات سے ایک بھی نیا حرف متعارف نہیں ہوا ہے اس لیے ان کے استدلال کی غلط فہمی ظاہر ہے۔

تحریری عربی میں عام طور پر اشارے اور نکات نہیں ڈالے جاتے۔ یہ نشانیاں صرف غیر عربی بولنے والے مسلمانوں کی صحیح تلاوت کی سہولت کے لیے ڈالی گئی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کہ مکمل نازل شدہ قرآن کو دو ورقوں کے درمیان، تحریری شکل میں، مستند محفوظ کرنے کی سہولت کے لیے داخل کیا گیا ہے۔ ایسی نشانیوں کا مقصد صرف یہ یقینی بنانا ہے کہ تحریری متن بالکل اسی طرح پڑھا جائے جس طرح قرآن کے نازل کردہ الفاظ ہیں۔ اس لیے مداخلت یا اضافے کا الزام مضحکہ خیز ہے۔ جب کہ ان کا واحد کام قرأت کی درستگی اور درستگی کو یقینی بنانا ہے تو اس کے نکات اور علامات کو ایک اضافے سے کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ کس حد تک تخیل اور استدلال کے دائرے سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ نشانات قرآن میں اضافے ہیں جب کہ وہ صرف نازل شدہ قرآن کی درستگی کو برقرار رکھتے ہیں؟ کوئی سمجھدار آدمی یہ کیسے استدلال کر سکتا ہے کہ ایسی علامات اور علامات قرآن میں اضافے ہیں جب کہ ان سے قرآن کی تلاوت میں ذرا سا بھی فرق نہیں آتا؟

خلاصہ یہ ہے کہ علامتی علامات صرف وہ علامتیں ہیں جو سر کی آوازوں کو اسی طرح ظاہر کرتی ہیں جس طرح عربی حروف تہجی کے دوسرے حروف کنوننٹ آوازوں کی علامت ہیں۔ قرآن کی ابتدائی تحریری نصوص میں علامتی علامات کی عدم موجودگی محض عربی تحریر کے اسلوب کے مطابق تھی جس میں تحریری متن میں حرف 'آواز' کو چھوڑ دیا جاتا ہے، لیکن بولے جانے والے الفاظ میں نہیں۔

عربی حروف تہجی کے 17 اور 29 حروف کا دعویٰ

اسلام کے بعض جرات مندانہ نقاد کہتے ہیں: "ابتدائی قرآن میں، کوفک اور دیگر رسم الخط میں صرف سترہ حروف تھے (جبکہ عربی حروف جو کہ نقاطی نکات وغیرہ سے ممتاز ہیں، آج کا نمبر انتیس ہے) اور کسی کے ساتھ حرف حرف نہیں تھے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تحریر کردہ قرآن کریم

جے جی نے الزام لگایا کہ کامریڈ ابوبکر صدیق کے حکم سے مرتب قرآن شریف کا پہلا نسخہ مکمل طور پر مکمل اور مکمل وحی نہیں تھا۔ اس دعوے کو دباتے ہوئے، JG کہتے ہیں کہ:

زید قرآن پاک کو بخوبی جانتے تھے لیکن یہ تجویز کہ وہ اسے مکمل طور پر جانتے تھے اور پوری طرح سے ان کی طرف منسوب اس قول کی تردید ہے: چنانچہ میں نے قرآن پاک کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کے پتوں سے جمع کرنا شروع کیا، ڈنٹھل، پتلے سفید پتھر اور ان لوگوں سے بھی جو اسے دل

سے جانتے تھے، یہاں تک کہ میں نے سورہ التوبہ کی آخری آیت ابی خزیمہ الانصاری کے پاس پائی اور ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پائی۔ (صحیح البخاری، جلد 6، صفحہ 478)

قرآن کو مکمل طور پر انسان کی یاد میں رکھنا اللہ کا کام ہے۔ بڑی مشکل اور اس کام کی حیرت کے باوجود، یہ عام علم ہے کہ لاکھوں مسلمان، بچپن سے، یہ شاندار کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ آج تک لاتعداد حفاظ موجود ہیں جو پوری طرح قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ جب عام مسلمان حتیٰ کہ امت کے بچے بھی قرآن پاک کو مکمل طور پر اپنی یادداشتوں میں جذب کرنے کی خدائی عطا کردہ صلاحیت کے مالک ہیں تو ایسا کون سا ناممکن تھا جو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی کو اس سے روک سکتا تھا؟ قرآن پاک مکمل حفظ کیا؟ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان فقیہوں میں سب سے آگے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نگرانی میں وحی (قرآنی وحی) لکھی۔ مزید برآں کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کو وہ واحد صحابی ہونے کا اعزاز حاصل ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آخری موقع پر جبرائیل علیہ السلام کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن مجید سنایا -ای-کریم کا انتقال ہو گیا۔ زید (رضی اللہ عنہ) کی قرآن پر مہارت کے بارے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کہ وہ بے مثال حافظ تھے یہ امت کی متفقہ حقیقت ہے۔ اسلام کے ناقدین نے اپنے دعوے کی تائید کے لیے ایک ذرہ ثبوت بھی پیش نہیں کیا۔ خواہش مندانہ سوچ اور ان کی ذاتی رائے کے علاوہ، اس تجویز کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ کامریڈ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن کے مکمل اور کامل حافظ نہیں تھے۔ حدیث نبوی کہ وہ تمام حقائق جن پر ناقدین نے اپنے دعوے کی بنیاد رکھی ہے، وہ امت کے اس نظریے کی تائید کرتے ہیں کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ حفاظ کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔ وہ قرآن پاک کو مکمل طور پر حافظے سے جانتے تھے۔

ناقدین کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی تجاویز کو تقویت دینے کے لیے بخاری کی مذکورہ بالا روایت کو بھی پیش کرتے ہیں، اور ان کا دعویٰ ہے کہ مذکورہ روایت اس نظریے کی تردید کرتی ہے کہ زید رضی اللہ عنہ قرآن پاک کو مکمل طور پر جانتے تھے مکمل طور پر لیکن، زیر بحث روایت کسی بھی طرح اس دعوے کی تردید نہیں کرتی۔ حدیث نبوی سے بھی دور دور تک یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ ایک نامکمل حافظ تھے۔ کامریڈ زید کا مختلف لوگوں سے اور تحریری مواد سے قرآن کی آیات تلاش کرنے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ قرآن کو مکمل اور مکمل طور پر نہیں جانتے تھے۔ قرآنی آیات کی "تلاش" کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے قرآن کو مکمل اور مکمل طور پر نہ جاننے کا نتیجہ نہیں تھا جیسا کہ JG نے روایت نبوی سے سمجھا ہے۔ قرآن پاک کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا کام درحقیقت ایک اہم کام تھا۔ یہ کام اتنا اچھا تھا کہ کامریڈ زید نے تبصرہ کیا:

’’ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ دونوں بزرگ کسی پہاڑ کو دھونے کا کام مجھ پر عائد کرتے تو قرآن مجید کو مرتب کرنے کا کام اتنا مشکل نہ ہوتا۔‘‘

قرآن شریف کی اصلیت اور صداقت کے تحفظ کے لیے سخت ترین اقدامات کیے گئے۔ صحابہ کرام نے اس عظیم اور مشکل ترین کام کو انجام دینے کے لیے کبھی بھی کسی خاص شخص کی یادداشت پر انحصار نہیں کیا اور نہ ہی صرف یادداشت پرے بے شمار کامل حفاظ کی موجودگی کے باوجود جو قرآن کو مکمل طور پر جانتے تھے اور مکمل طور پر قرآن کی تصدیق کے لیے دیگر سخت اقدامات کیے گئے جو صحابہ کرام کی یادوں میں محفوظ تھے۔ کامریڈ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک کامل حافظ ہونے کے ناطے اپنی یادداشت سے قرآن پاک لکھ سکتے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ سینکڑوں اور حفاظ موجود تھے۔ لہٰذا قرآن مجید کی تحریر کے مقصد کے لیے حفاظ کی تنظیم قائم کرنا نسبتاً آسان تھا۔ مزید یہ کہ کامریڈ زید قرآن کریم کو مختلف نسخوں سے نقل کر سکتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ تاہم اس نے اس مقدس کام میں بڑی احتیاط برتی۔ احتیاطی تدابیر کے طور پر اس نے قرآن کی تالیف کے لیے کسی ایک خاص طریقے سے خود کو مطمئن نہیں کیا۔ قرآنی متن کی صداقت کو برقرار رکھنے کے لیے بیک وقت متعدد اقدامات کیے گئے۔

اختیار کیے گئے اقدامات یہ تھے:

1. سب سے پہلے کامریڈ زید رضی اللہ عنہ اپنے حافظے سے قرآن کے کسی نسخے یا تحریری ریکارڈنگ کی تصدیق کرتے تھے۔

2. کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ جو ایک حافظ بھی تھے، کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشترکہ طور پر اس کام کو انجام دینے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اس لیے جب بھی قرآن کی کوئی تحریری آیات پیش کی جاتیں تو دونوں مشترکہ طور پر ان کی تصدیق کرتے اور قبول کرتے۔

3. آیات کی صداقت کے بارے میں دو نیک اور قابل اعتماد گواہوں کو گواہی دینا تھی۔ حلف کے تحت ایسی گواہی حاصل کرنے کے بعد ہی آیات کو قبول کیا جائے گا۔ اس گواہی کا اطلاق ان آیات پر ہوتا ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں لکھی گئی تھیں۔ گواہ کو گواہی دینا تھی کہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لکھی گئی تھیں۔

4. اس طرح قبول اور درج شدہ آیت کا مختلف صحابہ کے تحریری ریکارڈ سے موازنہ کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا وضاحت سے واضح ہو جائے گا کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کی تلاش ان اقدامات میں سے صرف ایک تھی جو قرآن شریف کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے لیے اختیار کیے گئے تھے۔ تلاشی احتیاطی تدابیر میں سے ایک تھی اور اس کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ کامریڈ زید قرآن کو مکمل طور پر اور مکمل طور پر نہیں جانتے تھے۔ بخاری کی حدیث نبوی میں جو جی جی نے نقل کی ہے، کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کا درج ذیل بیان آتا ہے:

یہاں تک کہ میں نے سورہ التوبہ کی آخری آیت ابی خزیمہ الانصاری کے پاس پائی اور ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پائی۔

جے جی اس بیان سے درج ذیل بے بنیاد نتیجہ اخذ کرتا ہے:

" یہ بالکل واضح طور پر ایک وسیع پیمانے پر تلاش تھی جو زید نے کی تھی اور یہ بیان کہ ایک حوالہ (سورہ 9. 128-129) صرف ایک آدمی کے پاس پایا گیا تھا کہ کوئی بھی پوری کتاب کو دل سے نہیں جانتا تھا۔ اسے کوئی دوسرا حافظ نہیں مل سکا جو اسے جانتا ہو۔"

جے جی اپنے ان دلائل کی تائید کے لیے دوسرے غیر مسلموں کے کاموں سے بہت زیادہ اخذ کرتے ہیں جو درحقیقت اسلام کے خلاف دشمنوں کی دلیل ہیں۔ اگرچہ جے جی کا دعویٰ ہے کہ اس کا مقدمہ روایتِ نبوی کے ’’شواہد‘‘ پر مبنی ہے، لیکن بخاری شریف میں مذکورہ بالا روایتِ نبوی کے سلسلے میں جو نتیجہ اس نے اخذ کیا ہے وہ خاصا عجیب ہے کیونکہ وہ کامریڈ کے بیان کے اصل مفہوم سے زبردست لاعلمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ حدیث نبوی اور قرآنی تالیف کی تاریخ سے بالکل ناواقف آدمی ہی اس بات کی تصدیق کرے گا کہ چونکہ "سورہ توبہ کی آخری آیت ابو خزیمہ کے ساتھ پائی گئی تھی" اس لیے زید اور دوسرے حفاظ کامل حفاظ نہیں تھے اور قرآن کو مکمل طور پر نہیں جانتے تھے۔ . زیر بحث روایت اور اس کے صحیح معنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جے جی کا جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ انتہائی غلط ہے۔

قرآن مجید کی تالیف کے طریقہ کار کو ذہن میں رکھتے ہوئے، یعنی بیک وقت کئی طریقے استعمال کیے گئے- کسی ایک طریقے پر اعتماد نہیں کیا گیا- سورہ توبہ کی آخری دو آیات کے حوالے سے زید کا بیان بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

‘‘میں نے سورہ براء کی آخری دو آیات صرف ابو خزیمہ کی ہیں اور کسی نے نہیں پائی ہیں۔’’

اس بیان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابو خزیمہ کے علاوہ کسی کو ان آیات کا علم نہیں تھا یا ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے پاس ان آیات کا تحریری ریکارڈ موجود نہیں تھا۔ بہت سے کاتبین وحی تھے جنہوں نے قرآنی وحی نازل ہونے کے فوراً بعد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں لکھی۔ خزیمہ رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی ایک مصنف تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نگرانی میں قرآنی آیات لکھیں۔ کامریڈ زید کے مذکورہ بالا بیان کا مفہوم اب بالکل واضح ہو جانا چاہیے کہ جن لوگوں نے آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ

راست حکم اور نگرانی میں لکھی تھیں ان میں خزیمہ رضی اللہ عنہ تھیں۔ صرف وہی شخص تھا جس سے اس نے (زید) کو سورہ براء کی آخری دو آیات لکھی ہوئی پائی تھیں۔ یہ بات کسی شک و شبہ سے بالاتر تھی کہ یہ دونوں آیات قرآن کا حصہ ہیں۔ سینکڑوں صحابہ کرام آیات کو حافظہ سے جانتے تھے۔ مزید برآں وہ صحابہ کرام جن کے پاس قرآن مجید کی تحریر کی مکمل ریکارڈنگ تھی ان کے پاس بھی یہ مخصوص آیات اپنے تحریری ریکارڈ میں تھیں۔ لیکن جہاں تک انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نگرانی میں لکھنے کا تعلق ہے تو یہ آیات صرف ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں۔ یہ حقیقت کہ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''میں نے آخری آیت کو پایا ... اور ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پایا''، اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کو ان آیات کا علم تھا۔ اگر اس کے پاس ایسا کوئی علم نہ ہوتا تو وہ اس بات پر حیران ہوتا کہ آیات ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی ہیں اور کسی اور کی نہیں۔ زید رضی اللہ عنہ کے قرآن کی تالیف کے طریقے سخت تھے اور قرآنی آیات کو ایک درجہ بند اور ترتیب شدہ ترتیب کے ساتھ کاغذ پر ترتیب دینے کے لیے ان پر بھرپور طریقے سے عمل کیا گیا۔ کامریڈ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان صرف یہ بتاتا ہے کہ آیات کی قبولیت کے لیے اختیار کیے گئے متعدد اقدامات میں سے کسی شک و شبہ سے بالاتر آیات کی صداقت کو ثابت کرنا ہے۔ سورہ براء کی آخری دو آیات صرف کامریڈ ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے تحریری ریکارڈ سے پوری ہوئیں۔ زید رضی اللہ عنہ کا بیان اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن کے ناقدین کے بے بنیاد مفروضوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دوران اور زندگی کے آخر میں قرآن:

جہ جی نے اپنے کتابچے میں یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی کے دوران اور آپ کی زندگی کے آخر میں بھی پورا قرآن موجود نہیں تھا، قرآن نہ ہونے کی وجہ سے بہت کچھ یا کچھ حصہ ضائع ہو چکا تھا۔ کتابی شکل میں مرتب کیا گیا۔ اس تنازعے کی تائید میں وہ مغربی غیرمذہبی علماء کے نتائج کو پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ جیفری کی کتاب قرآن مجید سے درج ذیل عبارت کا حوالہ دیتے ہیں:

"شروع میں، یہ بات بالکل یقینی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے وحی کے مواد کا کوئی مجموعہ، ترتیب شدہ جسم نہیں تھا۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ وہ ہے جو کچھ عرصہ بعد کمیونٹی کے رہنماؤں کے ذریعے جمع کیا جاسکتا تھا جب انہوں نے پیغمبر کے اعلانات کے مجموعے کی ضرورت محسوس کرنا شروع کی، اور اس وقت تک اس کا بہت کچھ ضائع ہوچکا تھا، اور باقی حصے صرف درج کیے جاسکتے تھے۔ بکھری شکل۔"

یہ اسلام کے ایک ناقد کا نتیجہ ہے۔ حقیقت سے غیر ثابت شدہ یہ نتیجہ قرآن کے ایک اور ناقد نے اپنے اس دعوے کی تائید کے لیے اٹھایا ہے کہ قرآن مستند نہیں ہے۔ لیکن اسلام کے ناقدین کی طرف سے پیش کی گئی اس طرح کی خواہش مندانہ سوچ دلیل نہیں بنتی۔ قرآن سے متعلق شواہد کا غیر جانبدارانہ مطالعہ، اس کے نزول، تحریر، جمع اور محفوظ کرنے سے مذکورہ بالا نتیجے کو بالکل بے بنیاد قرار دیا جائے گا۔ آئیے اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے دوران قرآنی نزول کے بارے میں اصل حقائق پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت کی تاریخ:

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں تحفظ

یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ قرآن ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوا تھا بلکہ وحی برسوں کی مدت میں ٹکڑوں میں ہوتی تھی۔ قرآن اللہ کی وحی ہے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا گیا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں نقاد کی آراء اور عقائد سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ لہٰذا، اسلام کے ناقدین

اس حوالے سے جو بھی مانتے ہیں، مسلمان اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ پہلا، سب سے بڑا اور سب سے زیادہ محفوظ خزانہ جس میں قرآن کریم کو زمین پر محفوظ اور محفوظ کیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکرم دل تھا وہ)۔ تنقید کرنے والا الزام لگائے گا کہ یہ اندھا اور غیر معقول عقیدہ ہے۔ تو یہ ہو جائے. ہمیں ان کے ان دعوؤں اور نتائج سے کوئی سروکار نہیں جو ان کے کفر، کینے اور اسلام کے لیے بغض سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم اسلام کے غلام اور اللہ کے بندے ہیں۔ ہم اللہ کی حقانیت پر یقین رکھنے والے ہیں، اس لیے اللہ کے ناقدین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کرنے والوں کی تہمتوں اور تہمتوں سے ہم پریشان نہیں ہوتے۔ ایمان کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کا پہلا اور سب سے زیادہ محفوظ خزانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قلب و دماغ تھا۔ قرآن کا نزول رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذہن میں مضبوطی، درست اور مستقل طور پر نقش تھا۔ یہ خزانہ تھا - ابتدائی خزانہ - جس میں معمولی غلطی، ترمیم اور تبدیلی کا امکان نہیں تھا اور داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ قیامت میں فرمایا:

’’بلاشبہ اس کی (قرآن کی) تالیف اور اس کی (صحیح) تلاوت ہمارے ذمہ ہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے علاوہ ہر سال رمضان کے مہینے میں فرشتے جبرائیل علیہ السلام کو پورا قرآن سناتے تھے جو تلاوت سنتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ پورا قرآن سنایا۔

ساتھیوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موجودگی کے پیش نظر آپ کی حیات طیبہ میں قرآن کے کسی حصے کے ضائع ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہیں تھا۔ یہ دعویٰ کرنا غیر معقول اور غیر منطقی ہے کہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران قرآن کا کوئی حصہ ضائع ہو سکتا تھا۔ ہاں، ایک نقاد ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو بھی نہیں مانتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول تھے۔ لہٰذا، نقاد کی طرف سے قرآن کی صداقت کو رد کرنے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ جب کوئی شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین نہیں رکھتا تو اس سے یہ توقع رکھنا سراسر زیادتی اور حماقت ہے کہ وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ہونے پر یقین کرے گا۔ لیکن، جو کوئی اس بنیاد پر بحث شروع کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ منطقی طور پر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن کا کوئی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضائع ہوا تھا۔ وہ)۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کو قبول کرنے کے بعد اسلام کا کوئی پیروکار قرآن مجید کی مکمل حفاظت میں شک کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرنے کا نتیجہ ہے۔ (اللہ کی شان اور رحمت ہو)۔ آدمی کی نبوت کو قبول کرنے کا ایک منطقی اور ضروری نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب کیا ہے اور وہ اپنے اس کلام کی حفاظت کرے گا جو نبی پر نازل ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا بہت آسان ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیٰ وسلم کی حیات طیبہ میں قرآن کے کسی حصے کے ضائع ہونے یا تبدیل ہونے کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں تھا۔

قرآن کی صداقت کو غلط ثابت کرنے کے لیے اپنا پمفلٹ لکھتے ہوئے، جے جی نے فضول اور بے کار ہونے کی مشق شروع کر دی ہے کیونکہ اس نے اس طرح کوئی مقصد پورا نہیں کیا۔ اگر اس کا پمفلٹ لکھنے کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا تھا تو وہ بری طرح ناکام ہو جائے گا کیونکہ ایک مسلمان کا مذہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر مبنی ہے۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہے وہ جے جی کے اعتراضات کو لغو اور لغو قرار دے گا۔ اگر جے جی کا مقصد عیسائیوں کو قائل کرنا ہے جو قرآن کی صداقت کی طرف مائل ہو سکتے ہیں، تو ان کا کام آسان ہو جاتا اگر وہ صرف عیسائیوں کی طرف اشارہ کرتے کہ "محمد خدا کے رسول نہیں ہیں" - حقیقت میں عیسائی اسے قبول نہیں کرتے۔ اس کی نبوت - اور یہ کہ جو شخص "خدا کا نبی" نہیں ہے اس کے "اعلانات" وحی الٰہی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد جے جی کو اپنی فضول مشق شروع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

آئیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں قرآن کی حفاظت کے حقائق کی طرف لوٹتے ہیں۔ صحابہ کرام خود قرآن مجید کی حفاظت کا ذخیرہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی، ہدایت اور نگرانی میں لاتعداد صحابہ کرام نے قرآن شریف حفظ کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صرف قرآن کے معانی صحابہ کو نہیں بتائے، صحیح تلاوت پر بہت زور دیا گیا۔ درحقیقت، صحیح معنی کا دارومدار صحیح قراءت پر ہوتا ہے - صحیح طریقے سے محفوظ شدہ عبارت پر۔ قرآن سیکھنے اور حفظ کرنے کے شوق میں، صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے مقابلہ کیا۔ قرآن کے لیے ان کا شوق اس قدر زیادہ تھا اور ان کا جوش اتنا زیادہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خواتین حواریوں نے اپنے شوہروں کے قرآن پڑھانے کے بدلے اپنے مہر (شادی کے جہیز) پر بھی سمجھوتہ کر لیا تھا۔ سینکڑوں صحابہ کرام نے اپنی پوری زندگی اس مقصد اور حصول کے لیے وقف کر دی۔ وہ نہ صرف قرآن پاک حفظ کرتے تھے بلکہ رات کو نماز میں تلاوت کرتے تھے۔ یہ ان میں کبھی کبھار کا رواج نہیں تھا، یہ روزانہ کی مشق تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے قرآن مجید کو حفظ کرنے کا عہد کر لیا۔ اس گروہ میں چاروں خلفائے راشدین کے علاوہ طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ بن یمان، سالم، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ ابن عباس، عمرو بن العاص، عبداللہ ابن مسعود جیسے نامور صحابہ شامل تھے۔ عمرو، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن سائب، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور بہت سے دوسرے۔ قطعی تاریخی شواہد کے پیش نظر جو صحابہ کرام کے درمیان حفاظ کی ایک بہت بڑی جماعت کی نشاندہی کرتے ہیں، اسلام کے ناقدین کی طرف سے درج ذیل مشاہدات غلط ہیں:

‘‘وہ (یعنی کامریڈ زید) کو کوئی دوسرا حافظ نہیں مل سکا جو اسے جانتا ہو۔’’

صرف ایک اندھا متعصب اور حق کا دشمن ہی یہ خیال رکھے گا کہ اسلام میں ادارہ حفظ ایک "مفروضہ" ادارہ ہے۔ ناقدین کی طرف سے ظاہر کیا گیا کھلا تعصب اس بات کا قائل ہونا چاہیے کہ وہ اس موضوع پر غیر جانبداری سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ نقاد بھی آج تک مسلمانوں میں ادارہ حفظ کے حقیقی وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب اسلامی تاریخ کی چودہ صدیوں کے بعد بھی دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں حفاظ موجود ہیں تو بعض ناقدین کا اس ادارہ کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا کس قدر ناانصافی اور لغو ہے! کوئی کیسے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں حفاظ "قیاس" تھے جب کہ عالم اسلام آج بھی بے شمار کامل حفاظ پر فخر کر سکتا ہے؟ ان جھوٹے مورخین اور نقادوں کا یہ دعویٰ کہ صحابہ کرام میں کوئی صحیح اور کامل حافظ نہیں تھے، تاریخی حقائق سے اس کی تائید نہیں ہوتی اور اسے اسلام اور اس کے اداروں کے بارے میں کوئی سمجھ نہ رکھنے والے کی خواہش مندانہ سوچ قرار دیا جانا چاہیے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن حفظ کرنے پر بہت زیادہ زور دیا جاتا تھا کیونکہ یہ قرآن کو محفوظ کرنے کا سب سے قابل اعتماد طریقہ تھا۔ یہ اس دور میں قرآن کی حفاظت کا سب سے قابل اعتماد اور موثر طریقہ تھا جس میں مصنفین اور تحریری مواد کی کمی تھی۔ اگر وحی مقدس کی حفاظت کے لیے تحریر پر انحصار کرنا پڑتا تو قرآن کی نشر و اشاعت اس قدر وسیع اور شدت سے متاثر نہ ہوتی اور نہ ہی قرآن کی حفاظت کا عمل اتنا قابل اعتماد ہوتا۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ حفظ کرنے کا طریقہ صرف قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ باقی تمام سابقہ صحیفے حفظ کے ادارے سے مستفید نہیں ہوئے، اس لیے سب ان کے پیروکاروں کے ہاتھوں گم، گتھم گتھا اور مسخ ہو گئے۔ اس کے برعکس، تحفظ الٰہی سے لطف اندوز ہونے والے قرآن کو حفظ کے اس ادارے کی برکت سے عطا کیا گیا جس نے متن کو اس کی اصل شکل اور پاکیزگی میں محفوظ رکھنے کے لیے دنیاوی ادارے کے طور پر کام کیا۔ اس طرح، حفظ کا پیمانہ کوئی عام طریقہ نہیں ہے جسے انسانی ذہن نے بنایا ہے۔ اس نے قرآن پاک کی حفاظت میں جو کردار ادا کیا اور ادا کیا وہ اتنا اہم اور معجزانہ ہے کہ اسے غیر مسلم بچوں سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی جو سکول کے اسباق کے لیے اشعار کی چند سطریں لکھتے ہیں۔ ادارہ حفظ کی کارکردگی اور کمال اس قدر حیران کن ہے کہ آج تک اسلام کا کوئی بھی دشمن ایسی عبارت گھڑنے میں کامیاب نہیں ہوا جسے مسلمانوں کے انتہائی جاہل، ناخواندہ اور پسماندہ قبائل یہاں تک کہ الگ تھلگ جگہوں پر بھی قبول کر سکیں۔ درحقیقت، تنقید کرنے والی حکومتوں نے اپنے ناخواندہ

مسلم مضامین سے حقیقی قرآن کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں۔ حفاظ - حقیقی حفاظ اور علماء - ناقد کی دشمن قوتوں کی طرف سے تیار کی جانے والی سازشوں کو تباہ کرنے اور ناکام بنانے کے لیے ہمیشہ موجود رہتے تھے۔

حافظہ کی وہ صلاحیت جو خدا کی طرف سے عربوں کو عطا کی گئی تھی، اتنی گہری تھی کہ وہ نسبتاً آسانی کے ساتھ شاعری کے ہزاروں اشعار حفظ کرنے کے قابل تھے۔ عرب قبائل اپنا پورا نسب حفظ کر چکے تھے۔ اس طرح قرآن کے تحفظ میں فیکلٹی آف میموری کا مکمل استعمال کیا گیا۔ امت اسلامیہ کو وراثت میں ملنے والی یہ میراث آج بھی آزمائی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں کے کسی بھی گروپ یا کمیونٹی سے قرآن کے تمام نسخے چھین لیں۔ تھوڑی ہی دیر میں قرآن حفاظ کے دلوں اور یادوں سے تحریری شکل میں منظر عام پر آئے گا۔ یہ کوئی خواہش مند سوچ نہیں ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید اور ناقابل تردید حقیقت ہے جسے حق کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت کو ماننے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر قرآن کی تاریخ کی چودہ صدیوں کے بعد کی یادداشت کا یہی حال ہے تو پھر اس واقعہ یا اس ادارے کو وحی کے زمانے میں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس کے اثرات سے کس چیز نے روکا؟)؟ یہاں تک کہ جے جی بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہے:

"... خلافت عثمان کی جب متن کو بالآخر اس شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے۔"

آج اس "معیاری" کے واقعہ کے چودہ سو سال بعد ہیں، لیکن ان کے مطابق آج کا قرآن اسی "معیاری" شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو چودہ صدیاں پہلے تیار کیا گیا تھا۔ کیا یہ کوئی گھنٹی نہیں بجتی؟ سچائی کی گھنٹی! یہ کہ جو چیز چودہ صدیوں سے چھوٹی مخلوقات کے ذریعے محفوظ رکھی گئی ہے اسے بڑے مخلوقات کے ذریعے بھی ایک دہائی تک محفوظ رکھا جا سکتا تھا – درحقیقت اسے زیادہ سے زیادہ صداقت تک برقرار رکھا جا سکتا تھا۔

قرآن مجید کو حفظ کرنے کے اس خدائی ادارے کے ذریعے ہی قرآن مجید دنیا کے دور دراز کونے تک پہنچا اور دنیا کے تمام خطوں میں اسلام کے تمام ناقدین کے حسد اور غصے میں محفوظ رہا۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ حسد اور بغض کے اپنے پائپ کیسے ہی اڑا لیں، قرآن کے ناقدین قرآنی متن کی تحریف اور ناکارہ ہونے کو دیکھنے کی اپنی دلی خواہش کو کبھی پورا نہیں کر پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اعلان کرتا ہے:

‘‘بے شک ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔’’

دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’ وہ (دشمن) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر دے گا اگرچہ کافر اسے ناگوار گزرے۔‘‘

قرآن کو لکھنے کا عہد کرنا

اگرچہ حفظ کا ادارہ قرآن کی حفاظت میں سب سے بہترین، قابل اعتماد اور فیصلہ کن اہمیت کا حامل تھا اور ہے، لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن کی حفاظت کے ذرائع کو صرف حافظہ تک محدود نہیں رکھا۔ قرآن مجید کو حفظ کرنے کے عزم کے علاوہ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی کے دوران ہی قرآن مجید کو تحریری طور پر درج کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر اقدامات کیے تھے۔ مزید برآں، قرآن مجید کے لکھنے میں اس وقت تک تاخیر نہیں کی گئی جب تک کہ پورا قرآن مجید نازل نہ ہو جائے۔ قرآنی وحی آیات کے نازل ہونے کے فوراً بعد تحریری طور پر درج کر دی گئیں۔ اس وقت جو بھی تحریری مواد دستیاب تھا اس پر قرآن مجید تحریری طور پر درج تھا۔ اس کے علاوہ یہ تحریر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں ہوئی۔ نبوی روایت

JG کے شواہد اس حقیقت پر بہت واضح ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان شواہد پر آنکھیں بند کرنے کا انتخاب کرے گا اگر وہ حقیقت میں ان کا علم رکھتا ہے۔

کامریڈ زید بن ثابت واحد کاتب وحی نہیں تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرام تھے جنہوں نے کاتب کے طور پر کام کیا اور قرآن مجید کو تحریری شکل میں درج کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ خلفائے راشدین، ابی بن کعب، زبیر بن عوام، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، خالد بن ولید، ثابت بن قیس، ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نامور کاتبوں میں سے تھے۔ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ نے قرآن مجید کے تحریری وابستگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

قرآن کا ایک حصہ نازل ہونے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول تھا کہ وہ کاتبوں کو نازل شدہ حصے کی صحیح پوزیشن کے بارے میں بتاتے تھے، یعنی اسے کس سورت میں ڈالا جائے اور اس کے بعد کون سی آیت، اسے رکھا جانا چاہیے۔" (فتح الباری)

اس وقت کاغذ کی کمی کی وجہ سے قرآن پاک کا زیادہ تر حصہ پتھر کی تختیوں، چمڑے، کھجور کی شاخوں، بانسوں، پتوں اور ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیات طیبہ میں ہی پورا قرآن مجید رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں تحریر کرنے کا پابند تھا۔ قرآن مجید کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگرانی میں روایتی کتابی شکل میں مرتب نہ کرنا کسی بھی طرح سے قرآن کی صداقت میں کوئی کمی نہیں لاتا اور نہ ہی اس حقیقت سے کہ پورا قرآن درحقیقت ان کی کتاب میں لکھنے کا پابند تھا۔ بہت زندگی بھر. پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جب صحابہ کرام نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں لکھنے کا کام شروع کیا تو انہیں پورا قرآن مل گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا تھا۔ یہ تحریری قرآن – جو رسول اللہ کی نگرانی میں لکھا گیا – بہت سے کاتبوں کو ملا۔ سورہ توبہ کی صرف آخری آیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں لکھی گئی تھی وہ صرف خزیمہ رضی اللہ عنہ سے ملی، حالانکہ بہت سے دوسرے صحابہ کے پاس بھی یہ تحریری شکل میں موجود تھی اور سب اسے یاد رکھتے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگرانی میں قرآن مجید کو تحریری شکل میں تبدیل کرنے کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ نے اپنی یادوں سے قرآن مجید کو تحریر کیا تھا۔

ناقدین کے درج ذیل بیان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیات طیبہ میں تحفظ قرآن کے وسیع پیمانے پر اقدامات کے پیمانے پر تولا جانا چاہیے - جن اقدامات کی اب تک وضاحت کی گئی ہے۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ زید کے ذریعے جن ذرائع پر انحصار کیا گیا تھا - کھجوریں، سفید پتھر وغیرہ - ’’ ایک کامل متن کی تالیف کے لیے مشکل سے سازگار تھے جس میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے درحقیقت ایسے ٹوٹے پھوٹے وسائل سے ایک بہترین کاپی تیار کی؟ (جے جی کے پمفلٹ کا صفحہ 6)

ان متروک تحریری مواد کو "ایک کامل متن کی تالیف کے لیے مشکل سے سازگار" کیا بناتا ہے؟ یہ پرانے مواد، یعنی پتھر، ہڈیاں، چمڑا وغیرہ کاغذ سے زیادہ پائیدار ہوتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنے کا کیا ثبوت ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کے وسائل "بھرے" تھے؟ جے جی کے یہ دعوے ان کی ذاتی پسند ہیں جن کے لیے وہ کوئی ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہماری طرف سے دی گئی وضاحت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ زید (خدا کے ساتھ راضی) کے وسائل "بھرے" نہیں تھے اور نہ ہی کم تھے جیسا کہ JG چاہتا ہے کہ لوگ یقین کریں۔ اس کے برعکس زید بن ثابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کی تالیف میں جن وسائل پر بھروسہ کیا وہ ٹھوس اور ملامت سے بالاتر تھے۔ ہم مختصراً ان وسائل کو شمار کریں گے:

1. رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود بہترین حافظ ہیں جن کے حافظے نے تحفظ الٰہی کی وجہ سے غلطی کے معمولی سے امکان کو خارج کر دیا۔ وہ ماسٹر تھا۔

2. قرآن مجید رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی کے دوران ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں لکھا جا رہا تھا۔

3. متعدد سرکاری کاتب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگرانی میں کام کرتے تھے جو قرآن کی آیات کو اس طرح ریکارڈ کر رہے تھے جب وہ نازل ہو رہی تھیں۔

4. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تیار کیے گئے تحریری ریکارڈوں کے علاوہ، متعدد صحابہ نے اپنی یادوں سے قرآن مجید کو تحریر کیا تھا۔ 5. حذیفہ کا شاندار اور معجزاتی ادارہ جس نے صحابہ کی پوری جماعت کو چھیڑا۔

6. تحریری شکل میں قرآن کے مرکزی مرتب کرنے والے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک کامل اور ماہر حافظ تھے۔ 7. بہ شمار دوسرے صحابہ کامل حافظ تھے۔ 8. رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہر رمضان میں فرشتہ جبرائیل (علیہ السلام) کو پورا قرآن پڑھا، جس کے ذریعہ قرآن نازل ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ اس نشست میں زید موجود تھے۔ 9. جب زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا کام شروع کیا تو یہ (قرآن مجید) کوئی مبہم اور بھولی ہوئی کتاب نہیں تھی۔ یہ ایک ایسی کتاب تھی جس کی روزانہ ہزاروں اور ہزاروں صحابہ کرام اور دوسرے مسلمان تلاوت کرتے تھے۔ عام لوگوں کا یہ معمول تھا کہ ہر دس دن میں ایک تلاوت مکمل کرلیتے تھے۔ ہر تین دن میں ایک بار تلاوت کی بھی ایک مقبول صورت تھی جبکہ دن میں ایک بار پورا قرآن پڑھنا بعض صحابہ کے ہاں بھی رائج تھا۔

یہ حقائق جے جی کے بے بنیاد مشاہدے اور دعووں کی نفی کے لیے کافی ہیں۔ ان حقائق سے معلوم ہو جائے گا کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے پاس کام کرنے کا ایک بڑا اور طاقتور خزانہ تھا ۔ اس کے وسائل، جیسا کہ جے جی نے دعویٰ کیا تھا ٹوٹنے سے دور، ٹھوس، تازہ اور سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ موقع کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ اگر قرآن مجید کو آج بھی – واقعہ کے چودہ صدیاں بعد – حفاظ کی یادوں سے دوبارہ پیش کیا جا سکتا ہے تو اس کی کوئی منطقی وجہ نہیں کہ یہ اس دور میں حاصل نہ ہو سکتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بالکل قریب تھا۔ (اللہ کی شان اور رحمت ہو) اور ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے آقا سے قرآن حاصل کیا۔ جب کہ اس دیر پا صدی میں، حفاظ کے پاس صرف یادداشت باقی رہ جائے گی، اس زمانہ میں – صحابہ کے دور میں – کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سی اصلی تحریریں اور مخطوطات اور مواد تھا جن پر قرآن لکھا گیا تھا۔ مکمل طور پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی براہ راست نگرانی میں۔ اس دور میں جبکہ ہمارے پاس حفاظ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا، اس دور میں کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کو ان تمام سرکاری کاتبوں کی مدد حاصل رہی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تحت قرآن مجید لکھا۔ کمانڈ اور نگرانی. مختصر یہ کہ کامریڈ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس قرآنی نزول کی ایک کامل اور عین نقل مرتب کرنے کے لیے سب سے مضبوط وسائل موجود تھے جس طرح اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازل کیا اور پڑھا تھا۔ .

کتابی شکل میں قرآن مجید کی تالیفات کوئی ہلکا کام نہیں تھا جس میں ایک فرد شامل ہو جس نے اپنا نسخہ پیش کیا ہو یا جس نے اپنی یادداشت یا اپنے ریکارڈ پر انحصار کیا ہو۔ ایسے مفروضے سے بعید، قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنا اس وقت کی پوری امت صحابہ کا کارنامہ تھا، بہترین اور مستند ذرائع اور انتہائی ٹھوس وسائل کا استعمال۔ ان حقائق کی تصدیق غیر جانبدار غیر مسلموں نے بھی کی ہے جنہوں نے قرآن کی شاندار تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔

زید کے بارے میں جے جی ایس بے بنیاد مفروضہ

اسلام کے ناقد جے جی نے اپنے پمفلٹ پر درج ذیل مفروضہ پیش کیا ہے۔

"مزید برآں، اس نے آخر میں جو مصحف (تحریری ضابطہ) مرتب کیا، وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم یا ہدایت سے نہیں بلکہ خالصتاً ان کی ذاتی صوابدید پر جمع کیا گیا تھا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ کسی مستند کو ترتیب دینے میں کتنے ہی محتاط تھے۔ کاپی۔"

قرآن کی تالیف کے حقائق جے جی زید (خدا کی رضا) کے دعووں کی تردید کرتے ہیں، انہوں نے کبھی بھی قرآن کو "اپنی ذاتی صوابدید" پر مرتب نہیں کیا۔ قرآن مجید کی تالیف میں ان کے اور دوسرے صحابہ کے ذریعے اختیار کیے گئے وسیع اور سخت اقدامات جے جی کے دعووں کو جھٹلاتے ہیں۔ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ خود ایک کامل حافظ ہونے کے ناطے قرآن مجید کو اپنی یادداشت سے لکھ سکتے تھے۔ اگر اس عظیم کام میں کہیں بھی "ذاتی صوابدید" نمایاں ہوتی۔ ان کے علاوہ سینکڑوں حفاظ ان کی مدد کے لیے موجود تھے۔ اس لیے یہ ممکن تھا کہ قرآن کریم کو کتابی شکل میں لکھنے کے لیے حفاظ کی کوئی تنظیم یا کمیٹی قائم کی جاتی۔ مزید یہ کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ محض رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لکھے گئے مختلف نسخوں اور مواد سے قرآن پاک کو نقل کر سکتے تھے۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ تحریری شکل میں کوئی حصہ غائب تھا جیسا کہ جے جی ہم ماننا چاہتے ہیں، زید یا کوئی اور حافظ اسے یادداشت سے پیش کر سکتا تھا۔ چنانچہ اگر "ذاتی صوابدید" نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنے میں کوئی کردار ادا کیا ہوتا تو زید رضی اللہ عنہ کے لیے تالیف کا کام "پہاڑ کو ہلانے سے زیادہ مشکل" نہ لگتا۔ اس مقدس مشن کے لیے بہترین اور مضبوط وسائل جمع کیے گئے اور اسے عملی جامہ پہنایا گیا۔

کتابی شکل میں پہلی باضابطہ تالیف

اس حقیقت کی تردید کرتے ہوئے کہ کتابی شکل میں پہلی مرتب کی گئی کاپی کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر، جے جی نے الزام لگایا:

"روایات سے ہمیں یقین ہو گا کہ قرآن کا پہلا سرکاری مجموعہ اس لیے خلیفہ نے بنایا تھا۔ ابوبکر اور پھر بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معیاری متن کے طور پر نقل کرنے اور اسے جاری کرنے کے بجائے، اسے پہلے دو خلفاء کی ذاتی ملکیت میں، اگر چھپایا نہیں گیا تو عجیب طور پر محفوظ کیا گیا تھا اور ان کے نتیجہ کی تائید میں، جے جی نے حوالہ دیا ہے۔ اسلام کے ایک اور ناقد کے بیان کے بعد۔

اس طرح اگر یمامہ میں اتنے زیادہ مسلمانوں کی موت سے متن کی حفاظت کو خطرہ لاحق ہو گیا تو ابوبکر نے اس کی نقل تیار کرنے کے بعد اسے عورت کے سپرد کر کے اسے عملی طور پر کیوں چھپایا؟ (عثمان اور قرآن کی تجدید)

جے جی یا کوئی اور اس دعوے کی نفی کرنے کے لیے کیا ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر مرتب کیا گیا نسخہ درحقیقت کتابی شکل میں قرآن مجید کا پہلا سرکاری مجموعہ نہیں تھا؟ جے جی اس کے ذریعے دیے گئے مذکورہ بیان میں شامل مضمر مسترد ہونے کا کوئی ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے پہلے کتابی شکل میں کوئی اور سرکاری طور پر مرتب قرآن کا نسخہ نہیں تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے مزید بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال پوچھا جاتا ہے: "اگر یمامہ میں اتنے زیادہ مسلمانوں کی موت سے متن کی حفاظت کو خطرہ لاحق ہو گیا تو ابوبکر نے سرکاری طور پر مرتب کی گئی پہلی کاپی کو "چھپایا" کیوں؟ نگہبانی اور چھپانے میں دنیا کا فرق ہے۔ قرآن مجید کے پہلے مرتب شدہ نسخے کو تحویل میں رکھنے کو "چھپانا" سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ نقاد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے قرآن کو "چھپانے" کے طور پر بیان کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے کچھ مذموم مقصد متعارف کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کا اصل مقصد ان روایات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جن سے نقاد نقل کر رہے ہیں۔ پہلی تالیف کا مقصد بہت واضح طور پر درج ذیل ہے:

"عمر نے مجھے اطلاع دی کہ جنگ یمامہ میں حذیفہ کا ایک بڑا گروہ مارا گیا ہے اور اگر حذیفہ کو اسی شرح سے شہید ہونا پڑا تو انہیں خدشہ ہے کہ قرآن مجید کا کافی حصہ ضائع ہو جائے گا۔"

یہ واضح ہے کہ اس کا بنیادی مقصد قرآن کی آیات کے کسی بھی ممکنہ نقصان سے بچنا تھا اگر امت پر ایسی آفتیں آئیں جہاں حفاظ کے بڑے گروہ مارے جائیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے تحفظ اور صداقت کو ادارے حفاظ کے ساتھ جوڑا۔ کتابی شکل میں مرتب کی گئی سرکاری کاپی مستقبل کے استعمال کے لیے تھی، اس وقت کے استعمال کے لیے نہیں جب اسے مرتب کیا گیا تھا کیونکہ ابھی تک ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ یمامہ میں حذیفہ کے نقصان کی واحد آفت نے اس زمانے میں قرآن مجید کی حفاظت کو خطرے میں نہیں ڈالا کیونکہ متعدد حفاظ اور بزرگ صحابہ ابھی زندہ تھے۔ سرکاری نسخہ کی تالیف مستقبل کے تحفظ کے لیے تھی، اس لیے کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ نے مستقبل میں حفاظ کے شہید ہونے کے واقعات میں اضافہ ہونے کی صورت میں قرآن کے کچھ حصے کے ممکنہ نقصان کا خدشہ ظاہر کیا۔ کتابی شکل میں یہ پہلا باضابطہ مجموعہ بعد میں کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے دور میں استعمال کیا گیا تھا جب اسے آج گردش میں معیاری متن کو مرتب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہی پیش آئی تھی۔ مختلف حالات کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کو مرتب کیا۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کی تالیف کو صرف معیاری متن کے طور پر جاری کرنے کے لیے وہ عنصر موجود نہیں تھا۔ اس سے پہلے یہ وضاحت کی گئی تھی کہ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے قائم کردہ عمل کو جس صورت حال نے جنم دیا وہ اختلافات، جھگڑے اور دلائل تھے جو مختلف کمیونٹیز کے درمیان جہالت کی وجہ سے رائج تھے جو اس کی مختلف مستند شکلوں سے واقف نہیں تھے۔ قرآن مجید کی قرأت۔ دوسری طرف کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے قرآن مجید کو مرتب کرنے کا سبب یہ خوف تھا کہ حفاظ کی شہادت کے نتیجے میں مستقبل میں قرآن مجید کا کافی حصہ ضائع ہو جائے گا۔ وہ شرح جو یمامہ میں ہوئی۔

کامریڈ عثمان (خدا راضی) کی تالیف

جے جی بیان کرتا ہے: "یہ روایت ہمیں واضح طور پر بتاتی ہے کہ قرآن کے دیگر نسخے کچھ حصوں میں، باقی مکمل، لکھے گئے تھے اور وہ مفتوحہ علاقوں میں کہیں اور استعمال میں تھے۔ عثمان کا حکم کہ انہیں جلا دیا جائے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان کے اور حفصہ کے پاس موجود مخطوطہ کے درمیان متنی اختلافات تھے۔

یہ بات عملی طور پر یقینی ہے کہ دیگر نصوص میں سے کوئی بھی ایسی نہیں تھی جو زید نے ابوبکر " کے لیے مرتب کی تھی، کیونکہ کسی کو بھی تباہی سے بچانے کی اجازت نہیں تھی۔ عثمان کے سخت اقدام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان اختلافات سنگین متنی تغیرات تھے اور ان سے نہ صرف قرآن کی تلاوت کا طریقہ بلکہ اس کی اصل شکل اور مواد بھی متاثر ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ کبھی نہیں تھا کہ کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی تالیف سے پہلے قرآن مجید کے کوئی نسخے یا نسخہ گردش میں نہیں تھے۔ درحقیقت یہ حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے اور حدیث نبوی اس سلسلے میں بالکل واضح ہے۔ یہ بیان دیتے ہوئے، جے جی نے فالتو پن کے علاوہ کوئی مقصد پورا نہیں کیا۔ لیکن، اس کا یہ دعویٰ کہ عثمان (خدا کی رضا) کا حکم کہ انہیں جلا دیا جائے، نازل شدہ قرآن کے ساتھ متنی اختلافات کی نشاندہی کرتا ہے، بالکل بے بنیاد ہے۔ جے جی نے یہ بے بنیاد نتیجہ کامریڈ عثمان کے حکم سے اخذ کیا ہے کہ قرآن مجید کے دیگر تمام نسخوں کو ختم کر دیا جائے جو غیر سرکاری طور پر مرتب کیے گئے تھے۔ جے جی خود پوری طرح سے واقف ہے کہ اس کے پاس اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے وہ تسلیم کرتا ہے کہ اس کا نتیجہ "اشارے" اور "مضمرات" کے ذریعے پہنچا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کیونکہ وہ کامریڈ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے حکم کو اس طرح سمجھ چکے ہیں۔ جے جی نے اپنے کتابچے کا نام "قرآن کے مجموعے کے ثبوت" رکھا ہے۔ وہ قیاس سے ثبوت اور ثبوت پیش کر کے قرآن مجید کی صداقت کی تردید کرتا ہے، لیکن اس کی طرف سے پیش کردہ تمام تردیدیں اس کی خواہش مندانہ سوچ کی پیداوار ہیں اور مضمرات اور بے بنیاد مفروضوں پر مبنی ہیں۔ کسی کے معاملے کو مضمرات پر مبنی کرنا ثبوت نہیں ہے۔ مزید برآں، یہ

تسلیم کیا جاتا ہے کہ تلاوت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک فرق متنی تغیر سے متعلق ہے۔
لیکن، اس طرح کے متنی تغیرات جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، قرآن میں کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں
کرتا۔ اس طرح کے اختلافات خواہ وہ تلاوت ہوں یا متنی، قرآن مجید کی ظاہری شکلیں ہیں۔ چونکہ
کامریڈ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران نازل شدہ قراءت کی مختلف شکلوں نے
خطرہ کی کوئی وجہ پیش نہیں کی، اس لیے کامریڈ عثمان کی خلافت کے دوران کیے گئے اقدام کو قائم
کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلام کے ناقدین تلاوت اور متن کے فرق کو انسانوں کے بنائے ہوئے تعاقب
کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن، ایسا نہیں ہے۔ جے جی اور دیگر کی طرف سے
مضمرات، قیاس اور مفروضہ کی بنیاد پر جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اس کی تائید کرنے کے لیے کوئی
معمولی ثبوت نہیں ہے ۔ قرآنی تلاوت کے مجاز اور ظاہر ہونے والے اختلافات کو پہلے بیان کیا جا چکا
ہے۔

قرآن مجید کے دیگر تمام مجاز اور حقیقی نسخوں کو ختم کرنے کا کامریڈ عثمان (خدا سے راضی) اقدام
ان تنازعات کی وجہ سے ضروری تھا جو مفتوحہ علاقوں میں پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ ایک خاص استاذ نے
صرف ایک مخصوص قرأت دی تھی، اس لیے وہ دوسرے مجاز نسخوں سے بے خبر رہے۔ اس کی وجہ
سے مستقبل میں تنازعات پیدا ہوئے جب تلاوت کا دوسرا ورژن سنا گیا۔ یہاں "مجاز نسخہ" سے مراد
قرات کی وہ صورتیں ہیں جو آسمانی طور پر نازل ہوئی ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ کو بتائی ہیں۔

جے جی اپنے "سنگین" متنی اختلافات کے مفروضہ میں درست ہوتا اگر مختلف ریڈنگز کو انسان کے
ذریعہ انٹرپول کیا جاتا۔ لیکن اصطلاح "سنگین" کا اطلاق قرأت کی مختلف صورتوں پر نہیں ہو سکتا
کیونکہ صحابہ کرام کی طرف سے دی گئی قراءت کی تمام صورتیں آسمانی طور پر نازل ہوئی ہیں
اور انسان کی طرف سے متعارف نہیں کی گئیں۔ عثمان کے اس اقدام کا مقصد صرف یہ تھا کہ قرعات
میں یکسانیت کو یقینی بنایا جائے تاکہ اختلاف کو ختم کیا جا سکے اور بے بنیاد جھگڑے کے نتیجہ میں
غلطی ہو جائے۔

اگر دیگر مجاز نسخوں میں سے کوئی بھی موجود ہو تو یہ نہ تو اس کی صداقت میں کمی کرے گا اور
نہ ہی کامریڈ عثمان (خدا سے راضی) کے معیار کردہ ورژن کی صداقت میں کوئی کمی نہیں آئے گی
کیونکہ تمام مجاز نسخہ وحی الٰہی کی پیداوار ہیں۔ اگر جے جی چاہتا ہے کہ کوئی اس کی دلیل کو
قبول کرے، تو اسے یہ ثابت کرنے کے لیے ثبوت پیش کرنا چاہیے کہ "متن کے اختلاف" والے دوسرے نسخے
درحقیقت آسمانی وحی نہیں تھے۔ اور اس طرح کے شواہد کی تیاری میں اسے نبوی روایات سے ثبوت
پیش کرنا ہوگا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے کہ قرآن نبوی روایت
سے مستند نہیں ہے۔

اس بات پر کبھی بھی بحث نہیں کی گئی کہ دوسری تحریریں جن کو جلانے کا حکم دیا گیا تھا وہ کامریڈ
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتب کی گئی تھی، اس لیے جے جی نے ایک ضرورت سے زیادہ
دعویٰ پیش کیا ہے۔ لیکن، جے جی کے پاس اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کیا ثبوت ہے کہ شاید
ختم شدہ متن میں سے کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران مرتب کی گئی کاپیاں بھی
موجود ہوں گی؟ یہ فرض کرنے کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں ہے کہ کامریڈ عثمان یا ان کی طرف سے
مقرر کردہ کمیٹی نے ہر اس کاپی کی باریک بینی سے چھان بین کی جس کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا
تھا۔ معیاری متن کے علاوہ دیگر تمام نسخوں کو اکٹھا کرنا اور ختم کرنا محض یکسانیت کو یقینی بنانے
کے لیے تھا۔ باقی تمام کاپیاں ختم کرنے کا محض ایک کمبل آرڈر جاری کر کے یہ مقصد حاصل کیا گیا۔
ہر ایک کاپی کی انفرادی طور پر چھان بین کرنے کے لیے کسی پیمانے کی عدم موجودگی کی وجہ سے
اس طرح کا کمبل آرڈر ضروری تھا۔ ہر ایک کاپی کی چھان بین کرنا بہت محنتی اور مشکل کام ثابت
ہوتا۔ معیاری کاپی کے پھیلاؤ کو یقینی بنانے کا سب سے آسان اور محفوظ طریقہ یہ تھا کہ باقی تمام
کاپیوں کو ختم کر دیا جائے۔

من مانی طور پر یہ فرض کرنا بھی مضحکہ خیز ہے کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے
تحت مرتب کردہ نسخہ سے متفق ہونے والا کوئی دوسرا نسخہ یا نسخہ نہیں تھا۔ اس دعوے کا کیا
ثبوت ہے کہ قرآن مجید کا کوئی دوسرا نسخہ ایسا نہیں تھا جو کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے مرتب

کردہ نسخہ سے متفق ہو؟ جے جی کے دعوے کی تائید کے لیے قطعی طور پر کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کے برعکس تمام اشارے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایسی دوسری کاپیاں بھی تھیں۔ یہ ایک قائم شدہ حقیقت ہے کہ متعدد مجاز اور الٰہی قراءت (تلاوت کی شکلوں) کے موجود ہونے کے باوجود کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کا کتابی شکل میں مرتب کردہ قرآن شریف کسی ایک شخص کا نامعلوم نسخہ نہیں تھا۔ پہلی سرکاری نسخہ کی تالیف کی تاریخ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس میں جو بھی سورتیں اور آیات ہیں وہ تمام کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے دوسرے صحابہ سے حاصل کی گئی تھیں۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر مرتب کیا گیا نسخہ محض اس کی تحریری نمائندگی تھی جسے تمام صحابہ روزانہ پڑھتے تھے۔ اس لیے جے جی کے دعوے کو اس غلط فہمی کے لیے مسترد کر دیا جانا چاہیے۔

مندرجہ بالا جے جی کے ذریعہ بیان کردہ غلط فہمی کی بنیاد پر، وہ مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ کرتا ہے:

" لہٰذا، قرآن کا متن جو صدیوں سے منتقل ہوتا رہا ہے وہ نہیں ہے جس پر محمد کے اصحاب ؓ اپنی نااہلی سے رضامندی دی تھی، بلکہ اس کی خالصتاً ایک شکل ہے، جس کی ہر بات میں گردش میں موجود دیگر افراد کی طرف سے تصدیق نہیں کی گئی تھی، جسے آخر کار یہ ثابت کیا گیا تھا کہ معیاری متن دوسروں کو چھوڑ کر"

یہ دعویٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کتابی شکل میں مرتب کردہ قرآن شریف کے نسخے کے لیے "اپنی نااہل حمایت" نہیں دی، سراسر بے بنیاد ہے۔ اس طرح کے صاف گو دعوے کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ ناقدین اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ایک روایت بھی پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے کہ صحابہ کرام کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تالیف کو قبول کرنے میں متحد نہیں ہوئے۔ دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام کی مقدس کتاب کی صداقت پر حملہ کرنے کا محض ایک دعویٰ جو کہ کوئی بھی ثبوت پیش کیے بغیر صرف خواہش مندانہ سوچ اور امید ہے کہ لوگ اس دعوے کو سچ سمجھ کر نگل جائیں گے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، قرآن کی پہلی باضابطہ تالیف ان تمام صحابہ کی کوششوں اور تعاون کا نتیجہ تھی جنہوں نے تحریری شکل میں جو کچھ بھی قرآن کے پاس تھا اسے لے کر آگے آئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دیگر بزرگ صحابہ کرام کے سرکاری کاتبوں کی منظوری کی مہر اس "نااہل حمایت" کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے جو صحابہ نے کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کی تالیف کے لیے پیش کی تھی .

جے جی اس بات سے انکار کرتا ہے کہ "صدیوں سے جو متن دیا گیا ہے وہ خالصتاً اس کی ایک شکل ہے۔" اگر ایسا ہو تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ موجودہ قرآن مستند نہیں ہے۔ اگر یہ 'اس کی ایک شکل ہے' جیسا کہ جے جی نے دعوی کیا ہے، تو یہ بھی اس کی ایک مستند شکل ہے، کیونکہ یہ اسلام پر منحصر ہے JG کا دعویٰ ہے کہ قرآن سات صورتوں میں نازل ہوا ہے۔ یہ اب یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ "خالص طور پر اس کی ایک شکل" سات ظاہر شدہ شکلوں میں سے نہیں ہے۔ لیکن، کبھی بھی جے جی یا کوئی اور ایسے بے بنیاد دعوے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ چاہیں تو اللہ کے چیلنج کا جواب دیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اگر کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی ہدایت پر مرتب کیا گیا "معیاری" ورژن 14 صدیوں کے حملے کو برداشت کرتا ہے اور اس کی صداقت کو برقرار رکھتا ہے - اس حقیقت کو دشمنوں نے بھی تسلیم کیا ہے - تو ناقدین اس میں کامیابی کی امید بھی نہیں رکھتے۔ ان کا شیطانی مشن قرآن کی صداقت کو غلط ثابت کرنا ہے۔

یہ دعویٰ کہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ نے جو نسخے مرتب کیے ہیں ان کی "ہر بات کی تصدیق نہیں کی گئی جو دوسرے زیر گردش ہیں"، کسی بھی طرح سے قرآن کی صداقت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہر گز نہیں تھا کہ قرآن مجید کی ہر قرائت ہر دوسرے قراءت کی "ہر نقطہ پر" تصدیق کرتی ہے۔ مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ رہا ہے کہ قرآن مجید سات صورتوں میں نازل ہوا ہے۔ چونکہ وحی الٰہی سات صورتوں میں تھی، اس لیے یہ صرف منطقی ہے کہ "ہر نکتہ میں تصدیق" ہمارا دعویٰ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن قراءت کی شکلوں میں اختلاف جے جی کے اس

دعوے کی تائید نہیں کرتا ہے کیونکہ قراءت میں ایسے تمام اختلافات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سکھائی ہوئی شکلیں نازل ہوئی تھے، جو سبع احرف کے دائرے میں آتے تھے۔ سات شکلیں)۔ یہ ثابت کرنا قرآن کے ناقدین پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ یہ سرکاری اور مستند اختلافات تلاوت کی ظاہر شدہ شکلوں میں سے نہیں تھے۔

کا حوالہ دیتے ہوئے: "اس نتیجہ JG ،اپنے ماسٹر جیفری کا حوالہ دیتے ہوئے، قرآن کو صحیفہ کے طور پر سے بچنے کی کوشش یہ دعویٰ کر کے کی گئی ہے کہ عثمان نے جو کچھ بھی کیا وہ جدلیاتی خصوصیات کو دور کرنے کے لیے کیا گیا تھا جو قرآن کے تلفظ میں داخل ہو گئی تھیں ، اور قریش کی خالص بولی میں ایک معیاری قسم کا متن لکھا ہوا ہے۔ قریش کے لہجے کا یہ معاملہ درحقیقت ان روایات میں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، لیکن یہ دکھاوا کرنا کہ یہ محض جدلیاتی Recension مذکور ہے جو اس تغیرات کا معاملہ تھا، اس پورے مقصد کے خلاف چلنا ہے کہ جدلیاتی تغیرات کی اکثریت کی نمائندگی نہیں کی جاتی، بالکل تحریری شکل میں، اور اس طرح کسی نئے متن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

مذکورہ بالا عبارت میں ذکر کردہ "نتیجہ" محض جیفری کے تخیل میں موجود تھا، لیکن جے جی کی طرف سے اسے حقیقت کے طور پر مانا جاتا ہے۔ چونکہ اوپر بیان کیا گیا ایسا کوئی "نتیجہ" نہیں تھا، اس لیے کسی بھی چیز سے "احتیاط" کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی جس سے سالمیت پر قیاس آرائیاں ہوں۔ قرآن کی صداقت "نتیجہ" جیفری نے اپنی تشریح کی بنیاد پر اخذ کیا ہے، لیکن نبوی روایت کی روایتیں جیفری کی طرف سے پیش کردہ اور جے جی کے ذریعہ اختیار کیے گئے غلط فہمی کے جنگلی اور غیر مصدقہ نتائج کی کوئی گنجائش فراہم نہیں کرتی ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ میں مندرجہ ذیل دعویٰ مسلمانوں سے منسوب کیا گیا ہے: "یہ دعویٰ کرنے سے کہ عثمان نے تمام جدلیاتی خصوصیات کو دور کرنا تھا جو قرآن کے تلفظ میں داخل ہو گئی تھیں"۔ ایسا کوئی دعویٰ شریعت کے کسی مسلم اتھارٹی نے کبھی نہیں کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا اور نہ ہی کبھی تسلیم کیا گیا کہ تلاوت میں اختلافات "قرآن میں داخل ہو گئے ہیں"۔ ایسی کوئی نبوی روایت نہیں ہے جو اس بات کی تصدیق کرتی ہو کہ جیفری نے کیا دعویٰ کیا ہے۔ اسلام کی کتابوں سے جو بھی روایات جے جی نے تیار کی ہیں وہ صرف قراءت کی مختلف سرکاری، معتبر اور آسمانی طور پر نازل شدہ شکلوں کے وجود کو بیان کرتی ہیں۔ تلاوت کی مختلف تسلیم شدہ شکلوں کو "خصوصیات جو قرآن میں داخل ہوئیں" سے تعبیر کرنا درحقیقت ایک غلط فہمی ہے۔

یہ دعویٰ کہ "جدلیاتی تغیرات کی اکثریت کو عثمانی تحریری شکل میں پیش نہیں کیا گیا ہوگا"، بے بنیاد ہے۔ جیفری اور جے جی، قرآن مجید کی صداقت کو غلط ثابت کرنے کے جوش میں، عام طور پر خامیوں سے بھرا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی ہدایت پر مرتب کردہ نسخوں میں اختیار کردہ رسم الخط (تحریر کا طریقہ) کے بارے میں کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ اس میں قراءت کی تمام اقسام شامل ہیں۔ جیفری کے دعوے کے برعکس اسلام کا دعویٰ ہے کہ قیراط کی اکثریت کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے مرتب کی گئی نسخے کی رسم الخط میں شامل تھی۔ کسی کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ عثمانی نسخے کی رسم الخط معتبر قراءتوں کی اکثریت کی نمائندگی نہیں کر سکتی تھی۔ قرآن کے ناقدین کی طرف سے اس نتیجے پر پہنچنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

روایات بالکل واضح ہیں کہ قیراط کی اکثریت کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے اختیار کردہ رسم الخط میں موجود تھی۔ تلاوت کی وہ صورتیں جو اس رسم الخط میں شامل نہیں ہوسکی تھیں، الگ الگ تالیفات میں محفوظ کی گئیں۔ ہر قسم کی تلاوت کے لیے ایک علیحدہ تالیف جو سرکاری اور معیاری رسم الخط میں نہیں ہے۔ کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) نے ترتیب دی تھی۔ لہٰذا، جیفری کے اس دعوٰ میں کوئی مادہ نہیں ہے جسے مسلمانوں سے منسوب کیا گیا ہو۔

یہ کہ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی یہ کوشش تھی کہ قرآن پاک کو خالص قریشی بولی میں مرتب کیا جائے جس میں یہ نازل ہوا ہے، ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اگرچہ جیفری اس حقیقت کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ ہچکچاتے ہوئے تسلیم کرتا ہے: "قریش کی بولی کا یہ معاملہ درحقیقت روایات میں مذکور ہے..." احادیث اس حقیقت پر واضح ہیں - اتنی واضح کہ جیفری کے پاس

بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس طرح کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ نے جو کچھ کیا وہ صرف اصل قرآن کو اس انداز میں مرتب کرنا تھا جس میں اسے نازل کیا گیا تھا، اس میں کوئی اضافہ یا حذف کیے بغیر۔ قرأت کی تمام صورتیں اختیار کرنے کی کبھی کوئی شرط نہیں تھی۔ ایک رسم الخط کو اپنایا گیا تھا، جس میں تلاوت کی کئی شکلیں شامل تھیں - سبھی ایک ہی معنی کے ساتھ - امت کے لیے ایک معیاری شکل کے طور پر تنازعات کے خاتمے کو یقینی بنانے کے لیے جو مختلف تسلیم شدہ اور مجاز شکلوں کی جہالت ان لوگوں کے درمیان پیدا کرنے کا پابند ہے جو اس سے واقف نہیں ہیں۔ مختلف قرعات لہٰذا، یہ دعویٰ کرنا کہ تحریر اور تلاوت کی ایک مخصوص مجاز شکل کو اپنانا حذف یا استخراج پر مشتمل ہے، غیر معقول ہے اور کسی بھی روایتی اور عقلی دلائل سے اس کی حمایت نہیں کی گئی ہے۔ جے جی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جھوٹے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لیے نبوی روایت کے ثبوت کے ساتھ آئے۔

جے جی نے جیفری کے درج ذیل دعوے کا حوالہ دیا:

" بلکہ، اس کا (یعنی کامریڈ عثمان) کا مقصد حریف متنوں کی بھرمار کے درمیان سے انتخاب کرنا تھا، جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ محمد پر نازل ہونے والی چیزوں کا منفرد مستند ریکارڈ ہے، "ایک متن کو باضابطہ طور پر اس کے متن کے استقبالیہ کے طور پر جاری کیا جائے گا۔ مسلمان۔

ایک بار پھر، یہ دعوی غلط ہے. کامریڈ عثمان (خدا راضی) نے "قرآن کے حریف نصوص کے درمیان" میں سے کوئی نسخہ منتخب نہیں کیا۔ اور نہ ہی کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) نے اسے معیاری متن کے طور پر جاری کرنے کے لیے قیاس کردہ "مخالف تحریروں کا ویلٹر" منتخب کیا۔ روایات اس نظام کی وضاحت کرتی ہیں جو کامریڈ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے معیاری نقل مرتب کرنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ کامریڈ زید کے مرتب کردہ مخطوطات اس وقت کامریڈ حفصہ کی تحویل میں تھے۔ واضح رہے کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تالیف متعدد مخطوطات پر مشتمل تھی۔ ہر سورہ الگ الگ نسخے میں لکھی جاتی تھی۔ یہ نسخے کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے حکم کردہ معیاری نسخے کی تالیف کے لیے استعمال کیے گئے تھے۔ کوئی "حریف قرآنی نصوص کا ویلٹر" نہیں تھا جس سے کامریڈ زید یا کامریڈ عثمان (خدا راضی) نے کوئی انتخاب کیا ہو۔ کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی طرف سے استعمال کردہ واحد متن کامریڈ ابوبکر کی خلافت کے دوران تیار کردہ ایک سرکاری اور احتیاط سے محفوظ شدہ متن تھا۔ اس تالیف کے حقائق جیفری کے اس دعوے کو سراسر جھوٹ قرار دیتے ہیں۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھے گئے مخطوطات کو سورہ کی ترتیب سے ترتیب نہیں دیا گیا تھا جیسا کہ نازل ہوا تھا، بلکہ یہ سب الگ الگ نسخے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق سورہ کا منظم ترتیب کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر تیار کردہ نسخے میں مکمل ہوا۔

کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ نے چار بزرگ صحابہ پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی تھی جو کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس زمانے میں لکھے گئے مخطوطات سے معیاری نسخہ تیار کرے۔ معیاری نسخہ کی تیاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نسخوں کو بنیادی طور پر استعمال کیا گیا۔ تاہم، زیادہ احتیاط کے لیے وہی موثر عمل جو کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا، دوبارہ استعمال کیا گیا۔ اس نسخے کی تیاری میں دوبارہ اس کا موازنہ ان کاتبوں کی اصل تحریروں سے کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کام کرتے تھے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی معیاری نقل میں موجود ہر چیز کاتب کی تحریروں کے موافق تھی۔ ہر وہ چیز جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نسخوں میں موجود ہے معیاری نسخے میں موجود ہے۔ لیکن، اس کی صداقت کی تصدیق کے لیے، اس کا موازنہ کاتبوں کی اصل تحریروں سے کیا گیا - جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست ہدایت اور نگرانی میں لکھی تھی۔

سورہ احزاب کی ایک خاص آیت صرف کامریڈ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اصل تحریروں میں موجود تھی۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جے جی کہتے ہیں:

مزید برآں، نبوی روایت ہمیں بتاتی ہے کہ چاروں کاتبوں کی اس تنقیص کے بعد بھی زید کو ایک آیت یاد آئی جو گم ہو گئی تھی:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورہ احزاب کی ایک آیت مجھ سے چھوٹ گئی جب ہم قرآن کو نقل کرتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنا کرتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا اور اسے خزیمہ بن ثابت الانصار کے پاس پایا۔ (صحیح البخاری، جلد 6، ص 479)

جے جی نے اس نبوی روایت سے سمجھا ہے کہ زیر بحث آیت بالکل ضائع ہو گئی تھی۔ کہ کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا؛ کہ کسی کے پاس اس کا کوئی تحریری ریکارڈ نہیں تھا۔ لیکن، ایسا نہیں ہے۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تالیف کے موقع پر اسی طرح کے ایک واقعہ کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ ہم مختصراً اس وضاحت کو دہرائیں گے۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مخطوطات میں سورہ احزاب کی یہ خاص آیت موجود تھی۔ یاد رہے کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صرف کامریڈ خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تلاش کی جانے والی آیات سورہ احزاب کی آیات نہیں تھیں۔ وہ آیات سورہ توبہ کی تھیں۔ اس موقع پر، یعنی عثمانی نسخہ کی تالیف کے دوران قیاس کی گئی "گم شدہ" آیت ایک اور سورہ یعنی سورہ احزاب کی آیت تھی۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تالیف میں سورہ احزاب کی یہ آیت موجود تھی، اس لیے زید رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اسے "غائب" نہیں بتایا۔ یہ حقیقت خود ہی ثابت کرتی ہے کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مخطوطات میں یہ آیت موجود تھی۔ زید رضی اللہ عنہ خود اس آیت کے وجود سے پوری طرح واقف تھے، اس لیے فرمایا:

‘‘جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا۔’’

بہت سے دوسرے حفاظ کو بھی اس آیت کا علم تھا۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ آیت ’’گم ہوگئی‘‘ بالکل بے بنیاد ہے۔ اگر آیت "گم" تھی جیسا کہ جے جی نے رد کیا ہے، تو زید (رضی اللہ عنہ) کی تلاش بے معنی تھی۔ وہ صرف اس چیز کی تلاش کر سکتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا تھا۔ پیغمبرانہ روایت یہ نہیں کہتی ہے کہ آیت کھو گئی تھی - جس طرح جے جی کی تشریح کرتا ہے اس میں کھو گیا تھا۔ حدیث نبوی صرف یہ بتاتی ہے کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ نے وہ آیت "چھوٹ دی" جس سے وہ واقف تھے۔ یہ حدیث نبوی میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے جس کا جزوی طور پر جے جی نے بھی حوالہ دیا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، پورا قرآن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں متعدد کاتبوں کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا تھا۔ کامریڈ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مرتب کردہ نسخوں اور کامریڈ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے حکم سے ترتیب دی گئی ایک جلد والی کاپی کا صداقت کے لیے ان مختلف کاتبوں کی تحریروں سے موازنہ کیا گیا جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور میں قرآن مجید کو قلمبند کیا تھا۔ اللہ کی شان اور رحمت کی نگرانی۔ ان تحریروں میں کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کو سورہ احزاب کی آیت نہیں ملی۔ اس وقت رہنے والے کسی بھی کاتب کے پاس زیر بحث آیات کا تحریری ریکارڈ دستیاب نہیں تھا - ایک ریکارڈ جو رسول اللہ کی نگرانی میں لکھا گیا تھا۔ ایسا تحریری ریکارڈ صرف کامریڈ خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملا۔ زیر بحث آیت کسی بھی مرحلہ پر صحابہ کرام کے درمیان غائب نہیں تھی۔ اس طرح کے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مزید یہ کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آیت کو سن کر واضح طور پر بیان کیا اور یہ حقیقت کہ کامریڈ خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تحریری ریکارڈ موجود تھا۔ زید کی یادداشت سے تصدیق شدہ آیت جے جی کے آیت کے "گم ہونے" کے دعوے کو مسترد کرتی ہے۔

ایک اور بے بنیاد دعویٰ کرتے ہوئے جے جی لکھتے ہیں:

"یہ خیال کیا جائے کہ چونکہ زید حفصہ کے متن کا واحد مرتب کرنے والا تھا، اس لیے ان کے کام میں مدنی جدلیاتی تغیرات موجود تھے جنہیں باقی تینوں سے درست کرنے کی ضرورت تھی۔"

سب سے پہلے، یہ من مانی دعویٰ کہ "زید ہی حفصہ کے متن کے واحد مرتب تھے" غلط ہے۔ جے جی کا یہ نتیجہ واقعی بہت ہی عجیب ہے۔ وہ قرآن کی تالیف کی تاریخ سے متعلق نبوی روایت کا حوالہ دیتے

ہیں، لیکن وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زید رضی اللہ عنہ "واحد مرتب" تھے۔ اس کے دعوے کا کیا ثبوت ہے؟ وہ چاہتا ہے کہ ہم یقین کریں کہ اس کے پمفلٹ میں "ثبوت" موجود ہے، لیکن وہ کوئی ثبوت فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے! صحیح احادیث کے مطابق کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کامریڈ عمر جو کہ ایک حافظ بھی تھے، کو قرآن پاک کے نسخے مرتب کرنے کے لیے مقرر کیا تھا جو آخر کار ان کی تحویل میں تھے۔ کامریڈ حفصہ۔۔ روایات بتاتی ہیں کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ اور کامریڈ عمر دونوں مل کر ان تحریری آیات کی تصدیق اور قبول کریں گے جو ان کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔

اس طرح احادیث کا ثبوت جے جی کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔

اپنے بے بنیاد دعوے کی بنیاد پر، جے جی ایک مفروضہ پیش کرتا ہے۔ اس طرح وہ کہتا ہے:

"یہ ماننا پڑے گا کہ،..."

ایک جھوٹی بنیاد پر پروان چڑھایا گیا ایک مفروضہ (یعنی یہ دعویٰ کہ کامریڈ زید – خدا ان سے راضی ہو – واحد مرتب کرنے والے تھے) کو جے جی نے "ثبوت" کے طور پر تعبیر کیا ہے۔ کسی کے پاس اس نتیجے کا کیا احترام ہو سکتا ہے، جس کی طاقت جھوٹی بنیاد پر مبنی قیاس ہے؟

قرآن مجید کے نسخوں کی تالیف میں زید رضی اللہ عنہ کے ساتھی عمر رضی اللہ عنہ تھے جو مدینی نہیں تھے۔ جے جی نے فرض کیا ہے کہ چونکہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ "مدینی تھے"، اس لیے کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران تیار کیے گئے مخطوطات میں "مدینی جدلیاتی تغیرات تھے جن کو درست کرنے کی ضرورت تھی"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کی تالیف میں وہ غلطیاں تھیں جنہیں کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران مقرر کردہ قریشی صحابہ کو درست کرنا تھا۔ لیکن حدیث نبوی سے اس اختلاف یا نتیجے کی تائید نہیں ہوتی۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتب کیے گئے مسودات، آیات کی مکمل تصدیق کے بعد آخری تجزیے میں، کامریڈ زید اور کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ کا مشترکہ کام تھا۔ کامریڈ عمر (رضی اللہ عنہ) مدنی نہیں تھے، اس لیے مدنی لہجے میں غلطی کا امکان خارج از امکان تھا۔ جے جی نے مزید غلطیوں کے بارے میں اپنے مفروضے کی بنیاد درج ذیل روایت پر رکھی ہے جو زید کے کام میں "طبی جدلیاتی تغیرات" کے نتیجے میں اصلاح کی ضرورت ہے:

عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشیوں سے کہا کہ اگر آپ زید بن ثابت سے قرآن کے کسی نکتے پر اختلاف کرتے ہیں تو اسے قریش کے لہجے میں لکھو جیسا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا تھا۔ (بخاری سے جے جی نے نقل کیا ہے)۔

اختلاف یا ممکنہ اختلاف کامریڈ عثمان کی طرف سے حوالہ دیا گیا ہے قرات سے متعلق ہے - تلاوت کی منظور شدہ شکل - کسی ایسی غلطی سے نہیں جس میں جے جی کے دعوے کے مطابق اصلاح کی ضرورت ہو۔ یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ بہت سی قراءتیں موجود تھیں جن کی منظوری خدائی تھی۔ تاہم، یہ اس بات کی پیروی نہیں کرتا ہے کہ ہر کوئی تلاوت کی تمام شکلوں سے واقف تھا۔ اگر کامریڈ زید رضی اللہ عنہ نے کسی خاص لفظ یا آیت کی قرأت کی صورت میں تلاوت کی جو کمیٹی کے تینوں قریشی صحابہ کی شکل سے مختلف تھی، تو قریش کی شکل اختیار کرنی پڑی۔ قرآن کی پہلی نزول قریش کی زبان یا بولی میں ہوئی۔ بعد میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرام کو دیگر لہجوں کے مطابق بھی تلاوت کرنے کی اجازت دے دی ۔ لہذا، جے جی کی تجویز کردہ کسی غلطی کو درست کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا مقصد ایک معیاری تالیف تیار کرنا تھا، اس لیے وہ دوسری شکلیں اور بولیاں جو عثمانی رسم الخط میں شامل نہیں ہوسکتی تھیں، کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے حکم سے مرتب کی گئی کاپی میں شامل نہیں کی گئیں۔ اس روایت میں اختلاف کی قسم کی ایک مثال لفظ "تبوت" کی تلاوت ہے۔ جبکہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ نے اسے TABOOT تابوت پڑھا، قریشی بولی میں اسے کہا گیا۔ دونوں اصطلاحات کا مطلب بالکل ایک ہی ہے۔ اور دونوں صورتیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تسلیم شدہ اور منظور شدہ تھیں۔ تاہم، چونکہ کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی طرف سے مقرر کردہ کمیٹی کا مقصد ایک معیاری

نقل تیار کرنا تھا، اس لیے اختیار کردہ رسم الخط کے ذریعے صرف ایک فارم کو شامل کیا جا سکتا تھا۔ اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کون سی شکل اختیار کی جائے گی؟ چونکہ پہلی وحی قریشی بولی میں تھی اس لیے کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنانے کا حکم دیا۔ اس طریقے کار کو کسی بھی غلطی کو درست کرنے کے عمل کے طور پر نہیں سمجھا جا سکتا جس پر جے جی چاہتا ہے کہ قارئین یقین کریں۔ اس طرح، تلاوت کی مختلف شکلیں ایسی غلطیاں یا اضافے نہیں تھیں جو جے جی کے دعوے کے مطابق متن میں "کرپٹ" ہو گئیں۔ قرأت کی تمام شکلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجاز اور منظور شدہ تھیں۔

کامریڈ عثمان (خدا راضی) کی ترتیب کردہ تالیف کا حوالہ دیتے ہوئے، جے جی کہتے ہیں:

" اس کے مطابق اس نسخے کو بھی شاید ہی قرآن کریم کے آخری لفظ یا حرف تک کا کامل مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے، اس میں کچھ بھی شامل یا غائب نہیں کیا گیا ہے۔"

جے جی نے اس نتیجے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ وہ صرف ایسی روایات پیش کر سکتا ہے جو مستند قراءت کی مختلف صورتوں کا حوالہ دیتی ہوں۔ اپنے پمفلٹ میں کہیں بھی جے جی نے ایک بھی روایت فراہم نہیں کی ہے جو اس کے اضافے یا حذف کرنے کے دعوے کی تصدیق کرتی ہے۔ وہ ان روایات سے اپنی مرضی کے مطابق نتیجے اخذ کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام میں قراءت کی صورتوں کا ذکر ہے۔ قرأت کی بعض شکلوں کو چھوڑ کر معیاری نسخے کی رسم الخط کو قرآن کا کوئی حصہ حذف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں ہر وہ چیز موجود تھی جو اس شکل میں نازل ہوئی تھی، یعنی۔ قریشی بولی میں اسی طرح، مجاز کی کوئی دوسری شکل - جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے اختیار کی گئی ہے - تلاوت کی وہ شکل جو عثمانی تالیف کی رسم الخط سے مختلف ہو، کو نازل شدہ قرآن سے مختلف قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ قرآن نازل ہوا تھا۔ صحیح احادیث کے مطابق سات صورتوں میں۔

ایسی تلاوت جس کی اسلام نے اجازت نہیں دی بلاشبہ اسے ایک ایسا نسخہ قرار دیا جا سکتا ہے جو قرآن کا صحیح مجموعہ نہیں ہے۔ لیکن جے جی کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہا ہے کہ "متغیر ریڈنگز" کے درمیان کسی غیر مجاز قیراط کی موجودگی کی نشاندہی کرے، جو درحقیقت تمام مجاز شکلیں تھیں۔

پیغمبرانہ روایت کی جو بھی روایتیں جے جی اور اس کے ماسٹر جیفری نے نقل کی ہیں، ان کا تعلق قرات کی معتبر شکلوں میں اختلاف سے ہے۔ جے جی ان اختلافات کو جوڑ کر یہ الزام لگانے کی کوشش کرتا ہے کہ قرآن مکمل طور پر قرآن نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کو دیا تھا۔ تاہم، اب تک تلاوت کی شکلوں کے بارے میں جو وضاحت دی گئی ہے، وہ جے جی جیسے ناقدین کی طرف سے کیے گئے اعتراض کی تردید کے لیے کافی ہے۔

موجودہ قرآن میں کوئی خامی تلاش کرنے میں بری طرح ناکام ہونے کے بعد جس کو جے جی نے کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی خلافت کے دوران معیاری نسخہ تسلیم کیا تھا، وہ قرآن کی مختلف شکلوں کا حوالہ دے کر قرآن کی اصلیت اور صداقت کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحابہ کے زمانے میں مروجہ قراءتیں۔ اس طرح وہ کہتا ہے:

"... قرآن کے متنی کمال کی دلیل کو عثمان کے زمانے سے لے کر خود محمد تک واپس نہیں لیا جا سکتا۔"

اگر قرآن مجید کے متنی کمال کو 14 صدیوں کے عرصے میں موجودہ دور سے واپس عثمان رضی اللہ عنہ تک واپس لے جایا جا سکتا ہے، تو اس میں کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کے متنی کمال کو عثمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک واپس لے جائے۔ (اللہ کی شان و رحمت) - محض 14 سال کی مدت۔ قرآن کی تالیف کی تاریخ تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ثابت کرتی ہے کہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے معیاری نسخے میں اختیار کی گئی رسم الخط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑ دیا گیا تھا۔ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے قرآن مجید کی تالیف میں جو وسیع پیمانے پر اقدامات کیے تھے وہ اس اعلیٰ درجے کی درستگی اور یقین کی

عکاسی کرتے ہیں جس کے ساتھ قرآن کے نسخے اس وقت سے واپس لیے گئے تھے۔ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔

اس مقصد کے لیے مقرر کردہ صحابہ کی کمیٹی نے جو اقدامات اٹھائے تھے، وہ درست طور پر اس حد تک صداقت کو حاصل کرنے کے لیے بنائے گئے تھے، یعنی قرآن کے ہر ایک لفظ کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑنا۔ یہ کمیٹی کا سب سے بڑا کام تھا جس نے ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نقلیں مرتب کیں۔ اس سلسلے میں مکمل اور قطعی یقین اور صداقت حاصل کرنے کی وجہ سے معیاری نسخے کی رسم الخط صحابہ کی متفقہ منظوری سے حاصل ہوئی اور اسے قرآن کے طور پر منظور کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور جو اس نے صحابہ کو پہنچایا۔

کامریڈ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے اختیار کی گئی رسم الخط کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جوڑنے والی مستند روایت کی ایک غیر منقطع سلسلہ (سناد) سے بلا شبہ مستند ثابت ہوا ہے۔ اس حقیقت کو عقلی ثبوت کی بنیاد پر مواخذہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس ناقابل تردید حقیقت کا اندازہ صحیح احادیث کے حوالے اور مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اس توسیع کے لیے روایتِ نبوی ادب کو کافی شہادت سمجھا جانا چاہیے کیونکہ جہ جی نے روایتِ نبوی ادب کی بنیاد پر تنقید کی اپنی عمارت کھڑی کی ہے۔

کہتے ہیں JG، پیغمبرانہ روایات کی بنیاد پر اپنے موقف کا جواز پیش کرتے ہوئے:

یہ کہنا ضروری ہے کہ اسلام کی تاریخ میں کہیں بھی ثبوت کا کوئی متبادل سلسلہ نہیں ہے جو ہمیں بتائے کہ قرآن اس شکل میں کیسے لکھا گیا جس میں اب ہمارے پاس موجود ہے۔ مشورہ کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔"

اس طرح جہ جی نے تسلیم کیا کہ قرآن مجید کے تحفظ اور تالیف کے سلسلے میں مشورہ کرنے کا واحد ذریعہ صرف پیغمبرانہ روایت کا ادب ہے۔ چونکہ اس نے اپنے موضوع کے بیان کی بنیاد نبوی روایت کے ادب پر رکھی ہے اس سے منطقی طور پر یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ ان احادیث کو قبول کرے جو واضح طور پر قرآنی آیات کی صداقت اور الوہیت پر زور دیتی ہیں۔ کسی موضوع کا غیر جانبدارانہ مطالعہ صرف ان حقائق کی قبولیت کو تسلیم نہیں کرتا جو کسی کے ذاتی خیالات اور آراء کے حامی معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ جہ جی نے اپنے مقدمے کے لیے "ثبوت" کا انتخاب اسلام کے نبوی روایت لٹریچر سے کیا ہے، اس لیے ان کے پاس ان احادیث کو رد کرنے کی کوئی منطقی بنیاد نہیں ہے جو ان کے نظریات، نظریات اور عقائد کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ یا تو زیر مطالعہ موضوع کا غیر جانبدارانہ اور حقیقت پر مبنی بیان پیش کریں یا محض ان عقائد اور نظریات کو بیان کریں جنہیں آپ اندھے عقیدے کی بنیاد پر رکھنے کا حقدار محسوس کر سکتے ہیں۔ مسائل کو الجھانا ترچھا استدلال سے پیدا ہوتا ہے جو تعصب کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید کے خلاف تنقید کے اپنے طریقہ کار کے جواز میں پیغمبرانہ روایت کے لٹریچر کا مزید حوالہ دیتے ہوئے، جہ جی نے کہا:

" دوسری طرف، روایتِ نبوی میں موجود ریکارڈ ایک تاریخی ورثہ ہیں، درحقیقت اسلام میں تاریخی ورثہ ہے، جو ہمیں بتاتا ہے کہ قرآن کریم کو اس کی موجودہ شکل میں کیسے کم کیا گیا تھا۔ کوئی بھی شخص قرآن کے قیاس کمال کے حق میں دلیرانہ، خواہش مندانہ دعووں کو ترجیح نہیں دے سکتا جس کی تائید کسی بھی حقائق یا شواہد سے نہ ہو، اس حقیقت پر مبنی اور تاریخی ریکارڈ کے خلاف جو اس کے برعکس مختلف کاموں میں وسیع پیمانے پر رپورٹ ہوئے ہوں۔ ایسے شواہد کو خالص قیاس کے حق میں رد نہیں کیا جا سکتا۔"

جہ جی کو سب سے پہلے اس مشورے پر عمل کرنا چاہئے جو وہ مسلمانوں کو دینا چاہتے ہیں۔ درحقیقت، وہ خالص قیاس کے حق میں حدیث نبوی کے شواہد کو رد کرنے کا مجرم ہے۔ یہ "خالص قیاس" کی بنیاد پر ہے کہ اس نے بہ ترتیب روایتوں کا انتخاب کیا، جو تمام قراءت کی سرکاری، منظور شدہ اور مجاز شکلوں سے متعلق ہیں، ان کے معانی کو توڑ مروڑ کر پیش کیا، بیانات کی غلط تشریح

کی اور اپنے بے بنیاد نظریات کو تقویت دینے کے لیے خود ہی نتیجہ اخذ کیا۔ پھر پیغمبرانہ روایت کا اسلام ظاہری طور پر اس JG میں ایک تاریخی ورثہ ہونا ایک بلاشبہ اور ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ چونکہ حقیقت کو تسلیم کرتا ہے، اس لیے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیغمبرانہ روایت کو قبول کرے جو قرآن اور احادیث کی صداقت کو برقرار رکھتی ہے جو واضح طور پر قرآنی آیات کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے غیر منقطع تعلق کو ثابت کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہوں جے جی اور قرآن کے تمام ناقدین اس قطعی حقیقت کو متاثر کرنے والی ایک روایت کی تیاری میں اپنے دعووں کے لیے "ثبوت" کے ذریعہ احادیث سے جو کچھ بھی پیش کرتا JG بری طرح ناکام رہتے ہیں۔ ہے وہ صرف "متغیر ریڈنگز" سے متعلق ہے - جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز تھے۔ جے جی کی طرف سے فراہم کردہ کوئی بھی روایت کسی ایسے غیر مستند مواد کی طرف اشارہ نہیں کرتی جو اللہ کے ناقدین کے نظریات کے مطابق قرآن کریم میں داخل ہوا ہو جیسا کہ جے جی نے الزام لگایا ہے قرآن کا کمال "قیاس" نہیں ہے۔ یہ صحیح احادیث کی بنیاد پر ثابت ہے جس کے بارے میں جے جی اعتراف کرنے پر مجبور ہیں:

‘‘اس طرح کے دلائل (یعنی حدیث کی روایتوں) کو خالص قیاس کے حق میں رد نہیں کیا جا سکتا۔’’

"...ایک حقیقت پر مبنی اور تاریخی ریکارڈ جو مختلف کاموں میں وسیع پیمانے پر رپورٹ کیا گیا ہے ..."

الفاظ ہمارے ہیں۔ NB مشورے کے لیے (حدیث کے علاوہ) کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔‘‘ بریکٹ میں

اگر یہ ناقدین اپنے اس دعوے میں سچے تھے کہ حدیث کی روایتوں کو "قیاس کے حق میں رد نہیں کیا جا سکتا" تو پھر یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ قیاس سے پرہیز کریں اور عثمانی تالیف کی سند کو برقرار رکھنے والی احادیث کو قبول کریں اور اسے واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جائیں۔ (اللہ کی شان اور رحمت ہو)۔ احادیث واضح طور پر اس بات پر زور دیتی ہیں کہ قرآن جس شکل میں آج ہمارے پاس ہے – قرآن کریم جس شکل میں کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) نے اختیار کیا تھا – وہ قرآن تھا جو لوح محفوظ سے نازل ہوا تھا۔ وہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنے آخری سال کے دوران فرشتہ جبرائیل کے سامنے دو مرتبہ پڑھا تھا۔ اس موقع پر کامریڈ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ موجود تھے، اس لیے کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور اس وقت قرآن مجید کی تالیف کے لیے بنائے گئے کمیشنوں کی سربراہی کا فطری انتخاب تھا۔ کامریڈ عثمان (خدا راضی) کا یہ احادیث کا دعویٰ ہے کہ صحابہ نے کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے کارنامہ کو متفقہ منظوری سے قبول کیا۔ عثمانی تالیف کی تاریخ اور چودہ صدیوں کا گزرنا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صداقت کا اہم کارنامہ ہے۔ اگر اسمانی تالیف کو صحابہ کرام اور مجموعی طور پر امت کی منظوری اور منظوری حاصل نہ ہوتی تو یہ چودہ صدیوں کے حملوں اور تباہی کو کبھی برداشت نہ کر پاتی۔ یہ کہ صحابہ کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اہم کارنامہ کے لیے متفقہ طور پر منظوری دی، یہ ایک غیر متنازعہ حقیقت ہے۔ صحابہ کے اس اجماع (اتفاق رائے) میں شگاف دکھانے کی کوشش میں، جے جی نے کامریڈ عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے اختلاف اور اپنی ذاتی طور پر تیار کردہ تالیف کے حوالے کرنے سے ان کے ابتدائی انکار کی تنہا رعایت کا حوالہ دیا۔ لیکن، احادیث میں تفصیل سے بیان کیے گئے کیس کے حقائق جے جی کے موقف کی کم سے کم حمایت نہیں کرتے۔

کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنی تالیف کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے رسولوں کے حوالے کرنے سے ابتدائی انکار عثمانی تالیف کی صداقت میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ ان کے انکار کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کی تالیف مستند نہیں تھی۔ جے جی نے کن بنیادوں پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا اپنی تالیف کے حوالے کرنے سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ معیاری تالیف غیر مستند تھی؟ یہ نتیجہ جے جی کے غیر مصدقہ مفروضوں میں سے ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے جو اس کی اپنی خواہش مند سوچ پر مبنی ہے - خالص قیاس آرائیوں پر مبنی ہے جبکہ اس کے برعکس تمام شواہد کو مسترد کرتے ہیں۔ کامریڈ ابن مسعود کے ابتدائی انکار کے باوجود، انہوں نے کبھی بھی کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کی طرف سے ترتیب دی گئی تالیف کی صداقت کو غلط قرار نہیں دیا۔ اس کا انکار کافی سمجھ میں آتا ہے۔ کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں لکھا تھا۔ اس کی کاپی میں نوٹ اور وضاحتیں

بھی تھیں۔ اس کی نقل ان کے ذاتی استعمال کے لیے تھی، نہ کہ مجموعی طور پر امت کے استعمال کے لیے۔ جہاں تک ان کا تعلق تھا، یہ نسخہ ان کا ذاتی خزانہ تھا اور اس نے اپنی تالیف میں سب سے بڑی جذباتی قدر کو سمجھ سے جوڑا۔ جب اچانک ان کی تالیف کا حکم آیا تو اسے حل کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مزید برآں، وہ ایک سینئر کامریڈ یا صحابی تھے اور کامریڈ عثمان (خدا سے راضی) سے اختلاف رائے رکھنے کا پورا حق رکھتے تھے۔ یہ عام علم ہے - احادیث سے ثابت ہے - کہ یہاں تک کہ کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور کامریڈ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ بھی ابتدا میں قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے لیے موافق نہیں تھے۔ لیکن، کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ کے استدلال اور التجا نے بالآخر انہیں اس اہم کام کو انجام دینے کی حکمت اور ضرورت پر یقین دلایا۔ اسی طرح کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی معیاری تالیف کی ضرورت محسوس نہیں کی اور نہ ہی قرأت کی دوسری صورتوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس کی جبکہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ نے اسے سمجھا، یہ قدم ایک اہم ضرورت ہے. چنانچہ کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف – ابتدائی اختلاف نہ تو قرآنی آیات کے حوالے سے تھا اور نہ ہی صداقت کے، بلکہ دو نکات کے حوالے سے تھا۔ : (1) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کا پسندیدہ نسخہ حوالے کرنے کا حکم۔ (2) ایک معیاری نسخہ کی تیاری جس سے کئی دیگر قیراطیں رائج ہوں گی۔

ابتدائی تنازعہ کبھی بھی اس الزام سے متعلق نہیں تھا کہ معیاری نسخہ مستند نہیں ہے یا اس نے قرآنی آیات میں سے کوئی چیز حذف کردی ہے یا اس میں کوئی چیز دخل اندازی ہوئی ہے۔ درحقیقت کامریڈ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ابتدائی ناراضگی کے باوجود اپنی تالیف کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور امت کے فائدے کے لیے معیاری نسخہ قبول کر لیا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اور کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کی رسم الخط میں موجود اختلاف قرأت سے متعلق ہے، دونوں صحیح اور مستند ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی منظوری دی ہے۔ اللہ کی شان اور رحمت ہو)۔ اس لیے یہ بات کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی کہ ان میں سے کسی نے معیاری نسخہ کی صداقت پر تنقید یا مواخذہ کیا ہو۔ جہ جی نے اپنے کتابچے میں جو روایات درج کی ہیں وہ صرف کامریڈ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنی تالیف کے حوالے کرنے کے حکم پر ناراضگی کی بات کرتی ہیں۔

یاد رکھنے کے لیے ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ ہر روایت کو "حدیث" کے طور پر منتقل کیا گیا ہے، وہ درحقیقت صحیح (مستند) حدیث نہیں ہے۔ احادیث کے مختلف طبقات ہیں۔ کسی بھی من گھڑت بات کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کسی صحابی کا قول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ احادیث کے حکام نے روایات کو اچھی طرح چھانٹ کر ان کی درجہ بندی کی ہے۔ لہٰذا، اسلام کے ناقدین اپنے نظریات کی تائید کے لیے کسی بھی من گھڑت بات پر قبضہ کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں، لیکن اسلام کے پیروکار اس طرح کی ہیرا پھیری سے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ کسی روایت کی سند کا دارومدار اس کے راویوں کے سلسلے پر ہوتا ہے۔ حدیث کے راویوں نے کسی روایت کے صحیح اور صحیح ہونے کے لیے سخت امتحانات مرتب کیے ہیں۔ کسی روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان محض اس لیے قبول نہیں کیا جا سکتا کہ اسے کسی مورخ نے اپنی تحریروں میں شامل کیا ہے۔ جو شخص حدیث لٹریچر کی بنیادوں پر اپنا مقدمہ اٹھانا چاہتا ہے اسے اس سلسلے میں رہنمائی کے لیے احادیث کے حکام سے رجوع کرنا چاہیے۔ لیکن، جہ جی سے یہ توقع کرنا بہت زیادہ ہے کہ ان کے فرضی نظریات مستند احادیث میں گزرنے کا کوئی راستہ تلاش نہیں کریں گے۔

کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ابتدائی اختلاف کے بارے میں جو وضاحت کی گئی ہے اس کے علاوہ اس حقیقت کا ذکر بھی ضروری ہے کہ من گھڑت روایات کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ خدا اس سے راضی ہو)۔ ان کی تالیف کے بارے میں گردش کرنے والی بہت سی کہانیاں سراسر بے بنیاد، من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔ وہ قرآن کے سینئر علمبرداروں میں سے ہونے کے ناطے قرآنی آیات کے مضمون میں پوری طرح اہل تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اسمانی تالیف کی صداقت اور اس کی نقل اور اسمان کی معیاری نقل کے درمیان کسی قسم کے اختلاف سے اختلاف نہیں کیا جو

صرف قیراط سے متعلق ہے - مجاز اختلافات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منظور شدہ ہو) خودہ جے جی کو حدیث لٹریچر کا حوالہ دینے دیں اور وہ "خالص قیاس کے حق میں اس طرح کے ثبوت" کو رد نہ کریں۔

جے جی کا درج ذیل بیان اس قسم کی "خالص قیاس آرائیوں" کی نشاندہی کرتا ہے جو اس نے قرآن کریم کی سالمیت اور صداقت پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش میں استعمال کیا:

اسی منابع کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب ابو زبیان سے جو ابتدائی طور پر اسلام قبول کرنے والے تھے، سے پوچھا گیا کہ وہ قرآن کی دو قراءتوں میں سے کس کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی زید کی پڑھی یا ابن مسعود کی، تو اس نے کہا۔ بعد میں جواب دیا، مزید کہا کہ جب بھی جبرائیل نے ہر سال رمضان میں محمد پر قرآن نازل کیا یا تلاوت کیا تو سب سے پہلے ابن مسعود کو اس کا علم ہوا۔

اس روایت میں کہیں بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی تالیف کی تردید نہیں ہے۔ کہ مختلف قراءتیں موجود تھیں - مختلف قراءتیں - نہیں ہے اور نہ ہی اس کا انکار کیا گیا ہے۔ سرکاری اور مجاز قراءت کے درمیان قراءت کی کسی خاص شکل کے لیے کسی شخص کی "ترجیح" کا تصور یا وجہ یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ دوسری صورتیں مستند نہیں تھیں۔ چونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے الہٰی ہدایات سے قرآن مجید کو مختلف شکلوں میں پڑھنے کی اجازت دی تھی، اس لیے صحابہ نے اس شکل کا انتخاب کیا اور اسے اختیار کیا جو ان کے لیے سب سے زیادہ پسند تھا۔ کسی خاص قیراط فارم کے لیے ان کی انفرادی ترجیحات کا کبھی یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ دوسرے منظور شدہ فارم غلط تھے یا منظور نہیں تھے۔ حدیث لٹریچر میں واضح طور پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے منظور کردہ مختلف شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ "متغیر پڑھنے" کی منظور شدہ شکلوں کے بارے میں جے جی کی دانستہ خاموشی اور ان روایتوں کے ضمنی قدم ان کے متعصبانہ رویے اور "خالص قیاس" کی بنیاد پر اپنے نظریات کو پیدل کرنے کی خواہش کی تصویر کشی کرتے ہیں، ان تمام حدیثی حقائق کو مسترد کرتے ہیں جو مقصد کو پورا نہیں کرتے ہیں۔ اس کے نظریات اور نظریات کا۔ اگر ابو زبیان نے ابن مسعود کی قرأت کو ترجیح دی تو دوسروں نے کامریڈ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حکام کی قرأت کو ترجیح دی۔ اس طرح کی انفرادی ترجیح کا مطلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مستند طور پر منسوب قرات کی دوسری صورتوں کو رد کرنا نہیں سمجھا جاسکتا۔

منسوخوت تلاوہ آیات

قرآن کے بہت سے ناقدین نے آیات رجم سے متعلق آیات کا حوالہ دے کر قرآن کی صداقت پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اپنے کیس کو بیان کرتے ہوئے، جے جی کہتے ہیں:

"حدیث میں ایک روایت وسیع پیمانے پر مروی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتی ہے کہ کتاب اللہ، "کتاب اللہ" کے مطابق زنا کی سزا سنگسار سے موت تھی، حالانکہ قرآن میں آج موجود آیت کے باوجود جو یہ حکم دیتی ہے۔ مختلف سزائیں۔"

راجم سے متعلق روایات کا حوالہ دینے کے بعد، جے جی اپنا نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں:

"محمد کے زمانے میں زنا کاروں کو بڑے پیمانے پر سنگسار کرنے کا رجحان یہ ظاہر کرتا ہے کہ عمر کی نازل کردہ آیت اصل میں قرآن کے متن کا حصہ تھی۔ اگر ایسا ہے تو، یہ ان اقتباسات میں سے صرف ایک ہے جو اب قرآن کریم سے خارج کر دی گئی ہے (مزید جلد ذکر کیا جائے گا)، یہ ثابت کرتا ہے کہ قرآن کا متن، جیسا کہ آج ہمارے پاس ہے، کسی حد تک نامکمل ہے۔"

سنگساری کی مبینہ آیات کا حوالہ دیتے ہوئے، نقاد نے قرآن کی تاریخ سے بہت زیادہ لاعلمی کی تصویر کشی کی ہے۔ سنگسار سے متعلق آیات کبھی بھی قرآن کا حصہ نہیں تھیں۔ زنا کے مرتکب شادی شدہ افراد کو سنگسار کرنے کی سزا صرف عہد نامہ قدیم میں موجود تھی اور اس کا قرآن میں کبھی ذکر نہیں کیا گیا اور محمد کے زمانے میں عرب کے یہودی اپنے مذہبی قوانین کی پابندی کرتے تھے اور اپنے زانیوں کو سنگسار کرتے تھے۔ قرآن میں زنا کی سزا قید اور جلاوطنی ہے، لیکن سنگسار کا کبھی ذکر

نہیں ہے۔ قرآن میں بیان کردہ زنا کی سزا کا اطلاق غیر شادی شدہ افراد پر ہوتا ہے جو زنا کے مکروہ فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ زنا کی سزا سے متعلق آیات قرآن پاک میں پائی جاتی ہیں کوڑے مارنے کا ذکر ہے جبکہ سنگساری کی آیات قرآن میں نہیں ملتی۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 106 ہے:

"ہم جس آیت کو بھی منسوخ کرتے ہیں یا بھول جاتے ہیں، ہم اس سے بہتر یا اس کو پسند کرتے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے!

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات کو منسوخ کردینا جب کہ وحی کا واقعہ جاری تھا، ایک حقیقت ہے جو سب کو معلوم ہے۔

آیات کی تنسیخ کا ذکر خود قرآن نے کیا ہے۔ اس طرح کی منسوخی صحابہ نے نہیں کیے۔ تنسیخ وحی کی طرف سے تھی اور اس کا اطلاق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا تھا۔ منسوخی (ناسخ) کا اطلاق حکم (اثر) اور تلاوت (تلاوت) پر ہوتا ہے۔ حکم کے حوالے سے بعض آیات کو منسوخ کر دیا گیا ، لیکن تلاوت نہیں۔ دوسری آیات تلاوات کے حوالے سے منسوخ کر دی گئی ہیں لیکن حکم نہیں۔

قراءت کی کسی ایک سند نے بھی آیات رجم کی تلاوت نہیں سکھائی اور نہ ہی کسی دوسری منسوق تلوت کی آیات کی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ آیات رجم مبہم آیات نہیں تھیں جو صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھیں، ہم دیکھتے ہیں کہ کامریڈ زید رضی اللہ عنہ نے انہیں کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مرتب کردہ نسخے میں شامل نہیں کیا۔ اور نہ ہی ہم کامریڈ عمر رضی اللہ عنہ کو پاتے ہیں جو کامریڈ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان آیات کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تحت مرتب کردہ سرکاری نسخے میں شامل کرنے کا مقدمہ بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ) ہدایت۔

اسلام کے ناقد کے لیے قرآن کی صداقت کو جھٹلانے کے لیے سنگساری کی آیت کا حوالہ دینا انتہائی غیر معقول ہے۔ قرآن کی صداقت پر حملہ کرنے کے لیے جہ جی کے پیش کردہ مفروضوں اور مفروضوں میں سے، منسخوت تلاوت آیات پر مبنی ان کا نتیجہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر سب سے کمزور ہے:

یہ آیات صحابہ کرام کے ہاں مشہور تھیں۔

ان مبینہ آیات میں مذکور سزا یہودی تورات کا سرکاری قانون تھا، اور آج تک آرتھوڈوکس یہودیوں کے لیے ہے، نہ کہ مسلمانوں کے لیے۔

کامریڈ ابوبکر، عمر، زید، عثمان اور دیگر سبھی کو ان آیات کا علم ہونے کے باوجود، ان آیات کو کامریڈ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مرتب کردہ نسخوں یا معیاری نسخوں میں شامل کرنے کی کبھی • کوشش نہیں کی گئی۔ کامریڈ عثمان (خدا راضی) کا۔

صحابہ کرام کے درمیان اس بات میں کبھی کوئی اختلاف نہیں تھا کہ یہ آیات منصوص تلاوت میں سے تھیں۔

اب یہ ناقدین پر منحصر ہے کہ وہ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں مستند حدیثی لٹریچر فراہم کریں کہ بعض آیات کا اخراج قرآن سے غیر مجاز حذف ہے۔ حدیث لٹریچر آیات کی تنسیخ کی وضاحت کرتا ہے - قرآن میں بیان کردہ تنسیخہ جہ جی کو حدیث لٹریچر کی طرف رجوع کرنے دیں اور "ان ثبوتوں کو خالص قیاس کے حق میں رد نہ کریں" اور فرضی سوچے۔

قرات میں فرق

جیسے اسلام کے ناقدین نے کامریڈ ابن مسعود JG ،عنوان کے تحت ایک حصے میں، قرآن میں متغیر پڑھنا رضی اللہ عنہ کی قرأت اور اسمانی معیاری تالیف کے درمیان الفاظ میں کچھ فرق کا ذکر کیا ہے۔ اس کوشش کی بنیاد پر جے جی قرآن کی صداقت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مندرجہ بالا صفحات میں بارہا اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ قرأت میں یہ اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور کیا تھا، اس لیے تمام صحابہ نے مختلف قراءتوں کو مستند تسلیم کیا۔ یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا گیا کہ تلاوت کی مختلف شکلوں میں فرق صرف تلفظ سے متعلق ہے جیسا کہ جے جی نے الزام لگایا ہے۔ حدیث کا ادب مختلف قسم کے اختلافات کی وضاحت کرتا ہے۔ اس کی وضاحت اس کتابچے میں پہلے ہی ہو چکی ہے۔ جے جی کے پاس اس زاویے سے قرآن کی صداقت پر حملہ کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ مستند احادیث پیش کریں جس میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ بعض صحابہ نے تلاوت کے لیے غیر مستند صورتیں اختیار کی ہیں۔ لیکن، اسے حدیث میں ایسی کوئی دلیل ملنے کی قطعاً کوئی امید نہیں۔ قرآن کی صداقت کو غلط ثابت کرنے کی بنیاد کے طور پر "متغیر ریڈنگز" کو کو اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں مدد نہیں ملے گی کیونکہ اسلام کے حکام نے JG استعمال کرنے سے "متغیر ریڈنگز" سے کبھی انکار نہیں کیا ہے۔ اس کے برعکس مختلف قراء ت کی سند خواہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کی پڑھی جائے۔ اسلام کی طرف سے بھرپور طریقے سے کینوس کیا گیا ہے۔

اسلام کے ناقدین قرآن مجید کے خلاف جو الزام لگا رہے ہیں اس سے نظریں نہیں چرائی جائیں۔ الزام یہ ہے کہ موجودہ قرآن جو ہمارے پاس ہے وہ مکمل اور کامل قرآن نہیں ہے جس کا اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ لیکن اس الزام کا ثبوت دشمنوں کی طرف سے سامنے نہیں آیا۔ انہوں نے محض دیگر مستند قیراط (مختلف ریڈنگز) کے وجود کا حوالہ دے کر دوسروں کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ تلاوت کی دیگر منظور شدہ شکلوں کا وجود اس دعوے کا ثبوت نہیں ہے کہ عثمانی نسخہ مستند نہیں ہے یا مکمل نہیں ہے۔ حدیثی لٹریچر جسے جے جی نے مشورہ کرنے کا واحد ذریعہ تسلیم کیا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسمانی تالیف کا براہ راست تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس لیے چین کا کوئی کمزور ربط نہیں ہے جیسا کہ جے جی نے الزام لگایا ہے کہ اتھارٹی کا یہ سلسلہ اتنا مضبوط ہے کہ جے جی بھی مانتا ہے:

"آج قرآن کا ایک معیاری متن ہو سکتا ہے..."

"... خلافت عثمان کی جب متن کو بالآخر اس شکل میں معیاری بنایا گیا جس میں یہ آج ظاہر ہوتا ہے۔"

یہ سلسلہ اتنا مضبوط ہے کہ جے جی اور قرآن مجید کی دشمن تمام قوتیں بھی اسمانی تالیف کو خراب کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئی ہیں جو چودہ صدیوں بعد بھی ہمارے ہاں کامل طور پر موجود ہے اور جو قیامت تک دنیا میں موجود رہے گی۔

ایسمان کا (خدا اس سے راضی ہو) کا مقصد:

کامریڈ عثمان (خدا سے راضی) کے ذریعہ قرآن مجید کو معیاری بنانے کا مقصد تیار کرتے ہوئے، قرآن کے کچھ ناقدین مندرجہ ذیل بے بنیاد اور لغو دلیل کے ساتھ آتے ہیں:

" لہٰذا، عثمان کے فرمان کا مقصد پوری مسلم دنیا کے لیے صرف قرآن کے متن کو معیاری بنانا نہیں تھا بلکہ قرا کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو ایک ہی جھٹکے سے ختم کرنا اور ان سے لاحق خطرے کو ختم کرنا تھا۔ واضح طور پر خلیفہ نے ان کی قرآنی عزت کو تباہ کر کے مذہبی معاملات میں ان کے اختیار کو کمزور کرنا چاہا۔

درحقیقت، وہ اس نظریہ کو پیش کرنے میں مضحکہ خیز سطح پر اترے ہیں۔ یہاں تک کہ دور سے یہ بتانے کا کیا ثبوت ہے کہ جے جی کا پیش کردہ نظریہ معیاری کاپی کی تالیف کا حکم دینے کا کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کا مقصد تھا۔ اس حوالے میں جے جی نے جو کچھ لکھا ہے وہ سادہ اور خالص قیاس ہے، پھر بھی وہ اپنے پھیلاؤ کو "ثبوت" کے طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاریخ کا کوئی بھی طالب علم جس کے پاس سچائی کا کوئی احترام نہیں وہ کبھی بھی اس مضحکہ خیز اور صریح

جھوٹے مقصد کو برقرار نہیں رکھے گا جو کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) سے منسوب کیا گیا ہے جو جہ جی اور دوسرے سچائی کے دشمنوں نے کیا تھا۔

قرآن کے معیاری نسخے کو مسلط کر کے "ایک ہی جھٹکے" سے قرہ کے اثر کو کس تصور کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے؟ زمین پر کس طرح معیاری نسخے قرہ کے اختیار کو مجروح کرنے والا تھا؟ قراہ کے تحریری ریکارڈ کا خاتمہ ان کے دلوں اور دماغوں سے ان کی مخصوص شکل کو ختم کرنے کو کبھی محفوظ نہیں کر سکتا۔ معیار سازی کے حکم نے پوری اسلامی سلطنت میں قرآن پڑھانے والے قرہ کے اختیار یا مقام کو کسی بھی طرح متاثر نہیں کیا۔ معیار کے حکم سے کسی قاری کو برخاست نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہے۔ انہوں نے جو بھی پیروی کی تھی اسے برقرار رکھا۔ ان میں سے کسی نے بھی سیاسی میدان میں خلیفہ کے ساتھ دشمنی نہیں کی کیونکہ اسلام کے ناقدین اور اس مکروہ مقصد کے گھڑنے والے چاہتے ہیں کہ ہم یقین کریں۔

کامریڈ عثمان (خدا سے راضی) سے منسوب من گھڑت مقصد کو حقیقت مانتے ہوئے، دشمنوں کے قتل کے بعد بھی نقاد عثمانی ورژن کی مکمل برداشت کی کیا معقول وضاحت پیش کر سکتے ہیں؟

بے ایمان قاتلوں کے ہاتھوں شہید ہو جانے کے بعد بھی ان کی طرف سے چھوڑی گئی تالیف ایک دائمی اور غیر چیلنج شدہ وجود رہی۔ کامریڈ عثمان کے قتل کے بعد مختلف قسم کی اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کے بھیس میں سر اٹھایا۔ متعدد منحرف فرقوں نے جنم لیا، جنہوں نے صحابہ کی تعلیمات کو کھلم کھلا رد کر دیا، لیکن تمام فرقے، حتیٰ کہ وہ بھی جو اسلام کے راستے سے بھٹکے ہوئے تھے، اسمانی تالیف پر قائم رہے۔ یہ خیال کرنا غیر منطقی اور متعصبانہ ہے کہ کامریڈ عثمان کے دشمنوں اور بہت سے منحرف فرقے جو بعد میں تیار ہوئے اگر ان کے پاس متن کی صداقت پر مواخذہ کرنے کی وجہ ہوتی تو وہ اسمانی تالیف کو برقرار رکھتے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اسلام میں پیدا ہونے والے زبردست سیاسی اتھل پتھل اور خارجیوں جیسے جنونی فرقوں کے پیدا ہونے کے باوجود، معیاری نسخے آج تک بے محل اور برقرار ہے۔

ناقدین کے مطابق کامریڈ عثمان (خدا راضی) ایک "انتہائی غیر مقبول خلیفہ" تھے۔ لیکن، اس قیاس کی غیر مقبولیت کے باوجود، ان کی تالیف کو دوست اور دشمن کے درمیان سب سے زیادہ مقبولیت اور منظوری حاصل تھی۔ اگر واقعی اس دعوے میں کوئی مادہ ہوتا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے معیاری نقل کا مسلط کرنا غیر مقبول اور قابل نفرت تھا تو اسے کبھی بھی ایسی مقبولیت نہیں دی جا سکتی تھی۔ مسلمانوں کی صفوں میں منحرف فرقوں اور دشمن فرقوں اور دیگر غدار قوتوں نے کبھی بھی اسمانی تالیف کو معیاری نقل کے طور پر اختیار نہیں کیا ہوگا۔ سلطنت بنی امیہ کے آخری فنا کے بعد بھی عثمانی تالیف اپنی منفرد بالادستی سے لطف اندوز ہوتی رہی کیونکہ یہ واحد تالیف تھی جسے پوری امت نے قبول اور منظور کیا تھا۔ یہاں تک کہ عباسی خلفاء جنہوں نے اموی دور کو بے گھر کر دیا تھا، نے بھی عثمانی تالیف کو برقرار رکھا۔ تمام حقائق حتمی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ کامریڈ عثمان رحمہ اللہ علیہ کا نصب العین ناقابل تلافی ہے۔ معیاری نقل کے حکم میں اس کا ارادہ کسی دنیاوی مقصد سے آلودہ نہیں تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلوص اور نیت کی پاکیزگی اور تالیف کی صداقت کو متفقہ طور پر قبول کرنے کے پیش نظر تمام عالم اسلام نے تمام زمانوں اور تمام سیاسی اور مذہبی رنگوں میں اس کی صداقت و صداقت کو برقرار رکھا۔ عثمانی کاپی

بعض ناقدین خود اپنے ان مشوروں کی تردید کرتے ہیں جو وہ حدیث کے ثبوت اور خالص قیاس کے بارے میں دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس مقالے میں کہیں اور ذکر کیا گیا ہے، جہ جی نے خود کو حدیث لٹریچر کی بنیاد پر قرآن کی صداقت کے منافی کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن جب بھی اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حدیث اس کے نظریات کے خلاف ہے تو وہ آسانی سے ایسی احادیث سے آنکھیں چرا لیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جہ جی نے ان اسباب کو بیان کرنے کے بعد جن کی وجہ سے عثمانی تالیف ہوئی، اس مقصد کو سمجھنے کے لیے ایک بالکل مختلف جہت متعارف کرانے کی کوشش کی جس نے کامریڈ عثمان (خدا کی رضا) کے اقدام کو جنم دیا۔ اپنے پمفلٹ پر جہ جی فرماتے ہیں: تاہم اس دوران ہمارے لیے یہ جاننا بہت دلچسپی کا باعث ہے کہ تیسرے خلیفہ عثمان کے دور میں یہ نسخے (یعنی ابوبکر کا) منظر

عام پر لایا گیا تھا جیسا کہ اس لفظ سے لایا گیا تھا۔ باہر واقع صوبے کے ان علاقوں کے مسلمان مختلف طریقوں سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اس کا تسلسل درج ذیل روایت میں بیان ہوا ہے:

حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے (اہل شام اور عراق کے) قراء ت کے اختلاف سے خوفزدہ تھے، اس لیے انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس قوم کو بچا لو اس سے پہلے کہ وہ کتاب کے بارے میں اختلاف کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ پہلے کرتے تھے۔ چنانچہ عثمان نے حفصہ کو پیغام بھیجا کہ ہمیں قرآن کے نسخے بھیج دو تاکہ ہم قرآنی مواد کو صحیح نسخوں میں مرتب کر سکیں۔

یہاں یہ نقاد تسلیم کرتا ہے کہ عثمان کی تالیف کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کی تلاوت مختلف طریقوں سے کی جا رہی تھی۔ مزید یہ کہ جے جی نے تسلیم کیا ہے کہ عثمانی تالیف کا آغاز کامریڈ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی معلومات اور نصیحت کے نتیجے میں ہوا۔ مذکورہ بالا روایت میں جن اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف مستند قراء ت کا حوالہ دیتے ہیں جن سے دونوں جماعتیں پوری طرح واقف نہیں تھیں۔ JG "اختلافات" کسی ایسے قیاس کی طرف اشارہ نہیں کرتے جو قرآن میں داخل ہوئے جیسا کہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ مزید یہ کہ عراق اور شام کے لوگ جو قراء ت کے بارے میں اختلاف کر رہے تھے وہ صحابہ نہیں تھے۔ وہ قراءت کے مختلف ماسٹرز کے طالب علم تھے جنہوں نے صرف ایک مخصوص قسم کی تلاوت کی۔

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس وجہ نے کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کو معیاری نسخہ تیار کرنے کا حکم دیا وہ وہ جھگڑے تھے جو قرعات کی مجاز شکلوں سے واقف نہ تھے۔ اس لیے امیر المومنین کامریڈ عسمان رضی اللہ عنہ کے اس اہم اقدام سے کسی دنیاوی یا سیاسی مقصد کو منسوب کرنا صریح غلط ہے۔ کامریڈ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف قرآن کی سطح پر اس ناقد کا یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ اس غلط فہمی کو ثابت کرنے کے لیے احادیث میں ذرہ برابر بھی ثبوت موجود نہیں۔

خلاصہ

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے:

1. اسلام کے بعض ناقدین کا دعویٰ ہے کہ موجودہ مسلم قرآن وہ مکمل قرآن نہیں ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں موجود تھا۔

2. یہ ناقدین حدیث ادب پر اپنے تمام نتائج اخذ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

3. اپنے دعوے کی تائید میں، نقاد جے جی صرف دو عوامل پیش کرتا ہے: (الف) حدیث کے ادب میں متغیر پڑھنے کا ذکر (ب) قرآن سے بعض آیات کا اخراج۔

4. اس نقاد کی طرف سے اس قدر کثرت سے نقل کی گئی مختلف قراتیں اس کے دعوے کی تائید نہیں کرتی ہیں کیونکہ اس طرح کے تمام متغیر قراءات (قیرات) رسول اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے منظور شدہ قرات کی مجاز شکلیں تھیں۔ مختلف ریڈنگز بعد میں قرآن کے لیے اکریشن نہیں تھے۔ انہیں خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھایا اور اجازت دی تھی۔

5. وہ آیات جو قرآن کے متن سے خارج تھیں، وہ آیات ہیں جنہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ان کی تلاوت کو منسوخ کرنے کے بعد خارج کر دیا تھا۔ ایسی منسوخ شدہ آیات کو منسخوت تلاوات کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ صحابہ کرام کے نزدیک یہ ایک متفقہ طور پر معلوم حقیقت تھی کہ آیات منسوخ تلاوات منسوخی کے حکم کے بعد قرآنی متن کا حصہ نہیں بنتیں۔

اللہ کے فضل سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ جہ جی اور قرآن کے دوسرے ناقدین نے قرآن کی صداقت کو غلط ثابت کرنے کے لیے جو بھی نظریات پیش کیے ہیں وہ خالص قیاس آرائیاں ہیں، خواہش مندانہ اور متعصبانہ سوچ ہیں جو کسی بھی ثبوت سے ثابت نہیں ہیں۔ اللہ قرآن کا نگہبان ہے۔

ناقدین قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

ڈاکٹر سٹینگوس کہتے ہیں: "ہم بخوبی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم اب تک لکھی جانے والی عظیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے... اس طرح کا کام بنی نوع انسان کی تقدیر کے بارے میں ہر سوچنے والے مبصر کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ہے۔"

"کہ عرب کے بہترین گواہ کبھی بھی قرآن میں خوبیوں کے برابر کچھ پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس طرح کے انکشافات کو اپنی مرضی سے تحریر کرنا سب سے ماہر ادبی فنکار کی طاقت سے باہر تھا۔ - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا

" تاہم اکثر ہم اس (قرآن) کی طرف رجوع کرتے ہیں... یہ جلد ہی اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، حیران کردیتا ہے اور آخر میں ہماری تعظیم کو نافذ کرتا ہے... اس طرح یہ کتاب تمام عمروں میں سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی رہے گی۔" - گوئٹے

" وید پرانوں کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ اب قرآن ہی دنیا کی رہنمائی کرنے والی واحد کتاب ہے۔ - گرو نانک

"اسلام کا معجزہ قرآن کریم ہے۔ یہ شاندار کتاب ایک ناخواندہ عرب محمد کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے۔ قرآن کسی ان پڑھ آدمی کا کام نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہ ہو۔ - ڈاکٹر لورا وی ویگلیری۔

دنیا کو قرآن کا چیلنج:

" تاریخ میں بالکل منفرد قسمت سے، محمد ایک قوم، ایک سلطنت اور ایک مذہب کے تین گنا بانی ہیں۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ایک نظم ہے، ضابطہ اخلاق ہے، مشترکہ دعاؤں کی کتاب ہے، یہ سب ایک ہے اور نسل انسانی کے ایک بڑے طبقے کی طرف سے پاکیزگی اور انداز، حکمت اور سچائی کے معجزے کے طور پر اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے جس کا محمد نے دعویٰ کیا ہے – اس کا 'کھڑا معجزہ' جیسا کہ اس نے اسے کہا ہے۔ اور یہ واقعی ایک معجزہ ہے۔' - ریورنڈ بوسورتھ سمتھ۔

'بہترین عرب مصنفین کبھی بھی قرآن کے برابر کوئی چیز پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔' - پامر۔

'شاید دنیا میں کوئی دوسری کتاب (قرآن) ایسی نہیں ہے جو اس قدر خالص متن کے ساتھ بارہ (اب 14) صدیوں پر محیط ہو۔' - سر ولیم مائر۔

اسلام اور قرآن پاک کے بارے میں غیر مسلموں کی رائے

' فلسفی، خطیب، رسول، قانون ساز، جنگجو، نظریات کا فاتح، عقلی عقیدے کو بحال کرنے والا، بغیر کسی تصویر کے فرقے کا؛ بیس زمینی سلطنتوں اور ایک روحانی سلطنت کا بانی، یعنی محمدﷺ جہاں تک ان تمام معیارات کے حوالے سے جن سے انسانی عظمت کی پیمائش کی جا سکتی ہے، ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا اس سے بڑا کوئی آدمی ہے؟ -لامارٹائن، ہسٹری ڈی لا ٹرکی۔

' یہ (قرآن) خدا کا ایک لفظی وحی ہے، جو جبرائیل کے ذریعے محمد پر لکھا گیا ہے، ہر حرف میں کامل ہے۔ یہ ایک ہمیشہ سے موجود معجزہ ہے جو اپنے آپ اور محمد، خدا کے نبی کی گواہی دیتا ہے۔ اس کا معجزاتی معیار جزوی طور پر اس کے انداز میں رہتا ہے، اتنا کامل اور بلند، کہ نہ تو انسان اور نہ ہی جن اس کے مختصر ترین باب سے موازنہ کرنے کے لیے کوئی ایک باب پیش نہیں کر سکے، اور جزوی طور پر اس کی تعلیم کے مواد، مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں، اور حیرت انگیز درست معلومات جیسے۔ ناخواندہ محمد کبھی بھی اپنی مرضی سے جمع نہیں ہو سکتا تھا۔ گیلورڈ ڈورمین۔ - ہیری

عربی زبان میں قرآن سے واقفیت رکھنے والے تمام لوگ اس مذہبی کتاب کی خوبصورتی کی تعریف کرنے پر متفق ہیں۔ اس کی شکل اتنی شاندار ہے کہ کسی بھی یورپی زبان میں کوئی ترجمہ ہمیں اس کی تعریف کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔' - ایڈورڈ مونٹے۔

’’ کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کو جاہلوں کے ذریعے بدنام کیا جائے جیسا کہ اسلام ہے، پھر بھی اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سوشلزم کے مسائل کا واحد صحیح حل یہی ہے جتنا کہ یہ کمزوروں کے لیے طاقتور کا مذہب ہے، امیروں کا مذہب ہے۔ غریب... میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اسلام میں انسانوں کے عالمگیر بھائی چارے کے بارے میں زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔' -سر چارلس ایڈورڈ آرچیبالڈ ہیملٹن۔

’’اسلام جو ستر کروڑ جانوں کی بیعت کا دعویٰ کرتا ہے، دنیا کی تمام برائیوں کا واحد حل ہے۔ یہ میری طرف سے کوئی بیکار فخر نہیں ہے۔ واقعات اس کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مغربی ایشیا اور افریقہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ہر سوچنے والا مبصر اس کی سچائی کی تعریف کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ صرف اسلام میں ہے کہ قوموں کی حقیقی مادی لیگ کا نظریہ صحیح اور قابل عمل انداز میں پہنچایا گیا ہے۔' - سر تھامس آرنلڈ۔ (دی پریچنگ آف اسلام، لندن 1913)

اسلامی بھائی چارہ ایک سماجی اور روحانی حقیقت ہے۔ اسلام نہ صرف ایک عقیدہ ہے بلکہ یہ ایک قانونی نظام اور سماجی نظام بھی ہے۔' - ریورنڈ مرے ٹائٹس۔

ایک جھوٹے آدمی کو مذہب مل گیا! جھوٹا آدمی اینٹوں کا گھر کیوں نہیں بنا سکتا؟ اگر وہ صحیح معنوں میں مارٹر، جلی ہوئی مٹی اور جس چیز کے ساتھ کام کرتا ہے اس کی خصوصیات کو نہیں جانتا اور اس کی پیروی کرتا ہے تو وہ گھر نہیں بناتا بلکہ کوڑے کا ڈھیر ہوتا ہے۔ یہ 189 ملین (اب 900 ملین) جمع کرنے کے لئے بارہ (اب چودہ) صدیوں تک نہیں کھڑا ہوگا، یہ فوراً گر جائے گا' - تھامس کارلائل۔

کہو؛ ''اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن کی مثل تیار کرنے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس جیسا ' قرآن پیدا نہیں کر سکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد و نصرت کے ساتھ ساتھ کیوں نہ ہوں' قرآن، 17:88

اور اگر تمہیں اس میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے پر وقتاً فوقتاً نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی سورت بنا کر لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں یا مددگاروں (اگر کوئی ہیں) کو بلاؤ، اگر تم (شک) سچے ہو۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کر سکتے - یقیناً تم اس آگ سے نہیں ڈر سکتے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں - جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔' قرآن 2:23-24

یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔' قرآن 10:37'

1400 سال گزر چکے ہیں جب سے قرآن نے پہلی بار دنیا کو مندرجہ بالا چیلنج جاری کیا لیکن کوئی روح قرآن سے ملتی جلتی یا بہتر چیز پیدا نہیں کر سکی۔ یہ قرآن کے الٰہی اصل کی زندہ گواہی ہے۔

اللہ رب العالمین کون ہے؟ ساتویں صدی کے عرب میں جب خلیج فارس کے ساحلوں پر رہنے والے، یا دجلہ اور فرات سے سیراب ہونے والے ممالک میں محبت کرتے تھے، یا فارس کی جنوبی سرزمین کے پھیلاؤ میں رہتے تھے، اور کسان اپنے ظالم بادشاہوں کے تابع تھے، اور بت پرستی کا رواج تھا، اسلام نے آدم، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کے خدا کو پکار کر توحید کے تصور کو بحال کیا۔

یہ نبی محمد تھے، جو مکہ کے رہنے والے تھے، جو ایک ایسے شہر میں حقیقی توحیدی روح کو زندہ کرنے کے قابل تھے جہاں، اپنے محل وقوع اور رسائی کی وجہ سے، اپنی آزادی کو محفوظ رکھا تھا۔ ابتدائی دور میں، عربوں کی اکثریت نے ایک اعلیٰ ترین خدا کی پرستش کی تھی جسے عربی میں اللہ کے طور پر تعبیر کیا جاتا ہے، سب سے اعلیٰ، آسمانوں اور زمین کا خالق، لیکن بعد میں، بہت سے لوگوں نے اس عبادت کو ترک کر دیا اور شیاطین کی عبادت کے لیے مندر بنائے۔ خدا کے بیٹے، جو مبینہ طور پر سیاروں

اور مقررہ ستاروں میں مقیم تھے، زمین پر حکومت کرتے تھے۔ ان دیوتاؤں کو پورے ملک میں عالمی طور پر پسند نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ ہر کافر قبیلے، یا خاندان کی اپنی مخصوص دیوتایاں تھیں، بنجر زمینوں پر کافرانہ عقیدہ غالب تھا، ہر جگہ بدکاری اور لوٹ مار تھی، اور چونکہ موت کو وجود کا خاتمہ سمجھا جاتا تھا، سختی سے نام نہاد تو نہ تو نیکی کا بدلہ تھا اور نہ برائی کی سزا۔ اسی طرح کی اخلاقی اور مذہبی فساد اس دور کے عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی موجود تھی، جنہوں نے زمانوں سے جزیرہ نمائے عرب میں اپنے آپ کو قائم کر رکھا تھا، اور مکہ اور یثرب دونوں جگہوں پر بہت طاقتور جماعتیں بنائی تھیں، جو بعد میں مدینہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یثرب میں، یہودی کمیونٹی رومیوں کے ظلم و ستم سے پناہ لینے کے لیے اس آزادی کی سرزمین میں پہنچی تھی، خاص طور پر جب 66-73 عیسوی کی یہودی-رومن جنگوں کے دوران رومی مقامی کمانڈروں نے ان کا قتل عام کیا تھا۔ دس لاکھ سے زیادہ یہودیوں کو قتل کیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا، سولی پر چڑھایا گیا، غلام بنا کر جلایا گیا اور بہت سے عرب فرار ہو گئے۔ عرب میں رہنے والے عیسائی بھی اس قتل عام سے بچنے کے لیے آئے تھے جو دنیا کے دوسرے حصوں میں ہوتے تھے۔

قرآن کے ریاضی کے معجزات

سمجھنے میں آسان، نقل کرنا ناممکن

قرآن کی ریاضیاتی ساخت، یا آخری عہد نامہ، سمجھنے میں آسان ہے، لیکن نقل کرنا ناممکن ہے۔ آپ کو قرآن کی اصل زبان عربی جاننے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ اسے خود پرکھیں۔ بنیادی طور پر، آپ کو 19 تک گننے کے قابل ہونے کی ضرورت ہے۔ کمپیوٹر کی نسل کے لیے یہ ایک دائمی معجزہ ہے۔ قرآن ایک ایسے منفرد واقعہ کی خصوصیت رکھتا ہے جو کسی انسان کی تصنیف شدہ کتاب میں نہیں ملتا۔ قرآن مجید کا ہر عنصر ریاضی کے لحاظ سے تشکیل دیا گیا ہے- ابواب، آیات، الفاظ، بعض حروف کی تعداد، ایک ہی جڑ سے الفاظ کی تعداد، الہامی ناموں کی تعداد اور مختلف قسم، بعض الفاظ کے منفرد املا، اور بہت سے۔ اس کے مواد کے علاوہ قرآن کے دیگر عناصر۔ قرآن کے ریاضیاتی نظام کے دو بڑے پہلو ہیں: (1) ریاضی کی ادبی ساخت، اور (2) ریاضی کی ساخت جس میں ابواب اور آیات کی تعداد شامل ہے۔ اس جامع ریاضیاتی کوڈنگ کی وجہ سے قرآن کے متن یا طبعی ترتیب میں ذرا سی بھی تحریف فوراً سامنے آ جاتی ہے۔"

جسمانی، قابل تصدیق اور غلط ثبوت

اس تاریخی پیغام کی چند مثالیں یہ ہیں:

· پہلی آیت، یعنی ابتدائی بیان "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" جلد ہی "بسم اللہ" 19 عربی حروف پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید میں بسم اللہ کا پہلا لفظ اسم (نام) بغیر کسی سکڑاؤ کے 19 مرتبہ آیا ہے۔

بسم اللہ کا دوسرا لفظ اللہ (خدا) 2698 مرتبہ یا 19x142 آیا ہے۔

بسم اللہ کا تیسرا لفظ رحمن (رحمہ اللہ علیہ) 57 بار یا 19x3 آتا ہے۔

بسم اللہ کا چوتھا کلمہ رحمہ اللہ علیہ 114 مرتبہ یا 19x6 آیا ہے۔

بسم اللہ کے الفاظ کے ضرب کے عوامل (1+142+3+6) 152 یا 19x8 تک جوڑتے ہیں۔

· قرآن 114 ابواب پر مشتمل ہے جو کہ 19x6 ہے۔

اگر آپ اس قرآن مجید میں تمام بہ شمار بسم اللہ سمیت آیات کی کل تعداد 6346، یا 19x334 ہے۔ نمبر کے ہندسوں کو جوڑتے ہیں تو 6+3+4+6 19 کے برابر ہوتا ہے۔

· بسم اللہ 114 بار آتی ہے، (باب 9 میں اس کی واضح عدم موجودگی کے باوجود، یہ باب 27 میں دو بار آتی ہے) اور 114 19x6 ہے۔

باب 9 کی غائب بسم اللہ سے لے کر 27 باب کی اضافی بسم اللہ تک 19 باب ہیں۔

اضافی بسم اللہ کا وقوع 27:30 میں ہے۔ باب اور آیت کی تعداد 57، یا 19x3 تک بڑھ جاتی ہے۔

عربی حروف تہجی کا ہر حرف حروف تہجی میں ان کی اصل ترتیب کے مطابق ایک عدد سے مطابقت رکھتا ہے۔ عرب اس نظام کو حساب کے لیے استعمال کر رہے تھے۔ جب قرآن 14 صدیاں پہلے نازل ہوا تھا، آج کے معلوم اعداد موجود نہیں تھے۔ ایک عالمگیر نظام استعمال کیا جاتا تھا جہاں عربی، عبرانی، آرامی اور یونانی حروف کو بطور ہندسے استعمال کیا جاتا تھا۔ ہر حرف کو تفویض کردہ نمبر اس کی "جیمیٹریکل ویلیو" ہے۔ عربی حروف تہجی کی عددی قدریں ذیل میں دکھائی گئی ہیں: [ٹیبل کو چھوڑ دیا گیا ہے]

ان تمام 14 حروف پر مشتمل بالکل 114 (19x6) آیات ہیں۔

قرآن مجید میں ذکر کردہ خدا کی تقریباً 120 صفات کی ہندسی قدروں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ صرف چار صفات کی ہندسی قدریں ہیں جو کہ 19 کے ضرب ہیں۔ لامحدود فضل کا مالک)، "ماجد" (شاندار)، "جامی" (بلانے والا)۔ ان کی ہندسی قدر بالترتیب 19، 2698، 57 اور 114 ہے، جو تمام 19 سے تقسیم ہوتی ہیں اور بسم اللہ کے چار الفاظ کے وقوع کی تعدد سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔

آیات کی کل تعداد جہاں لفظ "اللہ" (خدا) آتا ہے، 118123 کا اضافہ کریں، اور 19x6217 ہے۔

تمام آیات جن کے اعداد 19 کے ضرب ہیں ان میں لفظ اللہ (خدا) کے کل واقعات 133 یا 19x7 ہیں۔

· کلیدی حکم: "تم اپنی عبادت صرف خدا کے لیے وقف کرو" (عربی میں "وحداح") 7:70 میں آتا ہے۔ 39:45x19; 40:12،84; اور 60:4۔ ان نمبروں کی کل تعداد 361، یا 19 تک کا اضافہ کرتی ہے۔

· قرآن کی خصوصیت ایک منفرد واقعہ ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی: 29 ابواب "قرآنی ابتدا" کے ساتھ ہیں جو 1406 قمری سالوں تک پراسرار رہے۔ کوڈ 19 کی دریافت کے ساتھ، ہم نے قرآن کی ریاضی کی ساخت میں ان کے اہم کردار کو محسوس کیا۔ ابتدائیہ اپنے متعلقہ ابواب میں 19 کے ضرب میں پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 19 کے آغاز میں پانچ حروف/نمبر ہیں، K20H8Y10A'70Ŝ90، اور اس باب میں ان حروف کی کل موجودگی 798، یا 19x42 ہے۔

· مثال کے طور پر، قرآن کے سات ابواب دو حروف/نمبر کے مجموعے سے شروع ہوتے ہیں، Ĥ8M40، اور ان ابواب میں ان حروف کی کل موجودگی 2347 (19x113) ہے۔ سات ابواب میں ان دو حروف کی فریکوئنسی کے درمیان عددی نمونوں کی تفصیلات جن کا آغاز کرتے ہیں وہ ایک قطعی ریاضیاتی فارمولے کی پیروی کرتے ہیں۔

ان ابتدائیہ کے معجزے کی تفصیلات کو دیکھنے کے لیے، ایک مختصر باب جو ایک ابتدائی حرف/نمبر، Q100 سے شروع ہوتا ہے، ایک اچھی مثال ہو گی۔ باب 50 میں "Q" کی فریکوئنسی 57، یا 19x3 ہے۔ Q ابتدائی باب میں واقع ہوتا ہے، یعنی باب 42، بالکل اتنی ہی بار، 57۔ Q-دوسرے "Q" ہے۔ حرف "Q" کی کل موجودگی 114 ہے، جو اس کے برابر ہے۔ قرآن میں ابواب کی "Q" ابتدائی دو ابواب میں حرف Q کے ابتدائی ابواب میں سے ہر ایک میں حرف Q تعداد قرآن مجید کی "مجید" (شاندار) کے طور پر بیان کے واقع ہونے کی تعدد سے منسلک ہے۔ لفظ "ماجد" کی ہندسی قیمت 57 ہے۔ باب 42 53 آیات ہے۔ باب 50 45 آیات پر مشتمل ہے، اور 50+45 95، یا 19x5 پر مشتمل ہے، اور 42+53 95، یا 19x5 ہے۔

قرآن میں 30 مختلف کارڈنل نمبرز کا ذکر ہے: 1, 2, 3, 4, 5, 6, 7, 8, 9, 10, 11, 12, 19, 20, ·
30, 40, 50, 60, 70, 80, 99 , 100, 200, 300, 1000, 2000, 3000, 5000, 50000, &
کے برابر ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 100000x8534. ان نمبروں کا مجموعہ 162146 ہے جو کہ 19
انیس کا تذکرہ باب 74 کی 30ویں آیت میں ہے اور نمبر 30 انیسویں جامع نمبر ہے۔

کارڈنل نمبروں کے علاوہ، قرآن میں 8 حصے ہیں: 1/10، 1/8، 1/6، 1/5، 1/4، 1/3، 1/2، 2/3ے 30
مختلف نمبر ہیں۔ حصوں کی کل تعداد تقریباً 2 ہے۔ (19x2) اس طرح، قرآن میں 38

اگر ہم قرآن مجید میں ہر ایک آیت کی تعداد، ایک دوسرے کے آگے، ہر باب میں آیات کی تعداد سے ·
پر مشتمل ہوتا ہے۔ مزید (19x668) پہلے لکھیں، تو نتیجے میں آنے والا طویل نمبر 12692 ہندسوں
برآں، بڑی تعداد بذات خود 19 کا ضرب ہے۔

عبرانی زبان میں لفظ 'اللہ' کے معنی 'لعنت' کے بارے میں عیسائی جھوٹ کی تردید:

اسلام کے ناقدین جھوٹ کی طرف مائل ہوتے ہیں، خاص طور پر جب بات اسلام کی ہو، اور بعض
اوقات وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جھوٹ بولتے ہیں اور بغیر کسی عقل
اور کسی ثبوت کے بیانات پیش کرتے ہیں، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ذہانت کے باوقار آدمیوں کی
دنیا میں یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ سوچتے ہیں کہ وہ اپنے جھوٹ سے بچ جائیں گے اور بے خبر عوام کو
بے وقوف بنائیں گے، لہٰذا جب بھی ہم کسی متعصب نقاد سے اسلام کے خلاف کوئی بات سنیں، تو
گزارش ہے کہ صحیح اسلامی ماخذ سے تصدیق کریں اور اپنے دل سے فیصلہ لیں کہ جس میں حق ہے۔
یہاں، میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ کچھ سابق مسلمانوں، عیسائیوں یا نادانستوں کے جھوٹ اور
اللہ، اسلام، قرآن اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے جھوٹے الزامات میں فرق کیا جائے۔
میرا مقصد جھوٹ کے پروپیگنڈے کو پھیلانا ہے اور امید ہے کہ قارئین حق کی خاطر اس مقصد کو پورا
کرنے میں مدد کریں گے۔

لفظ "اللہ" کا کیا مطلب ہے؟

کیا عبرانی میں 'اللہ' کا مطلب 'لعنت' ہے؟

" اللہ" کے بارے میں ایک عجیب و غریب دعویٰ جو اسلام دشمنوں نے پیش کیا ہے کہ "اللہ" عبرانی لفظ "
لعنت" ہے، لیکن یہ سراسر من گھڑت ہے۔ ان کی اس غلط تشریح کی پوری وجہ یہ ہے کہ "لعنت" کا"
لفظ اور "اللہ" کا لفظ ایک ہی حروف کا استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو نظر انداز کریں کہ
ہے، جس کا مطلب ہے "لعنت" کا لفظ دراصل "اللہ" ہے، "اللہ" نہیں یہاں "L" "اللہ" کا ایک اضافی
تک کہ اگر دونوں الفاظ ایک جیسے ہیں، تو یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ "اللہ" خدا کے لیے عربی لفظ

ہے، عبرانی نہیں۔ اس حقیقت کو چھوڑ دیں کہ مشرق وسطیٰ کے بہت سے عرب عیسائی اور یہودی خود خدا کو "اللہ" کہتے ہیں۔

کچھ عیسائی غیر سوچے سمجھے کہتے ہیں کہ 'اللہ خدا نہیں ہے۔' یہ مسلمانوں کے لیے آخری توہین ہے، اور مزید یہ کہ اسے سمجھنا مشکل ہے۔ اللہ خدا کے لیے بنیادی عربی لفظ ہے۔ اس کا مطلب ہے ''خدا۔

کچھ معمولی مستثنیات ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ مسلم ممالک میں بائبل میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کوئی لفظ استعمال کیا گیا ہے (فارسی اور اردو ترجمے میں 'خدا' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے)۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سو سال پہلے تک عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کی اکثریت خدا کو اللہ کے نام سے پکارتی تھی۔ تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کا نام باطل ہے؟ اگر ہے تو پھر یہ یہودی اور عرب عیسائی کس سے دعائیں مانگتے رہے ہیں؟

جب عبرانی میں اس کی نمائندگی کی جاتی ہے تو چار حروف ہوتے ہیں - عربی نام اللہ عبرانی حروف میں:

الف لنگڑا لنگڑا ہاہ (اللہ)

لعنت کے لیے عبرانی لفظ صرف تین حروف پر مشتمل ہے:

(uh-luh) alef lamed heh.

ظاہر ہے، وہ ایک جیسے نظر نہیں آتے۔ اگرچہ عربی نام اللہ کو عبرانی میں تین حروف میں ایک ڈاٹ کے اندر "ا" ،ڈال کر لکھا جا سکتا ہے، ایک "ڈاگیش"، "لنگڑے" - درمیانی حرف

اور اس طرح نہیں لکھا جاتا۔ ...لیکن اگر ایسا ہوتا تو بھی اس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اس کا ... مطلب یہ نہیں ہوگا کہ اللہ کا مطلب لعنت سے زیادہ خدا کے لیے عبرانی نام "ایلوہ" کا مطلب ہے لعنت۔

مزید برآں، قرآن خود اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ "اللہ" یہودیوں اور عیسائیوں کا ایک ہی معبود ہے: "ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور جو آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہیں۔ (قرآن، 29:46)

کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اور جو ابراہیم، اسماعیل، ’’ اسحاق اور یعقوب اور قبیلوں پر نازل کیا گیا ہے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کو ان کے رب نے دیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ ہم اس کے فرمانبردار مسلمان ہیں۔ (قرآن، 3:84)

آخر میں، لسانی اور تاریخی طور پر "اللہ" کہاں سے آیا ہے، یا مسلمانوں اور عربی بولنے والوں نے اس لفظ کو ہزاروں سالوں سے کیسے سمجھا ہے، اس بارے میں حقائق کی کوئی مقدار یا گہری بحث اسلام اور مسلمانوں کو شیطانی بنانے کے ارادے سے نفرت کرنے والوں کو متاثر کرنے کا پابند ہے۔ اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ اسلاموفوبس اپنی ہی تاریخی وراثت سے جکڑ رہے ہیں۔ یہ خیال اور تصور کہ مسلمان اور اسلام "دوسرے" کا مکمل مظہر ہیں۔ ایک قوم ہم سے اتنی مختلف ہے کہ ان کا خدا کبھی بھی ہمارے خدا جیسا نہیں ہو سکتا۔

یہ دعویٰ کہ اللہ کافر خدا ہے کیونکہ قبل از اسلام کے دور کے کافروں نے یہ لفظ اپنے پینتین کے سب سے بڑے دیوتا کے لیے استعمال کیا تھا، یہ غیر سیکیٹور کا ایک عام معاملہ ہے، نہ صرف یہ ایک مزاحیہ ہے۔

• 'اللہ' کا تصور

اللہ کا لفظی ترجمہ "خدا" یا "دیوتا" کے طور پر کیا جاتا ہے "وہ عبادت کے لائق" یہ ایک تصور ہے اور ہر تھیسٹک ورلڈ ویو کی تعریف کے مطابق یہ تصور ہوگا کیونکہ یہ ایک تھیسٹک ورلڈ ویو ہے ورنہ آپ اسے تھیسٹک ورلڈ ویو کیوں کہیں گے؟ اگر اس میں خدا کا تصور نہیں ہے؟

لہذا اگر کافروں نے اس تصور کو اپنے اعلیٰ دیوتا کے لیے استعمال کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تصور کافر ہو جاتا ہے۔

مختلف عالمی نظریہ مختلف چیزوں کے لیے ایک جیسے تصورات کا استعمال کرتا ہے۔

مثال کے طور پر اسلام اور عیسائیت میں خدا کا تصور مختلف ہے لیکن یہ دونوں خدا کے تصورات ہیں۔

وہ دونوں لفظ خدا استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ جب ان کا مطلب مختلف ہے۔

• لفظ اللہ کی تشبیہات:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ لفظ اللہ معین ذرہ "ال" اور "الہ" کا سکڑتا ہے جو الٰہ بن جاتا ہے۔

اس کا لفظی مطلب ہے - خدا، اگرچہ یہ انگریزی ترجمہ اپنے گہرے معانی کے ساتھ منصفانہ انداز میں انصاف نہیں کر سکتا لیکن ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

اس کا مطلب ہے "خدا" نہیں "خدا"، دیوتا، دیوتا نہیں۔

"اللہ" نام کے ادراک دیگر سامی زبانوں میں موجود ہیں، بشمول عبرانی اور آرامی۔ متعلقہ آرامی " شکل ایلہ (אלה) ہے، لیکن اس کی زور دار حالت الٰہ (אלהא) ہے۔ اسے بائبلی آرامی میں □□□□ (’Ĕlāhā) □□□□□□ اور سریائیک میں □□□□□□ (’Alâhâ) آشوری چرچ کے طور پر لکھا جاتا ہے جیسا کہ استعمال کرتا ہے، دونوں کے معنی صرف "خدا" کے ہیں۔ بائبل کی عبرانی زیادہ تر جمع (لیکن فعلی واحد) کی شکل Elohim (אלהים) ہے استعمال کرتی ہے، tub erom ylerar ti osla sesu eht ralugnis mrof haolE ہ (אלוה)

اللہ کافر خدا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ لفظ مختلف زبانوں میں موجود ہے اور اسلام سے پہلے توحید پرست استعمال کرتے رہے ہیں؟

• اسلام سے پہلے کے دور کے عیسائی

کچھ آثار قدیمہ کی کھدائی کی تلاش کے نتیجے میں شمالی اردن میں ام الجمل کے ایک چرچ کے کھنڈرات میں عرب عیسائیوں کے بنائے گئے قبل از اسلام کے نوشتہ جات اور مقبروں کی دریافت ہوئی ہے، جس میں اللہ کے صحیح نام کے طور پر حوالہ جات موجود تھے۔ قبروں میں "عبد اللہ" جیسے ناموں پر مشتمل ہے جس کا مطلب ہے "اللہ کا بندہ/غلام"۔

رپورٹوں اور جنوبی عرب میں عیسائی شہداء کے ناموں کی فہرستوں میں اللہ کا نام لاتعداد بار پایا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہمیارائٹ اور اکسومائٹ بادشاہتوں کے دور کے ان شہداء کے ناموں کی قدیم سیریک دستاویزات میں بتایا گیا ہے۔

عبد اللہ ابن ابوبکر ابن محمد نامی ایک عیسائی رہنما کو 523 میں نجران میں شہید کیا گیا تھا، کیونکہ اس نے انگوٹھی پہن رکھی تھی جس پر لکھا تھا کہ "اللہ میرا رب ہے"۔

512 میں عیسائیوں کی شہادت کے ایک نوشتہ میں، عربی اور آرامی دونوں زبانوں میں اللہ کا حوالہ ملتا ہے، جس نے اسے "اللہ" اور "الہہ" کہا، اور یہ تحریر "اللہ کی مدد سے" کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔

قبل از اسلام اناجیل میں، خدا کے لیے استعمال ہونے والا نام "اللہ" تھا، جیسا کہ شمالی اور جنوبی عرب میں قبل از اسلام کے دور میں عرب عیسائیوں کے لکھے گئے نئے عہد نامے کے کچھ دریافت شدہ عربی نسخوں سے ثبوت ملتا ہے۔

قبل از اسلام عرب عیسائیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دینے کے لیے "یا لا عباد اللہ" (اے اللہ کے بندو) کی آواز بلند کی۔

"اللہ" کا ذکر قبل از اسلام عیسائی نظموں میں شام اور شمالی عرب کے بعض غسانی اور تنخود شاعروں نے بھی کیا تھا۔

لہٰذا اگر اللہ کافر خدا ہوتا تو عیسائی اسے کبھی استعمال نہ کرتے لیکن انہوں نے اس نام نہاد کافر خدا کے دعوے کے خلاف ایک اور نکتہ اٹھایا۔

• انگریزی لفظ God

یہاں تک کہ انگریزی لفظ خدا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ توحید پرستوں کے استعمال سے پہلے قدیم کافر قبائل میں پیدا ہوا تھا۔

"علماء کی ایک قابل ذکر تعداد نے اس جڑ کو تین متعلقہ جرمن قبائل کے ناموں سے جوڑا ہے: گیٹس، گوتھس اور گٹارے یہ نام ایک نامی سردار گوت سے اخذ کیے جا سکتے ہیں، جسے بعد میں دیوتا بنایا گیا۔

لیکن کوئی نہیں کہتا کہ "خدا کافر خدا ہے" کیونکہ یہ ایک سرکلر جملہ ہے، اگر خدا کافر خدا ہے تو آپ لفظ God کو "Pagan God" سے بدل سکتے ہیں اور یہ "Pagan God is Pagan God" بن جائے گا اور یہ ظاہر ہے، لیکن خدا کون ہے؟ اب آپ اس جملے کے اندر کافر خدا داخل کر سکتے ہیں اور یہ Pagan Pagan Pagan Pagan Pagan خدا Pagan Pagan ہے .... لیکن یہ اب بھی جواب نہیں دے گا کہ خدا کون ہے کیونکہ جملہ بے معنی ہے۔

کیا خیال ہے؟

لفظ Zeus کا مطلب دیوتا نہیں، Zeus ایک دیوتا ہے، Zeus خدا/دیوتا کے تصور کو ظاہر نہیں کرتا ہے۔

زیوس دیوتا ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔

یہ ممکن ہے کہ Zeus خدا نہیں ہے، لیکن خدا خدا ہے ایک tautological سچائی ہے، جس کی نفی تضاد ہے۔

زیوس اور اللہ میں فرق یہ ہے کہ زیوس یونانیوں کا دیوتا ہے، اللہ کا مطلب ہے خدا۔

زیوس دیوتا کی ایک خاص شناخت ہے، اللہ ایک تصور ہے، جس کا مطلب ہے دیوتا۔

زیوس کون ہے یہ سمجھنے کے لیے آپ کو یہ جاننا ہوگا کہ خود خدا کا تصور کیا ہے، کیونکہ زیوس خدا کے تصور کی ایک خاص شناخت ہے۔

مثال کے طور پر، BMW ایک خاص کار ہے، لیکن کار کا مطلب کار ہے، ہر خاص کار کار کے تصور پر بنائی گئی ہے۔

زیوس ایک خاص ہے، اللہ آفاقی ہے۔

• اسلام اس تصور کی وضاحت کیسے کرتا ہے؟

اسلام اس تصور کی وضاحت کس طرح کرتا ہے اس کے بالکل برعکس ہے جس طرح کافروں نے اس تصور کی تعریف کی ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے اور اسے شہادت میں بیان کیا گیا ہے۔

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں "

اسلام ان تمام تفصیلات سے انکار کرتا ہے جو خدا کے تصور سے وابستہ ہیں، یہ کہتا ہے کہ صرف خدا ہے، خدا، X، Y، Z نہیں، ایک طاغوتی سچائی

اسلام کہتا ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں، وہ منفرد، ماورائی، مطلق ہے، وہ نہ تو جنا ہے اور نہ ہی وہ پیدا ہوا ہے، ہر وہ چیز جو موجود ہے یا آپ تصور کر سکتے ہیں وہ اس کے سوا مستقل ہے۔

اس سب کے بعد یہ بات میرے لیے ناقابل فہم ہے کہ کسی میں اللہ کو کافر خدا کہنے کی جرات کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ "خدا ایک کافر خدا ہے" جو کہ بے معنی ہے۔

آرامی شکل الٰہ (אלה) ہے، لیکن اس کی زور دار حالت الٰہا (אלהא) ہے۔ اسے بائبلی آرامی میں (’Ĕlāhā) کے طور پر لکھا جاتا ہے جیسا کہ آشوری چرچ (’Alâhâ) اور سریائیک میں استعمال کرتا ہے، دونوں کے معنی صرف "خدا" کے ہیں۔ بائبل کی عبرانی زیادہ تر جمع (لیکن فعلی واحد) کی شکل Elohim (אלהים) ہے استعمال کرتی ہے، tub erom ylerar ti osla sesu eht ralugnis mrof haolE ہے (אלוה)

اللہ کافر خدا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ لفظ مختلف زبانوں میں موجود ہے اور اسلام سے پہلے توحید پرست استعمال کرتے رہے ہیں؟

.

اس بے بنیاد دعوے کی تردید کہ اللہ ایک 'چاند خدا' ہے:

یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا دین قرار دیتے ہیں:

وہ دلیل جو ان لوگوں کے لیے منزل کا کام کرتی ہے جو یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ ایک قبل از اسلام کافر دیوتا ہے جسے چاند کے دیوتا کے طور پر جانا اور اس کی پوجا کی جاتی ہے ان کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے اجنبی تھا اور انہوں نے اسے جھوٹے معبود کے طور پر رد کیا تھا۔ The Moon-god In the Archeology of the Middle East میں رابرٹ مورے کی میں ملتا ہے، صفحہ 1: "دین اسلام کا مرکز "اللہ" کے نام سے ایک معبود کی عبادت ہے۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اللہ بزرگوں، نبیوں اور رسولوں کا بائبلی خدا تھا۔ اس طرح یہ مسئلہ تسلسل میں سے ایک ہے۔ کیا زمانہ جاہلیت میں "اللہ" بائبل کا خدا تھا یا عرب میں کافر خدا تھا؟ مسلمانوں کا تسلسل کا دعویٰ یہودیوں اور عیسائیوں کو تبدیل کرنے کی ان کی کوششوں کے لیے ضروری ہے کیونکہ اگر "اللہ" کتاب میں الہی وحی کے بہاؤ کا حصہ ہے، تو یہ بائبل کے مذہب کا اگلا مرحلہ ہے۔ اس لیے ہم سب کو مسلمان بننا چاہیے۔ لیکن دوسری طرف، اگر اللہ قبل از اسلام کافر دیوتا تھا، تو اس کے بنیادی دعوے کی تردید ہے۔"

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا بیان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے تسلسل میں مسلمان یہ کہہ کر یہود و نصاریٰ کو جھوٹا بیچنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے صحیفوں میں اللہ ہی کا ذکر ہے۔ اس رائے کو ان کے اگلے بیان میں مزید ظاہر کیا گیا ہے: "محمد نے اسے دونوں طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کافروں کے لیے، اس نے کہا کہ وہ اب بھی

چاند خدا پر یقین رکھتا ہے۔ یہود و نصاریٰ سے فرمایا کہ اللہ ان کا بھی خدا ہے۔ لیکن یہود و نصاریٰ دونوں ہی بہتر جانتے تھے اور اسی لیے انہوں نے اس کے معبود اللہ کو جھوٹا معبود کہہ کر رد کر دیا۔

مذکورہ بالا جملے دو صریح جھوٹوں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ پہلا یہ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکین کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ بہت سی وجوہات کی بنا پر غلط ہے کیونکہ ہم جلد ہی اس کی تردید کریں گے۔ دوسرا جھوٹا دعویٰ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اللہ کو جھوٹا معبود قرار دیا۔ ہماری اصل توجہ اس غلط بنیاد کی تردید پر ہوگی۔

کیا مہومیت نے کافروں کو خوش کرنے کی کوشش کی؟

یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں مشرکانہ عبادت کو رد کیا تھا اور مکہ کے مشرکین نے حقیقت میں اللہ کا انکار کیا تھا۔ اس کا مشاہدہ ہر وہ ذی شعور شخص کر سکتا ہے جو قرآن مجید، احادیث نبوی، یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو پڑھتا ہے، یہاں تک کہ بنیادی سطح پر بھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مشرکین کو یہ باور کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جس کی وہ پوجا کرتے ہیں، اور صرف اس بات کو ثابت کرنے کے لیے میں قرآن سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔

باب الکاف میں درج ذیل اقتباسات ملتے ہیں: "اے کافرو کہو: میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور میں ہرگز اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، لہذا تمہارے لیے دین اور میرے نزدیک میرا دین" (باب کافروں کا)

یہ ابن ہشام کی مرتب کردہ سیرہ میں منقول ہے۔ 285، اس میں بھی ابن اسحاق کی سیرت رسول اللہ، ص، 165 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جب الاسود بنہ مطلب بہ اسد اور امیہ بیہ خلف اس کے پاس آیا اور کہا اے محمد! کچھ وقت ہمارے رب کی عبادت کریں اور ہم کچھ وقت کے لیے آپ کے رب کی عبادت کریں گے۔ اگر آپ کا بہتر ہے تو ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر ہمارا بہتر ہے تو آپ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر باب قاف نازل ہوا۔ صرف اسی بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ کر کافروں کو خوش کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے کہ ہم ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ درحقیقت، اس نے تقریباً ہر موڑ پر ان سے اختلاف کرنا ایک عام رواج بنا دیا! [فوٹ نوٹ، یہ رابرٹ مورے کے اس دعوے کی بھی تردید کرتا ہے جس میں وہ اس آیت کا استعمال کرتا ہے "اسے دن رات بتائے گئے قدیم لوگوں کی کہانیاں، کیونکہ یہ اس بات کی ایک مثال ہے کہ اچانک حالات میں وحی کیسے نازل ہوتی ہے]۔

کیا یہود و نصاریٰ نے اللہ کو جھوٹا معبود کہہ کر رد کیا؟

رابرٹ مورے نے مندرجہ بالا بیان میں یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ کو جھوٹا معبود کہہ کر رد کیا۔ تو عربی بائبل نے کیا نام استعمال کیا اگر اس نے یہوواہ کا استعمال نہیں کیا؟

عرب کے یہود و نصاریٰ اپنے معبود کو اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کیا کہتے تھے؟ قدیم ترین سریائی نیا عہد نامہ جو 465 عیسوی کا ہے [روانگی کے بعد]، پیشیٹا جو یسوع مسیح کی مادری زبان

آرامی میں لکھا گیا ہے، خدا کے لیے الہا کا نام استعمال کرتا ہے۔ مزید برآں، قدیم ترین عربی بائبل، ماؤنٹ سینائی عربی کوڈیکس 151، جو کہ 867 عیسوی کی ہے، بھی خدا کے لیے اللہ کا نام استعمال کرتی ہے۔ رابرٹ مورے کے استدلال کو ختم کرنے کے لیے صرف یہ سادہ سی حقیقت کافی ہے۔ تاہم، آئیے اس بے بنیاد دعوے کو مزید دیکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی حقیقی آفاقی خدا ہے۔ اگر اللہ ایک کافر دیوتا ہوتا جسے یہودیوں اور عیسائیوں نے جھوٹے معبود کے طور پر رد کر دیا تھا، تو یقیناً ابتدائی یہودی، عیسائی-مسلم مباحثوں میں اس کا ریکارڈ موجود ہوتا۔ اس کو ابتدائی اور ثانوی ماخذ میں درج کیا گیا ہو گا، جس میں قرآن اور احادیث نبوی شامل ہیں، پھر بھی ہمیں ایسا کوئی اعتراض نہیں ملتا۔ یہودیوں سے نہیں، عیسائیوں سے نہیں، کافروں سے بھی نہیں!

قرآن واضح طور پر ان کی تورات کے کچھ حصوں کے بارے میں یہودیوں کے اس دعوے کا جواب دیتا ہے جس میں انہوں نے متبادل کیا:

" افسوس ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے..." القرآن سورہ البقرہ، آیت 2:79

ہم اس ثبوت سے یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہودی صحیفے گھڑتے تھے اور پھر دعویٰ کرتے تھے کہ یہ براہ راست اللہ کی طرف سے ہے۔ سب سے پہلے، آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ اگر وہ (رابرٹ مورے کے مطابق) اللہ کو ایسا مانتے تو یہودی اپنی تورات کو قبل از اسلام کافر دیوتا سے کیوں منسوب کرتے؟

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اس آیت کے جواب میں یہودیوں کی طرف سے کوئی ایسی دلیل کیوں نظر نہیں آتی جس میں کہا گیا ہو کہ "ہم نے یہ نہیں کہا کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے"؟

قرآن کی درج ذیل آیت میں یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی رسول پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ انہیں آگ سے بھسم ہونے والی قربانی نہ دکھائے، انہوں نے کہا:

" اللہ نے ہم سے وعدہ لیا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ ہمیں آگ سے بھسم ہونے والی قربانی نہ دکھائے۔" القرآن، باب آل عمران 3:183

ہم قرآن سے مزید دیکھ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اللہ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے:

" اور یہود و نصاریٰ دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فرزند اور اس کے پیارے ہیں"۔

بات یہیں نہیں رکتی کیونکہ ہم یہودیوں کو اپنے معبود کے لیے اللہ کا نام استعمال کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں سورہ 2، آیت 89 میں مزید دیکھا جا سکتا ہے، جہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مدینے کے یہودی کافر قبائل پر فتح کے لیے اللہ سے دعا کرتے تھے۔ وہ رہائش گاہ. اس آیت کے بارے میں سیوطی نے کہا:

ابن ابی حاتم نے سعید یا عکرمہ کے ذریعے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ: یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی دعا کرتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے جانے سے پہلے وہ اوس اور خزاز پر فتح حاصل کر سکیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے عربوں میں سے بھیجا لیکن انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا۔ انہوں نے اس کی تردید کی اور اس کی تردید کی جو وہ اس کے بارے میں کہتے تھے۔ اس پر معاذ بن جبل، بشر بن البراء اور داؤد بن سلمہ نے کہا: اے یہود! اللہ سے ڈرو اور تسلیم کرو! کیونکہ تم محمد کی آمد کے ساتھ فتح کی دعا کرتے تھے جب ہم کافر تھے اور تم ہمیں کہتے تھے کہ وہ جلد ہی بھیجے جانے والے رسول ہیں اور ہمارے لیے ان کا بیان کرتے تھے۔ جب بنو نضیر کے یہودی قبیلے میں سے ایک سلام بن مشکم نے کہا: "وہ ہمارے پاس ایسی چیز نہیں لے کر آئے جس کو ہم پہچانتے ہیں، اور وہ وہ نہیں ہے جس کے بارے میں ہم پہلے بیان کرتے اور کہتے تھے۔" . الاتقان فی العلوم القرآن سے

امام سیوطی نے بھی وہی دعا درج کی ہے جو یہودی استعمال کرتے تھے: "اللّٰہُمَّ اَنْصُرْنَا عَلَیْہِمْ بِنِبَایِیْ" یعنی "اے اللہ براہِ کرم رسول کے ذریعے ان پر ہماری مدد فرماِ" سیوطی کی تفسیر جلالین، آیت 2:89

ایک اور موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے پوچھا کہ اگر ان کا مرکزی پادری اسلام قبول کر لے تو وہ کیا سوچیں گے اور یہ سن کر انہوں نے جواب دیا: "اللہ اسے اس سے محفوظ رکھے۔" بخاری، جلد 5، کتاب 58، نمبر 275

یہ حدیث رابرٹ مورے کو معلوم ہے جیسا کہ انہوں نے اس سے صفحہ ۲۲ پر نقل کیا ہے۔ اپنی کتاب کے نمبر 61، تاہم اس نے بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس ثبوت کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کیا ہے، کیونکہ اس سے اس کے مقالے کی ساکھ ختم ہو جائے گی کہ اللہ یہودیوں کے لیے اجنبی تھا۔ مورے نہیں چاہتے کہ ہم یہ جانیں کہ یہودیوں نے اپنے معبود کے لیے اللہ کا نام استعمال کیا! وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان کا استدلال خدا کے نام سے نہیں تھا بلکہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت سے متعلق تھا، کیونکہ یہودیوں کو صرف محمد کی نبوت پر اعتراض تھا۔ اس پر ہو)۔

نماز کی ہدایت:

دوسری مثال قبلے کی سمت کا بدلنا ہے۔ کئی سالوں تک، مسلمانوں نے اپنی روزانہ کی نماز کے لیے یروشلم کا رخ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ میں کعبہ کی سمت کا رخ کرنے کا حکم نازل کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رخ کی تبدیلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدینہ ہجرت کے ایک سال چھ ماہ بعد ہوئی۔

یہ ہمارے لیے ظاہر کرتا ہے کہ اتنے سالوں تک مسلمانوں نے یروشلم کی طرف نماز پڑھی جب وہ مکہ میں تھے! یروشلم کی سمت کا سامنا کرنے سے یہودی خوش ہوئے اور انہیں امید دلائی کہ وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہودیت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ تاہم، وہ تمام امیدیں کھو چکے تھے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: "اللہ کے نزدیک تمام قومیں برابر ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے نبوت کے لیے چن لیتا ہے اور یہ امتیاز صرف یہودیوں کے لیے نہیں ہے۔"

یہ عقیدہ ہر وہ چیز تباہ کر دیتا جو یہودیوں کے اپنے عقیدے کے بارے میں تھا کہ صرف وہ اللہ کے دین کے امین اور مالک ہیں، اس طرح وہ آپ کے منتخب کردہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ کی طرف رخ بدلنے کا حکم دے کر ان کے وہم و فریب کو توڑ دیا۔ اس پر یہودیوں نے سخت اعتراض کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ’’لوگوں میں سے بیوقوف کہتے ہیں کہ کس چیز نے انہیں اس سمت سے پھیر دیا ہے جس سے وہ منہ پھیرتے تھے‘‘۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہم یہودیوں کو کہیں بھی نام اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے نہیں پاتے ہیں، لیکن، ایک بہت کم سنجیدہ چیز، نماز کی سمت ہونے کی وجہ سے۔

انسائیکلوپیڈیا جوڈیکا بھی ہمیں مضبوط ناقابل تردید ثبوت دیتا ہے کہ عرب میں یہودی درحقیقت اپنے معبود کے لیے اللہ کا صحیح نام استعمال کرتے تھے۔ اگر ہم عبداللہ یوسف کے نام پر نظر ڈالیں تو ہمیں مندرجہ ذیل عرضی نظر آتی ہے: "یمن کے یہودیوں میں ظاہر ہونے والے جھوٹے مسیحوں میں سے آخری... ان کے مخالفین (یہودی) نے مذاق اڑاتے ہوئے اس کا نام "عدو اللہ" ("خدا کا دشمن" رکھا) ، اس کے نام پر ایک ڈرامہ 'عبداللہ' ("خدا کا بندہ")۔ _انسائیکلوپیڈیا جوڈیکا، جلدہ 2، صفحہ 51-53۔

یہ شواہد اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہودیوں نے اللہ کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعلان سے پہلے اور بعد میں استعمال کیا تھا۔ اگر اسم اللہ کے استعمال میں کوئی مسئلہ ہوتا تو یہودی اس نکتے پر استدلال کرتے اور ایسی دلیل یا تو احادیث نبوی یا تاریخی دستاویزات میں درج ہوتی۔ تاہم، ہمیں کوئی نہیں ملتا. اگر یہ ہوتا کہ اللہ کا نام اصل میں کافر ہوتا تو یہودیوں نے تورات کے اس حکم کی بنیاد پر سخت اعتراض کیا ہوتا جس میں کہا گیا ہے کہ کسی کو کسی جھوٹے خدا کا نام نہیں لینا چاہیے۔ (دیکھیں: بائبل، خروج 23:13)۔

عیسائی دیوتا:

ہم ان شواہد سے واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ اللہ واقعی یہودیوں کا دیوتا تھا، تاہم عیسائیوں کا کیا ہوگا؟

عیسائیوں نے بھی اسلام پر بہت سے اعتراضات اٹھائے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے نام کے بارے میں کبھی نہیں تھا۔ روایت ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے مغیرہ ابن شعبہ کو قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے توجہ سے سنا جو حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق ہیں۔ قرآن کی تلاوت سننے کے بعد، انہوں نے حضرت مریم کو "اے ہارون کی بہن" کے طور پر حوالہ دینے پر اعتراض کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انتشار پسندی کا الزام لگایا۔

انہوں نے کبھی بھی ان اقتباسات پر اعتراض نہیں کیا جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ’’بے شک میں اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہوں‘‘۔

عیسائی بادشاہ نجس نے ان کو یہی آیات پڑھ کر سنائی تھیں اور اس نے اللہ کے نام پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

آئیے نجران کے ساتھ عیسائی سواروں کو بھی یاد کرتے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آمنے سامنے مکالمے کے لیے آئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بہت سے اختلاف تھے لیکن اللہ کا حقیقی نام ہونا ان میں سے کبھی نہیں تھا۔ تثلیث کے بارے میں ان کے تصور کی بہت واضح انداز میں تردید کی گئی، وہی آیت جو کہتی ہے "و لا تقوولو ثلاثہ" یعنی "تین مت کہو" - "انعام المسیح ابن مریم رسول اللہی" یعنی "عیسیٰ مسیح، بیٹا مریم صرف اللہ کے رسول ہیں‘‘ (س 4:171)۔

یہاں نوٹ کریں کہ ہم کسی بھی تاریخی اکاؤنٹ میں ایک مسیحی کو تلاش کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو کہتا ہے "ایک منٹ انتظار کرو، اسے وہیں پکڑو! آپ نے فرمایا رسول اللہ! اللہ خدا کا نام نہیں ہے! آپ کو یہ الجھن ضرور ہوئی ہوگی کہ آپ عیسیٰ کو چاند دیوتا کا رسول کیوں کہہ رہے ہیں؟ درحقیقت، ہم قرآن اور دیگر تاریخی دستاویزات میں پاتے ہیں کہ عیسائیوں نے یہ دلیل دی کہ عیسیٰ اللہ تھے، اور وہ آج تک اسی دلیل کو استعمال کرتے ہیں۔ مزید برآں، عیسائیوں میں سے ایک کا نام عبداللہ تھا یعنی اللہ کا بندہ، اور وہ محمد کی نبوت کے اعلان سے پہلے پیدا ہوا ہوگا۔ ابن اسحاق کا ترجمہ الفریڈ گیلوم، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، صفحہ، 270-277

اسی طرح، ہم مشرکین کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں پاتے!

اگر اللہ خانہ کعبہ کے اندر اسلام سے پہلے کا کافر دیوتا ہوتا تو مکہ کے مشرکین سب سے پہلے اس خیال پر اعتراض کرتے کہ اللہ وہی خدا ہے جس کی یہودی اور عیسائی عبادت کرتے تھے۔ وہ سب سے پہلے یہ بحث کرتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھوں پر اون جھونکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اس موقع پر کود پڑے ہوں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکہ باز، جھوٹا کہیں۔ یہ مشرکین کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو غلط ثابت کرنے کا بہترین موقع ہوتا ، خاص طور پر نجاشی کے دربار میں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ تاہم، یہ دلائل قرآن کے نصوص اور نبوی روایات، یا کسی تاریخی دستاویز سے واضح طور پر غائب ہیں۔

مجموعی طور پر، یہ چند مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ اگرچہ یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں نے اعتراض کیا، لیکن وہ اللہ کو حقیقی آفاقی خدا، آسمانوں اور زمین کا خالق ہونے کے طور پر ایک مشترکہ عقیدہ رکھتے تھے۔ رابرٹ مورے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ قرآن کے لیے واحد چیلنج جو کافروں نے پیش کیا تھا وہ یہ دعویٰ تھا کہ قرآن قدیموں کی محض ایک مٹھی بھر کہانیاں ہیں: "لیکن کافر کہتے ہیں، "یہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے جو اس نے گھڑ لیا ہے، اور دوسرے نے اس کی مدد کی ہے

"... قدیم لوگوں کی کہانیاں، جو اس نے لکھی ہیں۔ اور وہ صبح و شام اس کے سامنے لکھے جاتے ہیں۔" قرآن S.25:4-5

تاہم، مورے کے اس دعوے کو مزید قریب سے دیکھیں: "قرآن کے مصنفین نے فرض کیا کہ ہر کوئی ان چیزوں کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا اور اس لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔" ص 5

مورے نے اس کام کے صفحہ 7-8 پر مزید دستاویزات کہی ہیں کہ قرآن یہودی اور عیسائی خرافات پر مشتمل ہے۔ غور سے دیکھیں کہ کفار کی طرف سے یہ دعویٰ کرنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کافر معبود کو یہودیوں اور عیسائیوں کے خدا میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین پہلے ہی سے مانتے ہیں کہ اللہ، کائنات کا سب سے بڑا خدا وہی ہے جس کی یہودی اور عیسائی عبادت کرتے تھے۔

یہ قرآن کی درج ذیل آیت سے واضح طور پر نظر آتا ہے: "کہو: 'تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا اس کی سماعت اور بصارت کا مالک کون ہے؟ اور کون مردے کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور معاملات کون نمٹاتا ہے؟' وہ [کافر] کہیں گے 'اللہ'۔ کہو: کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرو گے؟ باب 10:31

یہ مفہوم موفق الدین کی لمیت الاعتقاد میں بھی نظر آتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین سے فرمایا: تم کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: سات! زمین میں چھ اور آسمانوں میں ایک۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک اور سوال پوچھا: "جب تم ڈرتے ہو یا گھبراتے ہو یا کسی ضرورت کو پورا کرنا ہو تو تم کس کی طرف رجوع کرتے ہو؟" اس آدمی نے کہا: "وہ جو آسمان پر ہے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چھ کو چھوڑ دو اور اس کی عبادت کرو جو آسمان پر ہے، میں تمہیں دو دعائیں سکھاؤں گا۔" یہ سن کر اس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل دعا سیکھی: "اے اللہ مجھے الہام عطا فرما اور میری رہنمائی فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے بچا" سنن الترمذی، کتاب الدعوہ، حدیث نمبر 3483۔ اس پیراگراف کا پورا اقتباس کلاسیکی متن لمیت الاعتقاد ص۔ 45، ترجمہ اینڈریو سینڈرز، صلاح الدین پبلشنگ 2009

لہذا، یہ واضح طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کافر عربوں نے اللہ کو حقیقی آفاقی دیوتا "آسمانوں والا" مان لیا تھا اور ان میں سے کسی نے بھی اللہ کو کعبہ میں موجود پتھر کا کافر دیوتا نہیں سمجھا۔ اگرچہ، وہ اللہ پر "ایمان" رکھتے تھے، لیکن ان کا کفر اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی وجہ سے تھا۔ رابرٹ مورے قارئین کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ اللہ کبھی پتھر کا دیوتا تھا۔ البتہ میرے پیش کردہ شواہد سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودی عیسائیوں کا خدا ہے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ابتدائی عیسائی-مسلم مباحث:

اسلام کے ناقدین جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ابتدائی بحثوں میں "اللہ" کے نام کو کافر کے طور پر رد کر دیا گیا تھا۔

رابرٹ مورے نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ المسیح ابن اسحاق کی 'ابتدائی عیسائی-مسلم مکالمہ' کا ترمیم شدہ ورژن ہے۔ یہ "الکندی کی معافی" کے نام سے مشہور ہے اور یہ ایک ابتدائی مسلمان عیسائی بحث کو دستاویز کرتا ہے جس میں ایک مسلمان ماہر الہیات اور کندی کے درمیان خطوط کا تبادلہ ہوا تھا۔ اس متن کا ترجمہ عربی مخطوطہ رسالہ عبداللہ بن اسماعیل الہاشمی علی عبد المسیح بن احساق الکندی سے 1880 میں سر ولیم مائر نے کیا ہے اور بعد میں این اے نیومین نے اس متن کی انگریزی میں ترمیم کرتے ہوئے چند تبصرے شامل کیے ہیں۔ اس کے اپنے. رابرٹ مورے نے اپنی کتاب میں چاند دیوتا کے بارے میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

تو، ہم اس کتاب سے کیا سیکھتے ہیں؟

سب سے پہلے، الکندی عربی بسملہ استعمال کرتا ہے جو عربی بولنے والے یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے عام طور پر کیا تھا۔ بسم اللہ کہہ کر اللہ کے نام سے کتاب شروع کرنا ہے۔

" الکندی کے جواب کا تعارف اس طرح کیا گیا ہے... عیسائی [الکندی] نے اسے جواب دیا [مسلم اسکالر جس پر وہ بحث کر رہے تھے]، خدا کے نام سے جو مہربان ہے" جو اس معذرت کے اصل عربی نسخے میں ہے "بسم اللہ ارہ -رحمان الرحیم" [الکندی کی معذرت ملاحظہ کریں جس کا ترجمہ سر ولیم مائر، صفحہ 150، 16 اور عربی متن رسالہ 'عبداللہ بن اسماعیل الہاشمی الہ' عبد المسیح بن احساق الکندیہ عربی کو ص پر واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ 41]

صرف یہی نہیں بلکہ ہم عیسائی عالم الکندی کو اللہ کے نام کا ماقبل عربی لفظ "تعلٰی" کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کو قبول کرتے "The Almighty" لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں جس کا انگریزی میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ الکندی اللہ کو اللہ تعالیٰ کہتے رہتے ہیں۔ . یہاں تک کہ بائبل کے حوالہ جات کے الکندی استعمال کرتا ہے اسم اللہ کو اپنے اعلیٰ معبود کے نام کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ یہ عنصر رابرٹ مورے کے اس دعوے کو ختم کر دیتا ہے کہ اللہ کو کافر دیوتا کے طور پر مسترد کر دیا گیا تھا۔ یہ حقیقت میں چاند دیوتا کی کتاب میں اس کے اس دعوے کو پھاڑ دیتا ہے کہ: "یہودیوں اور عیسائیوں نے ... رد کیا... اللہ کو جھوٹا معبود۔"

خاص طور پر اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے کہ مورے اس بیان کے بعد براہ راست الکندی کا حوالہ دیتا ہے۔ یہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ رابرٹ مورے نے انگریزی میں متن کو غور سے نہیں پڑھا، عربی کو چھوڑ دیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ایجنڈے میں الکندی کو کس طرح نقل کرتا ہے:

" الکندی، جو اسلام کے خلاف ابتدائی عیسائی معافیوں میں سے ایک ہے، نے نشاندہی کی کہ اسلام اور اس کا معبود اللہ بائبل سے نہیں بلکہ صابین کی بت پرستی سے آیا ہے۔" دی مون گاڈ از رابرٹ اے مورے، صفحہ 13

مورے چاہتا ہے کہ قارئین اس بات پر یقین کریں کہ الکندی یہ تجویز کر رہا ہے کہ اللہ ایک کافر دیوتا ہے جو بائبل کو معلوم نہیں ہے، تاہم ہم نے زبردست حقائق کے ثبوت کے ساتھ اس دعوے کو کامیابی کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔

تاہم، آئیے دیکھتے ہیں کہ سر ولیم مائر الکندی کے بیان سے کیا سمجھتے ہیں:

" اس کے دوست [الحشامی] نے اسے حنیفائی، ابراہیم کے عقیدے کو قبول کرنے کی دعوت دی تھی، جو ان کے مشترکہ باپ تھے۔ ہمارا معذرت خواہ جواب دیتا ہے کہ حنیفائی عقیدہ درحقیقت سبینوں کا بت پرست مذہب تھا، جس کا اقرار اس نے ایک سچے خدا کی عبادت میں تبدیل ہونے سے پہلے کیا تھا۔ الکندی کی معافی، دوسرا ایڈیشن، صفحہ 41

ہم سر ولیم مائر کی تفسیر سے دیکھتے ہیں کہ الکندی نے الزام لگایا کہ اسلام کا حنفی عقیدہ، یعنی ابراہیمی عقیدہ، صابیوں کی بت پرستی سے پیدا ہوا، پھر وہ مزید الزام لگاتا ہے کہ ابراہیم اس مشرکانہ مذہب کے تھے جب تک کہ وہ اپنی عبادت میں نہ آئے۔ ایک سچے خدا کے لیے۔ وہ یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ اللہ ایک کافر دیوتا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ ابراہیم اپنی "تبدیلی" سے پہلے کافر دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتا تھا۔

اسلام میں ہم جانتے ہیں کہ یہ غلط ہے جیسا کہ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ ابراہیم بہت سے مقامات پر کبھی بھی مشرکوں میں سے نہیں تھے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے "و ما کانا من المشرکین - وہ [ابراہیم مشرکین میں سے نہیں تھے"۔

میں چاہوں گا کہ قارئین اس بات کو نوٹ کریں کہ سر ولیم میوئر نے حاشیہ میں اس مقام پر کیا لکھا ہے: "لیکن اس حوالہ میں صرف ایک ہی دلیل ہے کہ اسے گردش کرنے یا ترجمہ کرنے کی اہلیت کے بارے میں جس میں مجھے شک ہے وہ ہے جس میں وہ حنفی مذہب کا دعویٰ کرتا ہے۔ ابراہیم تھا، اتحاد کا کیتھولک عقیدہ نہیں تھا (جیسا کہ قرآن میں واضح طور پر مقصود ہے)، بلکہ سبین بت پرستیہ اس نظریہ کی تائید کے لیے، ہمارے مصنف نے قرآن کے متن کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے... صفحہ Ibid مہومٹن کے قارئین اپنے صحیفہ کی اس طرح کی غلط بیانی پر معقول اعتراض کریں گے۔ 43۔

براہ کرم اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کس طرح سر ولیم مائر آزادانہ طور پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ خود شک کرتے ہیں کہ الکندی نے ابراہیم کی مبینہ بت پرستی کے بارے میں کیا دعویٰ کیا ہے، الکندی کی طرف سے دانستہ طور پر مروڑ اور غلط بیانی اور قرآن کو دھوکہ دینے کے لیے چیری چننے کی وجہ سے۔ قارئین اپنے من گھڑت نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ابراہیم پہلے کافر تھے [وہ قرآن 6:74-82 کی آیات کا استعمال کرتا ہے، تاہم یہ واضح طور پر سمجھنا چاہیے کہ ابراہیم اپنی قوم کو ایک سچے خدا کی طرف لے جانے کے لیے ایک مثال بنا رہے تھے اور وہ کبھی بھی مشرکوں میں سے نہیں تھے جیسا کہ اس میں ثابت ہے۔ سورہ البقرہ (2) آیت 135

اس لیے الکندی کی سالمیت پر سوال مسلمان نہیں بلکہ ایک عیسائی مشنری نے اٹھایا ہے۔ الکندی نے صرف یہ الزام لگایا کہ ابراہیم [قرآنی ابراہیم] پہلے کافر تھا اور اس نے اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لیے قرآن سے آیات چننے کی کوشش کی۔ پھر کیسے مورے بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے اپنے نظریہ کی تائید کرنے میں کامیاب ہوا کہ الکندی نے کسی نہ کسی طرح یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ سبین چاند کا خدا تھا؟ رابرٹ مورے کا ابتدائی عیسائی اور مسلم مباحث کا حوالہ مایوس کن طور پر ناکام رہا ہے، اور ثبوت اس کے مقالے کے خلاف ہے، نہ کہ اس کے مقالے کے۔

مورے کا اقتباس کا دھوکہ دینے والا انداز یہیں نہیں رکتا کیونکہ وہ پھر ثبوت سے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہم نے صرف اس بات کی تردید کی کہ نیومین نے ابتدائی عیسائی-مسلم مباحثوں کے بارے میں اپنے مطالعہ کو یہ کہتے ہوئے ختم کیا: "اسلام نے خود کو ثابت کیا... ایک الگ اور مخالف مذہب ہے جو بت پرستی سے جنم لیا تھا۔"

تاہم، ڈاکٹر نیومین نے حقیقت میں لکھا: ''عیسائی-مسلم مکالمہ کی پہلی تین صدیوں نے بہت حد تک اس رشتے کی شکل کو ڈھالا جو بعد میں دونوں عقائد کے درمیان غالب آنا تھا۔ اس عرصے کے دوران، اسلام نے اپنے آپ کو عیسائی نقطہ نظر سے "ہگارینس" کا کم راہی فرقہ ثابت کیا، اور ایک الگ اور "مخالف مذہب جو بت پرستی سے پروان چڑھا ہے۔" NA Newman (Ed.), The Early Christian-Moslem Dialogue: A Collection of Documents from the First Three Islamic Centuries (632 – 900 AD) ترجمہ کے ساتھ تفسیر، 1993، بین الضابطہ بائبلیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ: ہیٹ فیلڈ (PA)، 719 صفحہ.

مورے نے آسانی سے یہ بات چھوڑ دی کہ یہ خیال کہ اسلام کا آغاز بت پرستی سے ہوا ہے ایک عیسائی نقطہ نظر سے ہے یعنی یہ ایک نقطہ نظر ہے، اور یہ ثبوت کے طور پر کام نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کے پاس اس تعصب عیسائی نقطہ نظر کو تقویت دینے کے لیے کوئی حوالہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے، رابرٹ مورے جیسے اسلام کے ناقدین نے الکندی کے شواہد کو غلط فہمی اور غلط استعمال کرتے ہوئے بے بنیاد مفروضوں اور متن کی اصل میں غلط تشریح کی ہے۔ ایک بار پھر، جب ان کی انتہائی مشکوک "سچائی" سالمیت اور "محتاط" اسکالرشپ کی بات آتی ہے تو ہمیں اس بے ایمانی کو بہت عام معلوم ہوتا ہے۔

اللہ ہمارے نوجوانوں کو خواہشات کے غلام بننے سے محفوظ رکھے۔ اللہ نوجوانوں کو اپنی نفسانی
خواہشات کے جواز کے لیے مذہب کا استعمال کرنے سے محفوظ رکھے۔ اللہ ہمیں اپنے سے زیادہ
انسانوں کی عبادت اور محبت کرنے سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زندگی میں ایک
خاص ذمہ داری دی، اور وہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی
لذتوں میں حد سے زیادہ مشغول نہ ہوں، جس میں مخالف جنس کے افراد کی صحبت میں وقت گزارنا
بھی شامل ہے، چاہے وہ حلال شادی شدہ بیوی ہی کیوں نہ ہو . شادی اور جنسی تعلقات مومنوں
کی زندگی کا مقصد تھے اور یہ اللہ سے محبت اور اطاعت کے لیے ہے کہ ہم پیدا کیے گئے ہیں۔

اے نوجوانو! انسانیت سے محبت کرنا زندگی میں اہمیت رکھتا ہے، اور جب کہ شادی ضروری ہے، یہ آپ
کا واحد مقصد نہیں بننا چاہیے۔ صرف اپنے خالق سے محبت کرو کیونکہ اللہ تمہارا لازوال دوست ہے۔
یہاں تک کہ اگر کوئی شخص شادی کو ضروری سمجھتا ہے، تو اسے ہر کسی کو شادی کے لیے قائل
نہیں کرنا چاہیے یا صرف اس لیے جنسی فعل میں ملوث نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ اسے صحیح
سمجھتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے عمران کی بیٹی مریم کو اس لیے تسبیح دی کہ وہ پاکیزہ اور اکیلی
تھیں۔ آسیہ جو کہ فرعون کی بیوی تھی دنیا کا بدترین شوہر تھا جو شوہر نہ ہونے کے قریب تھا۔ اس
کے باوجود اللہ ان سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی قسم
کی ضرورت سے زیادہ لذت میں مبتلا ہونا انسانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ سہارنپور اور دیوبندی
اسلامی یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے اسلام کے متعدد علماء کے مطابق مومنوں کو اس دنیا میں
آسائشوں کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیے
گئے ہیں۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول پر زندگی بسر کی، اور اگرچہ وہ بہت
زیادہ کاروبار کر کے بہت امیر بن سکتے تھے، لیکن انہوں نے اپنی موت تک غربت میں رہنے کا انتخاب
کیا۔

تقویٰ اور حکمت کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ انسانی جسم کو
اعتراض کرنے، استعمال کرنے یا ذلیل کرنے کے لیے نہیں بنایا گیا، اور ہمیں زمین پر صرف اللہ کی عبادت
اور عبادت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

کچھ لوگ سوچ سکتے ہیں کہ صرف تہذیب اور انسان دوستی ہی کامیابی کو یقینی بناتی ہے، لیکن
حقیقی کامیابی آزادی میں ہے، اور انسان صرف اسی صورت میں آزاد ہوسکتا ہے جب وہ کسی
دوسرے مرد یا عورت کی عبادت نہ کرے، اور کسی دوسرے شخص کے جسم کے اعضاء کی بت نہ بنائے یا
اس کے بارے میں مسلسل سوچے۔ ساتھی انسانوں کے گندے حصے، کیونکہ غیر مہذب اور بیہودہ خیالات
دلوں کو اس حد تک سیاہ کر دیتے ہیں کہ اس میں اللہ کی رحمت اور محبت ختم ہو جاتی ہے اور جب
کوئی آپ کو حق کی نصیحت کرنے کی کوشش کرے گا تو دل اس قدر مردہ ہو جائے گا کہ وہ اسے
قبول نہ کر سکے۔ پیغام. ہماری اپنی عیاشی، اور غیر مسلموں کی پیروی کرنے اور جنسی سرگرمیوں
کے جنون میں مبتلا ہونے کی وجہ سے، ہزاروں کی تعداد میں سعودی عرب کے نوجوان، کویت کے
نوجوان، قطری مرد و خواتین، عمان اور بحرین کے بوڑھے تاجر، حتیٰ کہ انڈونیشیا کے سائنس داں بھی

ہیں۔ اور ملائیشیا، افریقہ اور ہندوستان کو اب غیر قانونی تفتیشی پروگراموں میں سب سے زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، جو آج تک بہت سے ممالک میں رازداری سے چل رہے ہیں۔ آپ کے خیال میں اللہ کس کو جنت میں داخل کرے گا؟ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ کیوبا میں گوانتانامو نیول بیس کے علاوہ افغانستان، لتھوانیا، رومانیہ، پولینڈ، تھائی لینڈ، بلغاریہ، ناروے اور یہاں تک کہ کینیڈا میں بھی بلیک سائٹس موجود ہیں جہاں سینکڑوں معصوم مرد، خواتین اور مسلمان بچوں کو لے جایا جاتا ہے اور بجلی کا جھٹکا لگا کر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ امریکی، برطانوی اور یورپی محافظوں نے حملہ کیا۔ ایسا اس لیے ہو رہا ہے کہ اب بہت سارے مسلمان جماع اور جسمانی لطف اندوزی کے جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور کچھ نوجوان مسلسل آن لائن طریقہ تلاش کر رہے ہیں کہ وہ ازدواجی زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ ہمیں اسلام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، اور سنت کے حقیقی راستے پر چلنا چاہیے۔ انسانوں سے محبت کا جنون بعض اوقات بہت سی عورتیں اور مرد جذباتی اور جسمانی طور پر مکمل طور پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہم اس دنیا میں اپنے خالق سے محبت کرنے اور ان لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے آئے ہیں جو بے بس ہیں اور ہم سے کہیں زیادہ بدتر حالات میں ہیں۔ ہم اس دنیا میں ہر یتیم کی مدد کرنے، بیماروں کو شفا دینے اور مہاجرین اور غریبوں کے درد کو کم کرنے اور انسانیت کی خدمت کے لیے آئے ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد شادی، محبت، پیسہ، ڈگریاں، شہرت وغیرہ نہیں ہونا چاہیے، اس لیے محبت اور خوشی کی امیدوں کے ساتھ دھوکے میں رہنے کی بجائے اس زندگی کا اصل مقصد سب کو بتائیں، کیونکہ اتنا زیادہ توجہ مرکوز کرنا خود غرضی ہے۔ اپنی اور اپنی خوشی پر خاص طور پر جب وہ خوشی ایک سراب ہے اور واقعی حقیقی خوشی نہیں ہے۔

کچھ محققین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو مرد زیادہ کثرت سے جنسی تعلق کرتے ہیں ان میں کمزور مدافعتی نظام حاصل کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کے خون کے خلیات میں سوزش پیدا ہوتی ہے - ان کے چھاتی، پروسٹیٹ اور رحم کے کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ دوسرے سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ جو مرد اور خواتین سال میں ایک بار بھی جنسی تعلق کرتے ہیں ان کے خون میں مردانہ ہارمونز اور پروجیسٹرون کی سطح زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کا جسم خود بخود مدافعتی امراض کا شکار ہوجاتا ہے جس سے کینسر کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔
(https://vonofenheimhans.wixsite.com/health)

آئیے ہم دوسروں کو محبت اور رشتوں کے خیال میں مبتلا ہونے کی ترغیب نہ دیں جب دنیا مصیبت میں مبتلا ہے اور ان بے بس لوگوں کو ہر طرح کی مدد کی ضرورت ہے، ہم اپنے جسم اور جان سے دے سکتے ہیں۔ جسمانی لذتیں نہ رکنے والا دین کا حصہ نہیں، کیونکہ ان سیاہ مقامات پر مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر چھوڑ دیا گیا، وہ خوفناک حالت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے خوفناک عذاب سے بچائے۔ اللہ ہمیں ایمان اور تقویٰ سے پاک رکھے۔ سہارنپور کے علامہ اسماعیل نے ایک بار کہا تھا کہ جسمانی اور جنسی تعلقات کا کوئی بھی جنون انسانی روح کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ شادی کے اندر قانونی ہے، یہ ایک عیش و عشرت ہے اور کوئی بھی عیش و آرام کے لوگ اس میں بہت زیادہ ملوث ہوتے ہیں انہیں اس کے لیے سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بہت زیادہ چینی کھاتا ہے تو اسے ذیابیطس ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی بہت زیادہ چکنائی کھاتا ہے تو اسے دل کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے بہت زیادہ جسمانی تعلقات رکھے، چاہے وہ مذہب میں جائز اور جائز ہے اور عبادت سمجھی جاتی ہے لیکن پھر بھی یہ لوگوں کے دل کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ اگر کوئی اصحابِ رسول جیسا ہو اور اُن کا ایمان ان انبیاء کی طرح پختہ ہو جنہوں نے اپنے دن اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے خون بہاتے اور مرتے ہوئے گزارے اور اپنی راتیں لمبی لمبی عبادات میں امت کے لیے روتے ہوئے گزاریں، تب ہی ان کے ساتھ جسمانی تعلقہ میاں بیوی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ ان کا دل اللہ سے نہیں ہٹے گا۔ تاہم اپنے ذاتی تجربہ میں میں نے درجنوں ایسے نوجوانوں کو دیکھا ہے جو اپنی شریک حیات کے ساتھ جنسی تعلقات میں ان حدود کے اندر رہتے تھے جن کی اسلام میں مکمل اجازت ہے، لیکن میں نے انہیں شدید ترین تکلیف اور تکلیف سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے۔ مولانا احمد ابراہیم نے ایک بار کہا تھا کہ مسلمان اس جنسی بیماری کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ مذہب کو بہانہ بنا کر مسلسل بات کرنے اور اپنی

خواہشات پر عمل کرنے کے لیے استعمال کرنا چھوڑ دیں چاہے یہ دین کے حدود میں ہی کیوں نہ ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ان بھائیوں اور بہنوں کے لیے اللہ سے رو رو کر اپنا وقت گزاریں جنہیں ہم بات کرتے ہوئے کئی جگہوں پر تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں جب کہ مسلمانوں کی قسمت ایک پتلے دھاگے سے لٹک رہی ہے۔ جب مسلمان خواہشات میں مگن ہو جاتے ہیں (جس کی تکنیکی طور پر اجازت ہے) تاکہ وہ جنت کے مستحق بن سکیں اللہ انہیں سخت آزمائشوں سے دوچار کرتا ہے۔ ایک شیخ نے اپنے رشتے داروں اور دوستوں میں بہت سے نوجوانوں کو ہولناک تکلیف میں دیکھا تھا، اور ان میں سے بہت سے لوگ (سب نہیں بلکہ ان میں سے زیادہ تر) اپنے شریک حیات کے ساتھ بہت زیادہ جنسی طور پر متحرک تھے اور اس میں بہت خوشی محسوس کرتے تھے یہ سوچ کر کہ وہ ایک بہت بڑی عبادت کر رہے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے رات کو رونا بہتر ہے۔ ان پر حملہ کیا جاتا ہے اور ان کے بچوں کو ان کے سامنے زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ میں نے ہندوستان اور پاکستان اور کچھ دیگر اقوام کے 170 سے زیادہ سابق مسلمانوں کا انٹرویو کیا، اور ان سے پوچھا کہ ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت محسوس کرنے سے پہلے وہ کون سا عمل یا عمل کرتے ہوئے یاد کرتے ہیں۔ ان میں سے تمام 200 نے کہا کہ وہ جنسی طور پر متحرک تھے۔ اور ان سب کو اللہ نے خود اسلام سے نکال دیا۔

جنسی سرگرمیوں کو اتنا خطرناک کیا بناتا ہے؟ دل و دماغ کو مردہ کر دیتا ہے۔ جدید محققین نے دریافت کیا ہے کہ جیل میں سزا پانے والے تمام مجرموں سے ان کے سابقہ جنسی تجربے کے بارے میں پوچھا گیا تھا اور ان سب نے انتہائی بے ہودہ ہونے کی اطلاع دی تھی اور ماہرین کا خیال ہے کہ جنسی تعلقات لوگوں کو غیر محفوظ، خود کو غیر یقینی بناتا ہے اور شرمندگی اور پچھتاوے کے احساس کا باعث بنتا ہے۔ دل اپنے جسم یا دوسروں پر اعتراض کرنا لوگوں کو بہت زیادہ عاجز بناتا ہے اور جنسی ساتھی کے لیے بار بار عاجز اور بے عزت ہونا دماغ کو سستی کا شکار بناتا ہے اور یہ عدم تحفظ مجرموں کو پرتشدد جرائم کرنے، اور یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے پر مجبور کرتا ہے۔

ایسی جنسی حرکتیں جو نوجوان کو نیچا دکھاتی ہیں آخرکار اسے حسد یا خیالات یا افعال کے بارے میں پرجوش بنا دیتی ہیں اور یہ اکثر مجرمانہ رویے کا باعث بنتا ہے، لیکن دوسرے انسانوں کے جسموں کے جنون میں مبتلا نوجوانوں کے لیے ان ہوس پر مبنی حرکات کو ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ منشیات جو لوگوں کو اس کا عادی بناتی ہے، حالانکہ یہ شدید اثرات کا باعث بنتی ہے۔

ستر سال کے قریب ایک بوڑھے ہونے کے ناطے میں اپنے ضمیر پر یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ نوجوانوں کو حد سے زیادہ جنسی حرکات میں ملوث ہونے کے خطرات سے آگاہ کروں۔ جب انسان کو منشیات کی طرح اپنے ساتھی کے سامنے بار بار عاجزی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو اسے بعد میں خوفناک محسوس ہونے میں ہی اچھا لگتا ہے، اور اس غم کی وجہ سے وہ غصے میں آ جاتا ہے اور میاں بیوی اور بچوں کو مارنے لگتا ہے، اور دل میں احساسِ کمتری بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ جو لوگ جھوٹے ہیں وہ اکثر مجرم بن جاتے ہیں۔ اگر نوجوان ان تحقیقوں اور مطالعات کے بارے میں پڑھ سکتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ جنسی حرکات کے جنون میں مبتلا ہیں وہ زیادہ جرائم کرتے ہیں اور ہمیشہ مجرم ہوتے ہیں، تو وہ سمجھ جائیں گے کہ میں اس طریقے سے کونسلنگ کیوں کر رہا ہوں۔

جنسی سرگرمیوں کا جنون بننا ہماری زندگی کا مقصد نہیں بننا چاہیے، بلکہ ہمیں اپنے وقار اور عزت نفس پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے یا اسے برقرار رکھنا چاہیے۔ نوجوانو، خواہ ہم تمام مذہب اور خدا کو چھوڑ دیں، خالص اور متکبر بنیں اور اپنے جسم کو ذلت سے بچانے کے لیے خود کو عزت دیں۔

سینکڑوں سابق مسلمانوں سے بات کرنے کے بعد جنہوں نے دوسروں کے ساتھ پرتشدد بحث کی اور اسلام پر لعنت بھیجی، میں نے دریافت کیا کہ وہ اسلام چھوڑنے سے پہلے جنسی طور پر بہت متحرک تھے۔ کچھ نے کہا کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ فحش فلمیں دیکھتے ہیں اور کچھ فحش فلمیں دیکھنے والے ہیں اور کچھ روزانہ کی گندگی میں ملوث ہیں۔ درحقیقت یہ ان کا جنسی انحراف اور ان کی لوگوں کی عبادت تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو اس قدر ناپسند کیا کہ اللہ نے ان کے دل بند کر دیے اور انہیں اسلام کے خلاف کر دیا۔ اللہ کو کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہے جو کسی دوسرے شخص کی عبادت کرتا ہو اور ابراہیم کے دین پر چلنے کے لیے اس کے ساتھ خوشی کے خواب دیکھتا ہو۔ اے نوجوانو! اللہ محترم اور قابل احترام ہے اور جو لوگ جنسی عادی ہیں وہ انسانوں کے غلام اور ہوس کے غلام ہیں۔ اگر وہ لوگ دوسروں کو ایک مکروہ مخلوق سمجھتے ہیں تو وہ ان کے

ساتھ جنسی فعل میں ملوث ہونے کا کبھی دل نہیں کریں گے۔ یہ انسانوں کی عبادت ہے جو لوگوں کو
جنسی غلام بناتی ہے۔ اور جو شخص جسمانی یا جنسی طور پر انسان کی عبادت کرتا ہے اللہ اسے
اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ خوش قسمت ہیں تو پھر انہیں اللہ کی طرف لوٹانے کے لیے
اللہ انہیں ناقابل تصور تکالیف اور آزمائشوں میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ ان کا دل پاک ہو جاتا ہے اور
یہاں تک کہ وہ انسان کی جنسی غلامی سے بیزار ہو کر ہر ذلت سے پاک دل کے ساتھ اللہ کی طرف
رجوع کرتے ہیں۔ جو شخص جنسی لذتوں میں بہت زیادہ مشغول ہو جائے گا وہ کئی سالوں کے بعد
اچانک اپنے آپ کو جیل میں پائے گا اور اگر وہ خوش قسمت ہے تو وہ زیادتی کا شکار ہو جائے گا، اگر
وہ خوش قسمت نہ ہوں اور ان کے دل ظالم اور نفرت انگیز اور غلام بن جائیں تو اللہ تعالیٰ بس اس
کے دل کو اسلام سے ہٹا دیتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام سے شدید نفرت کرتے ہیں اور سابق
مسلمان بن جاتے ہیں۔ اپنے تمام انٹرویوز میں، میں نے اسلام چھوڑنے والا ایک بھی شخص نہیں پایا جو
انتہائی جنسی طور پر متحرک نہ ہو۔ مجھے ایک بھی سابق قیدی نہیں ملا جو جنسی حرکات میں حد
سے زیادہ ملوث نہ ہو۔

ہمیں نوجوانوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ حقیقی ایمان یہ نہیں ہے کہ اسلامی طریقے سے جنسی تعلقات
کیسے قائم کیے جائیں اور مسلسل شہوت کے بارے میں بات کی جائے بلکہ حقیقی ایمان یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ ہماری اور ہمارے خاندان اور ہمارے بچوں کی آزمائش شروع کرنے سے پہلے امت کے لیے اپنے دل
کو پکارے۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ اسلام کے دشمن مسلمانوں کو جرائم کا مرتکب کریں اور ہم پر
ہمارے ہی گھروں میں حملے کریں جب کہ دنیا بھر کے تمام مسلمان اس بات پر بحث کر رہے ہوں گے
کہ اسلامی طریقے سے جنسی تعلقات کیسے قائم کیے جائیں۔ نوجوان کب جاگیں گے؟ کیا وہ یہ نہیں
سمجھتے کہ حد سے زیادہ بے رغبتی بھی اگر اسلام کی حدود کے اندر رہ کر بھی اللہ سے بے نیاز ہو
سکتی ہے؟ اور اس قسم کی لذت ہمیں اس دنیا میں سخت اذیت میں مبتلا کرے گی تاکہ ہم بدلے میں
جنت کے مستحق بن سکیں۔ کیا مسلمان نوجوان واقعی جنت کو مفت سمجھتے ہیں؟ ایک شیخ نے مجھ
سے کہا کہ جب بھی کوئی شخص جنسی لذت میں مبتلا ہو جائے تو انہیں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس
کی سخت سزا ملے گی بشرطیکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اللہ کی راہ میں پسینہ اور
آنسو بہا رہا ہو۔ اے اللہ! براہِ کرم مسلمانوں کے دلوں سے مذہب اور اسلام کا بہانہ بنا کر مسلسل
ہوس کی باتیں کرنے کا جنون نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو جو حلال لذتوں کے جنون میں مبتلا
ہیں امت کے لیے کچھ محسوس کریں۔ اے اللہ، مسلمان نوجوان مسلمانوں کو دوسری خواتین کی عزت
کا احساس دلائیں جن پر دنیا کے مختلف حصوں میں تشدد کیا جا رہا ہے۔ اللہ ہماری خواتین کو زیادتی
یا تشدد سے محفوظ رکھے! اللہ ان کے دلوں سے دوسروں کو خوش کرنے کا جنون نکال دے! اے اللہ!
انہیں خوشی کے کسی بھی عمل سے گزرنے نہ دیں جس سے بعد میں تکلیف پہنچے۔ اے اللہ! مسلمان
نوجوان اپنے آپ کو یہ سوچنے کے دھوکے میں نہ ڈالیں کہ جنسی لذتیں عبادت ہیں! اے اللہ! اس امت
کے نوجوانوں کے دلوں سے جنسی لذتوں کے جنون کو نکال دے اور اس میں ان خواتین کے لیے جذبات
بھرے جو دنیا بھر میں آئے روز تشدد کا نشانہ بن رہی ہیں۔

جب میں کسی پیشہ ورانہ مقام پر جاتا ہوں تو ایک پروفیسر کی حیثیت سے زیادہ تر لوگ میرا احترام
کرتے ہیں اور جب میں پیشہ ورانہ صلاحیت سے بات کرتا ہوں تو وہ میری بات سنتے ہیں، لیکن تقریباً
پندرہ سو سال پہلے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے بات کی تو وہ ان سے
نفرت کرتے تھے۔ سچ لیکن اس نے پھر بھی ان کو نقصان سے بچانے کے لیے تبلیغ کی، اور اس لیے ایک
بوڑھے آدمی کی حیثیت سے، جو ستر کے قریب ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے پاس نوجوانوں کو
اس کے بارے میں بتانے کے لیے کافی علم اور تجربہ تھا۔

میں ستر سال کی عمر میں بوڑھا محسوس کرتا ہوں، لیکن اب میں کچھ نوجوان جو چالیس کی عمر میں ہیں، اپنے آپ کو جوان اور متحرک سمجھتا ہوں، اس لیے میں ان سے بے تکلفی سے مخاطب ہوں اور ان کو بہترین مشورے دوں گا۔

اے ہماری نسل کے نوجوانو! اپنی جنسی خواہشات کے جواز کے لیے اسلام کو استعمال کرنے کے جنون میں مبتلا نہ ہوں! درحقیقت، جنسی عمل صرف انسانی جسم کو نقصان پہنچاتا ہے، جیسا کہ سائنسدانوں نے حال ہی میں دریافت کیا ہے کہ جنسی سرگرمیوں میں اضافہ لوگوں کو کینسر کا باعث بنتا ہے۔ اللہ مسلمان نوجوانوں کو سکھائے کہ وہ اپنی عزت کریں اور جنسی لذتوں میں مبتلا نہ ہوں! (https://vonofenheimhans.wixsite.com/health چیک کریں)

میں نے بہت سے باصلاحیت اور باشعور نوجوان دیکھے ہیں جو ممتاز یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر چکے تھے لیکن ہوس کے مقابلوں میں ملوث ہونے کے بعد اچانک دین کے بارے میں سیکھنے سے انکاری ہو گئے اور توحیدی عقیدے کی تعلیم اور تمام آسمانی احکام و نصیحتوں سے انکار کر دیا۔ پہلے اسے لگتا تھا کہ اب اسے مخالفانہ رویہ اختیار کر لیا گیا ہے۔

انتہائی محتاط تفتیش اور پختہ غور و فکر کے بعد، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس نازک لیکن مشکل موضوع کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں، کیونکہ ہمارے نوجوانوں کا مستقبل ان کی قابل رحم، بہادر اور حوصلہ مند ہونے پر منحصر ہے۔ تاہم، جنسی تعلقات میں مشغول ہونا، اور یکساں یا مخالف جنسوں میں مبتلا ہو جانا اور خالق کی عبادت کرنے کے بجائے کسی دوسرے انسان کی عبادت کرنا، بدقسمتی ہے، کیونکہ اس سے روح کی چمک ختم ہو جاتی ہے۔

جو لوگ اس توحیدی عقیدے کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں اور اسلامی عقائد کے بارے میں اس کے علم میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس عقیدے کے ہر پہلو میں لازماً خدا کی رحمت کو پہچانیں گے، لیکن اس دماغ کے ساتھ جو صرف فحاشی اور جنسی تعلقات کے خیالات میں الجھا ہوا ہے۔ ایک رحمن زندہ خدا کا تصور ذہن میں داخل نہیں ہو سکتا۔

مجھے بہت سے طبی ماہرین سے واقفیت حاصل کرکے خوشی ہوئی اور ان حضرات میں سے کچھ جو سائنسی دنیا میں ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے، جنسی حرکات میں ملوث ہونے کے موروثی نقصانات کے بارے میں تحقیق کرنے میں بہت تکلیف ہوئی۔ سائنسدانوں میں سے ایک جن کا نام دینے کا میرے پاس اختیار نہیں ہے، مجھے بتایا کہ اس نے دریافت کیا کہ ضرورت سے زیادہ جنسی سرگرمیوں اور علمی خرابی کے درمیان تعلق ہے۔

اس کی پڑھائی پر حیرت کا اظہار کرنے کے بعد، میں نے اس سے اس موضوع پر مزید سوال کرنے کے لیے آگے بڑھا اور اس کی طرف سے سختی سے یقین دلایا گیا، کہ اس نے واقعی ایسے حتمی شواہد تلاش کیے ہیں جو اس رجحان کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ جنسی ساتھی رکھنے والے یا مسلسل ہوس میں مصروف رہتے ہیں، کئی دوسرے طبی عوارض کے علاوہ یادداشت کی کمی، دماغی امراض، دل کی خرابی کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک اور طبی جریدے میں، ایک تجربہ کار ڈاکٹر نے دہرائے جانے والے مجرموں کے درمیان تعلق کے بارے میں اپنی تحقیق کا بیان دیا اور ان کی جنسی عادات کو ریکارڈ کرنے کے لیے ڈیٹا کو چارٹ کیا، اور اس نے نوٹ کیا کہ وہ مجرم جو پرانے جرم کو دہرانے یا مختلف جرم کرنے کا شکار تھے ، عام طور پر ان مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بے ہودہ تھے جو جنسی عمل سے گریز کرتے تھے۔ اپنے تحقیقی مقالے میں، ڈاکٹر نے احتیاط سے جنسی سرگرمیوں کے نقصانات کے بارے میں کوئی خاص بات کہنے سے گریز

کیا، کیونکہ وہ شاید جانتا تھا کہ اگر اس تحقیق کے بارے میں سچائی سامنے آ گئی تو جنسی آزادی پسند کارکنوں کے طعنوں سے ان کی کتاب کی فروخت برباد ہو جائے گی۔

سائنسدانوں نے جنسی سرگرمیوں اور غصے میں اضافے کے درمیان براہ راست تعلق پایا ہے۔ انہوں نے یہ بھی پایا کہ جو لوگ فعال جنسی زندگی کو برقرار رکھتے ہیں ان میں شدید جذبہ ہوتا ہے اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں جارحانہ خصوصیات میں اضافہ ہوتا ہے۔ پرتشدد جرائم کے مرتکب مردوں کے بار بار مجرم جنسی طور پر بہت فعال ہونے کے لیے فنڈز تھے۔ شماریات دانوں نے دریافت کیا کہ وہ مرد یا خواتین جنہوں نے بہت زیادہ جنسی مقابلوں کا اعتراف کیا وہ اکثر مہلک جرائم کے مرتکب ہوتے تھے، اور عام طور پر دوسروں کے ساتھ بات چیت میں انتہائی جارحانہ ہوتے تھے۔ یہ خلیوں کے ہلکے لیکن بتدریج انحطاط کی وجہ سے تھا جو زیادہ جنسی عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جنسی سرگرمی نے صرف ہمارے نوجوانوں کے دل کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس کا براہ راست تعلق جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد اور دیگر نقصان دہ رویوں سے ہے۔

بہت سے نوجوانوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتیں لے لیتے ہیں لیکن جب چھوٹی سے چھوٹی آزمائش آتی ہے اور ہماری راہ میں چھوٹی سی مشکل آجاتی ہے تو ہم غصے میں آ جاتے ہیں اور اللہ پر الزام لگاتے ہیں۔ جب کہ ہم جنسی ساتھیوں کے ساتھ اپنی جسمانی خواہشات کی تکمیل میں مگن رہتے ہیں، ہم اللہ کے بارے میں سب کچھ بھول جاتے ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کی کوشش نہیں کرتے، یا دوسرے مسلمانوں کے بچوں کو شیطان کے فریب اور گناہ کی علامت سے نہیں بچاتے، لیکن جب اللہ تعالیٰ ہم سے ایک بچہ چھین لیتا ہے، پھر جو ہوا اس کی ناانصافی پر ہم کوسنے اور چیخنے چلانے کے جنون میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن کیا قرآن نے یہ نہیں کہا کہ آپ کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ آپ کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے۔ آج کل کے نوجوان جو ہوس میں مصروف ہیں انہوں نے دوسروں کے بچوں کو نہیں بچایا اور جب ان پر کوئی آفت آئے تو اللہ کو ہرگز برا بھلا نہ کہیں۔ کیونکہ ان حالات میں جب ہم اللہ کو اپنے اوپر ظلم کا الزام لگاتے ہیں تو یہ حماقت بن جاتی ہے اور نوجوان دونوں جہانوں سے محروم ہوجاتے ہیں۔

یہ زندگی بہت مختصر ہے، اور ہم جلد ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے!

دنیا بھر میں خواتین میں ہر تین کینسر کی تشخیص میں سے ایک چھاتی کا کینسر ہے۔

جنسی تعلقات صرف انسانی جسم کو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ میں، کینسر میں مبتلا زیادہ تر خواتین نے اپنے شریک حیات یا پارٹنرز کے ساتھ اکثر جنسی تعلقات کی اطلاع دی۔ ماہرین کا مشورہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کو کسی بھی قسم کے جنسی مباشرت سے پرہیز کریں، خاص طور پر اگر ان کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو۔ جنسی سرگرمی خواتین کے لیے سروائیکل اور بریسٹ کینسر کے خطرے کو بہت زیادہ بڑھاتی ہے، جبکہ مردوں کے لیے پروسٹیٹ، تھائیرائیڈ اور بلڈ کینسر کے امکانات کو بڑھاتا ہے۔ دوسرے سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ جو مرد اور خواتین سال میں ایک بار بھی جنسی تعلق کرتے ہیں ان کے خون میں مردانہ ہارمونز اور پروجیسٹرون کی سطح زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کا جسم خود بخود مدافعتی امراض کا شکار ہوجاتا ہے جس سے کینسر کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ (https://vonofenheimhans.wixsite.com/health)

میں 70 سال کا ہوں، اور مجھے روزانہ اپنے ساتھیوں کی خبروں کے ساتھ فون کال موصول ہوتی ہے، اور میرے آدھے ہم جماعت مر چکے ہیں۔ جب میں اپنے گاؤں جاتا ہوں تو وہاں بہت کم لوگ رہ جاتے ہیں اور جو میری عمر کے آس پاس تھے وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

ہر روز، میرا بلڈ پریشر بڑھتا ہے، اور میرے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے اور میں یقینی طور پر نہیں جانتا کہ میں کب تک زندہ رہوں گا۔ اگرچہ میں 70 سال کا ہوں لیکن یہ سچ ہے کہ کوئی ایسا بھی

ہو سکتا ہے جو تیس سال کا ہو، لیکن جس کا آج زمین پر آخری دن مقرر ہو چکا ہے، موت کسی کے لیے بھی کسی بھی وقت لکھی جا سکتی ہے، لہٰذا جوان ہونے کے ناطے آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ آپ جوان ہیں ، آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

آسٹریلیا میں، میں نے حال ہی میں کچھ مسلم کمیونٹیز کا دورہ کیا جہاں مقامی امام نے بتایا کہ مرنے والوں میں سے 75 فیصد کی عمر 35 سال سے کم ہے، اور ان میں سے کوئی بھی بڑھاپے کی وجہ سے مرا نہیں جیسا کہ ان کی توقع تھی، لیکن وہ دماغی انیوریزم، کار ایکسیڈنٹ، دل کے جمنے وغیرہ کا شکار ہوئے، اور انہیں امید ہے کہ مستقبل کی امید والے نوجوانوں کو مرتے ہوئے دیکھنا ہے۔ ان نوجوانوں میں سے کچھ باڈی بلڈر تھے اور باقاعدگی سے جم جاتے تھے لیکن اب موت نے پکارا اور وہ چلے گئے۔ ان میں سے کچھ کی خوبصورت گرل فرینڈز تھیں جنہیں انہوں نے جنسی طور پر خوش کرنے کی کوشش کی لیکن ان گرل فرینڈز میں سے کسی کو بھی اپنے نام یاد نہیں تھے، اور زیادہ تر جنازوں میں بھی نہیں آئے تھے۔ جب یہ نوجوان زندہ تھے تو سمجھتے تھے کہ وہ جوان اور مضبوط ہیں اور ہمیشہ خوش و خرم میاں بیوی کے ساتھ رہیں گے لیکن انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا جس کے ساتھ انہیں آخرت میں ہمیشہ رہنا ہے۔

اے نوجوانو! بے شک دھرتی فریب ہے اور دل رشتوں کا عادی ہو جائے گا! آپ کا دل گندگی سے بنے انسانوں کا عادی ہو جائے گا! آپ کا دل دوسرے انسانوں کا عادی ہو جائے گا، اور جب آپ ہر طرح کی لذت حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے، آپ کو لگتا ہے کہ میں بڑے ہونے کے بعد اچھا بن جاؤں گا، لیکن وہ دن شاید کبھی نہ آئے۔ اگر تم جوانی میں متقی ہو تو بڑے ہونے کے بعد متقی نہیں بن سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے! متعدد تحقیقی سائنسدانوں کے مطابق جو لوگ جنسی طور پر متحرک رہتے ہیں ان میں کینسر اور دیگر مدافعتی نظام کی خرابی کا خطرہ ہوتا ہے۔

جنسی عمل کے بارے میں مسلسل سوچنا یا جسمانی ہوس کا جنون مردوں اور عورتوں میں علمی افعال کو خراب کر سکتا ہے۔ ہمارے خالق اللہ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنا نہ صرف اپنے آپ میں ایک حماقت ہے، ایسے متعدد محققین نے دریافت کیا ہے کہ جو بھی ایک سے زیادہ جنسی ساتھی رکھتا ہے یا ہر سال تین سے چار بار سے زیادہ مباشرت کرتا ہے، وہ معاہدہ کرنے کا شکار ہوتا ہے۔ ٹرمینل بیماریاں جیسے کینسر یا دل کی بیماری جسم کے مضبوط رہنے کی ناکامی کی وجہ سے۔

والدین کے لیے دعا:

ہمارے والدین نے ہماری پرورش کے لیے بہت قربانیاں دیں۔ ہم ان کے احسان کا بدلہ کبھی نہیں دے سکتے۔ تاہم، ہم ان کی عزت کرنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی پوری کوشش کر سکتے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ان میں سے کوئی ایک یا دونوں آپ کی زندگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو حقارت کی بات نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکاؤ بلکہ عزت کے ساتھ مخاطب کرو۔ (سورہ الاسراء، 17:23)

ان میں سے ایک بہترین چیز جو آپ کر سکتے ہیں یہ ہے کہ ان کے لیے مسلسل خلوص سے دعا کرتے رہیں، چاہے وہ اب ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے والدین کے لیے دعا کرتے رہنے کی ترغیب دی۔ بے شک دعائیں ان کو فائدہ دیتی رہیں گی۔

جب انسان مرتا ہے تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، سوائے تین کے: ایک مسلسل صدقہ، وہ علم جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے، اور ایک نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا رہے۔ (صحیح مسلم)

دعاؤں کی بہت سی قسمیں ہیں کہ ہم اپنے والدین کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی بھی دعا ہو سکتی ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو۔ بے شک اللہ ہماری ہلکی سی فریاد بھی سن لے گا۔ ہمارے والدین کے لیے قرآن مجید کی چند دعائیں یہ ہیں: والدین کے لیے بخشش کے لیے، اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو اس دن بخش دے جب حساب قائم ہو گا۔

ربنا غفرلی و لیوالدایا و للمؤمنین یوما یقوم الحساب

اے ہمارے رب! مجھے، میرے والدین کو اور مومنوں کو اس دن بخش دے جس دن فیصلہ ہو گا۔

مجھے، میرے والدین اور اہل ایمان کو بخش دے۔

انگریزی میں والدین کے لیے مغفرت کی دعا

والدین کے لیے رحمت کی دعا، اللہ ان کو ان کے حقوق دے جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔

اللہ ارحمہ کما ربانی صغیرہ ہے۔

"اے میرے رب! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا" (سورہ الاسراء 17:24)

والدین اور مہمانوں کے لیے مغفرت کی دعا:

اے ہمارے رب اسے اور اس کی اولاد کو اور اہل ایمان اور اہل ایمان اور اہل ایمان کے گھر میں داخل ہونے والوں کو بخش دے ۔

ربنا غفرلی و لیوالدایا و لمن دخولہ بیتی مومنان و للمؤمنین والمؤمنات

میرے مالک! مجھے، میرے والدین کو، اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہو، اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ (سورہ نوح، 71:28)

والدین پر احسانات بڑھانے اور شکر ادا کرنے کی دعا:

رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں اور ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تو خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے۔

رَبِّ عَزِيْنِ عَن عَصَيْرًا نَعْمَتِقَلِ الْعَظِيْمِ عَلَيَّ ۖ وَ عَلَى الدِّيْا وَ عَلَى الصَّلٰو وَالْعَالَمِيْنَ فِى عَبَادِكَسِلىُ

اے میرے رب، مجھے ترغیب دے کہ میں (ہمیشہ) ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں، اور ایسے اچھے کام کرنے کی جو تو کو پسند ہیں۔ مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کی صف میں داخل فرما (سورہ نمل، 27:19)

" اور ان کے سامنے عاجزی کا بازو رحمت سے جھکاؤ اور کہو کہ اے میرے رب ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔" (سورہ الاسراء آیت 24)

استغفار (استغفار اللہ) خدا سے معافی مانگنے کی توبہ ہے۔ یہ راحت اور خوشی کا گیٹ وہ ہے۔ جب بھی آپ کسی پریشانی میں ہوں اس کا ورد شروع کریں ان شاء اللہ یہ آپ کو آپ کی پریشانیوں سے نکال کر آپ کو پر سکون حالت میں ڈال دے گا اور آپ کو خوشی دے گا۔

استغفار سے پریشانی دور ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

استغفار سے رزق کا دروازہ کھلتا ہے۔

استغفار رحمت کے دروازے کھولتا ہے۔

استغفار علم کے دروازے کھولتا ہے۔ استغفار پیداواری صلاحیت کا گیٹ وے بھی ہے۔

استغفار آپ کو راحت دیتا ہے۔ جب آپ اپنے اندر وہ اداسی محسوس کریں، جب آپ پریشان اور مایوس ہوں، جب پریشانی آپ کو گھیر لے تو "استغفر اللہ" "استغفر اللہ" کہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص (اللہ سے) مسلسل استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اور راحت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ہر پریشانی، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا" [ابو داؤد]۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو (باقاعدگی سے) استغفار کرتا ہے، یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے لیے غربت سے نجات کا راستہ کھول دیتا ہے۔ تمام دکھ اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی، اور اس کی جگہ خوشحالی اور اطمینان عطا ہو جائے گا۔ انسان کو غیر متوقع اور غیر متوقع ذرائع سے رزق ملے گا۔"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا: جو شخص ہر روز چھبیس یا پچیس مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کرے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان لوگوں میں شمار کرے گا جن کی دعا قبول ہوتی ہے، اور اس کی برکت سے جس کے ذریعے زمین والے رزق حاصل کرتے ہیں۔

شکرگزاری اور معافی:

ہمیں کس چیز کے لیے شکرگزار ہونا چاہیے؟

آپ کے پاس نوکری ہے، لیکن آپ کو لگتا ہے کہ یہ کافی اچھا نہیں ہے۔

آپ ایک گھر میں رہتے ہیں لیکن یہ اتنا بڑا نہیں ہے۔

آپ کی جلد صاف ہے لیکن آپ کافی اچھے نہیں ہیں۔

آپ کے پاس تعلیم ہے لیکن آپ کافی اہل نہیں ہیں۔

آپ کے بہن بھائی ہیں لیکن آپ ان کے ساتھ کافی نہیں مل پاتے۔

آپ کو لگتا ہے کہ آپ خوبصورت ہیں لیکن آپ کافی فیشن ایبل نہیں ہیں۔

آپ کے دوست ہیں لیکن وہ کافی پرجوش نہیں ہیں۔

آپ کی صحت اچھی ہے لیکن آپ کافی دبلے نہیں ہیں۔

آپ کے والدین ہیں لیکن وہ کافی نہیں سمجھ رہے ہیں۔

آپ کے پاس سیل فون ہے لیکن یہ کافی جدید نہیں ہے۔

آپ کے پاس مہارت ہے، پھر بھی آپ کافی اہل نہیں ہیں۔

آپ اچھی طرح کھاتے ہیں لیکن آپ کافی کھانا نہیں کھاتے ہیں۔

آپ کے پاس کپڑے ہیں لیکن وہ کافی سجیلا نہیں ہیں۔

آپ کے پاس نقل و حمل کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہ کافی پسند نہیں ہے۔

دنیا اور اس کے معیارات آپ کو ہمیشہ یہ محسوس کرائیں گے کہ آپ میں کسی چیز کی کمی ہے، کچھ کمی ہے۔ لیکن آپ کے ارد گرد ہر دوسرے شخص کی طرح، آپ کو بھی ایک نعمت ہے جو اپنی جنگ میں منفرد ہے. حسب ضرورت نعمتوں کا خزانہ خانہ۔ اگر آپ اپنا موازنہ دوسروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کبھی بھی کافی محسوس نہیں کریں گے اور نہ ہی کافی ہوں گے۔ آپ کے پاس جو ہے اور آپ کون ہیں وہ کافی ہے۔ بہتر بننے کی کوشش کریں لیکن مادی مقاصد کے لیے نہیں، آخرت کی کوشش کرو، جنت کی کوشش کرو، بہتر انسان بنو، اللہ کے بہتر بندے بنو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

جب آپ اللہ کی دی ہوئی چیزوں کے لیے شکر گزار ہوتے ہیں تو بہت اطمینان ہوتا ہے۔ آپ اپنی نعمتوں کا جتنا زیادہ شکر ادا کریں گے، اللہ آپ کو اپنے وعدے کے مطابق اتنا ہی بڑھا دے گا یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:... بہترین دعا 'الحمدللہ' ہے (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں)

ایک دن کی دعا: اے اللہ ہمارے دلوں کو اس رد، تکلیف اور تکلیف سے دور کرے ہمیں ان غلطیوں کو محسوس کرنے، پہچاننے اور تبدیل کرنے کا ضمیر عطا کریں جو ہم دوسروں کو دیکھتے، کہتے یا کرتے ہیں اور اس کے برعکس اس کی شروعات اپنے آپ میں تبدیلی کے ساتھ کریں تاکہ پہلے بہتر مومن بنیں کیونکہ اس سے ہمارے اندر موجود دیگر تمام غلطیاں درست ہو جائیں گی۔ اے میرے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ اے میرے سب سے زیادہ بخشنے والے اللہ مدد صرف تیری طرف سے ہی آسکتی ہے لہذا ہماری مدد فرما۔ اے ساری کائنات کے خالق ہمارے دل کو اپنی طرف پھیر دے اور ہمیں تباہی سے بچا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اللہم اَنَّ عَلَیْکُمْ عَلَیْکُمْ وَالْاَفِیْتَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَ: اے اللہ میرے دماغ کو ایسی چیزوں سے نہ لگا جو اس کو پریشان کرتی ہیں اور میرے دل کو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ لگا جن پر رحم نہیں کیا جاتا، اور میرا وقت کسی ایسے کام میں نہ لگائیں جس سے آپ ناراض ہوں اور فائدہ مند نہ ہوں۔

صبح کے لیے استغفار کی دعا: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰہمَّا اَسْبَحْنَا نُشْ هُدُوْکَ وَ نَشْ هُدُوْ هَمَلَتَ عَرَشِیْکَ وَمَلَائِکَاتَکَ وَجَمِعَا خلقِکَ بِعَنْکَ اللّٰہ، لا الہ الا انت، وحدکہ لا شریکہ لکا، و انا محمدن عبدوکا و رسول اللہ۔

اے اللہ، ہم تیرے اور تیرے عرش کے اٹھانے والے، تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوقات پر گواہ ہیں کہ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرے سوا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے بندے ہیں۔ میسنجر

" اے اللہ، ہم ایک نئی صبح میں داخل ہوئے ہیں اور آپ کو اور آپ کے عرش کے اٹھانے والوں کو، آپ کے فرشتوں کو اور تمام مخلوقات کو اس بات کی گواہی دینے کے لیے پکارتے ہیں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ شریک، اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔"

اس دن جو کچھ اس نے کیا اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا اور اگر وہ شام کو کہے۔ تو اس رات جو کچھ (چھوٹا) گناہ سرزد ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔‘‘ جامع الترمذی 3501

اجنبی مومن کا معاملہ ہے اس کے ساتھ جو بھی ہو جائے اچھا ہے۔ جب ان کے ساتھ کوئی بھلائی ہوتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب ان پر کوئی برا ہوتا ہے تو صبر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہماری آزمائشوں سے ہمارے درجات بلند فرمائے اور ہمیں جنت میں اپنے چہرے کے دیدار کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا تم بیکار کے لیے پیدا کیے گئے ہو؟ کیا تمہیں فضول کھیلوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ ریت کا پیچھا کرنے کے لیے؟ کسی ایسی چیز کا پیچھا کرنے کے لیے جو عارضی ہو۔

جو لوگ پیسے اور ڈگریاں حاصل کرنے میں تگ و دو کر رہے ہیں، اگر آپ پوچھیں کہ آپ اتنی محنت کیوں کر رہے ہیں؟ وہ کہے گا کہ اچھی تعلیم حاصل کرو۔

اگر آپ پوچھیں کہ آپ اچھی تعلیم کیوں حاصل کر رہے ہیں؟

وہ جواب دے گا، اچھی ڈگری حاصل کرنے کے لیے۔

آپ کو اچھی ڈگری حاصل کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

وہ کہے گا، اچھی نوکری حاصل کرنے کے لیے۔

آپ کو اچھی نوکری کی ضرورت کیوں ہے؟

اچھی تنخواہ لینے کے لیے۔

آپ کو اچھی تنخواہ کی ضرورت کیوں ہے؟

تاکہ میں اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلا سکوں، تاکہ وہ اچھی ڈگری حاصل کر سکیں، اور وہ اچھی نوکری حاصل کر سکیں، اور انہیں اچھی تنخواہ مل سکے، اور وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دے سکیں۔

اس پر غور کرو! ایک بے معنی چکر۔

کیا انسانیت کا وجود اسی کے لیے ہے؟ کام کرنا، کھانا، جینا اور مرنا؟

کیا اللہ نے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اسی لیے بنایا؟

کیا یہی وجہ ہے کہ اللہ سورج کو طلوع اور غروب کر رہا ہے، تاکہ یہ انسان ریت کے پیچھے لگ جائے اور کسی عارضی چیز کا پیچھا کرے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جا رہے ہو؟

یہ سوالات اللہ نے قرآن میں ایک وجہ سے پوچھے ہیں۔ تاکہ آپ اس پر غور و فکر کر سکیں اور اپنی زندگی کے حقیقی مقصد پر غور کر سکیں۔

قرآن بے معنی کتاب نہیں ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں ہے جسے آپ صرف رمضان میں نکال کر شیلف میں رکھ دیں اور باقی سال تک اسے بھول جائیں، اور قرآن ایسی چیز نہیں ہے جسے آپ رات کی نماز کے دوران پڑھتے ہیں اور اس مسجد میں جانا یقینی بناتے ہیں جس کا امام جلدی ختم کرتا ہے۔ .

قرآن اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق کے لیے پیغام ہے۔

قرآن ایک زندہ ہستی ہے!

جو قرآن کے ساتھ زندگی گزارے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اسے جنت میں لے جائے گا۔

اور اگر وہ اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈالے گا تو یہ اس کو طہارت کے گڑھے میں لے جائے گا۔

اس سوال کا کیا مطلب ہے جو اللہ پوچھ رہا ہے؟ اگر یہ سب کچھ خود ہی وجود میں آیا تو آپ آزاد ہیں۔ پھر آپ کو دودھ اور شراب میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ کو حلال و حرام، زنا اور عفت اور سود، سود اور حلال کمائی میں فرق نہیں کرنا پڑے گا، اور پھر آپ آزاد ہیں۔

لیکن اگر اس سب کی تخلیق کے پیچھے کوئی مقصد ہے، اگر اللہ نے یہ سب کچھ ہمارے لیے پیدا کیا، ہمیں آزمانے کے لیے، تو ہم اس زندگی کو رائیگاں نہیں سمجھ سکتے!

یہ مت سوچو کہ گزرا ہوا ایک لمحہ ہمیشہ کے لیے کھو گیا! نہیں، سب کچھ ریکارڈ کیا جا رہا ہے!

قرآن پوچھتا ہے: "کیا تم سمجھتے ہو کہ تم مرنے والے ہو اور یہ وہیں ختم ہونے والا ہے؟" نہیں! سب کچھ ریکارڈ کیا جا رہا ہے!

"آپ کا ہر لفظ لکھا جا رہا ہے!"

"ہر بار جب آپ کی آنکھیں بھٹکتی ہیں، یہ لکھا جاتا ہے!"

ہر بار جب آپ کا دل اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرتا ہے، وہ لکھ دیا جاتا ہے! اللہ کے وہ فرشتے سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ اور ایک دن آنے والا ہے جب ہمیں اپنے اللہ کی عدالت میں کھڑا ہونا ہے!

پانی سے اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو وجود میں لایا اور پھر زندہ رہنے کے بعد اس پر اچانک موت آجاتی ہے۔

موت کیا ہے؟ سائنس اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ دو سو سے زیادہ مختلف نظریات لے کر آئے ہیں کہ موت کیا ہے۔ اور تمام دو سو غلط ہیں۔

قرآن نے جو کہا ہے وہ حقیقت ہے: "جب اللہ اس شخص کی روح قبض کرتا ہے، اسی وقت اس کی موت واقع ہوتی ہے۔"

علی بن ابو طالب نے کہا: موت ایسی ہے کہ تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ اگر تم اس کی مخالفت کرو گے تو تم پر غالب آجائے گا۔ اور اگر تم اس سے بھاگو گے تو وہ تمہیں ڈھونڈ لے گا۔"

قرآن کہتا ہے: "دوڑو، جہاں چاہو بھاگو، لیکن اپنے مقررہ وقت پر موت تمہیں پائے گی، چاہے تم کسی مضبوط قلعے کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"

اگر یہ دنیا کسی کو ہمیشہ کے لیے محبت کرنے دیتی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موت کے پیالے سے نہ پیتے۔

ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے!

قرآن ایک زندہ معجزہ ہے جو ہمیں اپنی زندگی کے حقیقی مقصد پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن ہمیں بعد کی زندگی میں ابدی نجات اور خوشی کا یقین دلاتا ہے، اور اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی نیکی اور خیراتی کاموں میں ثابت قدم رہیں۔ مومن مردوں اور عورتوں کے طور پر، ہمیں کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے اور نہ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا چاہیے!

آخر میں، یہ نہیں ہوگا کہ آپ دھوپ میں کیسے چلتے ہیں - لیکن آپ نے طوفان کو کیسے ہینڈل کیا - جو آپ کی وضاحت کرے گا. یہ آپ نے اپنے اندر اور باہر کے اندھیرے کو کیسے سنبھالا۔

یہ اس بارے میں نہیں ہوگا کہ آپ کیسے بھاگے؛ یہ اس کے بارے میں ہوگا کہ آپ کیسے گرے، اور پھر واپس اٹھے۔

یہ آپ کی جیت کے بارے میں نہیں ہوگا، یہ اس بارے میں ہوگا کہ آپ نے شکست کیسے لی۔

یہ اس بات کے بارے میں نہیں ہے کہ جب آپ مضبوط تھے تو آپ نے کیسے کارکردگی کا مظاہرہ کیا، لیکن آپ نے بندھے اور ٹوٹے ہوئے کیسے کیا.

یہ آپ کے چلنے کی صلاحیت کے بارے میں نہیں ہوگا، یہ رینگنے کی آپ کی رضامندی کے بارے میں ہو گا - یہاں تک کہ جب آپ ناامید ہوں اور اس کے بارے میں نہیں کہ جب آپ جیت گئے تو آپ نے کیا کیا، لیکن آپ کے کھونے کے بعد آپ کون تھے؟

کیونکہ کردار ساحل پر نہیں بنتا، یہ لہروں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی کرشنگ قسم پر۔ وہ قسم جو آپ کو ہار ماننے کو کہتی ہے۔ کیونکہ دوبارہ کوشش کرنے اور ناکام ہونے کا کیا فائدہ؟ وہ قسم جو آپ کو سمندر بناتی ہے آپ کے لیے بہت طاقتور ہے، اور آپ کو موقع نہیں ملتا۔

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہیرو ان کی ٹرافیوں سے نہیں پہچانے جاتے، وہ اپنے زخموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ تمام نشانات ظاہر نہیں ہوتے اور تمام زخم مندمل نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی آپ اس درد کو نہیں دیکھ سکتے جو کوئی اور محسوس کر رہا ہے۔ لیکن ہمیں اپنی زندگی کو اس طریقے سے گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے جس طرح قرآن نے تجویز کیا ہے اور ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

توکل کا مطلب ہے تمام معاملات میں اللہ پر توکل اور یقین کے ساتھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ تھے جن کا اللہ پر مکمل بھروسہ تھا اور جب جنگ کی نوبت آئی تو انہوں نے بڑی مشکلوں کے باوجود لڑائیاں لڑیں اور جیت گئے۔

وہ اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے لڑائیوں میں اترے کہ فتح صرف اللہ کی مدد اور رحمت سے ہی مل سکتی ہے کہ فرشتے بھی اس کی مرضی سے اترے اور ان کے شانہ بشانہ لڑے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس امید پر کبھی نہیں بیٹھے کہ اللہ کے فرشتے ان کے لیے اتریں گے اور ان کی جنگیں جیتیں گے جب کہ انہوں نے اپنی جدوجہد نہیں کی تھی۔

کیونکہ آج ہمارے پاس اکثر یہی کمی ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنے کے بعد معاملات کو انجام دینے کے لیے اپنی طرف سے بھی ہر جائز اقدام اٹھاتے ہیں۔

رات کی گہرائیوں میں دعا کرنا اور دن کے وقت اپنے معاملے میں کوئی بھی ترقی پسندی نہ کرنا ایسا نہیں ہے جس طرح ایک مومن اللہ پر بھروسہ کرتا ہے!

ایک سچا مومن رات کو اس کے لیے دعا کرتا ہے اور پھر دن میں اس کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔

ہمیں اپنی زندگی کیسے گزارنی چاہیے؟ سارا دن مسجد میں بیٹھ کر دوسروں سے شکایت کرنا کہ ہم بے شمار نمازوں کے باوجود کیسے پھنسے ہوئے ہیں، یہ توکل نہیں، درحقیقت محنت کرنے اور اس کے بعد ناکامی کا سامنا کرنے سے ڈرنا ہے۔

اگر ہم واقعی اللہ پر بھروسہ کریں جیسا کہ ہمیں کرنا چاہیے تو ہمیں کوئی چیز خوفزدہ نہیں کرے گی، یہاں تک کہ ناکامی بھی نہیں، کیونکہ جب ہم اللہ کے ہاتھ میں چیزیں سونپتے ہیں اور سب کچھ کرتے ہیں، تو ہم اپنے دونوں ہاتھوں سے کر سکتے ہیں، اللہ ہم سے وعدہ کرتا ہے: "اور جو کوئی اپنا کام کرتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرو وہ کافی ہو گا۔

جب ایلن آپ کو وہ چیز نہیں دیتا جس کے لیے آپ نے دعا کی تھی، تو اسے تحفظ اور نعمت سمجھیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے، غیب، مستقبل۔

ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھیں: "شاید آپ کو ایک چیز ناگوار ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" قرآن، 2:216

اس زندگی کی حقیقت:

زندگی کی حقیقت جاننا ہو تو قبرستانوں میں جا کر ان ویران قبروں کو دیکھو کہ وہاں کون مدفون ہے۔ وہی سیاست دان، وہی گورنر، وہی وزیر اور وہی بادشاہ یا حکمراں جو جب چلتے تو لوگ کہتے اس کے راستے سے ہٹو، کوئی بڑا آ گیا ہے، اور جب وہ چلتا تھا، تو وہ چلتا تھا۔ لیموزین کا قافلہ، لیکن آج اس کا کیا حال ہو گیا ہے؟ اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بن چکا ہے۔ اور ان کیڑوں کو دوسرے کیڑوں نے کھا لیا ہے!

اس زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ موت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

ہر روز، قبر پکارتی ہے: "میں کیڑوں کا گھر ہوں! میں تنہائی کا گھر ہوں! میں کیڑوں کا گھر ہوں! میں اندھیروں کا گھر ہوں! میرے پاس آنے سے پہلے خود کو تیار کر لو۔"

ہم میں سے ہر ایک کو اللہ کی عدالت میں حساب دینا ہو گا۔ ہم کب تک اس دنیاوی زندگی میں مزا لینے والے ہیں؟

کیا بنی نوع انسان یہ سمجھتا ہے کہ بس یہی زندگی ہے اور یہیں ختم ہو جاتی ہے؟" نہیں "!

قرآن اعلان کرتا ہے: "اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے! کیا وعدہ؟ ’’تم مٹی سے پیدا کیے گئے ہو، تم کو مٹی میں لوٹا دیا جائے گا، اور ایک بار پھر، ہم تمہیں زندہ کریں گے۔‘‘

قسم پر حلف، قرآن ہمیں یاد دلانے کے لیے لیتا ہے۔ ’’تم اٹھائے جاؤ گے اور اللہ کی عدالت میں حساب دو گے۔ تم اس زمین پر اور کتنا فساد کرو گے؟‘‘

آپ اپنے اللہ کے حکم کی مزید کتنی خلاف ورزی کرتے رہیں گے؟ اور کتنی اذانیں کانوں پر پڑنے والی ہیں؟ آپ کے پاس مزید کتنے رمضان کی ضمانت ہے کہ آپ زندہ رہیں گے؟ آپ مزید کتنی لیلۃ القدر تلاش کرنے والے ہیں، تاکہ عید کا چاند نظر آنے کے بعد آپ وہیں لوٹ جائیں جہاں آپ پہلے تھے۔ کہ جب رمضان کا وہ بابرکت مہینہ آئے گا تو آپ ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کو چھپا کر رکھ دیں گے، اور جب عید کا چاند نظر آئے گا تو ایک بار پھر اسی بے حیائی کے چکر میں واپس آ جائیں گے؟

سکون کہاں ملے گا؟ آپ کو سکون کہاں ملے گا؟ پیارے قارئین یہ انسانیت خسارے میں ہے اور لوگ سکون کی تلاش میں ہیں اور دل بے چین ہے اور وہ دل جس نے اللہ کو نہیں پہچانا اور وہ دل جو اللہ کی محبت میں سانس نہیں لے رہا اللہ کی محبت سے دھڑکتا نہیں وہ دل جو اللہ سے تعلق نہیں جانتا وہ دل بے چین ہے۔ پوری انسانیت کھو گئی ہے، وہ امن کی تلاش میں ہیں، وہ زنا میں سکون تلاش کر رہے ہیں، وہ اس دنیا کے منظروں، سونے اور موسیقی میں سکون تلاش کر رہے ہیں!

کتنے ہی نوجوان موسیقی سننے کے عادی ہیں، اسے روح کی غذا قرار دیتے ہیں، لیکن نبیﷺ نے فرمایا کہ موسیقی دل میں نفاق پیدا کرتی ہے، جس طرح پانی ایک پودا اگاتا ہے، تاکہ جب تمہاری موت کا وقت آئے تو تم ایمان کی گواہی نہیں پڑھ سکو گے اور شہادت کا اعلان نہیں کر سکو گے وہ حرام، نہ صرف آپ کر رہے ہیں، آپ دوسروں کو بھی اسے سننے کے قابل بناتے ہیں۔

اگر تم اس سے دور رہو گے تو اللہ تمہیں کیا دے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا وہ پیروکار جب موسیقی بجاتا ہے تو اپنے کانوں کو ڈھانپ لیتا ہے اور دنیا میں حرام آواز نہیں سنتا، جنت میں اللہ تعالیٰ دو گلوکاروں کو حکم دے گا کہ وہ اپنے سر اور پاؤں پر بیٹھیں اور جنت کے پتوں کو حکم دیا جائے گا: اب موسیقی بجاو! ان گلوکاروں کی آواز ایسی ہو گی کہ مردے بھی سنے گا تو زندہ

ہو جائے گے اگر کوئی زندہ آدمی ان کو سن لے تو خوشی سے اس کا جگر پھٹ جائے۔ اور اگر گلوکار سمندروں پر تھوکا تو پانی میٹھا ہو جائے گا اور یہ گلوکار گانا شروع کر دیں گے اور درخت گانا شروع کر دیں گے اور پرندے گانا شروع کر دیں گے۔ جنت میں ایسا خوبصورت اور سریلی آرکسٹرا ہو گا کہ کسی انسان یا روح نے اس کی زندگی نہیں سنی ہو گی۔

اللہ ہمیں اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔!

کب تک اللہ سے بھاگتے رہو گے؟

کب تک اپنے اللہ سے جنگ کرتے رہو گے؟

وہ قلبی سکون تلاش کرتے ہیں، موسیقی میں تلاش کرتے ہیں، حرام میں تلاش کرتے ہیں، سود میں تلاش کرتے ہیں، دنیا کے منظروں اور پرکشش مقامات میں تلاش کرتے ہیں، شراب میں تلاش کرتے ہیں، برائیوں کے اڈوں میں تلاش کرتے ہیں، جوئے میں تلاش کرتے ہیں، لیکن وہ کبھی سچ نہیں پائیں گے۔ وہاں خوشی.

ایک ایسے شخص کو لے آؤ جو گناہ میں مبتلا ہو، جو رات کے آخری پہر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو، اور معلوم کرو کہ اس کا دل سکون میں ہے یا نہیں۔ ایک ایسے شخص کو لاؤ جو حرام اور گناہ میں مشغول ہو اور یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے دل کا سکون ہے۔

خدا کی قسم آپ کو اس روئے زمین پر ایک شخص بھی نہیں ملے گا، خواہ وہ امیر ارب پتی ہوں اور دیکھیں کہ ان کے دل کو سکون ملتا ہے۔

آپ کو ایک شخص بھی نہیں ملے گا کیونکہ اگر آپ کو ایک بھی ایسا شخص ملے جو گناہ کی زندگی میں سکون قلب اور اطمینان رکھتا ہو تو میرے اللہ کی کتاب غلط ہوگی اور اللہ کی قسم میرے اللہ کی کتاب غلط نہیں ہے۔ !

" اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں تیری بخشش اور تیری پناہ چاہتا ہوں، فخر صرف ہمارے عظیم اللہ کے لیے ہے جو فخر کرنے کے بالکل لائق ہے، اے اللہ! غرور کی اس شدید اندرونی بیماری سے ہماری حفاظت فرما، اے اللہ! ہمیں عاجزی کی راہ پر چلا، اے اللہ! اپنی رضا کے لیے میری نیتوں کو خالص کر اور مجھے دکھاوے اور جھوٹا فخر نہ کرنے دے، مجھے تکبر، غرور، دکھاوے اور احسانات کی یاد دلانے سے بچا، اے اللہ! ہمیں معاف فرما، جیسا کہ ایک ایٹم وزن تکبر ہماری جنت کے حصول کے لیے نقصان دہ ہے، اے اللہ ہمیں شیطانوں کی پیروی سے محفوظ رکھ جو اس کے غرور کی وجہ سے مردود تھے، اے اللہ ہمیں اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارک پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں جہنم کی آگ سے بچا اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین۔

ایک سچا مومن کبھی بھی کسی آفت کو مصائب یا کسی دل ٹوٹنے کو انجام کے طور پر نہیں دیکھے گا بلکہ وہ اسے اللہ کی طرف سے امتحان کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کی طرف سے بھلائی ہے، وہ اسے سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔ بے شک اللہ ان کو آزماتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جان لو کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے سختی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے!

اللہ کسی جان پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور سختیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اللہ کا وقت ہر معاملے میں کامل ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے پیچھے کی حکمت کو نہیں سمجھتے۔ لیکن ہمیں اس پر بھروسہ کرنا سیکھنا چاہئے۔

زندگی بڑی آزمائشیں پیش کر سکتی ہے۔ آپ چٹان کے کنارے پر چھیڑ چھاڑ کرتے کھڑے ہیں، بس دکھ ختم ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کا دل کھوکھلا ہے اور آپ کا جسم تنہا رہتا ہے، لیکن آپ کو مہربان ہوا کا جھونکا محسوس ہوتا ہے جو آپ کو گرنے سے بچا رہی ہے۔ آپ بے اختیار رہتے ہیں، آگے بڑھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس کی رحمت آپ کو لپیٹ میں لے لیتی ہے، جب کہ آپ کی آنکھوں سے

آنسوؤں کی دھاریں ظاہر ہوتی ہیں، یہ یاد دہانی کہ آپ واقعی کبھی تنہائی میں نہیں تھے۔ بادل اندھیرے سے ڈھل جاتے ہیں، دھندلکے میں ایک روشن چراغ ظاہر کرتے ہیں، آپ کو اس پہاڑ سے نیچے لے جاتے ہیں جس پر آپ نے برسوں تک مشکلات کے ساتھ چڑھتے ہوئے گزارے۔ کیا یہی وہ مدد نہیں ہے جس کی تم تلاش کر رہے ہو؟

آپ نے کتنی بار محسوس کیا ہے کہ آپ کی زندگی کا خاتمہ قریب ہے، پھر بھی آپ نے برداشت کیا اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے۔ کتنی بار آپ کو مشکل کا سامنا کرنا پڑا صرف آسانی اور سکون کی مٹھاس سے خوش آمدید۔ آپ نے کتنی بار محسوس کیا ہے کہ آپ رک گئے ہیں اور آپ کے پیچھے تمام دروازے بند ہو گئے ہیں، آپ خود کو بے بس محسوس کرتے ہیں، آپ کو بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ لیکن آپ بھول جاتے ہیں، آپ یہ پڑھ رہے ہیں کیونکہ جب بھی آپ گرتے ہیں، بار بار اللہ آپ کو بچاتا ہے۔ اگر آپ رکیں اور غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہر چیز کو کنٹرول کرتا ہے۔ آپ کی مشکلات اللہ کی وجہ سے ہیں لیکن اس سے نکلنا بھی ہے۔ جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو اللہ آپ کو شفا دیتا ہے، کیونکہ جب آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو کوئی بھی آپ کو دور نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ سے ڈرو، حالات سے نہیں۔ اللہ آپ کو آپ کی سمجھ سے بڑھ کر کچھ اعلیٰ دینے سے محروم رکھتا ہے۔ کیا یہ وہی دوست نہیں ہے جس کی تم تلاش کرتے ہو؟

جب آپ کو اس چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی مشکل اور پیچیدگی معلوم ہوتی ہے، جب یہ ناگزیر محسوس ہوتی ہے، جب یہ غالب آجاتی ہے، تو یاد رکھیں کہ اللہ ہمیشہ قریب ہے، اور صرف اللہ ہی آپ کو راحت اور نجات دے سکتا ہے۔ محرومی کے بعد دولت کی فراوانی اس زندگی میں یا آخرت میں آتی ہے اور مصائب کے بعد دنیا یا آخرت میں اطمینان آتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی مشکل کے بعد آسانی اور اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ کیا ہم یہی نہیں چاہتے؟

اللہ ہمیں قرآن میں پکارتا ہے: سنو! اے اپنے مال پر تکبر کرنے والو! اے دنیا کی دولت کے متلاشی لوگو! اپنے بچوں کو کافروں جیسا بنا کر ان کی آخرت تباہ کرنے والو! اے جاہلوں کے فیشن پر چلنے والو! سنو! اپنے کان نکالو۔ صرف اپنے اللہ کے ذکر میں، صرف میرے اللہ کی اطاعت میں، صرف اللہ کے آگے گرنے میں، صرف اللہ کی طرف لوٹنے میں ہی دل کو سکون ملے گا۔

اللہ پکارتا ہے: اللہ کی طرف لوٹ جاؤ! اس لنک میں، آپ کو صرف وہاں سکون ملے گا۔

آپ کو یہ کہیں اور نہیں ملے گا۔

قرآن کریم اللہ کے عاشقوں کی رات کو بیان کرتا ہے: رحمن، رحمٰن کی عبادت کرنے والے کون ہیں؟ رحمن کے عاشق کون ہیں؟ قرآن کی آیت پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی وضاحت کرتا ہے جو واقعی رحمن رب کی تلاش میں ہیں۔ اگر آپ کی راتیں سکون کی نیند میں گزریں تو آپ کبھی بھی رحمان کے سچے بندے نہیں بن سکتے۔ اس زمین پر آپ کا مقصد کیا ہے اس حقیقت سے جاگیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو کہتا ہے کہ میں مجھ سے محبت کرتا ہوں، جو کہتا ہے کہ میں میرا ہوں، وہ جو کہتا ہے کہ میں مجھے تلاش کر رہا ہوں، اور جب رات ہوتی ہے تو وہ سو جاتا ہے اور مجھے بھول جاتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ وہ میرا سچا عاشق نہیں ہو سکتا۔

کیا ہر عاشق اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی میں رہنا نہیں چاہتا؟ کیا وہ اپنے محبوب سے بات کرنے کی تمنا نہیں کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب رات ڈھلتی ہے اور ستارے چھپ جاتے ہیں اور اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کے دلوں میں آنکھیں ڈال دی ہیں، جو لوگ بستر چھوڑ کر اللہ کی محبت سے کھڑے ہیں، جن کے دل دھڑک رہے ہیں۔ اللہ کی محبت سے اور جو اللہ کی تلاش میں ہیں، اللہ کہتا ہے، میں ان کی آنکھیں ان کے دلوں میں ڈالتا ہوں، پھر اللہ کہتا ہے، وہ مجھ سے ایسے بات کرتے ہیں جیسے وہ میرے سامنے ہوں۔ انہیں میری عدالت میں پہنچایا جا رہا ہے۔

ابو ریحانہ ایک بار اللہ کے راستے سے واپس آئے تو ان کی بیوی جو اس کی منتظر تھی، نے اس کا استقبال کیا۔ ابو ریحانہ نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے دو نمازیں پڑھنے دو، جب آپ نے اللہ اکبر کہا تو

اللہ کی عبادت میں اس قدر مسحور ہو گئے کہ اگلی بات جو سنی وہ صبح کی نماز کی اذان تھی۔ انہوں نے کہا کہ جب میں نے اللہ اکبر کہا تو اللہ نے میرے دل کو جنت میں لے لیا، پھر میں نے جنت کی نہریں اور جنت کی نہریں اور جنت کے پرندوں کو دیکھا اور جنت میں اپنے اللہ کی بے شمار نعمتیں اور رحمتیں دیکھی، اور اگلی بات فجر کی اذان تھی۔

یہ اللہ کے عاشق تھے اور یہ وہ راتیں ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔

اللہ فرماتا ہے کل اپنی جنت میں ان کی آنکھیں ٹھنڈی کروں گا۔ جو رات کے آخری پہر میں کھڑے ہو کر اللہ کو تلاش کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو نیکیوں کے پیمانے پر رکھنا پڑے تو میں اسے ان کے لیے بہت کم سمجھوں گا۔

اللہ ہمیں کہتا ہے: اپنے اللہ کی طرف لوٹ آؤ! اپنے اللہ کی محبت حاصل کرو! اپنے اللہ کی رحمت حاصل کرو!

یہ راتیں ہمیں اللہ کی رحمت تلاش کرنے، اللہ سے تعلق قائم کرنے، اپنے اللہ کی طرف لوٹنے کے لیے دی گئی ہیں!

کب تک، کب تک ہم اس دھرتی کو پکارتے رہیں گے؟

ہم کب تک اپنے اللہ کی زمین پر اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے؟

یہ زمین کب سے اللہ کو پکار رہی ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب سمندر اللہ سے یہ کہے کہ اے اللہ! آئیے اس انسانیت کو غرق کر دیں!

اور زمین میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں اللہ سے اجازت نہ ہو: اے اللہ! آئیے اس انسانیت کو نگل جائیں! ہمیں اس کمیونٹی کو چوسنے دو اور زلزلے آنے دو!

اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سمندر یہ کہے: اے اللہ، ہم سونامیوں میں اٹھیں، ہم زمینوں کو بہا دیں اور اس انسانیت کو مٹا دیں۔ کتنی تنہائی میں ان کے ظلم کو برداشت کرتے جا رہے ہو؟ تم کب تک اس کے حکم کی خلاف ورزی کو برداشت کرو گے؟

اللہ کے فرشتے اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: اے اللہ! ہمیں اجازت دو! آئیے ہم اس انسانیت کو تباہ کر دیں!‘‘

پھر بھی، ہمارا مہربان اللہ، ہمارا مہربان اللہ، انہیں پکارتا ہے، "اگر یہ تمہارے بندے ہیں، تو جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو۔ لیکن اگر یہ میرے غلام ہیں تو یہ میرے اور ان کے درمیان ہے، اگر وہ دن کو میرے پاس واپس آئیں گے تو میں انہیں قبول کروں گا اور اگر وہ رات کو میرے پاس واپس آئیں گے تو میں انہیں قبول کروں گا۔ مجھ سے زیادہ مہربان کون ہے، کون زیادہ مہربان، کون ہے؟"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں سکون صرف اللہ کے ذکر میں ملے گا، اللہ کی طرف لوٹنے میں ہی! اور اگر تم اس سے ٹال مٹول کرتے رہو گے تو ہم تمہاری دنیا کی زندگی کو تنگ زندگی بنا دیں گے اور تمہارا سینہ تنگ ہو جائے گا اور تم سکون کی تلاش میں رہو گے لیکن اندر سے گناہ اور معصیت کی آگ بھڑک رہی ہو گی۔ حرم کو دیکھنے کی آگ، حرم کی منصوبہ بندی، حرم سننے کی، اور آج ہم جس طرف مڑتے ہیں، حرم پر حرم نظر آتی ہے اور اللہ کے حکم پر حکم ٹوٹ رہا ہے۔

پانی کے لیے منتھنے کے بجائے اور آگ بجھانے کی کوشش کرنے کے بجائے، ہم آج بھی اپنے اللہ کی نافرمانی میں سکون اور اطمینان تلاش کر رہے ہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ہم تمہارا سینہ تنگ کر دیں گے۔‘‘ یہ اس شخص کی طرح ہے جو نقلی پھول لے اور دن بھر اس میں سانس لیتا رہے۔ لیکن کیا اسے کبھی خوشبو ملے گی؟ اسے کبھی خوشبو نہیں ملے

گی۔ امن کی تلاش کرو، کامیابی کی تلاش کرو، عزت کی تلاش کرو، اللہ کی نافرمانی میں عزت تلاش کرو، اور اللہ کی قسم تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔

‘‘اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’قیامت کے دن ہم ان کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

گنہگار کہے گا کہ اے میرے اللہ! تم نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب میں دنیا میں دیکھ سکتا تھا؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں، تیرے پاس ہمارے نبی آئے، تیرے پاس ہمارے رسول آئے، تیرے پاس رمضان آیا، تیرے پاس مقدس راتیں آئیں، موقع ملتے ہی آپ کے پاس آیا، لیکن تو نے ہمیں بھلا دیا۔ آج، ہم آپ کے بارے میں بھول گئے!"

اللہ اتنا مہربان ہے کہ اس نے موقع پر موقع دیا۔

قرآن: پانی، سائنس، ستاروں اور سمندروں کی ریاضی

بہت سے لوگوں نے قرآن میں سمندروں کے بارے میں سائنسی معجزے کے بارے میں سنا ہے، لیکن بہت کم لوگ اسی موضوع سے متعلق ریاضیاتی معجزے سے واقف ہیں۔

سب سے پہلے، سائنسی معجزے میں قرآن کے حوالے سے ایک مشاہدہ شامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سمندر آپس میں ملتے ہیں لیکن بعض مقامات پر آپس میں نہیں ملتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے: ’’اس نے دو سمندروں کو آزادانہ طور پر رواں کر دیا تاکہ وہ آپس میں مل جائیں۔ پھر بھی ان کے درمیان ایک رکاوٹ ہے وہ پار نہیں کرتے (ایک دوسرے پر تجاوز کرتے ہیں)۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟" (قرآن 55:19-21)

یہ کتاب سائنسی باتوں پر توجہ نہیں دیتی، اور اس لیے ہم اس کی تفصیلات میں نہیں جائیں گے کہ حال ہی میں یہ کیسے دریافت ہوا کہ جب مختلف سمندر آپس میں ملتے ہیں، تو ان کی مختلف ساختیں ایک رکاوٹ کی طرح کام کرتی ہیں اور پانی کے دو اجسام کو آپس میں ملنے سے روکتی ہیں۔ ہمیں یہاں جس چیز میں دلچسپی ہے وہ عددی طور پر متعلقہ مسائل ہیں۔

"سمندر" کا عربی لفظ اپنی واحد شکل میں پورے قرآن میں 33 بار آیا ہے، جب کہ لفظ "زمین" (البر) 12 بار آیا ہے۔ اس کے علاوہ، "زمین" (یابیسہ) کے لیے ایک مختلف لفظ، جس کا زیادہ لغوی معنی ہے "جو پاؤں تلے سخت ہے،" ایک بار "یابیسان" کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تکرار زمین کے ذکر کے مقابلے میں قرآن میں 71.7 فیصد کے "سمندر" فیصد کے برابر ہے۔ معجزانہ طور پر، یہ سائنسی اندازوں سے مطابقت رکھتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے سمندر زمین کی سطح کا تقریباً 71 فیصد احاطہ کرتے ہیں!

یقیناً، حقیقی زندگی اس سائنسی اندازے سے زیادہ متحرک ہے، کیونکہ ہمیں مختلف دریاؤں، چھوٹی جھیلوں، بارشوں پر مبنی موسمی تغیرات، اور جو سردیوں میں برف میں بدل جاتی ہے، کو نہیں بھولنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ دیا گیا اعداد و شمار 71% سے زیادہ فیصد پوائنٹس کے ایک جوڑے میں اتار چڑھاؤ آ سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے، ہمیں حیرت انگیز طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم لفظ "یابیسان" کو شامل نہیں کرتے ہیں، جس کا مطلب زمین بھی ہے، لیکن خاص طور پر "جو پاؤں تلے سخت ہے" سے مراد ہے، تو ہمیں 73% ملتے ہیں۔

گویا قرآن ہمیں بتا رہا ہے کہ پانی سے زمین کا تناسب اتار چڑھاؤ آتا ہے، جس میں پانی کا تناسب عام طور پر 71 سے 73 فیصد کے درمیان ہوتا ہے۔

جہاں تک عربی لفظ "پانی" (اپنی تمام شکلوں میں اسم کی طرف اشارہ کرتا ہے) کا تعلق ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں 63 بار آیا ہے، جب کہ "انسان" کا لفظ (دوبارہ اسم کی تمام شکلوں میں حوالہ دینا) ہے۔ 90 بار ذکر کیا۔ یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ 63 90 کا 70% ہے، جس کہ نتیجہ میں "پانی" کا تناسب 70% ہے۔ جیسا کہ آپ پہلے ہی جان چکے ہوں گے کہ انسانی جسم کا تقریباً 70 فیصد حصہ پانی سے بنا ہے! اس حقیقت کا حوالہ دیتے ہوئے، نیشنل ایروناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن (NASA) کی ویب سائٹ کہتی ہے، "انسانی جسم کا تقریباً 70 فیصد حصہ پانی سے بنا ہے اور اتفاق سے، زمین کا 70 فیصد سے زیادہ حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے۔"

دعا اور دعا کی اہمیت:

دعائیں واقعی ایک تحفہ ہیں اور اسے ہماری روزمرہ کی زندگی کا ایک لازم و ملزوم حصہ بننا چاہیے۔ میں اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کی فکر نہیں کرتا۔

بلکہ میں دعا (دعا) کرنے کی فکر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر مجھے اللہ کی طرف سے دعا کرنے کا الہام ہوتا ہے تو جواب آتا ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو دعا کا تحفہ دیا ہے کہ ہم جو چاہیں اس سے مانگیں۔ اگر یہ کوئی چیز ہے جس سے امن آئے گا تو اللہ اسے صحیح وقت پر کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے لیے اچھی نہیں ہے تو اللہ ہمیں بہتر عطا کرتا ہے۔ ہتھیار ڈالنے میں سکون ہے کہ اللہ آپ کو وہ دے گا جو آپ کے لیے بہتر ہے۔

اگر آپ آج مر جاتے ہیں تو آپ کو سب سے بڑا افسوس کیا ہوگا جب آپ اپنی قبر میں تنہا ہوں گے؟ کیا آپ ان چیزوں کے بارے میں فکر مند ہوں گے جن کے بارے میں آپ اس وقت پریشان ہیں؟

اسلام میں، موت کو یاد کرنا روزانہ کا عاجزانہ تجربہ اور ایک ایسا ایجنٹ ہو سکتا ہے جو زندگی میں ہر چیز کی حقیقی قدر کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہ ہمیں اس عارضی دنیا میں اپنے عارضی ٹھکانے کی یاد دلاتا ہے۔ یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ واقعی کیا اہم ہے اور ہمیں کیا چھوڑنے کی ضرورت ہے۔

اس چھوٹی سی اور معمولی دنیا کی محبت ہماری روحوں اور دلوں میں اس قدر شدت اختیار کر چکی ہے کہ موت کا ذکر ہی ہمیں جھنجھوڑ دیتا ہے۔ ہم اپنی سب سے بڑی حقیقت سے اندھا ہو جاتے ہیں، جب خُدا نے اپنی طاقت اور عظمت میں، ہمیں زندگی سے نوازا ہے، اور ہمیں کائنات کا سب سے خوبصورت صحیفہ عطا کیا ہے: قرآن۔

قرآن مجید کے ہر صفحہ میں ہزاروں معجزات ہیں اور ان کی ایک مثال ذیل میں ہے:

ستارہ سیریس

"سیریس"، رات کے آسمان کا سب سے روشن ستارہ، باب نجم کی آیت نمبر 49 میں "شیرہ" کے معنی میں "ستارہ" کے طور پر ظاہر ہوتا ہے:

کہ یہ وہی ہے جو سیریس کا رب ہے۔ (باب نجم، 49)

حقیقت یہ ہے کہ عربی میں لفظ "سیریس" یا "شعرا" صرف 49ویں آیت میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ، سیریس کے مدار میں موجود بے ضابطگیوں کی بنیاد پر، سائنسدانوں نے دریافت کیا کہ یہ دراصل ایک بائنری ستارہ ہے۔ لہذا، سیریس دراصل دو ستارے ہیں، جنہیں سیریس اے اور سیریس بی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سیریس بی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسے دوربین سے نہیں دیکھا جا سکتا۔

سیریس سسٹم میں ستارے ایک کمان کی شکل میں ایک دوسرے کی طرف ایک راستے پر چلتے ہیں، اور ہر 49.9 سال بعد ایک دوسرے کے قریب آتے ہوئے آسمان پر لٹکتے ہیں۔ ان سائنسی اعداد و شمار کی ہارورڈ، اوٹاوا اور لیسٹر کی یونیورسٹیوں کے فلکیات کے محکموں نے متفقہ طور پر تصدیق کی ہے۔ اس کے باوجود یہ سائنسی حقیقت جو صرف 20ویں صدی کے آخر میں سامنے آئی، قرآن میں 1400 سال پہلے معجزانہ طور پر اس کا حوالہ دیا گیا تھا۔ یہ معجزہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ہم سورہ النجم کی آیات 9 اور 49 کو ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔

کہ وہی سیریس کا رب ہے۔ (باب نجم، 49)

وہ دو کمان کی لمبائی دور یا اس سے بھی قریب تھا۔ (باب نجم، 9)

سورہ نجم کی آیت نمبر 9 میں لفظ "کنہ کبی کاویسینی ایو اڈنا"، جس کا ترجمہ "دو کمانوں کی لمبائی یا اس سے بھی قریب" کے طور پر کیا گیا ہے، ان دونوں ستاروں کے اپنے نصاب میں ایک دوسرے کے قریب آنے کا حوالہ ہو سکتا ہے۔ سائنسی حقیقت جو کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت معلوم نہیں ہو سکتی تھی، ایک بار پھر ثابت کرتی ہے کہ قرآن ہمارے رب کا کلام ہے۔

ستارہ سیریس باب میں ظاہر ہوتا ہے جسے نجم کہتے ہیں، جس کا مطلب ہے "ستارہ"۔ سیریس پر مشتمل ستارے ہر 49.9 سال میں ایک بار اپنے کورسز میں ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ اس فلکیاتی واقعہ کی طرف باب نجم کی آیات 49 اور 9 میں اشارہ کیا گیا ہے۔

باب اول کی بار بار دہرائی جانے والی آیات: یہ انتخاب کرنا واقعی مشکل تھا کہ اس باب کے موضوع کے لیے کن نکات پر روشنی ڈالی جائے، لیکن اس کے بعد جو کچھ ہے وہ واقعی معجزانہ ہے۔

قرآن کا پہلا باب سورہ الفاتحہ ہے جو سات آیات اور 29 الفاظ پر مشتمل ہے۔ اپروچ اے (اس باب میں استعمال شدہ نقطہ نظر) کے مطابق باب میں کل حروف کی تعداد 143 ہے، جب کہ باب میں ظاہر ہونے والے حروف کی کل تعداد 21 ہے۔ اس سے ہمارا مطلب ہے کہ 28 حروف میں سے حجائی عربی حروف تہجی میں صرف 21 استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ حروف مجموعی طور پر 143 مرتبہ ظاہر ہوتے ہیں۔

سورہ الفاتحہ کو قرآن کا سب سے بڑا باب سمجھا جاتا ہے اور یہ وہ باب ہے جسے ہر مسلمان پانچ فرض نمازوں کے دوران ہر روز کم از کم 17 مرتبہ حفظ کرتا ہے اور اس کی تلاوت کرتا ہے (صبح کی نماز کے لیے اکائیاں، ظہر اور عصر کی نماز کے لیے 4 اکائیاں، غروب آفتاب کی نماز کے لیے 3، اور شام کی نماز کے لیے 4 اکائیاں)۔ سب سے پہلے، 17 ساتواں بنیادی نمبر ہے، اس لیے مسلمان روزانہ اس باب کو جتنی بار پڑھتے ہیں (17) اس باب (7) کی آیات کی تعداد سے مطابقت رکھتا ہے۔

اس باب کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے، ’’بے شک ہم نے آپ کو سات بار دہرائی جانے والی آیات (یعنی سورہ الفاتحہ) اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔‘‘ (قرآن 15:87)

پہلی آیت ہی 19 حروف پر مشتمل ہے اور 19 قرآن کی سب سے بڑی عددی کلید ہے، لیکن یہ ایک بہت بڑا موضوع ہے جسے ہم اس کتاب کی آئندہ جلدوں یا ایڈیشنوں کے لیے محفوظ کریں گے۔ ابھی کے لیے، بحث کرنے کے لیے بہت ساری دیگر حیران کن نتائج موجود ہیں۔

سورہ فاتحہ (آیت 3) کی سب سے چھوٹی آیت میں صرف دو الفاظ ہیں۔ اس کے بعد والی آیت (آیت 4) باب کی درمیانی آیت ہے اور تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ تین آیات (آیات 1، 2، اور 3) اس "درمیانی" آیت سے پہلے ہیں، اور تین آیات اس کے بعد بھی ہیں (آیات 5، 6، اور 7)۔ یہ توازن ہمیں درمیانی آیت کے تینوں الفاظ میں سے ہر ایک کو خود پرکھنے پر مجبور کرتا ہے، ہر ایک کا تجزیہ دوسری آیات سے اس کے ہم منصبوں کے ساتھ ملا کر کرتا ہے۔ اس طرح، ہم آیات کے تین گروہوں پر ختم ہوتے ہیں۔

جب ہم باب کی سات آیات میں سے ہر ایک سے پہلا لفظ لیتے ہیں، تو ہم کل 31 حروف پر ختم ہوتے ہیں۔ اکیلے اس کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ہم باب کی ہر آیت

کے دوسرے لفظ کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، تو ہمیں دوبارہ کل 31 ملتے ہیں! چونکہ نمبر تین کو بہت واضح طور پر نمایاں کیا گیا ہے، اس لیے ہم یہ دیکھنے کے لیے جانچتے ہیں کہ آیا یہی نمونہ آیات کے تیسرے گروپ پر بھی لاگو ہوتا ہے- اور درحقیقت، جب ہم باب کی ہر آیت میں ہر تیسرے لفظ کے ساتھ تیسری بار ایسا کرتے ہیں، تو ہم دوبارہ 31 حروف کے ساتھ ختم، اگرچہ باب کی تیسری آیت میں تیسرا لفظ نہیں ہے!

اس سے پہلے، ہم نے قرآن کی انگوٹھی کی ساخت کے بارے میں بات کی تھی اور یہاں بھی، اسے ریاضیاتی طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ کی درمیانی آیت تین الفاظ پر مشتمل ہے جس میں تین آیات اس سے پہلے اور بعد والی ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کس طرح الفاظ کے مذکورہ بالا تین گروہ — ہر پہلے لفظ، ہر دوسرے لفظ، اور ہر باب کی آیات کے ہر تیسرے لفظ پر مشتمل ہیں— ہر ایک کے بالکل 31 حروف ہیں! لیکن ان کا باہمی ربط یہیں نہیں رکتا ہے

جب ہم ان تینوں گروہوں کو لے کر حروف کے نقطوں کو گنتے ہیں، تو ہمیں حیران کن طور پر بالکل 31 نقطے ملتے ہیں!

چونکہ ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ اس باب میں نمبر تین کو واضح طور پر اجاگر کیا گیا ہے، اس لیے ہم فطری طور پر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس باب میں اللہ کے تین مختلف ناموں کا ذکر ہے۔ مجموعی طور پر یہ تین نام تین مختلف آیات میں چھ بار آئے ہیں:

شکل 15: قرآن کے ایک باب میں اللہ کے نام

قریب سے دیکھا جائے تو یہ جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ اس باب میں اللہ کے ناموں میں بالکل 31 حروف موجود ہیں! یہ کامل ہم آہنگی واقعی حیرت انگیز ہے۔

یہ سب ہمیں قرآن کے آغاز کی 31ویں آیت کو دیکھنے پر مجبور کرتا ہے جو کہ آیت 2:24 ہے۔ حیرت انگیز طور پر، قرآن کے آغاز کی یہ 31ویں آیت کل 31 حروف کے نقطوں پر مشتمل ہے! اگر ہم یہاں رک جاتے ہیں، تو یہ کافی سے زیادہ ہو جائے گا، لیکن اور بھی بہت کچھ ہے۔

مزید تجزیہ کرنے پر، محققین نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس باب کی ہر ایک آیت دو حرفوں میں سے ایک حجائی M ہ حرف("عربی میں حرف "میم) M یا ("عربی میں حرف "نون) N پر ختم ہوتی ہے- یا تو ایک واں ہے۔ ان دو نمبروں کا کل مجموعہ 49 ہے، 25 N حروف تہجی کا 24 واں حرف ہے جبکہ حرف 7 X 7 جو کہ 7 کے برابر ہے۔ یاد رکھیں کہ اس باب میں آیات کی تعداد سات ہے! سات بھی قرآن کی ریاضی کی اہم کلیدوں میں سے ایک ہے۔

تھوڑا قریب سے دیکھیں تو ہمیں اس باب میں کل 14 الفاظ ملتے ہیں جن کا اختتام M یا N سے ہوتا بھی ہے۔ کیونکہ ہم دو حروف کو دیکھ رہے ہیں، جو کہ 7 + 7، یا 7 X 2 ہے۔

اس سے بھی زیادہ گہرائی میں جائیں، تاہم، ہمیں ایک اور چیز نظر آتی ہے- کہ حرف M کے ساتھ ختم ہونے والے الفاظ کی کل تعداد بالکل سات ہے! اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حرف N کے ساتھ ختم ہونے والے الفاظ کی تعداد بھی بالکل سات ہے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس باب کو اللہ نے "سات بار دہرائی جانے والی آیات" (قرآن 15:87) کے طور پر کہا ہے، ہم اس آیت کی طرف جاتے ہیں - اور حیران کن طور پر، اس میں سات الفاظ ہیں! اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت میں درمیانی لفظ (جس میں سورہ الفاتحہ کا ذکر ہے اور اسے "سات بار بار دہرائی جانے والی آیات" کہا جاتا ہے) صرف دو حروف پر مشتمل ہے، جو کہ م اور ن! لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس آیت میں حرف M تین بار آیا ہے، جب کہ باب الفاتحہ کی آیات جو حرف M پر ختم ہوتی ہیں، وہ بھی تعداد میں تین ہیں۔ یہ بات پہلے سے ہی انسانی سمجھ سے باہر ہے، لیکن ہم آگے بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں حرف ن چار بار آتا ہے، جب کہ باب الفاتحہ کی آیات جو حرف ن پر ختم ہوتی

ہیں، وہ بھی تعداد میں چار ہیں۔ یہ ذہن کو حیران کر دینے والی بات ہے، لیکن اس سب کو ختم کرنے کے لیے تکرار کی (M اور N) کے لیے، آپ واضح طور پر یہ بتا سکتے ہیں کہ اس آیت میں دونوں حروف کل تعداد دوبارہ سات حاصل کرتی ہے!

ہمیں بس پیچھے ہٹنا چاہیے، ایک سانس لینا چاہیے، اور اسے ڈوبنے دینا چاہیے۔ نبی محمد (اللہ کی رحمت، برکت اور پاکیزہ صلی اللہ علیہ وسلم) ناخواندہ تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے۔ الفاتحہ) اور مذکورہ بالا آیت جو قرآن کے باب اول کی طرف اشارہ کرتی ہے (آیت 15:87 حیران کن طور پر ہم آہنگ ہیں۔ سورہ الفاتحہ میں سات آیات ہیں اور آیت 15:87 میں سات الفاظ ہیں۔

حرف ہے، اور آیت 15:87 میں تین آیتیں ہیں۔ سورہ M سورہ الفاتحہ میں تین آیات ہیں جن کا اختتام الفاتحہ کی چار آیات ہیں جن کا اختتام حرف ن ہے، اور آیت 15:87 میں چار ن ہیں! سورہ فاتحہ کی سب سے چھوٹی آیت دو حروف لمبی ہے اور آیت 15:87 میں سب سے چھوٹا لفظ دو حروف پر مشتمل ہے۔ مزید برآں، یہ آیت اور سورہ الفاتحہ دونوں ڈرامائی اور ٹھوس انداز میں نمبر سات کے گرد گھومتی ہیں۔ لیکن اور بھی ہے۔

ہے! ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ باب 3 X آیت 15:87 میں کل 21 حروف کے نقطے ہیں، جو کہ 7 الفاتحہ میں نمبر تین اور سات کو کس طرح بار بار اجاگر کیا گیا ہے جس کا یہ آیت اشارہ کر رہی ہے! جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، 21 حروف تہجی سے حروف کی کل تعداد بھی ہے جو قرآن کا پہلا باب بناتے ہیں!

باب الفاتحہ اور آیت 15:87 کے درمیان ریاضیاتی تعلق اتنا مضبوطی سے جڑا ہوا ہے کہ الفاظ مشکل سے بیان کر سکتے ہیں کہ یہ کتنا حیرت انگیز ہے۔ لیکن ہم ابھی تک نہیں ہوئے ہیں۔

ایک اور شاندار دریافت کے لیے خود کو تیار کریں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، قرآن کی آیت 15:87 میں، اللہ قرآن کے ایک باب (باب الفاتحہ) کو "اکثر دہرائے جانے والے سات" (عربی میں: "سبیعان من المثانی") کہتا ہے۔ مندرجہ ذیل چارٹ سے پتہ چلتا ہے کہ باب الفاتحہ میں ہر حرف جو عربی میں اس فقرہ کو بناتا ہے کتنی بار آتا ہے:

شکل 16 (بائیں سے دائیں): جملے سے حروف کی تکرار

" اکثر دہرائے جانے والے سات" (قرآن 15:87) باب الفاتحہ میں پایا جاتا ہے (قرآن کا وہ باب جس سے مراد یہ جملہ ہے)

جیسا کہ چارٹ میں دکھایا گیا ہے، حروف کی تکرار جو بنتی ہے۔

عربی فقرہ "سبیعان من المثانی" باب الفاتحہ (جس باب کا حوالہ دے رہا ہے) میں کل 179 مرتبہ آیا ہے۔ تو، 179 کی اہمیت کیا ہے؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ 179 وہ صحیح نمبر ہے جو آپ کو ملتا ہے جب آپ قرآن کے پہلے باب میں آیات کی تعداد (7)، الفاظ کی تعداد (29) اور حروف کی تعداد (143) کو ملاتے ہیں! یہ واقعی اور چونکا دینے والا معجزہ ہے، لیکن یہ صرف ختم نہیں ہوتا۔

اگر ہم عربی کے ان تین الفاظ کو دیکھیں جو کہ "اکثر دہرائے جانے والے سات" (یعنی، سبعان من المثانی) کے فقرہ پر مشتمل ہیں، تو کلیدی لفظ "المثانی" (یعنی بار بار دہرایا جانے والا) ہے، اور یہ ہے۔ سات حرفی لفظ — تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اور بھی قریب سے دیکھنا چاہیے؟ ہم کرتے ہیں، اور جب ہم صرف لفظ "المثانی" کے ساتھ ایک ہی چارٹ بناتے ہیں تو ہمیں کل 114 حروف کی تکرار ملتی ہے، جو کہ قرآن میں ابواب کی تعداد ہے اور قرآن کی اہم ریاضی کی کلیدوں میں سے ایک ہے۔

تصویر 17 (بائیں سے دائیں): عربی لفظ کے لیے حروف کی تکرار

اکثر دہرایا جانے والا" (قرآن 15:87) باب الفاتحہ میں پایا جاتا ہے "

اس سے مزید واضح ہوتا ہے کہ جہاں قرآن کا پہلا باب خاص طور پر بار بار دہرایا جاتا ہے، وہیں پورا قرآن بھی بار بار دہرایا جاتا ہے۔ درحقیقت، زمین پر کوئی کتاب اس کے قریب نہیں آتی کہ قرآن پاک کو کتنی بار پڑھا جاتا ہے۔

سورہ الفاتحہ کو قرآن کی "ماں" سمجھا جاتا ہے اور وہ واحد باب ہے جس کے بغیر نماز درست نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نماز کی ہر اکائی میں پڑھی جاتی ہے۔ مزید برآں، پورا قرآن باب الفاتحہ کی سات آیات کے لسانی معانی کے گرد گھومتا ہے، لیکن اس کی بحث اس کتاب کے مقاصد سے باہر ہے۔ یہ واقعی قرآن کا سب سے بڑا باب ہے — اور اگرچہ اس باب کی تمام حیرت انگیز ریاضی کا ذکر کرنا ناممکن ہے، ہم چند مزید جھلکیاں شامل کر سکتے ہیں جو اس کے باقی قرآن کے ساتھ ریاضی کے باہمی ربط کو ظاہر کرتے ہیں۔

سے شروع B قرآن پاک کے باب اول کی پہلی آیت بھی خود قرآن کی پہلی آیت ہے اور عربی حرف سے شروع ہونے والی آیات کی کل تعداد 63 ہے جو کہ حضرت محمد B ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حرف صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر۔ لیکن آئیے اب سورہ الفاتحہ اور باقی قرآن کے درمیان کچھ دوسرے رابطوں پر ایک مختصر نظر ڈالتے ہیں۔ مندرجہ ذیل قابل ذکر ریاضیاتی دریافتوں کی چند مثالیں ہیں جو کی گئی ہیں۔

نماز کیا ہے؟

ایسی چیز جو ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ کچھ ایسی چیز جس کی طرف ہم اپنی ضرورت کے وقت میں رجوع کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اللہ کے بغیر، ہر وقت کسی کی طرف رجوع کرنے کے بغیر، ہم کہاں ہوں گے؟ ہم زمین پر بھٹکتے پھریں گے، دکھی ہوں گے، ایسی چیزوں میں خوشی تلاش کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمیں زیادہ دیر تک خوش نہیں رکھ سکیں گی۔ ہم اداس اور الجھن میں پڑ جائیں گے۔ زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ بس اپنے ہاتھ اٹھانے اور دعا کرنے کے قابل ہونا۔ اگر اللہ چاہتا تو اس تک پہنچنا اتنا مشکل بنا سکتا تھا۔ تصور کریں کہ کیا ہمیں دعا کرنے سے پہلے دنیا بھر میں کسی خاص جگہ پر جانا پڑا؟ یا شاید دعا کی قبولیت کے لیے ہمیں ایک بڑی رقم دینا پڑتی تھی۔ میری بات یہ ہے کہ اللہ بہت مہربان ہے۔ اس نے ہمارے لیے چیزیں بہت آسان کر دی ہیں۔ ہمیں بس پوچھنا ہے۔ ہمیں صرف چند منٹوں کے لیے رکنا ہے، اپنی مصروف زندگیوں کو وقفہ پر رکھیں، اللہ پر توجہ مرکوز کریں اور اپنے دل سے بات کریں۔ بس اللہ سے مدد مانگیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ اسے پکارتا ہے تو وہ فوراً اسے جواب دیتا ہے اور اگر تم اللہ کو ایک بار پکارو تو وہ ستر مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے: اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ تو اللہ کو پکارو! اللہ کو بتائیں کہ آپ کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں اتنی مشکل کیا ہے؟ بس اللہ کو کچھ وقت دیں۔ یہ اتنا ناقابل یقین حد تک آسان ہے۔ ہم اسے اپنے لیے کیوں مشکل بناتے ہیں۔ زندگی پر دعا کا اثر حیرت انگیز ہے۔ اور یہ اتنا مشکل بھی نہیں ہے! نماز کے بعد بھاگنا چھوڑ دیں اور اللہ کو وہ چند منٹ دیں۔ آپ کو فوری سکون ملے گا انشاء اللہ.. اپنی دعاؤں کو اہمیت دیں۔ دعا آپ کی زندگی کے لیے ضروری ہے، یہ عبادت (عبادت) کا نچوڑ ہے۔

یا اللہ، ہماری دعاؤں کو قبول فرما، جو آنے والا ہے اس سے بہتر بنا دے جو گزر چکا ہے۔ نیکی کے " دروازے کھول دے اور ہمیں بہتر چیزوں کا موقع عطا فرما۔" آمین یا رب العالمین

آئیے صرف اپنے اردگرد موجود تمام لوگوں میں اچھائی دیکھنے کی کوشش کریں، اور کبھی بھی وہ نہ بنیں جو دوسروں کی تذلیل کرکے خود کو بلند نہ کریں۔ ہمارے راستے میں آنے والے کسی بھی چیلنج میں فائدہ دیکھنا، اور ایسا تحفہ نہ دینا جو صرف صبر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

میرے مالک! خوف کو خاموش کرنے اور اضطراب کو ختم کرنے میں ہماری مدد کریں۔ بے حسی پر قابو پانا اور لالچ سے الگ ہونا۔ تکبر کو ختم کرنا اور نسل پرستی کو شکست دینا۔ اتنی ہمت کے ساتھ کہ تجھ سے مانگیں کہ ہمیں صرف نیکی کرنے والے بنا دے۔

رب! ہمیں وہ بنا جو حقیقی سکون اور حقیقی محبت پاتے ہیں، نہ کہ صرف اس کی علامتے جو حقیقی امن اور حقیقی محبت دیتے ہیں، نہ کہ صرف اس کا اگواڑا۔ ہماری حوصلہ افزائی کو ہمیشہ بے غرضی بنائیں نہ کہ خود غرضی، خلوص اور کبھی خودغرضی۔

جہاں تکالیف اور اذیت ہو وہاں ہمیں سکون کا ذریعہ بنا۔ جہاں نفرت اور تعصب ہمیں محبت، ہمدردی اور حکمت کا ذریعہ بناتا ہے۔ جہاں بے حسی اور عدم برداشت ہو وہاں ہمیں شعور اور فہم کا ذریعہ بنا۔ ہمیں لوگوں کی دعاؤں کا جواب دینے والا بنا اور جو صرف نیکی کرتے ہیں۔

ہمیں وہ بنا دے جو اس جمعہ المبارک کی انوکھی برکات سے مستفید ہوں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے اور اپنے لیے کچھ اچھا کرنے کے بغیر ختم نہ ہو۔

ہمیں ہمیشہ ایسے دلوں سے محفوظ رکھ جو عاجز نہیں ہیں، ایسی زبانیں جو عقل مند نہیں ہیں اور ایسے حواشیوں سے جو دوسروں کے درد کو محسوس کرنا بھول گئے ہیں! آمین

دعا کی طاقت: یہ دعائیں دل کو ٹھیک کر سکتی ہیں اور دوسروں کے لیے غور و فکر اور مہربانی کی چھوٹی علامتیں دل پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ یہ جاننا کہ ہمارے آس پاس کے لوگ ہماری پرواہ کرتے ہیں، یہ زندگی کا سفر آسان بنا دیتا ہے۔ یہ ظاہر کرتے ہوئے نہ تھکیں کہ آپ کی پرواہ ہے، آپ کسی اور کے درد کو کم کرنے کی وجہ بن سکتے ہیں، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ سورہ الفاتحہ میں نمبر سات کو غالباً نمایاں کیا گیا ہے اور اگر ہم قرآن کے ساتویں باب کے نام کو دیکھیں تو وہ باب الاعراف ہے۔ حیرت انگیز طور پر وہ حروف جو عربی لفظ "الاعراف" کو بناتے ہیں وہ باب الفاتحہ میں 114 بار آتے ہیں، جو کہ ایک بار پھر قرآن کے ابواب کی کل تعداد ہے اور قرآن کی اہم ریاضی کی کلیدوں میں سے ایک ہے۔

شکل 18 (بائیں سے دائیں): کے عنوان سے خط کی تکرار

باب سات (الاعراف) باب الفاتحہ میں ملتا ہے۔

مزید برآں، باب اول (الفاتحہ) اور باب سات (الاعراف) دونوں کے عنوان سات حرفی الفاظ ہیں (یقینا عربی میں)۔

اس کے بعد ہم باب ابراہیم اور اس کا باب الفاتحہ سے تعلق دیکھتے ہیں۔ باب کا نام "ابراہیم" ہے جو سات حروف کا لفظ بھی ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بھی اس تھریڈ کی پیروی کرنی ہے! یہ قابل X 2 چاہیے؟ ہم کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس باب کا نمبر 14 ہے جو کہ 7 + 7 یا 7

ذکر ہے، لیکن کیا تعلق اور بھی گہرا ہے؟ ہم اس باب کے نام (عربی میں "ابراہیم") سے حروف کی تکرار کی تعداد کو دیکھتے ہیں، اور وہ باب اول میں کل 98 بار آتے ہیں۔

شکل 19 (بائیں سے دائیں): کے عنوان سے خط کی تکرار

باب الفاتحہ میں باب 14 (ابراہیم) ملا

کے برابر ہے۔ دوسری چیزوں کے درمیان، 14 باب نمبر ہے، X 14 یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ 98 7 جبکہ 7 باب کے عنوان میں حروف کی تعداد ہے!

باب الاسراء ایک اور باب کا نام ہے جس میں سات حروف کا لفظ (الاسراء) ہے اور اس کے نام کے حروف باب اول میں کل 111 مرتبہ آئے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ باب الاسراء میں آیات کی صحیح تعداد 111 ہے! یہ کافی حیرت انگیز ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سورہ الاسراء قرآن کا باب 17 ہے۔ اس کتاب میں متعدد بار، ہم نے قرآنی ریاضی میں بنیادی نمبروں کے کردار کا ذکر کیا ہے- اس لیے دوسرے محققین نے جو کچھ پایا ہے اس میں اپنے مشاہدے کو شامل کرنے کے لیے، میں نوٹ کروں گا کہ 17 ساتواں بنیادی نمبر ہے! چونکا دینے والا ہم آہنگ کوڈ صرف لامتناہی ہے۔

شکل 20 (بائیں سے دائیں): کے عنوان سے حروف کی تکرار

باب 17 باب الفاتحہ میں موجود ہے۔

باب النحل (شہد کی مکھیوں کا باب) قرآن پاک کا 16واں باب ہے۔ عربی میں اس کا عنوان (النحل) ایک پانچ حرفی لفظ ہے جو چار مختلف حروف پر مشتمل ہے (اسی طرح انگریزی لفظ "کال" چار حرفی لفظ ہے جو تین حروف پر مشتمل ہے)۔ یہ چار حروف قرآن کے پہلے باب میں کل 64 مرتبہ آئے ہیں۔

شکل 21: کے عنوان سے خط کی تکرار

باب 16 باب الفاتحہ میں پایا

ایک بار پھر، ہم پوچھتے ہیں کہ نمبر 64 کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔ حیران کن طور پر، 64 16 X 4 ہے، اور جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا ہے، 16 باب نمبر ہے، جبکہ 4 اس کے نام کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے حروف کی تعداد ہے! اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ 7 چوتھا بنیادی نمبر ہے، نمبر 4 بھی ایک اور کردار ادا کر سکتا ہے — لیکن ہم اس کتاب میں بعد میں شہد کی مکھیوں کے باب کے بارے میں مزید بات کریں گے۔

آگے چل کر، ہم سورہ الفاتحہ کے ساتھ قرآن کا باہمی ربط دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ لفظ "قرآن" پر بھی لاگو ہوتا ہے، جو قرآن میں "قرآن" یا "القرآن" کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ لفظ (قرآن) کے پہلے ہجے والے حروف باب اول میں کل 46 مرتبہ آئے ہیں۔

شکل 22 (بائیں سے دائیں): باب الفاتحہ میں پائے جانے والے لفظ "قرآن" سے حروف کی تکرار

لفظ "قرآن" کو لکھنے کا دوسرا طریقہ "القرآن" (یعنی "قرآن") ہے اور اس لفظ کے ہجے بنانے والے حروف باب اول میں کل 68 بار آتے ہیں

شکل 23: لفظ سے حروف کی تکرار

"القرآن" باب الفاتحہ میں موجود ہے۔ "

یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ 46 + 68 = 114، جو کہ دوبارہ قرآن میں ابواب کی کل تعداد ہے!

اس سے آگے قرآن ایک وحی ہے۔ عربی میں اس وحی کو "وحی" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے "وحی الٰہی"۔ قرآن کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے 23 سال تک جاری رہا، اور وہ حروف جو عربی لفظ "الٰہی وحی" (وحی) پر مشتملٰ ہیں، باب اول میں کل 23 ظاہر ہوتے ہیں۔ اوقات اتنے ہی سالوں کی تعداد جس میں قرآن نازل ہوا —!

شکل 24 (بائیں سے دائیں): لفظ سے حروف کی تکرار

"وحی" (الٰہی وحی) باب الفاتحہ میں پائی جاتیٰ "

یہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی سے کم نہیں ہے۔ درحقیقت وہ حروف جو "نبی" (نبی) کے لیے عربی لفظ بنتے ہیں وہ باب اول میں کل 29 بار آتے ہیں، جو کہ باب اول میں پائے جانے والے الفاظ کی کل تعداد بھی ہے۔

شکل 25 (بائیں سے دائیں): لفظ سے حروف کی تکرار

"نبی" (نبی) باب الفاتحہ میں پایا جاتا ہے۔ "

چونکہ اب ہم قرآن کی ریاضی سے متعلقہ کلیدی الفاظ کو دیکھ رہے ہیں، اس لیے آئیے خدا کے نام اللہ کو دیکھیں۔ "اللہ" عربی زبان میں چار حروف کا لفظ ہے، اور اس کے حجائی "ترتیب" حروف کا مجموعہ جیسا کہ اس چارٹ میں دکھایا گیا ہے، کل 73 ہیں:

شکل 26 (بائیں سے دائیں): حروف کے حجائی "ترتیب" کے اعداد جو لفظ "اللہ" بناتے ہیں۔ قرآن مجید کے پہلے باب میں اللہ کے تین نام ہیں۔

نمبر 73 ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں کے درمیان ترتیب 21 ہے، جو کہ قرآن کے باب اول کے برابر X 3 کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے حروف کی کل تعداد ہے! اس کے علاوہ، 21 بھی 7 ہے، دو نمبر جو ہم نے کئی بار ایڈریس کیے اور دیکھے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ کے تین نام ان سات "اکثر دہرائی جانے والی" آیات میں بھی آتے ہیں۔ قرآن واقعی ایک نہ ختم ہونے والا اور لازوال معجزہ ہے۔

ص) کا شاندار ضابطہ

عربی حرف Ṣ (ص) - حرف S (س) کے ساتھ الجھن میں نہ پڑیں - حال ہی میں ایک حیرت انگیز کوڈ حرف Ṣ دریافت ہوا ہے۔ ہم قرآن کے آغاز پر جاتے ہیں، کے ریاضیاتی کوڈ کو کھولنا شروع کرنے کے لیے، خاص طور پر باب اول (باب الفاتحہ) کی طرف، جن میں سے کچھ حیرت انگیز ریاضی کا ہم نے پچھلے باب میں مشاہدہ کیا تھا۔

قرآن پاک میں حرف Ṣ (عربی میں "صد" کا تلفظ) کا پہلا ظہور باب اول میں ہے، اور قرآن کے آغاز سے شمار کیا جائے تو یہ 88 واں حرف ہے۔

تصویر 27: حرف Ṣ (ص) کی پہلی ظاہری شکل قرآن کے 88ویں حرف کے طور پر ہے۔

حرف Ṣ کی پہلی ظاہری شکل سے ہی، نمبر 88 سے ایک مضبوط تعلق قائم ہو گیا ہے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ قرآن پاک میں ایک پورا باب ہے جسے لفظی طور پر حرف Ṣ (صد) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یہ دیکھنا حیرت انگیز ہے کہ اس باب میں کل 88 آیات ہیں! اس (کا باب کا تصور کریں) باب صاد میں 88 آیات ہیں، اور قرآن میں حرف ص (ص) کا پہلا ظہور 88 ویں حرف کی طرح ہے۔

چونکہ ہم باب کے عنوانات کو دیکھ رہے ہیں، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے کسی بھی باب کے عنوان میں اس حرف کو سب سے زیادہ بار القصص کے باب میں دہرایا گیا ہے، جہاں یہ دو بار ظاہر ہوتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر القصص کے باب میں بھی 88 آیات ہیں!

تصویر 28: باب القصص قرآن پاک کا واحد باب ہے جس کے عنوان میں حرف Ṣ (ص) کی دو مثالیں ہیں، جو کہ قرآن کے کسی بھی باب کے عنوان میں یہ خط ظاہر ہونے کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

یہ ناقابل تردید کوڈ کافی چونکا دینے والا ہے، لیکن ہم ابھی شروعات کر رہے ہیں۔ اور بھی گہرائی میں کھودتے ہوئے، ہم قرآن کی پہلی آٹھ آیات کو دیکھتے ہیں جن کا نمبر 88 ہے (آیات 2:88، 3:88، 4:88، 5:88، 6:88، 7:88، 9:88، اور 10: 88)، اور معلوم کریں کہ ان میں سے کسی میں بھی حرف Ṣ شامل نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ قرآن کی پہلی آٹھ آیات جن میں حرف Ṣ (آیات 1:6، 1:7، 2:3، 2:7، 2:11، 2:17، 2:18، اور 2:19) ایک آیت نمبر کا مجموعہ 88 ہے! مزید برآں، قرآن پاک کی پہلی آیت جس میں حرف Ṣ آٹھ بار ہے پورے قرآن کی واحد آیت ہے جس میں 88 الفاظ ہیں! یہ دم توڑنے والا ہے، لیکن صرف آئس برگ کا سرا ہے۔

88 الفاظ پر مشتمل قرآن کی واحد آیت النساء کے باب میں ظاہر ہوتی ہے (قرآن 4:12)۔ یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ سورہ النساء میں آیات کی تعداد 176 ہے جو کہ 88+88 کے برابر ہے۔ یہ اور بھی حیران کن ہو جاتا ہے جب ہم اس باب کی 88ویں آیت کو چیک کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس میں کل 88 حروف ہیں! یہ یقیناً حیرت انگیز ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ 88 = 4 X 22، جب کہ النساء کا باب قرآن کا چوتھا باب ہے! لیکن 22 کا کیا ہوگا؟ اس آیت میں کل الفاظ کی تعداد بائیس ہے!

یہ ہے قرآن کا معجزہ!

ہم اپنے آپ کو شکر گزاری کیسے سکھا سکتے ہیں؟

اپنے آپ کو بتائیں کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے جو اس نے آپ کو اپنے لامحدود فضل سے عطا کی ہے۔

آپ کی مشکل نوکری ہر بے روزگار شخص کا خواب ہے۔

آپ کا پریشان کن بچہ ہر بانجھ جوڑے کا خواب ہوتا ہے۔

آپ کا چھوٹا گھر ہر بے گھر شخص کا خواب ہے۔

آپ کی تھوڑی سی رقم ہر مقروض کا خواب ہے۔

آپ کی صحت ہر بیمار آدمی کا خواب ہے۔

آپ کی مسکراہٹ ہر افسردہ مریض کا خواب ہے۔

اللہ آپ کے گناہوں کو چھپانا ہر بے نقاب شخص کا خواب ہے۔

لہذا، شکرگزاری اور قناعت کو اپنی زندگی کا رویہ بننے دیں!

نعمت کو برقرار رکھنے کا راز شکر کو قائم رکھنا ہے۔ ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔

شکر گزار ہونا صرف الحمدللہ کہنے سے کہیں زیادہ ہے۔

آپ کو اپنے دل میں شکرگزاری کو محسوس کرنا ہوگا، اپنی نعمتوں کو مسلسل یاد رکھنا ہوگا، اور اپنے عمل، امید اور رویے سے اپنی شکرگزاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں آپ کو عطا کی ہیں ان پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

یا اللہ! براہِ کرم ہماری ہر چھوٹی اور بڑی نعمت کا شکر قبول فرما جو تو نے ہمیں عطا کی ہے اور ہمیں معاف کر دے ان تمام اوقات کے لیے جو ہم ناشکری کرتے رہے ہیں۔ یارب! تو ہر ذی روح کو رزق دینے والا ہے اور تو نے ہمیں نوازا ہے۔ الحمدللہ ہر چیز اور ہر حال کے لیے۔ اے رب! آپ دلوں کے سننے والے ہیں - ہماری جدوجہد میں ہماری مدد کریں۔

صبر و شکر:

آپ کی زندگی کی ہر جدوجہد نے آپ کو اس شخص میں ڈھالا ہے جس میں آپ آج ہیں۔ مشکل وقت کے لیے شکر گزار بنیں، وہ صرف آپ کو مضبوط بنا سکتے ہیں۔

جدوجہد وہ ہوتی ہے جب کوئی لفظ بیان نہ کر سکے۔

جدوجہد اس وقت ہوتی ہے جب اس کے بارے میں صرف اللہ ہی جانتا ہو۔

ایک جدوجہد اس وقت ہوتی ہے جب آپ اسے دوسروں سے بھی نہیں کہہ سکتے۔

جدوجہد اس وقت ہوتی ہے جب صرف اللہ ہی آپ کو طاقت فراہم کر سکتا ہے۔

جدوجہد اس وقت ہوتی ہے جب نماز کے دوران آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں۔

جدوجہد وہ ہوتی ہے جب آپ اپنے نفس اور خواہش کے ساتھ سخت جدوجہد کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "...تاکہ جو کچھ تم سے بچ گیا اس پر نہ تو غمگین ہو اور نہ اس پر فخر کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے..." [57:23]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے گھیرے ہوئے علم سے آگاہ کیا ہے، ہر چیز کو ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی ریکارڈ کر لیا ہے اور ہر چیز کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے، تاکہ ہم جان لیں کہ جو ہم سے ملا ہے وہ ہم سے کبھی نہیں چھوٹتا اور جو ہم سے چھوٹ گیا ہے۔ ہم سے کبھی نہیں ملے گا. اس لیے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے چھوٹ جانے والی اچھی چیزوں پر زیادہ غم نہ کریں اور نہ ہی اس زندگی میں جو آسائشیں اور مال و دولت ہم نے حاصل کی ہے اس پر زیادہ مغرور نہ ہوں اور اس کے نتیجے میں اللہ اور آخرت سے غافل رہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ انسان کا یہ فطری مزاج ہے کہ بعض چیزیں اسے خوش کرتی ہیں اور دوسری چیزیں اس کو غمگین کرتی ہیں، جبکہ اصل مقام یہ ہونا چاہیے تھا کہ جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اسے صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے اور ثواب حاصل کرنا چاہیے۔ آخرت، اور جب خوشی محسوس کرے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آخرت میں ثواب کمانا چاہیے۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

"...اور اللہ کسی خود پرست، حد سے زیادہ متکبر کو پسند نہیں کرتا..." [57:23]

لفظ "محبت نہیں کرتا" درحقیقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ ان لوگوں سے 'نفرت کرتا ہے' جو اس دنیا میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن 'نفرت' کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے 'محبت نہیں کرتا' کا لفظ شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ذہین انسان کو اپنے تمام اعمال کے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ مطلوبہ عمل اللہ کو محبوب ہے یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آیت میں 'محبت نہیں کرتا' کا جملہ استعمال کیا گیا ہے۔ [تفسیر معارف القرآن - سورہ 57 - الحدید - آیت 23]

رات کی نماز:

"اگر آپ زندگی میں کچھ چاہتے ہیں اور آپ اس کے لیے تہجد کی نماز نہیں پڑھ رہے ہیں تو آپ واقعی یہ نہیں چاہتے۔"

تہجد میں کی جانے والی دعا ایک تیر کی طرح ہے جو اپنے نشانے سے نہیں چھوٹتا۔" - امام شافعی

ہمیں اندھیرے میں نماز کے لیے اٹھنا چاہیے جب سب سو رہے ہوں اور دیکھیں کہ آپ کا راستہ کیسے روشن ہوتا ہے اور آپ کی زندگی چمکنے لگتی ہے۔

اللہ سے تعلق ایسے وقت میں استوار کریں جہاں صرف آپ اور وہ ہوں۔ یہ تہجد کی خوبصورتی ہے، اللہ سب سے نیچے آسمان پر آتا ہے اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے جو صرف نماز کے لیے اٹھتے ہیں اور اس سے مانگتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں.. سبحان اللہ، ہم تہجد کی طاقت کو کم سمجھتے ہیں۔ فجر، اللہ ہمیں ہمیشہ جاگنے اور اس کی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تہجد اور فجر کے لیے الارم لگا دیں۔

نعمتوں کی شکرگزاری ان کے بڑھنے کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے (ایمان لا کر اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) تو میں تمہیں (اپنی نعمتوں میں سے) زیادہ دوں گا۔ لیکن اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے" (قرآن 14:7)

انسان اپنے رب کی عظیم نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے؟ اس کی شکر گزاری کو تمام ضروری شرائط کو پورا کرنا چاہیے، جو کہ دل کا شکر، زبان کا شکر اور جسمانی صلاحیتوں کا شکر ہے۔ ہم قرآن کے معجزات اور خفیہ ضابطوں کا مطالعہ کر کے اپنے رب کے فضل کی تعریف کر سکتے ہیں۔

باب چار چھوڑنے سے پہلے، ہم کچھ اور محسوس کرتے ہیں۔ پورے باب میں صرف دو آیات ہیں جن میں سے ہر ایک میں 44 حروف ہیں۔ وہ آیات 45 اور 169 ہیں۔ جب ہم ان کے حروف کو ملاتے ہیں تو کل 88 بنتے ہیں، لیکن ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ یہ آیات صحیح معنوں میں نمبر 88 اور حرف سے جڑی ہوئی ہیں؟ اس کی تصدیق اس وقت ہوتی ہے جب ہم ان کے آیت نمبر (45+169) کو Ș

ملاتے ہیں اور پتا ہے کہ ان دو نمبروں کا مجموعہ 214 ہے جو کہ 88+88+38 ہے۔ اس سے معلوم
ہوا کہ صد کا باب قرآن مجید کا باب 38 ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس باب کا نام حرف Ṣ کے
نام پر رکھا گیا ہے اور اس میں کل 88 آیات ہیں۔

جیسا کہ اوپر بھی لکھا گیا ہے، قرآن 4:12 میں کل 88 الفاظ ہیں، تو آئیے دیکھتے ہیں کہ آیا نمبر 12
اس کوڈ میں کہیں اور ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سورہ المائدہ کی آیت 88 (قرآن
5:88) اور سورہ طہ (قرآن 20:88) کی آیت 88 دونوں میں 12 الفاظ ہیں۔ یہ تعلق ہمیں ان کو
قریب سے دیکھنے پر مجبور کرتا ہے- اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دو آیات میں حروف کی کل تعداد 100
ہے، جو کہ 88+12 ہے! یہ واقعی حیران کن ہے، لیکن ہم ابھی بھی گرم ہو رہے ہیں۔

ہم نے اب تک جو کچھ بھی دیکھا ہے وہ نمبر 88 کے گرد گھومتا ہے، اس لیے یقیناً ہمیں قرآن کے باب
قرآن کے باب 88 (Ṣ حرف) 88 (الغاشیہ کا باب) کو بھی دیکھنا چاہیے۔ پہلی بار قرآن کا 88 واں حرف
میں آیا ہے وہ باب کی تیسری آیت میں ہے۔

تصویر 29: باب 88 میں خط Ṣ کی پہلی ظاہری شکلیں

ہے (یعنی یہ خط نمبر 88 کے گرد گھومتا ہے، اور یہ باب 88 میں اس کا پہلا Ṣ کیونکہ یہ ایک منفرد
ہے۔ حیرت انگیز Ṣ ظہور ہے)، ہم بہت گہرائی سے دیکھتے ہیں۔ یہ قرآن کے آغاز سے 2,024 واں
جیسا کہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں! 2,024 = 23 X طور پر، نمبر 2,024 88 کا ضرب ہے، جیسا کہ 88،
قرآن کے شروع سے 88 واں حرف ہے، اور 88 اس باب کا نمبر بھی ہے جس کا ہم فی الحال جائزہ Ṣ
عموماً نمبر 88 کے گرد گھومتا ہے، لیکن اس 23 کا کیا ہوگا؟ Ṣ لے رہے ہیں۔ اس سے آگے، حرف

اس کتاب میں یہاں تک پہنچنے کے بعد، آپ کا کہنا درست ہوگا کہ 23 سالوں کی تعداد ہے جن میں
قرآن مجید نازل ہوا اور ساتھ ہی قرآنی ریاضی کی ایک اہم کلید ہے — لیکن کیا یہاں اس سے زیادہ
کا بھی نمبر 23 سے گہرا تعلق ہے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ کیسے؟ Ṣ کچھ ہے؟ دراصل، ہاں، جیسا کہ خط
ہے، اور حیرت انگیز Ṣ-AD) ہجے) "کا نام لفظ "صد Ṣ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، عربی میں حرف
طور پر ان حروف کے ساتھ منسلک حجائی ترتیب نمبروں کی کل تعداد 23 ہے! یہ سب حیرت انگیز ہے،
لیکن یہ صرف ختم نہیں ہوتا.

(کا عربی نام Ṣ حروف) "شکل 30 (دائیں سے بائیں): حِجّی "ترتیب" کے حروف کے اعداد جو لفظ "صد
کو ظاہر کرتے ہیں۔

خط سب سے پہلے Ṣ باب 88 کی پہلی تین آیات کو مزید قریب سے دیکھتے ہوئے، ہم دیکھتے ہیں کہ
باب 88 میں 38ویں خط کے فوراً بعد ظاہر ہوتا ہے۔ جی ہاں، آپ نے اسے صحیح پڑھا ہے۔ اگر آپ کو
یاد ہو تو صاد کا باب قرآن مجید کا 38واں باب ہے اور اس میں کل 88 آیات ہیں! شاندار ریاضیاتی کوڈ
واقعی حیرت انگیز ہے۔

سے شروع ہوتا ہے۔ H باب 88 کو مجموعی طور پر مزید قریب سے دیکھیں تو نوٹ کریں کہ یہ حرف
حجائی حروف تہجی کا 26 واں حرف ہے، اور یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ باب 88 میں کل H حرف
26 آیات ہیں! میرے پاس قرآن کی شاندار ریاضی کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ختم ہو چکے ہیں اور
صرف اتنا کہہ سکتا ہوں، "سبحان اللہ!"

لہٰذا، قرآن مجید کے باب 88 میں 26 آیات ہیں، اور دونوں نمبر (88 اور 26) پر واضح طور پر روشنی
ڈالی گئی ہے۔ حیرت انگیز طور پر، 88 + 26 = 114، جو کہ قرآن میں ابواب کی کل تعداد ہے!

یہ بہت زیادہ دیر تک سوچنے اور صرف یہ کہنے کے لیے کافی ہے کہ "الحمد للہ (سبحان اللہ)ہ" حمد
ہے اس کی جس نے قرآن مجید کو کبھی نہ ختم ہونے والے معجزات کے ساتھ فراہم کیا ہے جس کا
ریاضی کا کوڈ اب کمپیوٹر اور پروگرامنگ کے دور میں رہنے والے لوگوں کو چیلنج کر رہا ہے۔ اس کے
باوجود ہم ابھی تک نہیں ہوئے ہیں۔

کی صرف پانچ مثالیں ہیں، جو پانچ مختلف آیات میں سے ہر ایک میں صرف Ṣ تمام باب 88 میں، حرف
ایک بار ظاہر ہوتی ہیں (آیات 3، 4، 15، 19 اور 22)۔

ہے، جو ہر ایک آیت میں (ص) Ṣ شکل 31: قرآن کے باب 88 میں صرف پانچ آیات ہیں جن میں حرف
ایک بار ظاہر ہوتا ہے۔

پر مشتمل ہے۔ لیکن کیا نمبر 14 Ṣ باب 88 کی پانچوں آیات میں کل الفاظ کی تعداد 14 ہے جو حرف
حجائی حروف تہجی Ṣ کی کوئی اہمیت ہے؟ جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے (شکل 30 دیکھیں)، حرف
اس حقیقت) کے درمیان تعلق کی مزید تصدیق کرنے کے لیے Ṣ کا 14 واں حرف ہے! پانچ آیات اور حرف
شامل ہے، نیز یہ حقیقت کہ ان آیات کے کل Ṣ کے علاوہ کہ وہ باب کی واحد آیات ہیں جن میں حرف
ہم دیکھتے ہیں۔ ان حروف پر جو حرف ث (ص) کے نام کو ایک بار ،(الفاظ کی تعداد 14 کے برابر ہے
پھر لکھتے ہیں اور دیکھیں کہ یہ حروف (ص) ان پانچوں آیات میں مجموعی طور پر 14 بار ظاہر ہوتے
ہیں! یہ واقعی حیرت انگیز ہے۔

شکل 32 (دائیں سے بائیں): وہ حروف جو نام کے ہجے کرتے ہیں۔

خط Ṣ (Ṣ-AD) باب 88 کی پانچ آیات میں بالکل 14 بار ظاہر ہوا ہے جس میں حرف Ṣ ہے۔

حجازی حروف تہجی کا 14 واں حرف ہے، اس دوسری حیرت Ṣ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ
انگیز دریافت کے بارے میں سوچیں۔ قرآن پاک کی پہلی 14 آیات میں کل 88 حروف ہیں! یہ واقعی
ایک معجزہ ہے، لیکن اگر یہ سب کچھ کافی دل آویز نہیں ہے، تو درج ذیل کے بارے میں بھی سوچیں:

ہے۔ باب صاد میں 88 آیات Ṣ جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتایا گیا ہے، قرآن کے شروع سے 88 واں حرف
ہیں، اسی طرح باب القصص بھی ہے۔ باب القصص بھی ایک باب کا عنوان ہے جس کے نام میں حرف
Ṣ کی سب سے زیادہ مثالیں ہیں، کل دو بار ظاہر ہوتی ہیں۔ اب، جب ہم باب القصص کے تمام الفاظ
کو شمار کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد بالکل 1,438 ہے۔

کیا آپ کنکشن دیکھتے ہیں؟

جی ہاں، نمبر کا پہلا نصف 14 ہے، جبکہ دوسرا نصف 38 ہے! جیسا کہ ہم پہلے ہی جان چکے ہیں،
باب صاد قرآن کا 38 باب ہے، جب کہ اس کا عنوان صرف حرف ص (ص) ہے، جو حجائی حروف تہجی
کا 14 واں حرف ہے۔

اگر آپ سوچ رہے ہیں کہ یہ کوڈ مزید چونکانے والا نہیں ہو سکتا، تو یہ پتہ چلتا ہے کہ علماء نے اس
سے بھی زیادہ دریافت کیا ہے۔ پورے قرآن میں، صرف 25 آیات ہیں جن کی تعداد 88 ہے، اور باب 88
(قرآن 88:25) کی 25 آیت باب کے 88ویں لفظ پر ختم ہوتی ہے! آگے بڑھیں اور اس آخری لائن کو
کے لیے قرآن کا Ṣ دوبارہ پڑھیں۔ الفاظ صرف یہ بیان نہیں کر سکتے کہ یہ کتنا حیرت انگیز ہے۔ حرف
کوڈ واقعی ایک دم توڑ دینے والا ریاضیاتی سمفنی ہے۔

اجاگر کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ کیونکہ ہمیں آخر کار آگے بڑھنا ہے، تاہم، میں صرف چند
مزید مشاہدات شامل کروں گا۔

پورے قرآن میں جن ابواب میں حرف Ṣ کی صرف چار مثالیں ہیں ان کی تعداد آٹھ ہے جو کہ 4+4 ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان آٹھ ابواب میں سے پہلا باب 44 ہے جبکہ ان آٹھوں ابواب کے باب نمبر ہیں۔ 44، 71، 75، 76، 86، 87، 88، اور 98۔ ان کی کل رقم 625 ہے، جو کہ 25 X 25 کے برابر ہے۔ یہ غیر معمولی ہے، کیونکہ 25 قرآن پاک کے ابواب کی تعداد ہے جس میں 88ویں آیت ہے۔ اس کے علاوہ، اگر ہم ان آٹھوں ابواب میں آیات کی کل تعداد کا حساب لگائیں، تو کل 228 ہے، جو کہ 114+114 بنتا ہے! (یاد رہے کہ قرآن پاک کل 114 ابواب پر مشتمل ہے۔)

یہ دماغ کو حیران کرنے والا اوور ڈوز رہا ہے، لہذا اسے اندر ڈوبنے دیں، اسے ایک بار پھر پڑھیں، اور پھر جاری رکھیں۔

اب آئیے ڈبل Ṣ پر ایک نظر ڈالیں۔

ڈبل Ṣ سے مراد خط Ṣ (عربی میں لکھا گیا صص) کا لگاتار دو نمودار ہونا ہے۔ ڈبل Ṣ قرآن کے باب 28 (القصص کا باب) میں نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے، جو قرآن کا واحد باب ہے جس کے عنوان میں شامل ہے۔ اگر ہم قرآن کے آغاز سے شروع کرتے ہیں اور باب القصص تک اپنے راستے پر کام کرتے ہیں تو ہمیں صرف سات ابواب ملتے ہیں جن میں الفاظ ہوتے ہیں جن میں دوہرا Ṣ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ابواب 3، 4، 7، 12، 16، 18، اور 28 ہیں—اور حیرت انگیز طور پر، ان کا مجموعہ 88 ہے!

باب 28 میں، آیت 25 میں ایک دوہرا Ṣ بھی ظاہر ہوتا ہے — اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، قرآن میں صرف 25 آیات میں 88ویں آیت ہے! باب 28 میں اس ڈبل Ṣ پر مشتمل لفظ (جو دوبارہ، قرآن کا واحد باب ہے جس کے عنوان میں ڈبل Ṣ شامل ہے) باب کا 390 واں لفظ ہے، اور 390 = 88 + 88 + 88 + 88 + 38 ! مطلب چار 88، علاوہ 38 نمبر تنہائی میں، جو صرف باب نمبر کے طور پر باب صاد سے منسلک ہوتا ہے!

سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 88 کے ساتھ ختم کرنے سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہوسکتی ہے: "کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز تیار کریں تو وہ (اس قابل) نہیں ہوں گے۔ اس کی طرح کچھ بھی، چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔" (قرآن 17:88)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے اور اسے دوبارہ نکال لے، پھر اپنی انگلی پر جو پانی رہ جائے اسے سمندر میں موجود پانی سے تشبیہ دے“۔ " [صحیح مسلم (2858)]۔

ہمارا نبی کون ہے؟

قرآن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم جانیں کہ محمد کون ہیں۔

محمد، عبداللہ کا بیٹا، ایک یتیم تھا جو عرب میں پیدا ہوا، اس وقت جب لوگوں کی اکثریت بت پرستی میں مصروف تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بنی نوع انسان کے لیے نبی اور رہنما کے لیے منتخب کیا اور اسی لیے انہیں تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ یہاں تک کہ ڈیجیٹل دنیا میں، ہم ہمیشہ اپنی پیدائش کا صحیح دن یا گھنٹہ نہیں جانتے ہیں، لیکن ایک یتیم کے معاملے میں، جو صحرا میں پیدا ہوا، 14 صدیاں پہلے، اس وقت کی انتہائی پسماندہ قوم میں، اس کے ہر پہلو وجود اللہ کی طرف سے درج کیا گیا تھا. ربیع الاول کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کب نبی بنایا، لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کی عمر چالیس سال، چھ ماہ اور دس دن ہوگی، لیکن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ 21ویں شب میں تھی۔ رمضان المبارک جب وہ غار حرا میں تھا اور جبرائیل فرشتہ پہلی پانچ آیات لے کر اس کے پاس آیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کب سے نبی تھے؟ محمد اس وقت نبی تھے جب آدم کا سانچہ ابھی نہیں بن پایا تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہر پہلو درج کیا گیا تھا اور عیسائی کیلنڈر کے مطابق 22 اپریل 571ء کو تھا اور اسلامی کیلنڈر کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا، لیکن عربوں کے نزدیک اسے ہاتھی کا سال کہا جاتا تھا، وہ سال جب ابرہہ مکہ پر حملہ کیا اور اس کے چھ ماہ بعد ہی سوموار کا دن تھا اور پیدائش کا وقت صبح 4:21 تھا اور اس دنیا میں جتنے دن آپ زندہ رہے ان کی تعداد 22330 دن تھی اور دنوں کی تعداد ایک نبی کی عمر 8,156 دن تھی، اور اس کا انتقال بھی پیر، 7 جون، 633، عیسائی کیلنڈر کے مطابق، 12 ربیع الاول، پیر، ہجری کے گیارہویں سال، اسلامی کیلنڈر کے مطابق دوپہر کے وقت ہوا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا، اور آپ کی ولادت میں مدد کرنے والے شیفہ بن عمرو تھے، جو عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ تھیں، اور وہ بعد میں مسلمان ہوئیں۔

ان کی رضاعی والدہ کا نام حلیمہ سعدیہ تھا اور علماء کہتے ہیں کہ یہ نام اتفاقی نہیں ہیں۔

ان کے والد کا نام عبداللہ تھا کیونکہ ان کی ابتداء عبدیت میں ہوئی۔

ان کی والدہ کا نام امینہ تھا کیونکہ ان کی پرورش سلامتی اور امن کے پیٹ میں ہوئی تھی۔

دائی کو شفا اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ انسانیت کی بیماریوں کا علاج کرنے آئی تھی۔

رضاعی والدہ کا نام حلیمہ اس لیے تھا کہ اس نے استقامت اور کردار کی چھاتی سے دودھ پیا۔

وہ صحرا میں پیدا ہوا تھا کیونکہ صحرا پودوں کی کمی اور پانی کی کمی کا مترادف ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ نباتات تھا، اور وہ پانی تھا۔

ربیع الاول میں پیدا ہوا، اور روایتی مقدس مہینوں میں سے کسی میں نہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اسے کسی مقدس مہینے کی ضرورت نہیں تھی، اس کے وجود نے اس مہینے کو تقدس بخشا۔

صبح کے وقت پیدا ہوا۔ دن کے وقفے کا کیا مطلب ہے؟ رات کی طویل تاریکی کے بعد چھ صدیوں کی کفر و تاریکی کے بعد ہدایت محمدی کی روشنی آئی۔

صبح کے وقت پیدا ہوا، کیونکہ سورج اس وقت طلوع ہوتا ہے۔ عرب کہتے تھے کہ ہمارا سورج ایک ہے اور افق کا ایک سورج ہے لیکن ہمارا سورج افق کے سورج سے بہتر ہے کیونکہ افق کا سورج طلوع ہونے کے بعد طلوع ہوتا ہے، ہمارا سورج اس وقت طلوع ہوا جب انسانیت کے دل اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

وہ صبح کے وقت پیدا ہوا تھا۔ درحقیقت خدا اور اس کے محبوب کے درمیان ایسا رشتہ تھا کہ اللہ نے وقت کی ریت کو اس کے 22,330 دنوں کے کسی بھی پہلو کو مٹانے نہیں دیا اور تقریباً ہر سیکنڈ میں اس طرح کی معلومات اور اس طرح کے نام نہاد دنیاوی پہلو درج ہیں۔ اور اگر ہم ان چیزوں کو نہیں جانتے تو ہماری زندگی کا کوئی بھی پہلو متاثر نہیں ہوتا، اور پھر بھی، یہ سب ریکارڈ کیے گئے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ نے نو بکریوں کا دودھ پیا، ان کے نام درج ہیں: عجوہ، سقیہ، زمزم، برقع، ورثہ، اطلال، اعراف، غیثہ، قمرہ۔

اس کے پاس ایک نر بکرا تھا۔ اس جانور کا نام یومن تھا۔

اس کے دو خچر تھے اور ان کے نام فدا، دولد درج ہیں۔

اس نے دو گدھوں پر سواری کی، ان کے نام عطیر، یعفور درج ہیں۔

اس نے دو نر اونٹوں، ثعلب، عسکر پر سواری کی۔

اس نے چار اونٹوں پر سواری کی۔ جدع، شہبہ، قصوا اور ادبہ۔

جن گھوڑوں پر اس نے سواری کی: سخب، ورد، صباح، مرتضیل، مرتجز، لزاز، طراز، یعسوب، یعبوب، یہ نام درج ہیں۔

پیغمبر سے متعلق دنیاوی پہلوؤں کو بھی اللہ تعالیٰ نے جس حد تک محفوظ رکھا وہ حیران کن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ نے کہا کہ جب وہ حمل کے نویں مہینے میں داخل ہوئیں تو میں نے کہا کہ میں نے عورت کو اس طرح کی تکلیف محسوس کرنا شروع کر دی جو حمل کے اس دور میں ہو تو میں نے دیکھا کہ اچانک ایک پرندہ اترا اور اس کے ساتھ سفید پنکھ، اس نے میرے دل کا مساج کیا، اور جس کے نتیجے میں وہ تمام درد اور تکلیف غائب ہو گئی جس کا میں سامنا کر رہا تھا۔ میں مڑا اور اچانک میرے سامنے ایک پیالہ نمودار ہوا۔ اس میں سفید دودھ تھا۔ مجھے بہت پیاس لگی تھی۔ میں نے اسے اٹھایا اور میں نے دودھ پینا شروع کر دیا اور جیسے ہی میں نے دودھ پیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے غیب کا پردہ ہٹا دیا اور میں نے ساری دنیا کو اپنے سامنے دیکھا۔ میں نے تین بڑے جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک مکہ کے بیچ میں۔ میں اس نظارے سے اس قدر مسحور ہو گیا کہ جب تک یہ نظارہ ختم ہوا، میرے بچے کی پیدائش بغیر کسی تکلیف کے ہو چکی تھی۔

عمرو کی بیٹی شفا نے کئی جنموں میں مدد کی تھی اور جس لمحے اس کی نظر اس نوزائیدہ پر پڑی، فوراً اسے احساس ہوا کہ یہ کوئی انوکھی چیز ہے۔ تین چیزیں اس نے نوٹ کی: دوسرے بچوں کا ختنہ چھ ماہ یا سال بعد ہوتا ہے، لیکن یہ بچہ پہلے ہی ختنہ کر کے پیدا ہوا تھا۔ دوسرے بچوں کو پیدائشی ماں سے الگ کرنے کے لیے ان کی نال کو الگ کرنا پڑتا ہے، لیکن اس بچے کی نال پہلے ہی الگ ہو چکی تھی۔ دوسرے بچے اندر سے نجاست کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور انہیں نہلانا پڑتا ہے لیکن یہ بچہ تو ایسے پاکیزہ پیدا ہوا گویا نہایا ہوا ہو۔

اچانک نئے پیدا ہونے والے بچے کے اندر توانائی کی لہر دوڑ گئی اور وہ پلٹ کر کافی دیر تک سجدے میں رہا اور اپنا سر اٹھایا اور شہادت کی انگلی اٹھائی اور کہا الحمدللہ کبیرہ والحمد للہ کثیرہ وصبحان اللہ بقراطو وسیلہ۔ اس طرح اس نے دنیا میں اپنے داخلے کا اعلان کیا، ایک ایسی کائنات جہاں اس کی روشنی کا مینار صدیوں تک چمکتا رہا۔

عمرو کی بیٹی شفاء کہتی ہیں کہ جب محمد نے اپنی چھوٹی انگلی اٹھائی تو ان کی انگلی سے ایک نور نکلا اور اس روشنی میں میں نے بصرہ، فارس، روم کے محلات دیکھے۔

ان حیران کن واقعات پر دونوں خواتین گھبرا گئیں۔

امینہ جو کہ ماں ہے، زچگی کی جبلت رکھتی ہے اور وہ اپنے بچے سے ڈرتی ہے، اس لیے وہ بچے کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتی ہے اور اس نے ایسا کیا ہی نہیں کہ ایک بادل نازل ہوا اور بادل نے بچے کے جسم کو ڈھانپ لیا۔ تاکہ وہ تھوڑی دیر کے لیے پوشیدہ ہو جائے، اور پھر بادل اوپر اٹھا، اور ایک آواز اسے پکارتی ہے، اور اعلان کرتی ہے کہ یہ بچہ مشرق اور مغرب میں پہچانا جائے گا۔

وہ لمحہ جس کے لیے پوری کائنات صدیوں سے اپنی سانسیں روکے ہوئے تھی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اسی رات، فارس کے محل کے 14 ستون گر کر زمین بوس ہو گئے، اور زرتشتی آتش پرست یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ وہ آگ جس کی وہ ایک ہزار سال سے پوجا اور حفاظت کرتے تھے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو بجھ گئی۔ پیدائش

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سال پہلے، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے اعزاز کے لیے اس دنیا میں کسی لڑکی کو پیدا ہونے کی اجازت نہیں دی تھی، اس لیے مختلف شیطان پرست فرقے جن کے ہاں نئی پیدا ہونے والی لڑکی کو قربان کرنے کا رجحان تھا۔ شیطان ان کے بیمار کاموں میں ملوث ہونے سے قاصر تھا۔

اس رات سمندر کی مچھلیاں ایک دوسرے پر بند ہو گئیں۔

اس رات آسمان پر پرندے اور ستارے اترے۔

مکہ کے ایک تاجر عبدالوہاب کی بیٹی فاطمہ کہتی ہیں: ’’اس رات میں نے دیکھا کہ گویا مکہ کے حرم پر ستارے گریں گے۔‘‘

صدیوں کے انتظار کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اس قدر اہمیت و افادیت کا واقعہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک تقریباً 124,000 پیغمبر آئے اور ہر دور میں بھیجے گئے اور صدیوں کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو بعثت کے بارے میں آگاہ کیا۔ نبی محمد. صرف ان کو مطلع نہیں کیا، محمد نے اپنی قوم کو بیان کیا۔

بنی اسرائیل کے ایک نبی شیع کو خدا نے کہا: اے شیع! بنی اسرائیل کے درمیان کھڑے ہو جاؤ! میں تیرے لبوں سے وحی جاری کرنے والا ہوں۔ وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے: اے آسمان! سنو! اے زمین! خاموش رہو! درحقیقت، خدا چاہتا ہے کہ کوئی حکم صادر کرے، اور ایک وصیت کا حکم دے، اور یہ اس کی خواہش ہے کہ وہ ناخواندہ لوگوں میں سے ایک نبی بھیجے، اور اس نے چاہا کہ نبی کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہو۔" جب خدا نے اپنے نبی محمد کو شیع سے متعارف کرایا اور بیان کیا تو خدا کہتا ہے، 'میرا نبی کبھی ایک لفظ بھی نہیں بولے گا جس سے کسی کے جذبات مجروح ہوں۔ وہ کبھی بھی کوئی ایسی بات نہیں کہے گا جس سے کسی فرد کی بے عزتی ہو یا اس کے وقار کو نقصان پہنچے۔'

محمد ایک انوکھا نرم اور مہربان آدمی تھا، اور یہ کہنا کہ ہم محمد سے محبت کرتے ہیں آسان ہے، لیکن کون ان کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے۔

ہر نبی سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر ہم تمہارے زمانے میں محمدﷺ کو بھیجیں تو تم کیا کرو گے؟ ہر نبی نے کہا کہ ہم اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے پیروکار بنیں گے اور اس کے مددگار بنیں گے۔ ہر ایک نے قسم کھائی اور ہر ایک سے عہد لیا گیا اور وہ سب اس کی بات سننے پر راضی ہو گئے۔

ایسے نبی، انسانیت کا دولہا، ساری انسانیت منتظر رہی، اور غیب سے آواز آئی کہ ان کی والدہ آمنہ کو پکارا گیا، اور حکم ہوا کہ اس بچے کو مشرق و مغرب کی طرف لے چلو، اور انہیں آنے دو۔ میرے نبی کا نام جانو، اور انہیں میرے نبی کی صفات سے آشنا کرو، اور انہیں میرے نبی کی خصوصیات سے آگاہ کرو۔ وہ جس کو نفاست سے بنایا گیا تھا اور جس پر میں نے آدم علیہ السلام کی نیکی، شیث کی حرص، نوح کی بہادری، ابراہیم کی دوستی، اسماعیل کی قربانیاں، صالح کی فصاحت، لوط کی حکمت، اسحاق کی قناعت، یعقوب کی بشارت، موسیٰ کی قوت، یوشع کی جدوجہد، دانیال کی محبت، یونس کی تعظیم، الیاس کی اطاعت، داؤد کی آواز، یحییٰ کی پرہیزگاری، عیسیٰ کی تقویٰ اور ایوب کا صبر۔ اور 124,000 انبیاء میں جو خاص اور ممتاز تھا وہ محمد کی شخصیت میں رکھا گیا۔ وہ تمام اچھی فطرت کے ساتھ بنایا گیا تھا، جب وہ صرف ایک نوزائیدہ بچہ تھا۔

آج محمد کے پیروکار جس ہنگامے، مشکلات اور مصائب کا سامنا کر رہے ہیں، وہ ڈیجیٹل میڈیا کے اس دور میں تقریباً ایک بے مثال پیمانے پر ہے، کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو خوش کن جہالت کی درخواست کر سکے۔ مصائب، جان، املاک، عزت و آبرو کا نقصان جو دنیا کے کسی کونے میں ان لوگوں کو مل رہا ہے۔ اگر کوئی احتیاط نہ کرے تو مایوسی کا احساس غالب آجاتا ہے کہ کیا ہمارے لیے اس حالت زار سے باہر نکلنا ممکن ہے کہ کسی عالم نے اسے اس طرح پیش کیا ہے: اس نے کہا انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پتھروں اور پتھروں کی آنکھیں ہوں ، وہ بھی محبوب ترین نبی کے پیروکار کی طرف سے تجربہ کیے جانے والے مصائب کی سطح کو دیکھ کر رونا شروع کردیں گے۔

اس سے بڑھ کر تشویش کی بات کیا ہو گی اگر ہم اس چمکدار انداز کو دیکھیں جس میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی تھی، انبیاء علیہم السلام کے لیے برکتیں تھیں، جس چمکتے انداز میں نبی نے ہماری تعریف کی، آپ 70 پیپے کی انتہا ہیں، اور آپ سب سے بہتر، خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ نیک ہیں، جنت کا 2/3 نبی کی امت ہوگی، انسانیت کے باپ آدم نے کہا، بے شک اللہ نے محمد ﷺ کی امت کو وہ امتیاز دیا تھا جو مجھے نہیں ملا۔ مجھ سے غلطی ہوئی اور 40 سال رونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مکہ میں میری توبہ قبول کر لی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے چاروں کونوں میں گناہ کریں گے اور اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ میں جنت میں تھا، اور مجھ سے غلطی ہوئی، اور خدا نے مجھ

سے جنت کے کپڑے اتار دیے، اور محمد کی قوم برہنہ حالت میں گناہ کرے گی، پھر بھی خدا انہیں پہننے
کے لیے کپڑے دے گا۔ مجھ سے جنت میں غلطی ہوئی اور میں اپنی بیوی سے بچھڑ گیا، عشروں کی
جدائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ گناہ اور گناہ کریں گے اور وہ اپنی بیویوں سے جدا نہیں
ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں تھا اور مجھ سے غلطی ہوئی اور خدا مجھے جنت سے نکال دیا، اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنت سے باہر گناہ کریں گے، اور اپنی توبہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں پر اللہ کی خاص رحمت نازل ہو رہی ہے۔ اور اگر آپ
اس قوم کی تاریخ کے تابناک واقعات پر نظر ڈالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دو پانچ
سال بعد جب اسلام بیس لاکھ دو لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا اور چار ہزار مسجدیں قائم ہو چکی
تھیں۔ چند سالوں میں معلوم دنیا کا دو تہائی حصہ اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔ اس قوم کے
کارناموں کی تاریخ کے چمکتے ہوئے واقعات۔ آج انہی لوگوں کو تختہ دار پر لات ماری جا رہی ہے، اور
ایک ایسی قوم جن کے لیے مذہب پر عمل کرنا توہین بن گیا تھا، اور جس قوم کی کوئی عزت و ناموس
نہیں، اس کے نام پر حملہ کیا جاتا ہے، تعجب ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کیا حاصل کیا۔ ماضی
میں حاصل کیا؟ ایک بہت سادہ سا اصول تھا جو دنیاوی اور دینی تصور میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ جدوجہد
سے کامیابی ملتی ہے۔

اگر کسی کارخانے میں جھاڑو دینے والا کام چھوڑنے کا فیصلہ کرتا ہے، اور کسی کو اس کی فکر نہیں
ہوگی۔ اگر وہ مینیجر بن گیا تو کیا ہوگا؟ اب، اس کی ذمہ داری زیادہ ہے، اور جب وہ چلاتا ہے، لوگ
سنتے ہیں۔ جب وہ لوگوں سے چھلانگ لگانے کو کہتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں کہ کتنی اونچی ہے۔ وہ
قابل احترام ہے، وہ قابل احترام اور قابل احترام ہے، اس کی تنخواہ کئی گنا بڑھ جاتی ہے، اس کی
حیثیت کے ساتھ یہ مان لیا جاتا ہے کہ اس کی ذمہ داری کا درجہ بھی بڑھ گیا ہے۔ اگر وہ کام پر نہیں
آتا تو پوری فیکٹری کا کام متاثر ہوتا ہے۔ اس کائنات میں ہمارا شامل ہونا کوئی حیاتیاتی حادثہ نہیں
تھا۔ تمہارا خدا، اللہ، پیدا کرتا ہے اور وہ چنتا ہے، تمہارے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔ کسی نے خدا سے
یہ نہیں چاہا کہ وہ اسے لڑکا بنائے یا لڑکی۔ یا مجھے اس دور میں پیدا ہونے دو۔ کس نے منتخب کیا؟
خدا نے منتخب کیا۔ آپ کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ جب خدا اعلیٰ ترین عہدے کی بات کرتا ہے تو خدا
کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، کیا خدا اسے چنتا ہے جسے وہ نبی بنانا چاہتا ہے، یہی اصطلاح انسانوں
کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

Godfrey Higgin کی "An apology for the life and character of prophet Mohammad"
میں، انگریز اپنے آپ کو محمد کی شرافت پر فخر کرتے ہیں، اور اس شخص کا پیروکار بننا جو اتنا
شریف تھا، خوشی کی بات ہے، کیونکہ محمد ایک انسان ہیں۔ ساری دنیا رہنمائی کی طرف دیکھ رہی
ہے۔ آج کا المیہ اور المیہ جب ہمارے مالی اور معاشرتی آداب و عمل کا آتا ہے تو ہم رہنما بننے کے
بجائے پیروکار بن چکے ہیں اور ہم رہنمائی کے لیے دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

اس دنیا میں حالات کا تعین بنیادی طور پر خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، اور پیغمبر ان لوگوں کو ایک
نسخہ دیتے ہیں۔ یہ دنیا ایک امتحان ہے، اور ہم میں سے کوئی جینے والا نہیں، کیونکہ ہم یہاں مرنے
کے لیے آئے ہیں۔

شہد کی مکھیاں تمام شکوک کو ختم کر دیتی ہیں۔

باب النحل (مکھیوں کا باب) قرآن پاک کا 16واں باب ہے اور اس میں کل 128 آیات ہیں۔ پہلی حیرت یہ ہے کہ سائنس نے اب دریافت کیا ہے اور مضبوطی سے ثابت کیا ہے کہ نر شہد کی مکھیوں (جسے ڈرون کہا جاتا ہے) میں کل 16 کروموسوم ہوتے ہیں، جب کہ خواتین ورکرز اور ملکہ مکھیوں میں کروموسوم کے 16 جوڑے ہوتے ہیں۔ مزید برآں، ملکہ مکھی 16 دنوں میں انڈے سے شہد کی مکھی بن کر نکلتی ہے! یہ سراسر چونکا دینے والی بات ہے، کیونکہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ 1,400 سال قبل شہد کی مکھیوں میں کتنے ڈی این اے کروموسوم تھے۔ لیکن کیا یہ صرف اتفاق سے ہے؟ کیا ہم واقعی شہد کی مکھیوں کے باب اور نمبر 16 کے درمیان اور خاص طور پر شہد کی مکھیوں کے درمیان ریاضیاتی تعلق کا مظاہرہ کر سکتے ہیں؟ جواب ایک زبردست ہاں میں ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس باب (128) میں آیات کی تعداد 16 کا ضرب ہے، جیسا کہ 16 X 8 = 128! ایک اور طریقے سے بتائیں، باب میں آٹھ آیات کی کل تعداد ہے جو کہ 16 کے ضرب ہیں، جس کو میں نے پہلے کبھی کسی کو نمایاں کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن ان آیات کے بارے میں مزید بعد میں۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ملکہ مکھی کے کل 32 کروموسوم ہوتے ہیں (16 X 2 چونکہ 16 جوڑے ہوتے ہیں)، ہم اس باب میں کل آیات کی تعداد کو دیکھتے ہیں جن میں اللہ کا نام دو بار آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ تعداد میں 16!

اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس باب میں اللہ کا نام رکھنے والی آیات کی تعداد 64 ہے، جب کہ اللہ کا نام نہ رکھنے والی آیات کی تعداد بھی 64 ہے۔ دونوں صورتوں میں 64 بھی 16 کا ضرب ہے۔ جیسا کہ 16 X 4 = 64! مجموعی طور پر لیا جائے تو یہ اعداد و شمار اس بات کا مضبوط ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ 16 کے ضرب ایک اہم دھاگہ ہو سکتا ہے، اس لیے اسے بعد میں ذہن میں رکھیں۔

مکھیوں کے باب میں سب سے چھوٹی آیت آیت 16 ہے! اس آیت کو مزید قریب سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی حروف تہجی میں سے بالکل 16 ایسے حروف ہیں جو اس آیت میں استعمال نہیں ہوئے ہیں۔

پھر جب ہم باب 16 کی آخری آیت (آیت 128، جو 16 کی ضرب بھی ہے) کو دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں بالکل 32 حروف ہیں، جو کہ 16+16 کے برابر ہیں، ساتھ ہی ملکہ مکھی کے 16 جوڑوں کے بھی۔ کروموسوم کی، جو کل 32 کروموسوم ہیں! مزید برآں، یہ آیت آٹھ الفاظ پر مشتمل ہے، اور آیت میں حروف کی کل تعداد (یعنی، 32) کو کل الفاظ کی تعداد سے ضرب کرنے سے ہمیں 256، یا 128+128 ملتے ہیں! نہ صرف اس مخصوص آیت کی تعداد 128 ہے بلکہ یہ اس باب میں آیات کی کل تعداد بھی ہے!

اب تک یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شہد کی مکھیوں کے باب (جو کہ بذات خود 16واں باب ہے) میں نمبر 16 پر زور دیا گیا ہے، لیکن ہم نے ابھی تک باب کی کلیدی آیت اور اس کے اندر موجود لفظ "شہد کی مکھیوں" کی طرف نہیں دیکھا، جو باب کے نام پر رکھا گیا ہے۔

پورے قرآن میں، صرف ایک آیت (16:68) میں "مکھی" کے لیے عربی لفظ کا ذکر ہے۔ اس آیت کو قریب سے دیکھیں تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ آیت کے شروع سے لے کر "شہد کی مکھیوں" کے لفظ تک اور اس میں بالکل 16 حروف ہیں! جیسا کہ پہلے ہی روشنی ڈالی گئی ہے، نر شہد کی مکھیوں میں بالکل 16 کروموسوم ہوتے ہیں، جبکہ مادہ میں کروموسوم کے 16 جوڑے ہوتے ہیں۔ اس میں ملکہ مکھی بھی شامل ہے، جو ایک انڈے سے شہد کی مکھی کے طور پر نکلنے میں 16 دن لیتی ہے!

یہ اور بھی حیران کن ہو جاتا ہے جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عربی حروف تہجی کے تمام حروف میں سے صرف 16 اس آیت کو بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں! دوسرے لفظوں میں، اللہ نے نر شہد کی مکھیوں کو 16 کروموسوم اور مادہ شہد کی مکھیوں کو 16 کروموسوم کے جوڑے کے ساتھ پیدا کیا، جس طرح اس نے قرآن مجید میں صرف ایک ہی آیت بنائی جس میں حروف تہجی کے 16 حروف کے ساتھ "مکھی" کا لفظ ذکر کیا گیا!

تصویر 33: قرآن 16:68 اور باب میں "مکھی" کے لیے عربی لفظ کی پوزیشن

اگر یہ کافی ڈرامائی نہیں ہے، تو اس مکمل طور پر دم توڑنے والی دریافت کے بارے میں سوچیں۔ آیت
لیکن کیا نمبر 884 کی کوئی اہمیت ہے؟ ،884 = 13 X 68 (اوپر مذکور) میں 13 الفاظ ہیں، اور 68
یہ جان کر حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ باب کے آغاز سے شمار کرتے ہوئے، "شہد کی مکھیوں" کا عربی
لفظ بالکل لفظ نمبر 884 ہے! میں اسے دہرانے پر مجبور ہوں! پورے قرآن میں صرف اس کا ذکر ہے۔

شہد کی مکھیوں کے لیے عربی لفظ اس آیت میں شہد کی مکھیوں کے باب میں لفظ نمبر 884 کے طور
پر ظاہر ہوتا ہے — اور اس آیت کی تعداد جس میں یہ ظاہر ہوتا ہے (68)، آیت (13) کے الفاظ کی
تعداد سے ضرب کیا جائے تو برابر ہو جاتا ہے۔ باب میں اس لفظ کی صحیح ترتیب! یہ حیرت انگیز طور
پر معجزانہ ہے اور اسے معقول لوگوں کے لیے تمام شکوک و شبہات کو مٹا دینا چاہیے — اس کے باوجود
جو اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی ہے اور تمام ممکنہ شکوک کو مکمل طور پر ختم کر دیتی ہے
وہ ابھی باقی ہے۔ لیکن ابھی کے لیے، صرف اس نمبر کو ذہن میں رکھیں: 884۔

تصویر 34: شہد کی مکھیوں کے باب میں "شہد کی مکھیوں کی آیت" میں "شہد کی مکھیوں" کے لیے
عربی لفظ (قرآن 16:68)

ہم نے شہد کی مکھیوں کے باب میں سب سے چھوٹی آیت کو دیکھا ہے جو کہ آیت 16 ہے، لیکن سب
سے لمبی آیت کا کیا ہوگا؟ یہ آیت 92 ہے۔ حیرت انگیز طور پر شہد کی مکھیوں کے باب میں سب سے
لمبی آیت میں کل 32 الفاظ ہیں! جیسا کہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے، 32 مادہ شہد کی مکھیوں میں
پائے جانے والے کروموسوم کی کل تعداد ہے، بشمول ملکہ مکھی، ان کے کروموسوم کے 16 جوڑوں کے
ساتھ- اور ظاہر ہے، 32 = 16 + 16۔ لہذا، اس باب کی سب سے چھوٹی آیت آیت 16 ہے، جب کہ
سب سے لمبی آیت میں 32 الفاظ ہیں — جس طرح نر شہد کی مکھیوں میں 16 کروموسوم ہوتے
ہیں اور مادہ مکھیوں میں 32 کروموسوم ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، یہ آیت کنفیگریشنز ایک
زندہ مکھی کے پاس ہونے والے کروموسومز کی کم سے کم تعداد (جو 16 ہے) اور ساتھ ہی سب سے
بڑی تعداد (جو کہ 32 ہے) کا آئینہ دار ہے۔

شکل 35: قرآن پاک کے باب 16 کے لیے آیات 68 تک کے الفاظ اور حروف کی تعداد کو ظاہر کرنے والا
چارٹ۔ مکمل قرآن کے لفظ اور حرف سے لیے گئے اعداد

چارٹ عبدالرزاق ابوی نے نئے مرکز برائے قرآن ریسرچ اینڈ اسٹڈیز کے تعاون سے بنایا ہے۔ میں نے
دوہری جانچ بھی کی ہے اور "جسمانی طور پر" ہر لفظ اور حرف کو ان کے نقطہ نظر کا استعمال
کرتے ہوئے شمار کیا ہے، اس کام میں اپروچ بی کا نام دیا گیا ہے۔

اس آیت کو چھوڑنے سے پہلے، ہم ایک اور نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دونوں نقطہ نظر 32
جو اس کتاب کا پہلے سے طے شدہ نقطہ نظر ہے جب تک کہ A) الفاظ کی گنتی کرتے ہیں، اپروچ
اس آیت کے کل 131 حروف شمار کرتا ہے — لیکن کیا اس (دوسری صورت میں اشارہ نہ کیا گیا ہو
? تعداد کی کوئی اہمیت ہے؟

اس کتاب میں ایک سے زیادہ بار میں نے ذکر کیا ہے کہ بنیادی نمبروں کی ترتیب قرآنی ریاضی میں ایک
اہم کلید ہے۔ یہاں حیرت انگیز حیرت یہ ہے کہ 131 ایک بنیادی نمبر ہے، اور بنیادی نمبروں کے درمیان
اس کی ترتیب 32 ہے! ایک بار پھر، ریاضیاتی کوڈ کی ہم آہنگی واقعی حیرت انگیز ہے۔ ریاضی دان
اب بھی بنیادی اعداد کو سمجھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، پھر بھی بار بار، وہ قرآن کے عددی کوڈ
میں غالب نظر آتے ہیں۔

ایک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب ہم اپروچ بی کا استعمال کرتے ہوئے گنتے ہیں تو اس آیت میں حروف کی کل تعداد 128 ہے جو کہ باب 16 میں آیات کی کل تعداد ہے! جیسا کہ اس کتاب کے "طریقہ کار" کے حصہ میں اشارہ کیا گیا ہے، دونوں نقطہ نظر جائز ہیں، گویا اللہ ہمیں بتا رہا ہے کہ جو بھی جائز طریقہ استعمال کیا جائے، ہمیں وہ چیز ملے گی جس سے یہ واضح ہو جائے کہ قرآن کی معجزاتی نوعیت انسانی استطاعت سے باہر ہے، حتیٰ کہ ریاضی کے اعتبار سے بھی۔

ہم نے باب 16 کی سب سے چھوٹی اور طویل ترین آیات کا جائزہ لیا ہے، تو اب آئیے باب کی پہلی اور آخری آیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس میں بالکل 16 الفاظ ہیں، جن کو علماء نے آیات 11 اور 103 کے طور پر شناخت کیا ہے۔ 114 کے برابر ہے، جو ایک بار پھر قرآن پاک میں ابواب کی کل تعداد ہے اور قرآن کی ریاضی میں ایک اہم کلید ہے۔ اس طرح ان کے عددی تعلق کی تصدیق اس کلید کے ذریعے ہوتی ہے۔

یہ پتہ چلتا ہے کہ 11 اور 103 دونوں بنیادی نمبر ہیں، 11 5 واں بنیادی نمبر اور 103 27 واں نمبر ہے۔ حیرت انگیز طور پر، 5 + 27 دوبارہ ہمیں 32 دیتا ہے! حیرت انگیز ریاضیاتی کوڈ لامتناہی ہے - اور ایک بار پھر، جیسا کہ بار بار دیکھا گیا ہے، واضح طور پر بنیادی اعداد قرآن کی ریاضی میں ایک اہم کلید ہیں۔

اب اس دلچسپ تلاش پر بھی غور کریں۔ عربی میں "شہد" کا لفظ 'عصل' ہے، اور علماء نے اس کے حروف کے "حجائی" نمبروں کو دیکھا ہے۔ ان کا مجموعہ 53 ہے، جو ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں کے درمیان ترتیب 16 ہے!

شکل 36 (دائیں سے بائیں): حروف کے ترتیب نمبر جو عربی لفظ "شہد" کے لیے بناتے ہیں۔

اس پر بھی غور کریں — اور اپنے آپ کو تیار کریں! یہ شیخ بسام جرار کی دریافت ہے۔ اس سے پہلے، ہم نے 16 کی متعدد ضربیں دیکھی ہیں، جن میں باب میں آیات کی تعداد بھی شامل ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ شہد کی مکھیوں کا باب قرآن مجید کا باب 16 ہے، اور یہ کہ "شہد کی مکھیاں" کے لیے عربی لفظ باب کا 884 واں لفظ ہے، جو (جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتایا گیا ہے) حیران کن طور پر اس آیت نمبر کے برابر ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ آیت میں موجود الفاظ کی تعداد سے ضربے تو قرآن کا باب 16 شہد کی مکھیوں کا باب ہے، اور باب میں کلیدی لفظ ("شہد کی مکھیاں") لفظ نمبر 884 ہے — لیکن کیا ہم 16 اور 884 کے درمیان ایک اور رشتہ تلاش کرنے کے لیے اس سے بھی گہرائی میں جا سکتے ہیں؟

قرآن کے آغاز سے شروع کرتے ہوئے، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باب اول کی کوئی آیت 16 نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف سات آیات لمبی ہے۔ 286 آیات کے ساتھ، دوسرا باب قرآن کا سب سے طویل باب ہے اور واضح طور پر اس کی 16ویں آیت ہے۔ ہم قرآن کے ہر باب کا جائزہ لیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم قرآن کی تمام آیات کو ختم کر دیتے ہیں جن میں 16ویں آیت ہے۔

معلوم ہوا کہ پورے قرآن میں 85 ابواب ہیں جن میں 16ویں آیت ہے۔ آیات کا یہ گروپ عددی طور پر ان کے مشترکہ تعلق سے نمبر 16 سے جڑا ہوا ہے۔

اس سے متعلق ایک اور دماغ کو حیران کرنے والی دریافت ہے جو اپروچ بی استعمال کرنے والوں کی طرف سے کی گئی ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اگر ہم قرآن کی 85 آیات میں کل الفاظ کی تعداد کو شمار کریں جن کی تعداد 16 ہے، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کل الفاظ 884 ہیں!!! یہ سانس لینے سے کم نہیں ہے! اس کھوج کا خلاصہ یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کا باب قرآن پاک کا باب 16 ہے، اور قرآن پاک کی تمام آیات جن کا نمبر 16 ہے ان میں کل الفاظ کی گنتی ہے جو عربی لفظ "شہد کی مکھیوں" کے لیے درست ترتیب نمبر دیتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کا باب!

اس باب میں دکھایا گیا ریاضی کا ضابطہ الفاظ سے باہر ہے، اور جو کچھ ہم نے اب تک دیکھا ہے وہ محض ناممکن اور انسانی صلاحیت سے باہر ہے، لیکن کیا ہم اس سے بھی زیادہ گہرائی میں کھود سکتے ہیں؟ ہاں، ہم کر سکتے ہیں، اور یہ فلکیاتی طور پر زیادہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، قرآن کی تمام آیات میں الفاظ کی کل تعداد جن کی تعداد 16 ہے 884 ہے، جو کہ قرآن کے 16ویں باب میں "شہد کی مکھیوں" کے لیے عربی لفظ سمیت کل الفاظ کی تعداد سے بالکل میل کھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی)ہ آیات کے اس گروہ (85 آیات نمبر 16) اور شہد کی مکھیوں کے باب، اور خاص طور پر عربی لفظ "شہد کی مکھیوں" کے درمیان تعلق واضح طور پر ٹھوس ہے۔ تو، ان آیات میں پائے جانے والے حروف کی کل تعداد کا کیا ہوگا؟

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تمام 85 آیات میں حروف کی کل تعداد جن کا نمبر 16 ہے بالکل 3,769 ہے۔

یہاں حیران کن بات یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کے باب میں حروف کی کل تعداد، جس میں "شہد کی مکھیوں کی آیت" (یعنی قرآن 16:68) بھی شامل ہے، بالکل 3,769 ہے۔ یہ مکمل طور پر چونکانے والا ہے، لہذا میں اسے دوبارہ بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلے نمبر 884۔ قرآن پاک کی تمام 85 آیات 16 میں کل الفاظ کی تعداد 884 ہے۔ اسی طرح شہد کی مکھیوں کے باب (قرآن کا باب 16) کے آغاز سے لے کر عربی لفظ تک گنتی شہد کی مکھیوں کے لیے 884 الفاظ ہیں۔

اب، نمبر 3,769۔ 16 نمبر والی قرآن کی تمام 85 آیات میں کل حروف کی تعداد 3,769 ہے۔ اسی طرح، باب 16 کے آغاز سے لے کر "شہد کی مکھیوں کی آیت" (قرآن 16:68) تک کی گنتی - بالکل 3,769 حروف ہیں!

یہ کمال سے باہر ہے، اور "بے بیان" واحد لفظ ہے جو ذہن میں آتا ہے۔

کسی بھی انسان کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی ایسی کتاب میں عددی لحاظ سے اتنی پیچیدہ چیز کو ترتیب دے جو لسانی اعتبار سے بھی ناقابل چیلنج اور کامل ہو۔ ہم ایک بار پھر اس بات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ یہ سب کچھ زبانی تلاوت اور یادداشت کے ذریعے کیا گیا تھا — ایک ایسے شخص کے ذریعے جو پڑھ یا لکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو۔ ریاضی دانوں، اکاؤنٹنٹس، پروگرامرز، اور فلسفیوں کو اس کی وضاحت کرنے دیں!

شکل 37: قرآن میں 16 نمبر والی تمام آیات کے لیے لفظ اور حرف شمار ہوتے ہیں۔

مکمل قرآن کے الفاظ اور حروف کے چارٹ سے لیے گئے نمبرز

عبدالرزاق ابوی نے نون سنٹر فار قرآن کے تعاون سے

تحقیق اور مطالعہ. میں نے دوہری جانچ بھی کی ہے اور "جسمانی طور پر" ہر لفظ اور حرف کو ان کے نقطہ نظر کا استعمال کرتے ہوئے شمار کیا ہے، اس کام میں اپروچ بی کا نام دیا گیا ہے۔

مجھے اوپر میں اپنی ایک اور تلاش شامل کرنے دیں اور درج ذیل کو نوٹ کریں:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، قرآن کریم کی تمام آیات نمبر 16 میں حروف کی کل تعداد 3,769 ہے، جب کہ باب 16 کے آغاز سے لے کر "شہد کی مکھیوں کی آیت" سمیت حروف کی کل تعداد بھی 3,769 ہے۔ تو، آئیے 3,769 نمبر کو قریب سے دیکھیں۔

شہد کی مکھیوں کے باب میں شہد کی مکھیوں کا پورا موضوع دو آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ آیات 68 اور 69 ہیں۔ ان دو آیات میں شہد کی مکھیوں کے بارے میں بات کرنے والے الفاظ کی کل تعداد 37 ہے۔ دوسرے لفظوں میں شہد کی مکھیوں کا پورا موضوع۔ شہد کی مکھیوں کے باب میں 37ویں لفظ کے ساتھ ختم ہوتا ہے، جو آیت 69 کے آخر میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان اعداد و شمار کو ایک اکائی بنانے کے لیے جوڑنے سے نمبر 3,769 نکلتا ہے! کوڈ کا چونکا دینے والا باہمی تعلق الفاظ سے باہر ہے۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ محض اتفاق سے ہو سکتا ہے، تو ہم اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ نمبر کے دو حصوں کا استعمال کرتے ہوئے اس قسم کا کوڈ انٹرکنکشن صرف یہاں بیان کردہ مشاہدے کے لیے منفرد نہیں ہے۔

درحقیقت ہم اسی باب میں دوبارہ وہی واقعہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں ایک اور حیرت انگیز مشاہدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، شہد کی مکھیوں کا باب نمبر 16 اور 32 پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہم نے یہ بھی بتایا ہے کہ نر شہد کی مکھیوں میں کل 16 کروموسوم ہوتے ہیں، جبکہ مادہ مکھیوں میں کل 32 کروموسوم ہوتے ہیں۔ جب ہم سورہ 16 کے آغاز سے باب 32 کے آخر تک قرآن کی تمام آیات کو لیتے ہیں تو ہمیں حیران کن طور پر 1,632 ملتے ہیں! بلاشبہ یہ گنتی کے طریقے کار سے آزاد ہے۔ آگے بڑھیں اور باب 16 سے باب تک تمام ابواب میں آیات کی کل تعداد کو شامل کریں۔

32. یہ ناقابل تردید ضابطہ، جو واضح طور پر انسانی استطاعت سے باہر ہے، واضح سے زیادہ ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو صرف اس باب میں ریاضیاتی معجزات ہی ان تمام لوگوں کو شکست دینے کے لیے کافی ہیں جو اس کے وجود کے خلاف بحث کرنے کا سوچ سکتے ہیں۔

پھر بھی قرآن کے معجزات لامتناہی ہیں، تو کیوں نہ باب 16 کی تمام آیات کو دیکھیں جو 16 کے ضرب ہیں؟ اس میں آیات 16، 32، 48، 64، 80، 96، 112 اور 128 شامل ہیں۔ ان آیات میں کل الفاظ کی تعداد 119 ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس کتاب میں الفاظ کی عددی قدروں اور چونکا دینے والے "ابجدی" کا ذکر کیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ہم عربی لفظ "شہد کی مکھیوں" کی عددی قدر کو دیکھتے ہیں تو یہ 119 ہے!

شکل 38 (دائیں سے بائیں): "شہد کی مکھیوں" کے لیے عربی لفظ کی عددی قدر

پھر اس سب کو ختم کرنے کے لیے، قرآن کی تمام آیات جو 16 کے ضرب ہیں، جیسے 32، 48، اور اسی طرح، باب 16 میں پائی جانے والی آیات سمیت، کل 119 آیات ہیں!

ہم حیران کن مرحلے سے طویل عرصے سے گزر چکے ہیں اور محض حیرت میں ہیں اور اپنے آپ کو اس بات کو مکمل طور پر سمجھنے کا چیلنج محسوس کرتے ہیں۔

بونس کے طور پر، میں درج ذیل کو شامل کروں گا:

قرآن کی آیات میں جو شہد کی مکھیوں کے موضوع پر بات کرتی ہیں (قرآن 16:68-69)، اللہ کہتا ہے کہ اس نے الہام کیا کہ شہد کی مکھیاں گھر لے جائیں، کھائیں، اپنے راستے اڑائیں، شہد پیدا کریں، وغیرہ، جیسا کہ کوئی بھی چیک کر سکتا ہے۔ تفصیل دلچسپ بات یہ ہے کہ جو فعل استعمال کیے گئے ہیں وہ خاص طور پر نسائی فعل ہیں، اور اسی طرح، یہاں تک کہ دوسرے الفاظ (جیسے کہ قرآن 16:69 میں "آپ کا رب") مادہ شہد کی مکھیوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ "ان کے پیٹ" بھی نسائی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ سائنسی مشاہدے کے ذریعے یہ پتہ چلا ہے کہ درحقیقت یہ خواتین کارکنان ہی یہ سرگرمیاں انجام دیتی ہیں! جیسا کہ بہت سے ذرائع واضح طور پر بتاتے ہیں، کارکن شہد کی مکھیاں مادہ ہیں، لیکن صرف ملکہ ہی انڈے دے سکتی ہے۔ یہ خواتین ورکر مکھیاں ہیں جن کے پاس ڈنک اور چارہ ہوتا ہے اور وہ موم کے خلیے بنا کر گھر بناتے ہیں جن سے وہ بنائے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر، یہ مادہ مکھیاں ہیں جو تمام کام کرتی ہیں، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کیا تخلیق کیا ہے، ان مخصوص سرگرمیوں کو انجام دینے والی شہد کی مکھیوں کو مخاطب کرتے وقت ان الفاظ کی صرف

نسائی شکلیں استعمال کیں، حالانکہ 1400 سال پہلے کوئی بھی شہد کی مکھیوں سے متعلق ان مخصوص چیزوں کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ صنفی کردار.

ایک بار پھر، ہم ایک چونکا دینے والے ریاضیاتی کوڈ کا ثبوت دیکھتے ہیں جو واقعی دم توڑنے والا ہے اور اس کا اندازہ لگانا محض ناممکن ہے۔

کیا کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ 1,400 سال پہلے کسی کو شہد کی مکھیوں کا ڈی این اے کوڈ معلوم تھا اور اس نے جان بوجھ کر قرآن اور اس کے ابواب کو ترتیب دیا تھا تاکہ شہد کی مکھیوں کا باب نمبر 16 ہو اور پھر اس کے اندر 16 اور 32 کا ریاضیاتی کوڈ بھی بنایا؟ یہ کوڈ بذات خود انسانی صلاحیت سے باہر معجزانہ ہے، یہاں تک کہ اس بات پر غور کیے بغیر کہ یہ حال ہی میں سائنس نے جدید جینیاتی تکنیکوں کا انکشاف کیا ہے جس سے جانداروں میں کروموسوم کی تعداد کا پتہ چلتا ہے۔ پورے قرآن میں 16 نمبر والی تمام آیات میں بالکل وہی الفاظ اور حروف ہیں جو شہد کی مکھیوں کے باب میں موجود ہیں، باب کے آغاز سے لے کر لفظ "شہد کی مکھیوں" تک (الفاظ کے معاملے میں))، اور "مکھیوں کی آیت" تک (حروف کے حوالے سے)؟

یہ بہت سے لوگوں میں سے صرف ایک سوال ہے جسے ہم ان تمام لوگوں سے مخاطب کرتے ہیں جو قرآن کے واضح ریاضیاتی معجزات پر شک کرتے ہیں۔ ناقابل تردید ثبوت ریاضی کے اعتبار سے بھی ثابت کرتے ہیں جو تاریخی طور پر ثابت ہے - کہ قرآن کا ایک حرف بھی غائب یا غلط جگہ نہیں ہے۔ یہ حقیقتاً اللہ کی کتاب سے کم نہیں ہے، جو سب کچھ جاننے والا خالق ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سچائی کے متلاشی تمام لوگوں کے لیے اپنی نشانیاں واضح کر دے گا۔ یہ ناممکن لیکن ناقابل تردید قرآن کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ خود قرآن میں دیتا ہے:

کہہ دو کہ یہ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے جو آسمانوں اور زمین کے ہر راز کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔‘‘ (قرآن 25:6)

قرآن نور کی کتاب ہے، ہدایت کا صحیفہ اور بنی نوع انسان کے لیے رحمت ہے۔

قرآن کے اہم پیغامات میں سے ایک خدا کی وسیع رحمت کے بارے میں انسانوں کو روشن کرنا ہے۔ اللہ جو ہمارا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے، اس نے اپنی بے پناہ رحمت سے ہمیں زندگی، صحت اور مال عطا کیا ہے اور یہی رحمت ہمیں پیداواری زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔

ہماری جانیں اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف جوابدہ ہونا چاہیے! قیامت کے بعد کی زندگی ابد تک رہے گی! سب اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی!

بے شک قیامت کے بعد کی زندگی ابدیت کے لیے ہے! جہنم یا جنت میں ابدیت کا دارومدار ہمارے ایمان کی سطح اور قیامت کے مالک اللہ کے حتمی فیصلے پر ہے! ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ واحد منصف ہے اور ہمارے نامہ اعمال کا حساب عدل اور رحم کے ساتھ لے گا۔

ہر کوئی اللہ کی رحمت سے ہی جنت میں جائے گا اور ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کچھ ایسا کہا کہ اس میں وہ بھی شامل ہیں۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ الرحمن اور الرحیم ہے کیونکہ ہم اللہ کی رحمت کے بغیر کبھی بھی جنت میں داخلے کو جائز قرار نہیں دے سکتے۔ اللہ کی رحمت اس دنیا میں ہمیں گھیر لے!! موت کے وقت اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے!

اللہ کی رحمت ہمیں اس وقت گھیرے جب ہمارے نامہ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں! سوال کے وقت اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے!

جب ہم بجلی کی رفتار سے پل عبور کرتے ہیں تو اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے!

اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے کیونکہ وہ ہمیں بغیر حساب کے جنت عطا کرتا ہے! آمین! یا رب العالمین

اللہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے۔ حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں، مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اب بھی فراوانی ہے۔

بیماری یا تکلیف کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو، مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اب بھی بہت زیادہ ہے۔

بھوک کی تکلیف کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو، مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اب بھی بہت زیادہ ہے۔

مالی حالات کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں، مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اب بھی فراوانی ہے۔

خاندانی تعلقات خواہ کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوں، مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اب بھی بہت زیادہ ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت مدد کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرنے میں ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت ان کے صبر میں ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت ان میں ہے کہ وہ ناجائز ذرائع کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت ان میں ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔

مومنوں کے لیے، اللہ کی رحمت ان کے لیے آخرت میں ان کے استقامت اور صبر کا صلہ ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت ہی کافی ہے! آمین یا رب العالمین!

قرآن میں حرف ط (ط)

جو کہ قرآن کے منفرد "علیحدہ" حروف میں سے ہے، اس کے Ṣ، اس سے پہلے، ہم نے دیکھا کہ حرف
ساتھ ایک معجزاتی کوڈ منسلک ہے۔ اس باب میں یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ صرف ایک حرف سے
منفرد نہیں ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خط

عربی میں "ط" کا تلفظ - قرآن کی معجزاتی ریاضی کے بارے میں کسی بھی شکوک کو - (ط) Ṭ
آزادانہ طور پر ختم کر سکتا ہے۔

یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اس حیرت انگیز خط کو کہاں سے شروع کیا جائے لیکن جیسا کہ آپ
دیکھیں گے کہ اس باب میں بیان کردہ معجزاتی نتائج آخر تک مزید حیرت انگیز ہوتے رہیں گے۔

بھی قرآن کے منفرد باب کھولنے والے خطوط میں سے ایک ہے جسے قرآن کے Ṭ کی طرح، حرف Ṣ حرف
کی 1,273 Ṭ "علیحدہ" حروف کہتے ہیں۔ حرف ط پورے قرآن میں کل 1,273 مرتبہ آیا ہے۔ خط
Ṭ "ہے۔ جسے کچھ لوگ قرآن کا "سنہری Ṭ ظاہری شکلوں میں سے، مرکز میں ایک بہت ہی منفرد
کہتے ہیں۔ یہ چونکا دینے والی دریافت قرآن کی انگوٹھی کی ساخت سے متعلق ہے۔

کے بارے میں بات کریں، تاہم، آئیے کچھ مزید Ṭ اس سے پہلے کہ ہم مزید گہرائی میں سنہری
اعدادوشمار پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

سے شروع ہوتا ہے: باب Ṭ قرآن پاک کے 114 ابواب میں سے صرف ایک باب کا عنوان ہے جو کہ حرف
طہ (طعہ کا باب)، جس کا عنوان صرف حروف ط (ط) اور ح (ہا) پر مشتمل ہے۔

پر مشتمل ہیں۔ یہ سات Ṭ نوٹ کریں کہ پورے قرآن میں صرف سات ابواب اپنے عنوانات میں حرف
عنوانات ابواب 20، 35، 52، 65، 82، 83، اور 86 میں پائے جاتے ہیں۔ طہ ہا کا باب (قرآن کا باب 20)
ان ابواب کی فہرست میں سرفہرست ہے جن میں خط طہ ہے۔ اس کے علاوہ، قرآن میں صرف چار
ابواب ہیں جن کی پہلی آیت حرف طہ سے شروع ہوتی ہے (باب 20، 26، 27 اور 28)۔

ابواب کے دونوں گروہوں کو دیکھتے ہوئے (جن کے عنوان میں "طع" ہے اور وہ جن کی پہلی آیت حرف
"ط" سے شروع ہوتی ہے)، یہ بات قابل توجہ ہے کہ صرف باب 20 (طعہ کا باب) - جو کہ اوپر بیان کیا
گیا، وہ واحد باب ہے جس کا عنوان حرف طہ سے شروع ہوتا ہے- دونوں گروہوں میں ظاہر ہوتا ہے
اور درحقیقت ہر گروپ میں ظاہر ہونے والا پہلا باب (جہاں تک آرڈر نمبر تک) ہے۔ یہ حیران کن ہے،
کیونکہ یہ گروہ خط طہ کے حوالے سے مختلف معیارات پر مبنی ہیں۔

اب چونکہ ہم نے خط (ط) سے متعلق متعدد ابواب کی نشاندہی کر لی ہے، آئیے اس خط (یعنی سات)
پر مشتمل باب کے عنوانات کی تعداد کو اس حرف (یعنی چار) سے شروع ہونے والے ابواب کی تعداد سے
سے کوئی تعلق (Ṭah) Ṭ ضرب دیں۔ 28 کا نتیجہ۔ اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ آیا اس نمبر کا حرف
ہے۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ طہ ہا کے باب میں حرف ط (ط) کی کل تعداد 28 ہے!

اس کے بارے میں سوچنا واقعی زبردست ہے، پھر بھی یہ تلاش نہ صرف ایک حیرت انگیز کوڈ کو ظاہر
کرتی ہے، بلکہ اس بات کی مضبوطی سے نشاندہی کرتی ہے کہ ٹا (ط) کے حوالے سے کچھ اور خاص
بات ہے جو طہ ہا کا باب شروع کرتا ہے۔

شکل 39: دونوں گروہوں میں باب 20 کی ترتیب (طہ کا باب)

دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ طائف کے باب کے آغاز میں یہ ط (ط) - جس پر واضح طور پر روشنی
ڈالی گئی ہے - قرآن میں حرف ط کے تمام 1,273 نمودار ہونے کے عین مرکز میں ہے! حیرت انگیز
کے بالکل 636 نمودار ہوتے ہیں۔ اور Ṭ طور پر، قرآن کے مرکزی طائف سے پہلے اور بعد میں حرف
یقیناً، 636 + 1 + 636 = 1,273! یہ واقعی شاندار ہے۔

تصویر 40: قرآن کا سنہرا "مرکزی" ط (ط)

دوسرے لفظوں میں، یہ "سنہری ط (ط)"، جیسا کہ اسے کہا جاتا ہے، نہ صرف قرآن کا مرکزی ط ہے،
بلکہ یہ قرآن کے منفرد "جگہ شدہ" حروف میں سے ایک کے طور پر طاء ہا کے باب کی پہلی آیت کا
منسلک ہو)۔ اس کے علاوہ، Ṭ "آغاز بھی کرتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کسی لفظ کے ساتھ "باقاعدہ
سے منسلک ابواب کے دو مختلف گروہوں Ṭ خط (جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتایا گیا ہے) Ṭ ""سنہری
سے شروع ہوتے ہیں، اور وہ ابواب جن کے Ṭah وہ ابواب جو حرف) میں سے پہلے میں ظاہر ہوتا ہے
میں ابواب کی تعداد کو ایک ساتھ ضرب دینے (4 X 7) ہ ہر گروپ(ہوتا ہے Ṭah عنوانات میں حرف
کے ظاہر ہونے کی کل تعداد ہے جس کا عنوان Ṭ سے ہمیں 28 ملتے ہیں، جو کہ واحد باب میں حرف
یہ حیرت انگیز ریاضیاتی !(طہ) Ṭ خط طہ سے شروع ہوتا ہے — اور باب خود سے شروع ہوتا ہے۔ خط
ہم آہنگی ہے جو اکیلے گہرے غور و فکر کے لائق ہے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ نمبر 19 قرآن کی سب سے بڑی ریاضیاتی کلید ہے، ہمیں معلوم
کی پہلی 636 نموداریاں قرآن کے پہلے 19 ابواب میں ہیں۔ یہ مزید تحقیق کے لائق Ṭ ہوا کہ حرف
ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اس کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں 19 نمبر ایک موضوع کے
پر توجہ مرکوز رکھیں گے۔ تاہم، بات یہ ہے کہ (ط) Ṭ لحاظ سے بہت بڑا ہے، اس لیے یہاں ہم حرف
19 قرآن کی اہم عددی کلید ہے اور اسے پورے قرآن میں ظاہر ہوتے دیکھا جا سکتا ہے۔

مزید تجزیہ کرنے پر، محققین نے پایا ہے کہ پورے قرآن میں ایک ہی آیت میں حرف ط (ط) کے ظاہر ہونے کی سب سے بڑی تعداد چار بار ہے، جو اس حرف سے شروع ہونے والے ابواب کی تعداد سے بالکل مماثل ہے۔ مزید برآں، پورے قرآن میں حرف Ṭ کی چار تکرار پر مشتمل آیات کی کل تعداد بھی چار ہے! یہ کافی حیرت انگیز ہے، لیکن کیا ہم مزید گہرائی میں جا سکتے ہیں؟ کسی بھی آیت میں حرف Ṭ کے ظاہر ہونے کی سب سے بڑی تعداد چار کیوں ہے، اسی طرح جتنی آیات میں یہ آیا ہے؟

ہم 4 X 4 کو ضرب دیتے ہیں اور 16 حاصل کرتے ہیں، لیکن کیا نمبر 16 کی کوئی اہمیت ہے؟ حیرت انگیز طور پر، یہ پتہ چلتا ہے کہ حروف Ṭ حجائی حروف تہجی کا 16 واں حرف ہے! یہ ایک بار پھر واقعی معجزانہ ہے، لیکن نتائج یہیں ختم نہیں ہوتے۔

وہ چار آیات جن میں حرف ط (ت) چار نمودار ہوتا ہے (مجموعی طور پر 16) قرآن کے باب 5 اور 24 میں ہیں: باب المائدہ اور باب النور۔ ان چار آیات کے درمیان تعلق واضح طور پر حرف ط پر ہے جو کہ حجائی حروف تہجی کا 16 واں حرف ہے اور ساتھ ہی نمبر چار پر بھی ہے کیونکہ یہ چار آیات واحد آیات ہیں جن میں حرف ط چار بار آتا ہے۔

چار آیات کے اس گروپ میں سب سے منفرد آیت واضح طور پر چوتھی آیت ہے، کیونکہ نمبر چار واضح طور پر یہاں مرکزی یکجا کرنے والا موضوع ہے، جس میں چار آیات ہیں، ہر ایک میں حرف ط (ط) کی چار مثالیں ہیں، اور چار ابواب اس سے شروع ہوتے ہیں۔ خط Ṭ

یہ آیت سورہ النور کی آیت نمبر 26 ہے (قرآن 24:26)۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ چار آیات کے اس گروپ کی یہ چوتھی آیت (جو حجائی حروف تہجی کے 16ویں حرف سے تعلق کی بنا پر ایک دوسرے سے متعلق ہیں) بالکل 16 الفاظ پر مشتمل ہے! ہاں، چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ 16 دونوں 4 X 4 ہیں، اور ساتھ ہی حِجّی "ترتیب" حرف Ṭ (طہ) کا نمبر بھی ہے! واقعی حیرت انگیز ریاضیاتی ہم آہنگی لامتناہی ہے۔

کی ترتیب نمبر کے ساتھ Ṭ یعنی حرف) نمبر 16 کو دوبارہ نمایاں کیا گیا ہے، تو کیا ہوگا اگر ہم 16 کو 4 سے ضرب دیں، جو کہ حرف کی کل تعداد ہے۔ اس (ساتھ قرآن پاک 24:26 میں الفاظ کی تعداد انوکھی آیت میں کیا ظاہر ہوتا ہے؟ 16 X 4 = 64، اور چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ اس باب (یعنی باب النور جس میں یہ آیت ہے) میں آیات کی کل تعداد 64 ہے۔ یہ واقعی معجزہ ہے، لیکن ہمیشہ کی طرح، یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن 24:26 کو مزید قریب سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حرف Ṭ لگاتار چار الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے جو چار دوسرے الفاظ کے بعد آتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حرف ط کے علاوہ اور بھی چار حروف ہیں جو آیت میں کل چار بار آتے ہیں۔ یہ حروف واضح طور پر نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں، کیونکہ ہر ایک کو دہرایا جاتا ہے۔

(چار) حرف Ṭ کی چار تکرار سے میل کھاتا ہے، لہذا ہم ہر حرف کے حجائی نمبروں کو دیکھتے ہیں اور ان نمبروں کا مجموعہ 24 ہوتا ہے۔

شکل 41: "طع" کی طرح، یہ چار حروف قرآن 24:26 میں کل چار بار ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے حجائی آرڈر نمبروں کا مجموعہ 24 ہے، جو باب نمبر کے مساوی ہے۔

تو آئیے ایک لمحے کے لیے نمبر 24 کو دیکھتے ہیں۔ حیران کن طور پر، جیسا کہ آپ نے پہلے ہی دیکھا ہوگا، النور کا باب قرآن کا 24 باب ہے! اس کے باوجود اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ اس باب میں حرف Ṭ (ط) کی کل تعداد 24 ہے! کیا الفاظ واقعی اس معجزاتی ریاضیاتی کوڈ کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں؟

قرآن پاک 24:26 کو مزید قریب سے دیکھتے ہوئے، محققین نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس آیت میں حرف Ṭ پر مشتمل چار الفاظ 5ویں، 6ویں، 7ویں اور 8ویں الفاظ کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کا مجموعہ 26 ہے، جو کہ حیرت انگیز طور پر آیت نمبر بھی ہے!

اگر ہم دوبارہ ایسا کرتے ہیں، لیکن آیت کے آخر سے پیچھے کی طرف گنتے ہیں تو ان میں حرف Ṭ والے الفاظ آیت کے 9ویں، 10ویں، 11ویں اور 12ویں الفاظ بن جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں کل 42 کا مجموعہ ملتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر 42 = 26 (آیت نمبر) + 16 (حرف Ṭ کا حجائی ترتیب نمبر اور اس آیت میں الفاظ کی تعداد)! کوڈ واقعی لامتناہی ہے... اور چونکہ اس تھیم میں اس کو واضح طور پر نمایاں اور مرکزی کیا گیا ہے، اس لیے ہم اسے قرآنی ریاضی میں ایک اور بار بار آنے والی کلید سے مشروط کرتے ہیں۔

خدا کا نام، اللہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، قرآن کی ریاضی میں ایک اہم کلید ہے۔ عربی میں لفظ "اللہ" پر مشتمل حروف A، L، اور H ہیں، اور وہ اس آیت (قرآن 24:26) میں کل 26 بار آئے ہیں!

شکل 42: حروف کی کل تکرار جو قرآن 24:26 میں لفظ "اللہ" بناتے ہیں۔

اللہ کے نام سے یہ تعلق ہمیں اس راستے پر مزید نیچے جانے پر مجبور کرتا ہے کہ اس آیت میں کل حروف کی تعداد 99 ہے جو اللہ کے 99 ناموں سے مربوط ہے۔ مزید برآں، قرآن کے کسی بھی باب میں حرف ط (ط) کی سب سے بڑی تعداد باب دو میں ہے، جہاں یہ 99 بار ظاہر ہوتا ہے!

یہ ہمیں قرآن کے باب دو (باب البقرہ) تک لے گیا ہے، تو آئیے اس باب میں حرف Ṭ کی پہلی ظاہری شکل پر جائیں، جو آیت 14 (قرآن 2:14) میں نکلا ہے۔ ہمارے راستے کی تصدیق کرتے ہوئے، اس آیت میں کل الفاظ کی تعداد حیرت انگیز طور پر 16 ہے، جو کہ - جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے - حرف ط کا حجائی آرڈر نمبر ہے!

ایک مسجد میں ایک امام جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ نماز کے بعد ایک لمبے بال اور لمبی داڑھی والا آدمی آپ کے پاس آیا۔ حیرت انگیز طور پر یہ ظاہر ہوا کہ اسے اپنی ذات کی بالکل بھی پرواہ نہیں تھی۔

آدمی نے کہا، "میں بہت سست ہوں، بہت زیادہ نیند کے ساتھ۔ میں مشکل سے جاگتا ہوں، میں صرف کھانے کے لیے بیدار ہوتا ہوں اور دوبارہ سونے کے لیے جاتا ہوں۔ میں اپنے کام، اپنے مستقبل، اور ہر چیز کو نظر انداز کرتا ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میرے بچے سوچتے ہیں کہ میں ایک عجیب آدمی اور بہت بورنگ ہوں۔ میرے اندر جوش و جذبے کی کمی ہے، اور ہمیشہ مایوسی کا شکار رہتا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ پلیز میری مدد کریں۔"

امام نے اسے کہا کہ وہ دن میں کم از کم 100 بار "استغفر اللہ" کہہ کر اللہ سے معافی مانگے، اور ایک ہفتے کے بعد اس کے پاس واپس آکر نتیجہ بتائے۔

آدمی نے کہا: "میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں سست ہوں، میں دن میں 15 گھنٹے سے زیادہ سوتا ہوں۔ میں اپنی نماز، اپنے بچوں اور اپنے کام میں کوتاہی کر رہا ہوں اور تم مجھے اللہ سے معافی مانگنے کو کہہ رہے ہو؟

امام نے فرمایا: "آؤ میرے بیٹے، ہم گوشت اور خون ہیں۔ ہم انسانوں کو گناہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کریں اور گناہ کریں۔ یہ گناہ ہمارے جسموں پر بھاری ہو جاتے ہیں اور ہمیں سست بنا دیتے ہیں۔ وہ ہمارے جوش و جذبے اور حوصلے کو کم کرتے ہیں، اور ہمیں سستی اور سختی سکھاتے ہیں۔ میری نصیحت کو سنو اور نتیجہ دیکھ کر آپ حیران رہ جائیں گے۔

6 دن کے بعد وہ شخص امام کے پاس آیا اور اس سے کہا: اب میں دن میں کبھی 100 مرتبہ یا 400 مرتبہ یا 1000 مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں فعالیت اور الہام لایا ہے۔ میں 7 گھنٹے سے کم سوتا ہوں اور یہ میرے لیے کافی ہے۔ میں اپنے کام کی جگہ پر ہر سرگرمی میں خود کو شامل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے ایک نئی شراکت داری پر اتفاق کیا ہے، اور میں نے 4 دن سے بھی کم وقت میں ایک معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں۔ ان دنوں میں اپنی نمازوں کو کبھی نہیں چھوڑتا، اور اپنے بچوں کے ساتھ بہت قریب ہو گیا ہوں۔ استغفار میرے لیے ایک محرک دوا کی طرح، انرجی ڈرنک کی طرح، الیکٹرک چارج کی طرح ہو گیا ہے۔

توبہ کرنا ایک ہاتھ کی طرح ہے جو انسان کو آگے کھینچتا ہے۔ یہ ہمارے رب کی طرف سے ایک طاقت ہے۔ جس طرح چھتری ہمیں دھوپ اور بارش سے بچاتی ہے اسی طرح استغفار ہر انسان کے دل و جان کی حفاظت کرتا ہے۔

تاہم، غلط انسانوں کے طور پر، ہم سمجھتے ہیں کہ امید کھونا آسان ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہم اپنے ایمان پر سوال اٹھاتے ہیں، اپنی دعا پر شک کرتے ہیں اور اپنے معاملات میں امید کھو دیتے ہیں۔

بہت سے مذاہب کے پیروکار بعض اوقات اس حد تک اندھے ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے عقیدے یا عقائد پر منطق یا دلیل کو لاگو کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، عیسائی الہیات کے سب سے زیادہ عقلی سینٹ تھامس ایکیناس نے جب عیسائی عقیدے کے بنیادی اصولوں کی بات کی تو عقل کے استعمال کو روک دیا۔ پھر اس نے ایمان کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تو پوچھنا "کیوں عیسائیت؟" ایک ناجائز سوال ہے. تاہم، اللہ تعالیٰ اس سوال کی دعوت دیتا ہے کہ ’’اسلام کیوں؟‘‘ ہم نے یقیناً تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں، اگر تم عقل سے کام لو۔

اسلام ایک عقلی نظام ہے جو نہ صرف سوالات کی اجازت دیتا ہے بلکہ علم کو وقار اور احترام کی ایک نئی سطح تک پہنچاتا ہے۔ کسی اور مذہب نے علم اور اس کے حصول کو اتنا بلند نہیں کیا جیسا کہ اسلام نے کیا ہے۔ درحقیقت انسانی تاریخ میں پہلی بار کسی مذہبی کتاب نے لوگوں کو کائنات کی تخلیق پر سوال کرنے کی دعوت دی اور بتایا کہ اس (کائنات) میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کی تبدیلی میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (The Final Testament, ieKoran, 3:190-191) "وہ سارے معاملے کو چلاتا ہے۔ وہ نشانیاں واضح کرتا ہے" تاکہ امید ہے کہ تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کر لو۔ (13:2)

اسلام میں ہر چیز عقلی پیروی کے تابع ہے۔

اسلام ایک فکری اور تاریخی مذہب ہے۔ کوئی راز اور کوئی راز نہیں ہے جسے ایک عام آدمی سمجھ نہیں سکتا۔

لہٰذا ہمیں واضح ثبوت دیکھنے سے پہلے مخصوص نظریے یا رائے قائم کرنے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ اسلام ہمیں مشورہ دیتا ہے۔

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: میرا امتحان کیوں لیا گیا؟ قرآن جواب دیتا ہے: "کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہوئے اکیلے چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں، اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ ہم نے ان سے پہلے والوں کو بھی آزمایا اور اللہ ضرور معلوم کرے گا کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ " [29:2-3]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: مجھے وہ کیوں نہیں ملتا جو میں چاہتا تھا؟ قرآن جواب دیتا ہے، "ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو جو تمہارے لیے بہتر ہو، اور تم ایک چیز کو پسند کرو، جو تمہارے لیے بری ہو۔ لیکن اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" باب البقرہ [2:216]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: مجھ پر اس طرح بوجھ کیوں ڈالا گیا؟ قرآن جواب دیتا ہے: "اللہ کسی جان پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کو ہر نیکی ملتی ہے جو وہ کماتی ہے، اور اس کو ہر

برائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو وہ کماتا ہے۔" سورہ البقرہ [2:286] "پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ راحت ہے: (دوبارہ) بے شک ہر مشکل کے ساتھ راحت ہے۔" باب الانشیرہ [94:5-6]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: میں امید کیوں کھو رہا ہوں؟ قرآن جواب دیتا ہے: "لہٰذا ہمت نہ ہارو اور نہ ہی مایوسی کا شکار ہو، کیونکہ اگر تم ایمان میں سچے ہو تو تم ہی برتر ہو گے۔" سورہ آل عمران [3:139]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: میں اس کا سامنا کیسے کر سکتا ہوں؟ قرآن جواب دیتا ہے: "اے ایمان والو! صبر اور استقامت پر قائم رہنا؛ ایسی استقامت سے مقابلہ کرنا؛ ایک دوسرے کو مضبوط کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ سورہ آل عمران [3:200] "اور صبر، استقامت اور نماز سے (اللہ سے) مدد مانگو، یہ بہت مشکل ہے، سوائے ان لوگوں کے جو عاجزی اختیار کرتے ہیں" باب البقرہ [2:45]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: مجھے ان سب سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ قرآن جواب دیتا ہے: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال اس کے بدلے میں خرید لیا ہے کہ انہیں (جنت کا) باغ ملے گا‘‘ باب التوبہ [9:111]

ہم ہمیشہ پوچھتے ہیں: میں کس پر انحصار کر سکتا ہوں؟ قرآن جواب دیتا ہے: "(اللہ) مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے، وہی عرش کا مالک ہے۔" باب التوبہ [9:129]

اس طرح قرآن ہر سوال کا جواب دیتا ہے اور ہر مسئلے کا حل دیتا ہے۔ آئیے ہم نوبل قرآن کے ریاضی کے ضابطوں کا جائزہ لیتے رہیں۔

قرآن کا ریاضیاتی ضابطہ واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن چونکہ ہم پہلے ہی یہاں موجود ہیں، آئیے آیت 24:26 پر واپس جانے سے پہلے آیت 2:14 کو مزید قریب سے دیکھیں۔

آیت کے آخر سے شمار کرتے ہوئے، حرف Ṭ کا ترتیب نمبر 32 ہے، جو 16+16، یا (چونکہ یہ دوسرا باب ہے) 16 X 2 بنتا ہے۔

آیت کے شروع سے شمار کرتے ہوئے، حرف Ṭ کا ترتیب نمبر 42 ہے، جو کہ 16+26 ہے۔ یہاں، تاہم، نمبر 26 ہمیں باب النور کی آیت نمبر 26 کی طرف لے جاتا ہے (24:26) اس میں 16 الفاظ بھی شامل ہیں، اور جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، قرآن 2:14 سے مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔

شکل 43: حرف Ṭ (Ṭah) کی پوزیشن، آگے اور پیچھے دونوں کی گنتی

لہٰذا، قرآن 24:26 کو ایک بار پھر دیکھتے ہوئے، ہم پہلے ہی حیرت انگیز نتیجہ دیکھ چکے ہیں جب ہم حرف Ṭ (Ṭah) کے ساتھ منسلک لفظ نمبر ترتیب کو دیکھتے ہیں، لیکن حروف کی ترتیب کا کیا ہوگا؟

آیت کے شروع سے، حرف ط (طہ) 37ویں، 44ویں، 52ویں اور 59ویں حروف کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں کل 192 ملتا ہے۔ نمبر 192 16 کا ضرب ہے کیونکہ 16 X 12 192 ہے۔ ہم پہلے ہی 16 کے بارے میں سب جانتے ہیں اور حرف Ṭ کس طرح حروف تہجی کا 16 واں حرف ہے، اور یہ آیت 16 الفاظ طویل ہیں، لیکن اس 12 کا کیا ہوگا؟ حیرت انگیز طور پر، 12 قرآن میں ابواب کی صحیح تعداد ہے جس میں حرف "Ṭ" کے یہ منفرد بالکل بھی ظاہر نہیں ہوتا! لیکن کیوں خود کو 16 X 12 تک محدود رکھیں؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ 192 باب نمبر 12 میں آیات کی تعداد کا بھی ایک ضرب ہے (64 X 3) اور ساتھ ہی باب (24 X 8) کا بھی ایک ضرب ہے!

شکل 44: قرآن 24:26 کے آغاز سے خط ط (طہ) کی ترتیب

اب آیت کے آخر سے شروع کرتے ہوئے وہی کرتے ہیں۔

41ویں، 48ویں، 56ویں اور 63ویں حروف کے طور پر (طہ) Ṭ آیت کے آخر سے شمار کرتے ہوئے، حرف
ہے۔ جیسا کہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں، 8 X ظاہر ہوتا ہے، جس سے کل 208 ہوتے ہیں، جو کہ 26
26 آیت نمبر ہے۔

شکل 45: 24:26 کے آخر سے خط ط (طہ) کی ترتیب

لیکن کیا ہوتا ہے اگر ہم اس طریقے کے استعمال کے نتیجے میں دونوں نتائج کو دیکھیں؟ آیت کے شروع سے گننے سے ہمیں 192 ملے جبکہ آیت کے آخر سے گننے سے ہمیں 208 ملے۔ حیرت انگیز طور پر 192 کے ساتھ Ṭ اور 208 میں فرق 16 ہے! سبحان اللہ! قرآن پاک کی اس انوکھی "ت" آیت میں، حرف منسلک حروف کی پوزیشنوں کے مجموعے کے درمیان فرق، آیت کے آغاز اور آخر دونوں سے شمار کرتے ہوئے، آیت میں الفاظ کی تعداد کے بالکل برابر ہے، جو خط ط کا حجائی آرڈر نمبر بھی ہے! جس طرح ہم نے طائف کے باب میں سنہری طاع (بطور حرف) پایا، یہ آیت صحیح معنوں میں طائف کی سنہری "آیت" کہلانے کی مستحق ہے۔

سنہری" طہ (ایک خط کے طور پر) کے بارے میں دوبارہ سوچتے ہوئے، یہ سوچنا حیرت انگیز ہے کہ " اس سے پہلے اور اس کے بعد دونوں طرف بالکل 636 حروف ہیں، جو طاء ہا کے باب کے شروع میں دائیں طرف رکھے گئے ہیں، جو کہ واحد ہے۔ قرآن کے اس باب کا عنوان ہونا چاہیے جس کا آغاز حرف ط (ط) سے ہو! یہ سب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ باب بیک وقت ابواب کے دو الگ الگ گروپوں میں سے شروع Ṭ ہے، اور وہ جن کی ابتدائی آیات حرف Ṭ ایک "لیڈ" باب ہے - جن کے عنوانات میں حرف ہوتی ہیں؟

اوپر بیان کیا گیا کامل ریاضیاتی ہم آہنگی ہمیں سیدھے طائف کی "سنہری آیت" تک کیسے لے جا سکتی ہے، جو چار آیات کے گروپ میں چوتھی آیت ہے جو قرآن کی واحد آیات ہیں جن میں ہر آیت میں حرف ط کی چار تکرار ہوتی ہے۔ ? طہ کی اس سنہری آیت میں بالکل 16 الفاظ کیسے ہوسکتے والے الفاظ کے ترتیب نمبر کا (دوبارہ، حروف تہجی کا 16 واں حرف) Ṭ ہیں جب کہ آیت کے اندر حرف چاہے آگے کی گنتی ہو یا) Ṭ مجموعے آیت نمبر کے برابر ہے؟ یہ کیسے ہے کہ اس آیت میں حروف پر مشتمل الفاظ کے ترتیب نمبروں کا مجموعہ اس کثیرالجہتی، باہم مربوط ریاضیاتی (پیچھے کی جائے ? کے ظاہر ہونے کی تعداد کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ Ṭ ہم آہنگی کا نتیجہ ہے جو اس باب میں حرف

قرآن کا ریاضیاتی ضابطہ لسانی اعتبار سے کامل کتاب کے اندر ایک کثیر الجہتی عددی نظام ہے — ایک ایسی کتاب جس کے گہرے معنی ہیں، اور اس کے باوجود اس کا ہر حرف ریاضیاتی کمال کی ایک پوری نئی دنیا کے لیے بالکل درست ہے۔ یہ واقعی آسمانوں اور زمین کے خالق کی طرف سے ایک الہامی وحی ہے — اللہ کی طرف سے جس نے ڈی این اے کوڈ بنایا، جس میں کثیر پرت والے افعال بھی ہیں جو چار DNA بیس پیئرز پر مبنی نظام میں آگے اور پیچھے دونوں کام کرتے ہیں یا پڑھتے ہیں۔ لہذا اس شاندار کوڈ کی ڈی این اے جیسے کچھ معاملات میں کام کرنے کی صلاحیت اب واضح ہو گئی ہے۔ اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے جو ہم نے پہلے مکھیوں کے باب میں دیکھا تھا۔ یقیناً، اس کے بعد، ہم قرآن اور ڈی این اے کے باہمی تعلق کے مزید شواہد تلاش کرنے کی توقع کر سکتے ہیں۔

ڈی این اے، ایمبریوز، جنس، اور انگلی کے اشارے

اس پیچیدہ باب کو بہت زیادہ معلومات اور متعدد راستوں کی وجہ سے لکھنا مشکل تھا جن کے ذریعے اسے پیش کرنا ممکن ہے۔ مزید برآں، ہر راستہ آسانی سے دوسرے عنوانات تک پہنچ جاتا ہے- اس لیے اصل موضوع پر واپس آنے سے پہلے کہاوت خرگوش کے سوراخوں کی کتنی دور تک پیروی کرنا ہے اس کا فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

اب تک، یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ قرآن کی ریاضی ایک پیچیدہ ضابطہ ہے، جسے - ڈی این اے کی طرح - اکثر آگے اور پیچھے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈی این اے کے برعکس، جس میں صرف چار بنیادی جوڑے ہیں جو معلومات کا ایک بہت بڑا ضابطہ تیار کرتے ہیں، قرآن میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ براہ کرم اسے ذہن میں رکھیں جب ہم سب سے پہلے اس معجزاتی کثیر پرت والے ریاضیاتی میٹرکس کے گہرے سرے میں غوطہ لگاتے ہیں۔

قرآن مجید کی پہلی آیات جو اب تک نازل ہوئی ہیں وہ باب 96 کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ باب کا نام "علق" ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ ابتدائی جنین کا مرحلہ ہے جہاں سے انسان کو رحم میں تخلیق کیا جاتا ہے۔ حمل کا یہ مرحلہ اس تعریف کے ساتھ بالکل فٹ بیٹھتا ہے کہ 'علق' کیا ہے، لیکن یہ یہاں ہماری ریاضیاتی دلچسپی سے باہر ہے۔ مختصراً، یہ مرحلہ اس وقت ہوتا ہے جب ابتدائی انسانی جنین کو بچہ دانی کی پرت (جسے اینڈومیٹریئم کہا جاتا ہے) میں پیوند کیا جاتا ہے، جہاں ' علق' کے تینوں معنی بالکل لاگو ہوتے ہیں۔ لفظ 'علق' کا مطلب ہے جونک جیسی چیز، کسی اور چیز سے جڑی ہوئی چیز، اور جما ہوا یا جما ہوا خون - اور حمل کے اس ابتدائی مرحلے میں جنین اس طرح نظر آتا ہے اور برتاؤ کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ کہ سب سے پہلے ظاہر ہونے والا لفظ "پڑھنا" تھا (اور اس کا مطلب "پڑھنا" بھی ہے) بہت ہی افشا کرنے والا ہے — لیکن یہ بھی، ہماری ریاضیاتی توجہ سے باہر ہے۔

یہاں جو چیز دلچسپی کا باعث ہے وہ ہماری پہلی حیرت انگیز تلاش ہے، جو کہ لفظ "علق" قرآن کے 96ویں باب کا نواں لفظ ہے۔ نواں پرائم نمبر 23 ہے جو کہ انسانی ڈی این اے کروموسوم جوڑوں کی تعداد بھی ہے! یہ شاندار ہے! آیت میں لفظی طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ نے انسانوں کو ایک 'علق' سے پیدا کیا، جو نواں لفظ ہے، اور 23 نواں نمبر ہے! کروموسوم کے تئیس جوڑے ظاہر ہے کہ کل 46 ہیں، اور یہ بات بھی بہت واضح ہے کہ- جیسا کہ شیخ بسام جرار نے روشنی ڈالی ہے، جو اپروچ بی کا استعمال کرتے ہیں- قرآن میں لکھے گئے "آدم" نام کی "ابجدی" عددی قیمت ہے۔ یہ بھی 46 ہے! آدم کے ساتھ ہجے کرتے "A" یقیناً انسانیت کا باپ ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے، کیونکہ آج ہم آدم کو ایک ابتدائی کے ساتھ ہجے کرتا ہے، پہلا ہمزہ کی شکل میں ہے۔ As ہیں، لیکن قرآن خاص طور پر اسے دو ابتدائی

شکل 46 (دائیں سے بائیں): قرآن میں لکھے گئے "آدم" کی عددی قیمت 46 ہے۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ ولادت کا لفظ ایک مخصوص شکل رکھتا ہے جو پورے قرآن میں صرف ایک بار آیا ہے، باب الاخلاص (قرآن 112:2) کی دوسری آیت میں، جو کہ ایک مختصر چار آیت ہے۔ باب یہ لفظ ہے۔

" یالد" جو عربی میں تین حرفی لفظ ہے جس کا مطلب ہے "پیدائش"۔ اس سے پہلے اور بعد والے دونوں سات الفاظ کے ساتھ، لفظ "پیدائش" باب میں مرکزی لفظ ہے۔ اس سے بھی بڑا نتیجہ یہ ہے کہ سے پہلے اور اس کے بعد 23 حروف ہوتے ہیں۔ (ل " ہے ") L اس کا مرکزی حرف جو کہ عربی میں لہٰذا، پیدائش کے لیے یہ انوکھی اصطلاح — جو دراصل قرآن پاک میں دو بار ظاہر ہوتی ٰ، لیکن اس صحیح شکل میں صرف ایک بار — ایک خوبصورت رنگ سازی میں مرکزی لفظ ہے۔ دونوں اطراف کے سات الفاظ کے درمیان مرکز میں، اس کا مرکزی حرف بھی پورے باب میں واحد حرف ہے جسے عربی میں "کسرا" کہا جاتا ہے، جو خط کے نیچے ایک چھوٹی ترچھی لکیر کے طور پر لکھا جاتا ہے، جیسا کہ یہاں دکھایا گیا ہے: ل . یہ اس خط کی انفرادیت کو مزید اجاگر کرتا ہے، جو عربی لفظ "پیدائش" کے عین مرکز میں بھی نکلتا ہے۔ یہ 23 حروف کے دو جوڑوں کے درمیان عین مرکز میں ہے، جب کہ انسان، بلاشبہ، 23 کروموسوم کے دو جوڑوں کے ایک ہونے کے بعد ایک انسان کو جنم دیتا ہے! یہ واقعی ایک شاندار رنگ کی ساخت ہے جو کہ تعداد میں 23 جوڑوں کی تولید میں کروموسوم کے اتحاد کو نمایاں کرتی ہے۔

شکل 47: "پیدائش" کے لیے عربی لفظ کی انگوٹھی کی ترکیب تولید میں کروموسوم کے 23 جوڑوں کے اتحاد کو نمایاں کرتی ہے۔

مزید برآں، ان سات الفاظ کے بارے میں جو اس لفظ سے پہلے اور دونوں طرف اس کی پیروی کرتے ہیں، ہمیں یہ بھی شامل کرنا چاہیے کہ سات صرف قرآنی ریاضی میں ایک اہم کلید نہیں ہے۔ قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ آدم کو سات مراحل میں پیدا کیا گیا تھا۔ عام جنسی تولید کے عمل سے، آدم اور اس کی بیوی کے بعد پیدا ہونے والے تمام انسان بھی تخلیق کے سات مراحل سے گزرتے ہیں!

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، "پیدائش" کا عربی لفظ ایک بار پھر ظاہر ہوتا ہے، لیکن ایک بہت ہی مختلف شکل میں "Yalid" یہ "yalidu" کے بجائے یہ "جیسا کہ طور پر ظاہر ہوتا ہے ("وہ جنم دیتے ہیں" کے "جنم دیتے ہیں")۔ یہ قرآن کی آیت 71:27 میں ہے۔ حیرت انگیز طور پر، یہ آیت کا ساتواں لفظ ہے اور 23ویں حرف سے شروع ہوتا ہے! لہذا، دونوں صورتوں میں، پیدائش کا لفظ سات اور 23 دونوں سے منسلک ہے.

جب ہم پوری تسلی کے ساتھ یہ تسلیم کرلیتے ہیں کہ ہم محض مخلوق اور اللہ کے بندے نہیں ہیں، جنہیں اس زمین پر آزمائش، آزمائش اور آزمائش کے لیے رکھا گیا ہے، تو زندگی اچانک بالکل نئے معنی اختیار کر لیتی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ ہماری زندگیوں میں ایک مستقل ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔ جب ہم فکر اور غم سے مغلوب ہوتے ہیں تو راحت اللہ کی طرف رجوع کرنے سے ہی ملتی ہے! اگر ہم اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، تو ہم کسی بھی مایوسی پر قابو پانے کے ذرائع اور صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا: جو اللہ کی محبت لینے آئے اسے دنیا کی محبت کا مزہ نہیں آتا

اس نے کیا پایا جس نے اللہ کو کھو دیا؟ اور جس نے اللہ کو پا لیا اس نے کیا کھویا؟ اپنے بارے میں جتنا ممکن ہو کم اور دوسرے لوگوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سوچیں۔ جو نیکی آپ دوسروں کے لیے کرتے ہیں وہ 'کرایہ' ہے جو آپ اس زمین پر اپنی جگہ کے لیے ادا کرتے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دیتا ہے۔ لیکن جب اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا تو وہ اسے عذاب میں بدل دیتا ہے۔

" اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور نہیں کر سکتا، اور اگر تمہیں بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (قرآن 6:17)

جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس سے آپ خوش ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: اے اللہ میرے دل کو اس بات سے تسلی دے جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، مجھ سے ان بوجھوں کو دور فرما جو میں اکیلا اٹھاتا ہوں اور میں ان کو ظاہر نہیں کرتا، اور مجھے اس زندگی کے نشیب و فراز پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور مجھے ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔

کیا آپ نے کبھی قرآن کی تلاوت کی ہے اور اندر کی معجزاتی آیات سے خوفزدہ ہوئے ہیں؟ کیا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ ہمارا رب کتنا عظیم ہے جس نے ہمیں اپنی عظیم الشان کتاب عطا کی؟ کتنا پیارا ہے میرا رب جو جنگل میں چیونٹی کے قدموں کی چاپ بھی سنتا ہے۔ میں اپنے آپ سے سوال بھی کیسے کرسکتا ہوں جب میں جانتا ہوں کہ میرا رب میری سنتا ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں سننے کے لائق نہیں ہوں؟ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں اور وہ جواب دیتا ہے۔ ہر ایک دفعہ. دیکھنے میں تھوڑا سا لگتا ہے۔ روح کی تلاش کا تھوڑا سا۔ اللہ کی موجودگی ہر چیز میں ہے۔ انتظار، درمیانی اور درمیانی وقت، یہ سب ایک مقصد اور معنی رکھتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو، اس کی تاخیر اور اس کے راستے بھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس سے چھٹکارا پانے والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں خوش نصیبی سے چھوئے (کوئی اس کا نقصان نہیں کرسکتا)؛ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے" (قرآن 6:17)

ہم اکثر غم کی وجہ سے اپنی عقل اور صبر کھو دیتے ہیں۔ ہم سخت، مایوس، ناامید ہو سکتے ہیں اور صرف اس وجہ سے نہیں کہ ہم بھول جاتے ہیں کہ اللہ کی رحمت ہر چیز پر غالب آ جاتی ہے، ہم بھول جاتے ہیں کہ وہ سب سے اعلیٰ اور طاقتور ہمیشہ صبر کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ان سے محبت کرتا ہے کہ وہ اس پر بھروسہ کریں۔ آزمائشوں اور مصیبتوں کے اوقات۔ بے شک نیک لوگ اللہ پر اپنے پختہ یقین کی وجہ سے غم، تکلیف اور مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں۔

غم کو اللہ کی طرف سے عزت کی طرح پہنو کیونکہ یہ آپ کو اس کے قریب کرتا ہے، یہ آپ کو اسے یاد کرنے، اسے پکارنے اور اس سے محبت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب آدمی اپنے اعمال سے بے پرواہ ہوتا ہے، تو اس کی تلافی کے لیے اسے غم میں مبتلا کیا جاتا ہے۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے غم کو بڑھا دیتا ہے اور جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے دنیوی مال کو وسعت دیتا ہے۔

بڑے صبر کے ساتھ اللہ کا ذکر غم بھی ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ہمیں قیمتی سبق دیتا ہے۔ اور سب سے اہم، یہ وہاں کی سب سے قیمتی چیز ہے اگر یہ آپ کو اس کے قریب لاتی ہے۔

لہٰذا، ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے غم کے وقت پرسکون اور مضبوط رہنا سیکھیں، اپنے آپ کو یاد دلاتے ہوئے کہ اللہ کے پیارے سب سے زیادہ آزمائے جاتے ہیں اور انہیں ان کے صبر اور ایمان کا زبردست اجر ملتا ہے، جو کسی کے تصور سے بھی باہر ہے۔ اللہ ہماری نیتوں کو جانتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ ہم کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں رہنا چاہتے ہیں۔ وہ ان جدوجہد کو دیکھتا ہے جن سے ہم توجہ مرکوز اور وفادار رہنے کے لیے گزرتے ہیں۔ وہ ہماری کوششوں کو سمجھتا ہے جب کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ وہ ہماری خوشی کو سمجھتا ہے جب ہم اٹھتے ہیں، اور ہمارے گرنے کے پیچھے کا درد۔ یہ جاننے کا احساس کہ وہ سمجھتا ہے ہمیں حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس بات سے گریز کرتے ہوئے کہ ایک بڑی ہتک عزت کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے، آئیے ہم قرآن کی پہلی نازل شدہ آیات کی طرف لوٹتے ہیں اور ان لوگوں کے نتائج کا جائزہ لیتے ہیں جو اپروچ A کا استعمال کرتے ہیں۔ پہلی آیات 96 باب میں ظاہر ہوتی ہیں، جس کے بعد مزید 18 آیات آتی ہیں۔ قرآن کے آخر تک ابواب۔ یہاں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پورے قرآن میں یہ واحد باب ہے جو ایک آیت سے شروع ہوتا ہے جس کے کل 18 حروف ہیں! اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ اس باب میں واضح طور پر قرآن پاک میں نازل ہونے والا پہلا حرف ہے جو اس کی پہلی آیت شروع کرنے والا "الف" ہے۔ اس باب میں حرف A کی 61 مثالیں ہیں۔ نمبر A 61 بار آیا ہے، اور یہ واحد باب ہے جس میں حرف A 61 ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں میں سے ترتیب 18 ہے! اس میں مزید پیچیدگی پیدا کرنے کے لیے، آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اس باب کا 61واں حرف A ہے، جب کہ اس باب کا 18واں حرف بھی A ہے۔ ایک بار پھر، حرف A باب میں 61 بار ظاہر ہوا ہے، جبکہ 61 بار ہے۔ 18واں بنیادی نمبر۔ یہ واقعی قابل ذکر ہے، خاص طور پر جب اس حقیقت کے ساتھ مل کر کہ پہلی آیت میں حروف کی تعداد بالکل اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ باقی قرآن میں کتنے اور ابواب باقی ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اوپر بتائے گئے اعداد اور اس حقیقت کو بھول جائیں کہ قرآن پاک میں نازل ہونے والی پہلی آیت کسی بھی باب کی واحد ابتدائی آیت ہے جس میں 18 حروف ہیں، آئیے قرآن کے پہلے باب کی طرف چلتے ہیں۔ قرآن کے ایک باب میں (باب الفاتحہ)، 18 واں لفظ عربی لفظ "احدینہ" ہے، جس کا مطلب ہے "ہمیں رہنمائی کرنا،" اور قرآن کے پہلے باب میں اس کی پوزیشن بھی اسے شروع سے 18 واں لفظ بناتی ہے۔ پورے قرآن کا۔ لہٰذا، پہلی بار نازل ہونے والی آیت میں 18 حروف ہیں،

جبکہ قرآن میں 18 واں لفظ خاص طور پر یہ لفظ "احدینہ" ہے۔ اگر ہم اس لفظ کے حروف اور ان کے حجائی نمبروں کو دیکھیں تو یہ جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ ان کا مجموعہ 61 ہے جو کہ 18واں بنیادی نمبر ہے۔

شکل 48 (دائیں سے بائیں): "ہمیں رہنمائی" کے لیے عربی لفظ کے حروف کے احکامات جو کہ قرآن کے آغاز سے 18 واں لفظ ہے۔

یہ حیرت انگیز ہے، لیکن کیا ہوگا اگر ہم دیکھیں کہ اس لفظ کے حروف باب اول میں کتنی بار آئے ہیں (قرآن کا وہی باب جس میں یہ پہلی بار آیا ہے)؟ حرف A کو دو بار گننے سے (چونکہ یہ عربی لفظ "احدینہ" میں بھی دو بار آتا ہے)، تو پتہ چلتا ہے کہ حرف کی تکرار کی کل تعداد 72 ہے۔ لیکن کیا اس کی کوئی اہمیت ہے؟ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ پورے قرآن کے واحد باب میں الفاظ کی صحیح تعداد 72 ہے جو 18 حروف کی آیت سے شروع ہوتی ہے۔

جی ہاں، یہ باب العلق (باب 96) ہے جس میں 72 الفاظ ہیں!

شکل 49 (دائیں سے بائیں): حروف کی تکرار جو کہ بنتی ہے۔

پہلے باب میں قرآن کا 18واں لفظہ کل 72 ہے، جو کہ باب 96 میں پائے جانے والے الفاظ کی صحیح تعداد ہے، قرآن کا وہ باب جس میں پہلی بار نازل ہونے والی آیات ہیں۔

یہ واقعی چونکا دینے والا ہے۔ قرآن میں نازل ہونے والی پہلی آیت (آیت 96:1) 18 حروف لمبی ہے اور ہمیں ایک ایسے سفر پر لے گئی جس میں 18 اور 61 دونوں پر زور دیا گیا تھا۔ پھر، قرآن کے پہلے باب (باب الفاتحہ) میں، 18 ویں لفظ کا حروف نے 61 اور 72 دونوں تیار کیے (باب 96 میں الفاظ کی تعداد)۔ یہ ضابطہ انسانی استطاعت سے کہیں زیادہ ہے اور محض حیرت انگیز ہے۔ لیکن اب ہم یہ اضافہ کرتے ہیں کہ 72 باب 96 (باب العلاق) میں نہ صرف الفاظ کی تعداد ہے بلکہ 18 کا ضرب بھی ہے۔ یقیناً یہ ہے، کیونکہ 4 X 18 = 72 لیکن اس چار کا کیا ہوگا؟ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ باب 96 میں حروف کی صحیح تعداد 4 X 72 = 288 ہے اور 288!

لیکن اسے مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ذہنی وقفہ وہ نہیں ہے جو آپ کو حاصل ہوتا ہے جب ہم جاری رکھتے ہیں، کیونکہ یہ صرف ختم نہیں ہوتا۔ لفظ "احدینہ" پہلے ہی بہت کچھ لے چکا ہے- لیکن مزید تجزیہ کرنے پر، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورے قرآن میں صرف دو بار ظاہر ہوتا ہے۔ صرف دو آیات جن میں یہ منفرد لفظ ظاہر ہوتا ہے وہ ہیں قرآن 1:6 اور 38:22 (صاد کے باب میں)۔ جب ہم اپنے پچھلے نقطہ نظر کو دہراتے ہیں اور گنتے ہیں کہ اس لفظ کے حروف دونوں آیات میں کتنی بار آئے ہیں (حرف A دوبارہ کو دو بار گنتے ہیں کیونکہ یہ عربی لفظ "احدینہ" میں بھی دو بار آتا ہے) تو یہ جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ کل تعداد خط کی تکرار دوبارہ ہمیں 61 دیتا ہے!

شکل 50 (دائیں سے بائیں): حروف کی تکرار جو قرآن کو بناتے ہیں

صرف آیات میں 18واں لفظ جس میں یہ لفظ ظاہر ہوتا ہے۔

(قرآن 1:6 اور 38:22)

یہ حیرت انگیز ہے — اور میں یہ بھی شامل کروں گا، دلچسپ بات یہ ہے کہ باب کا عنوان ("العلق") ایک ابتدائی برانن انسانی حمل کی اصطلاح ہے جو براہ راست عربی لفظ "احدینہ" سے منسلک ہے۔ اس تعلق کا تجزیہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ حرف A کی 23 تکرار ہیں جو کہ لفظ کا پہلا اور آخری

حرف ہے۔ یہ تعداد اہم ہے، کیونکہ یہ انسانوں میں کروموسوم کے جوڑوں کی تعداد کی نمائندگی کرتا ہے!

لیکن صرف میں ہی کیوں ہوں جس نے یہ تعلق قائم کیا جبکہ کسی اور نے اس پر توجہ نہیں دی؟ اس پوری کتاب میں، میں نے اپنی تلاش یا مشاہدات کو چھوڑ دیا ہے، انہیں دوسروں کی طرف سے کی جانے والی بہترین تلاشوں کے ساتھ ملایا ہے، لیکن کیا میں یہاں تنکے تک پہنچ رہا ہوں اور اس تعلق کو بنانے کے لیے کمزور زمین پر کھڑا ہوں؟ کیا میں اس تعلق کو تقویت دے سکتا ہوں اور یہ دکھا سکتا ہوں کہ 23 حروف کی تکرار واقعی انسانی ایمبریو اور اس کے کروموسوم جوڑوں کے بارے میں ہیں؟

مندرجہ بالا چارٹ میں نتائج کو دوبارہ دیکھیں۔ پہلا اور آخری نمبر دونوں 23 ہیں، لیکن دوسرا نمبر (دائیں سے) 3 ہے، اور اللہ ہمیں بتاتا ہے کہ جنین کی نشوونما اندھیرے کی تین تہوں میں ہوتی ہے! اللہ نے اس کا تذکرہ اس وقت کیا جب اس نے کہا، "...وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے رحموں میں پیدا کرتا ہے، تخلیق کے بعد تخلیق، اندھیرے کی تین تہوں میں..." (قرآن 39:6) سائنسی طور پر، یہ پیٹ کی دیوار، رحم کی دیوار سے تعلق رکھتا ہے۔ ، اور امینیٹک تھیلی۔

چارٹ میں دوسرے سے آخری نمبر (دوبارہ، دائیں سے) 7 ہے، جو کہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، اسلام میں انسانی تخلیق کے مراحل کی تعداد! آخر میں، چارٹ کے بیچ میں نمبر 5 ہے، جو کہ قرآنی ریاضی میں ایک اہم کلید ہے جو واضح طور پر اسلام کے پانچ ستونوں اور ایک مسلمان کے لیے ضروری پانچ نمازوں سے متعلق ہے۔ تاہم، زیادہ مطابقت یہ ہو سکتی ہے کہ نمبر پانچ کا تعلق ان پانچ حواس سے بھی ہو سکتا ہے جو انسان کے پاس ہیں (نظر، سماعت، لمس، سونگھ اور ذائقہ)۔ پھر بھی جیسا کہ دیکھا جائے گا، ہر سرا (یعنی انگلیوں اور انگلیوں) پر پانچ ہندسوں کو بھی عددی طور پر نمایاں کیا گیا ہے، لہٰذا یہ ایک بار پھر ایک اور دلچسپ مشاہدہ ہے جو تحقیق کے لائق ہے۔ ایک بار پھر یہ مجھے بے آواز چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن کیا نمبر پانچ سے زیادہ ہے؟ میں اسے اگلے درجے پر لے گیا، اور جو کچھ مجھے ملا وہ حیرت انگیز تھا۔

سب سے پہلے، میں نے پایا کہ قرآن پاک کے آخری پانچ ابواب میں کل 23 آیات ہیں!

میں یہ جان کر بھی حیران رہ گیا کہ پانچ آیات والے آخری باب (باب 113) میں 23 الفاظ ہیں!

میں نے یہ بھی پایا کہ قرآن پاک کی آخری آیت جس میں 23 الفاظ ہیں وہ اس باب کی پانچویں آیت ہے جس میں یہ ظاہر ہوتا ہے! (قرآن 62:5)

یہ یاد کرتے ہوئے کہ انسان اندھیرے کی تین تہوں میں ترقی کرتا ہے، میں نے مزید دیکھا کہ قرآن پاک کے آخری تین ابواب جن میں پانچ آیات ہیں ہر ایک میں کل 23 الفاظ ہیں!

پھر جب میں نے قرآن کے آخر سے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ 23ویں آیت میں پانچ الفاظ ہیں! (قرآن 110:1)

درحقیقت، جب میں نے قرآن کے تمام ابواب کو پانچ آیات کے لیے شمار کیا تو میں نے پایا کہ ان میں کل 99 الفاظ ہیں! سبحان اللہ، اللہ کے مبارک ناموں کا نمبر 99 ہے! مزید برآں، 9+9 ہمیں ہر اس چیز پر واپس لے جاتا ہے جس کا ہم نے پہلے نمبر 18 کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ، 99ویں آیت کے ساتھ آخری آیت (قرآن 15:99) کے واحد باب میں پانچ الفاظ ہیں! حیرت انگیز طور پر، قرآن میں 99 نمبر والی آخری آیت (قرآن 37:99) کے کل 23 حروف ہیں!

ذہن میں رکھیں کہ پانچ اس سب کے مرکز میں ہیں اور پانچ حرفی لفظ ("احدینہ") سے نکلا ہے، جو حروف تہجی کے چار حروف سے بنا ہے۔ یہ بات جلد ہی واضح ہو جائے گی۔

ابھی کے لیے، ہمیں آگے بڑھنا چاہیے، لیکن پہلے مجھے اپنا ایک اور مشاہدہ شامل کرنے کی اجازت دیں، وہ یہ ہے کہ دوسری آیت جس میں یہ پانچ حرفی لفظ ظاہر ہوا ہے (قرآن 38:22) بالکل 23 الفاظ پر مشتمل ہے!

یہ نوٹ کرنا بھی دلچسپ ہے کہ باب 61 (قرآن 61:5) کی پانچویں آیت میں 23 الفاظ اور 99 حروف ہیں۔ اس سے پہلے، ہم نے 61 کی مسلسل تکرار دیکھی، جو کہ 18 واں بنیادی نمبر ہے، جبکہ قرآن کا 18 واں لفظ پانچ حرفوں کا کلیدی لفظ ("احدیتہ") ہے جس پر ہم یہاں بحث کر رہے ہیں۔ نیز، 18 اور 61 دونوں قرآن کی پہلی بار العلق کے باب میں نازل ہونے والی آیات سے مضبوطی سے جڑے ہوئے ہیں۔

سبحان اللہ، بس لامتناہی ہے!

وقت کی قدر:

اس دنیا کے تمام مادی اثاثوں میں سب سے قیمتی چیز وقت ہے، حالانکہ جب ہم خزانے کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہمارا ذہن سونے یا چاندی کا تصور کرتا ہے۔ ہم بہت کم سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں موجود تمام مادی ملکیت کے لیے ہمارے لیے کوئی فائدہ یا قیمت ہے، یہ زندگی، جو اللہ نے ہمیں دی ہے، اس کا وہاں ہونا ضروری ہے۔ کتنی صبحیں، کتنی شامیں، اس قیمتی زندگی کے کتنے گھنٹے اللہ کی نافرمانی میں گزرے۔ لاتعداد صبح و شام، ہم گلیوں کے کونوں میں بیٹھ کر وقت گزارتے پائیں گے۔ گھنٹے اور گھنٹے، ہم وقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کے سامنے گزرے گھنٹے اور دن، اور کرکٹ کے کسی میدان یا فٹ بال کے میچ میں گزرے گھنٹے اور گھنٹے، جیسا کہ قیمتی وقت ضائع ہوتا جا رہا ہے، جیسا کہ ہم فضول اور تفریحی کاموں میں وقت گزار رہے ہیں جو بالکل بے فائدہ ہے۔ فائدہ اللہ نے ہمیں یہ زندگی نہیں دی ہے اور اللہ نے ہمیں اس دنیا میں یہ وقت اس لیے نہیں دیا ہے کہ ہم اسے مٹا دیں، یہ زندگی ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔ یہ زندگی بنانا ہے۔ ہمیں بنانا ضروری ہے قیمتی ہے۔ ہمیں اسے قیمتی بنانا ہے۔ بدقسمتی سے جب یہ سب سے بنیادی اور اہم ترین سوال ہمارے سامنے رکھا جاتا ہے کہ میں اس زندگی کو کیسے قیمتی بنا سکتا ہوں، اس زندگی کو کیسے قیمتی اور قابل قدر بنا سکتا ہوں، تو ہم میں سے اکثریت اپنی سمجھ میں بری طرح ناکام ہو جائے گی۔ جو زندگی کو قیمتی بناتی ہے۔ دنیاوی عزت، دنیوی شہرت اور پہچان، دنیوی دولت کا حصول، قیادت، دنیاوی بادشاہت اور جو ظاہر و باطن ہے، اور اس مادی دنیا کا حصول جو ہمارے سامنے ہے، جسے ہم نے اپنی زندگی کا اصل مقصد بنایا۔ ہم نے اس کو مقصد بنایا ہے۔ ہم نے اس کو آئیڈیل بنایا ہے، ہم نے اسے مقصد بنایا ہے اور ہم ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں، ہر ایک زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اسے کامیابی کا حتمی مقصد اور مقصد سمجھ رہا ہے، اور اس کو وہ پیمانہ سمجھ رہا ہے جس کے ذریعے ہم دوسروں کا فیصلہ کرتے ہیں، اور اس وجہ سے، آواز کے ساتھ تبصرے کرتے ہیں کہ فلاں کے پاس اتنا پیسہ یا دولت ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے یہ دنیاوی زیبائشیں پیدا کیں جو ہمارے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان مادی چیزوں کی صحیح قدر بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باب عمران میں فرمایا: مردوں کے لیے عورتوں اور بچوں کی لذتوں کی محبت اور سونے چاندی کے قیمتی خزانے، نشان والے گھوڑے، ریوڑ اور کھیت ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا مزہ ہے۔ لیکن خدارا! اس کے ساتھ گھر اچھا ہے۔

اس آیت میں ہمیں کیا بتایا جا رہا ہے؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے نہایت سادہ اور واضح اور بنیادی الفاظ میں شمار کیا ہے، جن چیزوں کو ہم قیمتی سمجھتے ہیں، جن چیزوں کو ہم قیمتی سمجھتے ہیں، جن چیزوں کو ہم مانتے ہیں اگر ہم حاصل کر لیں تو ہماری زندگی ہے۔ کامیاب ہو گیا، اور زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ چیزیں کیا ہیں؟ اللہ فرماتا ہے سونے چاندی کے ڈھیر، عمارتیں اور عیش و آرام کی گاڑیاں، تو اللہ کہتا ہے یہ تمہارے لیے مزین کر دی گئی ہے اور تمہارے لیے دلکش بنا دی گئی ہے، اور تمہارا کیا جواب ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے لیے ہماری خواہش شدید ہے، اور ہم اس سے مسحور ہوتے ہیں، اور اس کی رونق اور رونق سے متاثر ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی عمارتوں کا رونق، اچھی اور لمبی چھٹیوں کا رونق، اور غیر ملکی منزلوں کی رونق، اور پھر وہ اللہ جس نے یہ سب بنایا، ایک لفظ میں پوری انسانیت کو بتاتا ہے کہ اس سب کی اصل قیمت کیا ہے: یہ سب کیا ہے۔ ہم نے صرف مال کا ذکر کیا، یہ دنیاوی مال ہیں۔ علامہ اسمائیہ جو قرآنی تفسیر کے اپنے زمانۂ میں

ایک رہنما شمار ہوتے تھے، انہوں نے قرآن کے پوشیدہ اور باطنی معنی کا مطالعہ کیا اور اس آیت کی وضاحت کی۔

موت ہر بشر کے لیے ایک حقیقت ہے، چاہے ہم اس پر یقین کریں یا نہ کریں۔ قرآن پاک میں موت کے بارے میں دلچسپ اور متنوع تشریحات کی گئی ہیں، جن کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ بہت تفصیل سے ہو جائے گا، اس لیے ہم چند خوبصورت اور دلکش تفسیروں کا تذکرہ کر کے کافی ہیں، جو بعض میں سامنے آئی ہیں۔ آیات

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جس نے اپنے پیارے کو کھو دیا ہے اس نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور وہ ان کے دل میں اپنے فرمان کو قبول کرنے کے لیے سکون اور سمجھ پیدا کرے۔

میں جانتا ہوں کہ کسی پیارے کو کھونا درحقیقت آسان نہیں ہے، اپنے پیاروں کے بغیر جینے کا تصور کرنا بھی تباہ کن ہو سکتا ہے۔ تاہم، جب ایسا نقصان ہوتا ہے، تو ہم میں سے کچھ کبھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ہمیں خوشی نہیں مل سکتی چاہے کچھ بھی ہو۔ کچھ بھی کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ ہم اس زندگی کی مکمل خوشی کھو دیتے ہیں اور بڑے افسردہ ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان مشکل نقصانات سے نمٹنے کے لیے غیر صحت مند طریقے اختیار کرتے ہیں، لیکن ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اس کے مثبت پہلو کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کے حکم کو ماننا چاہیے۔ وہ جو چاہے۔ بہترین کے لیے ہے۔ مزید برآں، ہمیں ان کے ساتھ جو وقت گزارا اس کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ نعمت ہماری زندگی میں تھی۔ ہماری زندگی میں ان کا مثبت اثر تھا۔ جی ہاں، وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن وہ انشاء اللہ جنت میں ہمارے ساتھ رہیں گے۔ ہمیں امن کی طرف آنے کی ضرورت ہے کہ جلد ہی ہم آخرت میں ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ کیونکہ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے: "ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" (آل عمران 3:185)

موت ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے سورہ کہف کی آخری آیت میں موت کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے طور پر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے: ’’پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا خواہشمند ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ " [18:110]

ایک دن، ہم سب اللہ کی طرف لوٹ جائیں گے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے: "واقعی! ہم اللہ ہی کے ہیں اور حقیقتاً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔‘‘ [2:156]

روح قبض کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: "موت کا فرشتہ جسے تم پر ذمہ داری سونپی گئی ہے تمہیں موت دے گا، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" [قرآن: 32:11]

موت کی تیاری کرو، یہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ حملہ کر سکتا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے: ’’بے شک قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحم میں کیا ہے۔ اور نہ ہی کوئی جانتا ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ ہی کسی کو معلوم ہے کہ اسے کس سرزمین میں مرنا ہے۔ بے شک اللہ کو پورا علم ہے اور وہ (ہر چیز سے) باخبر ہے۔‘‘ [31:34]

" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے!" سورہ آل عمران (3:185)

قرآن پڑھنا اس بات کو یقینی بنانے کا بہترین طریقہ ہے کہ ہم دنیا کی بے راہ رویوں سے گمراہ نہ ہوں:

وحی کا تصور

پیغمبر کا قرآن کا استقبال فرشتہ جبرائیل کی تلاوت کو براہ راست سننے یا ان کے دل میں فوری طور پر وحی حاصل کرنے کے ذریعے تھا۔ قرآن میں اس کے مشتق الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جیسے "اور بے شک، [اے محمد]، آپ کو قرآن ایک حکیم اور جاننے والے سے ملتا ہے،" اور "اور آپ کو یہ توقع نہیں تھی

کہ کتاب آپ تک پہنچائی جائے گی، لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت۔ پس تم کافروں کے مددگار نہ بنو۔"

الٰہی پیغام پہنچانے کی پیغمبرانہ ذمہ داری

جب وحی کا پہلا ٹکڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، تو انہوں نے اللہ کے پیغام، قرآن کو محفوظ کرنے کے اپنے چیلنجنگ مشن کو محسوس کیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ہر حرف کو برقرار رکھنے اور پہنچانے کے خواہشمند تھے اور اسے حفظ کرنے کی اپنی صلاحیت کے بارے میں مسلسل فکر مند رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فکر کو خود قرآن میں بیان کیا (75:16-19) اور انہیں یقین دلایا کہ متن اور اس کے معانی محفوظ رہیں گے۔

چونکہ انسان فطرتاً بھولے بھالے ہوتے ہیں، اس لیے مداخلتِ الٰہی کی ضرورت تھی: ''ہم تمہیں سنائیں گے اور تم نہیں بھولو گے مگر جو اللہ چاہے گا۔''

اس آیت کو پڑھ کر ہم قرآن کے معجزے کو دو طرح سے قائم کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے، پیغمبر کا اس طویل متن کو، ان پڑھ ہونے کے باوجود اور اس کے طویل مطالعے میں مشغول ہونے کے باوجود، معجزانہ ہے۔ دوسرا، وہ باب جس میں آیت کا ذکر کیا گیا ہے وہ مکی ہے، پھر بھی اس نے مستقبل کی پیشین گوئیاں فراہم کیں جو بعد میں پوری ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا: ''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہوں گے۔''

قرآن پاک میں متعدد مواقع پر خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح مذمت کی گئی ہے، خاص طور پر ان کے پیغام کی مکمل ترسیل کو یقینی بنانے میں: "اس بات کا اعلان کرو جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، اور اگر آپ ایسا کرتے ہیں۔ نہیں، پھر تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

قرآنی متن کے ناقابل تردید تحفظ کو سمجھنے اور اس کی تعریف کرنے کے لیے نبوت کی علمی تفہیم کو قائم کرنا، ایک نبی کی ضروری خصوصیات (جیسے سچائی، دیانت، پیغام پہنچانا اور ذہانت) اور الہام ضروری ہیں۔ اگر محمد خدا کے سچے رسول تھے، تو ان پر ضرور بھروسہ کیا گیا ہو گا اور اس کی طرف سے مکمل پیغام پہنچانے کی حمایت کی گئی ہوگی۔ قرآن سچا ہے، نہ صرف اس کی سابقہ پیشین گوئیوں کے ساتھ مطابقت کی وجہ سے بلکہ اسے پہنچانے والے کی سالمیت کی وجہ سے بھی۔

بہر حال، کیا یہ تجرباتی طور پر قابل تصدیق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پورا قرآن حفظ کیا اور پہنچایا؟ بہت سے علماء کے مطابق، پورا قرآن ابتدائی طور پر شب قدر میں قریب ترین آسمان پر نازل ہوا اس سے پہلے کہ یہ 23 ہجری سال کے وقفوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پیغمبر کے حفظ کو محفوظ رکھنے کے خدا کے وعدے کے باوجود، پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے محض اپنے دل میں قرآن کے معجزانہ امپلانٹ پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کی مسلسل تلاوت کرتے اور ہر رمضان میں جبرائیل فرشتے کے ساتھ وحی کا جائزہ لیتے۔

سالانہ جائزہ سیشن ممکنہ طور پر اس سال نازل ہونے والی چیزوں کے لیے وقف کیے گئے تھے، تاکہ قرآن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تازہ کیا جا سکے اور منسوخ شدہ آیات کو ختم کیا جا سکے۔ مزید برآں، اپنی زندگی کے آخری سال کے دوران، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کا، غالباً اس کی مکمل طور پر، جبریل کے ساتھ دو بار جائزہ لیا۔ ان سیشنز کی تفصیل ایک انٹرایکٹو ترتیب کی نشاندہی کرتی ہے جہاں ایک پڑھتا ہے جبکہ دوسرا سنتا ہے، اور پھر وہ بدل جاتے ہیں۔ ممکنہ طور پر، پھر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال دو بار اور اپنے آخری سال میں

چار بار اس کا جائزہ لیا۔ فرشتے جبرائیل کو پیغمبر کا پڑھنا قرآنی تعلیم اور ترسیل کے بنیادی طریقے، زبانی ترسیل کا بنیادی اختیار ہے۔

وحی کے بنیادی وصول کنندہ کے طور پر، قرآن کو انسانی برقرار رکھنے کا کوئی راستہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس کے استقبال اور ترسیل کے ذمہ دار واحد انسان کے ذریعے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ لوگوں تک قرآن کی تلاوت کرکے اسے پہنچا دیں۔

پورے قرآن میں، اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے حکم دیا کہ وہ دوسروں کو اس کی "پڑھائیں": اور انہیں سنائیں، "کہو، "آؤ، میں تمہیں وہ باتیں سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں۔ " ’’اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی جماعت کی طرف بھیجا ہے جس سے پہلے دوسری امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان کو وہ باتیں سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی تھی۔ اور یہ ایک قرآن ہے جسے ہم نے وقفے وقفے سے الگ کر رکھا ہے تاکہ آپ اسے طویل مدت تک لوگوں کو سنائیں۔ کہہ دو کہ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے مقدس بنایا اور جس کی تمام چیزیں ہیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔ اور [مجھے حکم دیا گیا ہے کہ] قرآن کی تلاوت کروں۔

دوسری آیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کس کی طرف واضح طور پر ذکر کیے بغیر تلاوت کریں: "پڑھو جو آپ پر نازل ہوا ہے۔" ان احکامات کے علاوہ، متعدد آیات میں قرآن مجید کی تلاوت کے فرض کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے، بجائے اس کے کہ ایک لازمی طور پر، اس معنی میں: "جس طرح ہم نے تم میں سے تم میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ آپ کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔"

زبانی ترسیل، درست بیان اور میموری سے وابستگی کے ذریعہ، ترسیل کے بنیادی طریقہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری دستاویزات کی حوصلہ افزائی کی اور سرکاری کاتب مقرر کیے۔ تاہم، اس نے زبانی ترسیل کو بنیادی طریقہ کے طور پر برقرار رکھا یہاں تک کہ زیادہ تر قرآن کے لکھے جانے کے بعد بھی۔

قرآن کی تعلیم کے نبوی طریقے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو دو طریقوں سے پڑھایا: 1) آپ نے اسے ایک صحابی کو سنایا، جس نے پھر اسی طرح سے وہی حصہ پڑھا، اور 2) اس صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کی کہ وہ کیا ہیں؟ اس سے پہلے ان کی تلاوت کی تصدیق کرنا، جائزہ لینا اور درست کرنا سیکھا۔ یہ تاریخی طور پر قرآن کی ترسیل کا بنیادی طریقہ رہا ہے۔

صحابہ کرام کسی خاص عبادت کی اہمیت پر اس بات کا موازنہ کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کس طرح سکھایا اور اس نے قرآن کی تعلیم کیسے دی۔ مثال کے طور پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جہنم کی آگ اور دنیاوی اور آخرت کی آزمائشوں کے خلاف دعا (دعا) پڑھنے کی تعلیم دی تھی "جس طرح وہ انہیں قرآن کا ایک باب سکھاتے تھے،" بسہ جیسا کہ اس نے انہیں ہدایت کی دعا (استخارہ) سکھائی "جیسا کہ وہ انہیں قرآن کا ایک باب سکھائے گا۔" اسی طرح، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد کی نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا "جیسا کہ وہ انہیں قرآن کا ایک باب سکھائیں گے۔" تشہد کی خبر دسیوں اصحاب نے دی تھی جو معمولی تغیرات والے لوگوں کو مسلسل اس کی تعلیم دے رہے تھے، یہ سب یکساں طور پر درست ہیں۔ حفصہ کے والد عمر نے منبر (منبر) پر لوگوں کو اس کی تعلیم دی تھی۔ چنانچہ فقہاء نے تشہد کے صحیح الفاظ پر وسیع بحث کی اور ایک ایک لفظ اور جملے کی تحقیق کی۔ قرآن کی ترسیل اور حفاظت کے لیے ابتدائی کمیونٹی کی دیکھ بھال بھی کم محنتی نہیں تھی۔

دعا کیا ہے؟

اور تمہارے رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" (40:60)"

دعا بندے کی عاجزی، غربت کی سنگین حالت اور اپنے رب کی انتہائی ضرورت کا اظہار ہے۔ یہ اللہ کے سامنے کسی کے مکمل سر تسلیم خم کرنے کا اثبات اور اس کی بندگی کا اظہار ہے۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دعا عبادت ہے۔" (ترمذی)

دعا اللہ، ہمارے خالق، رب اور پالنے والے کے ساتھ سرگوشی میں گفتگو ہے۔

ہم اللہ سے مانگتے ہیں کیونکہ صرف وہی دے سکتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جب کہ ہمارے پاس کوئی نہیں۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے، جب کہ ہم بہت کم جانتے ہیں۔ وہ رب ہے اور ہم اس کے بندے ہیں۔

امام احمد سے پوچھا گیا: 'ہمارے اور اللہ کے عرش کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟' اس نے جواب دیا: 'ایک خلوص دل سے دعا'۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں" اور "اللہ ان سے ناراض ہوتا ہے جو اس سے دعا نہیں کرتے۔" (ترمذی)

دعا کرنے سے ہم اللہ سے براہ راست بات کرتے ہیں۔

ہمیں اللہ کی عدالت تک رسائی کے لیے ثالثوں، خصوصی اجازت یا انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اللہ سے ایک بار، کہیں بھی، کسی بھی وقت مانگ سکتے ہیں۔ یہ قربت اور رشتہ جو ہم اس کے ساتھ بانٹتے ہیں اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: 'جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں واقعی قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ (2:186)

ہم اپنے آپ کو یہ سوچ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ بعد میں گناہوں سے توبہ کریں گے، اور پھر یہ سوچ کر توبہ میں تاخیر کرتے ہیں کہ ان کے پاس کافی وقت ہے۔ بدقسمتی سے، ہم یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ ہماری زندگی مختصر ہے اور کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست جس کپڑا سے تیرا کفن کٹے گا وہ بازار میں پہنچ چکا ہو گا اور تو بے خبر ہے۔

جو کچھ آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں اس کی قدر کریں، ہو سکتا ہے کہ آپ ان مقامات کو دوبارہ کبھی نہ دیکھیں۔

دوستوں اور کنبے کے اجتماعات کی قدر کریں کیونکہ جدائی کا وقت قریب آرہا ہے۔

آپ کے لیے زندگی کی تازہ ہوا کی قدر کریں شاید اس طرح دوبارہ کبھی نہ آئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے زندگی کے بارے میں آپ کا طریقہ پوچھا۔ اس نے جواب دیا، "میں ہر صبح اٹھتا ہوں یہ نہیں جانتا کہ میں رات کو دیکھنے کے لیے زندہ رہوں گا یا نہیں۔" ایک اور صحابی نے کہا کہ جب میں خود کو تیار کرتا ہوں اور نماز کی نیت کرتا ہوں تو مجھے نہیں معلوم کہ میں اسے پورا کرنے کے لیے زندہ رہوں گا یا نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زندگی کے بارے میں اپنا رویہ بتایا اور اس طرح زندگی کے بارے میں سب کا رویہ کیا ہونا چاہیے

اور فرمایا کہ جب میں اپنی نماز کو اپنے دائیں طرف سلام بھیج کر ختم کرتا ہوں تو مجھے نہیں معلوم کہ میں سلام کو پورا کرنے کے لیے زندہ رہوں گا یا نہیں۔ میرا بائیں.."

جو لوگ اس نیت سے گناہ کرتے ہیں کہ وہ بعد میں توبہ کریں گے اور پھر یہ سوچ کر توبہ میں تاخیر کرتے ہیں کہ ان کی عمر لمبی ہے، ان پر رحم کیا جائے گا کیونکہ وہ ایک مہلک فریب میں گم ہیں۔

زندگی صرف تیاری ہے۔ موت وہ جگہ ہے جہاں سے سفر شروع ہوتا ہے۔ موت بنی نوع انسان کے لیے غیر متوقع ہے، لیکن موت کے فرشتوں کے لیے واضح ہے! موت کے فرشتے اللہ کے حکم کی تکمیل کے لیے ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہٹتے!

یہ ہارٹ اٹیک، وائرس، یا گولیاں یا بم، یا قتل، یا قتل عام نہیں ہے جو ہماری موت کا سبب بنتے ہیں، بلکہ موت کے فرشتوں کے ذریعے ہماری روحوں کو نکالنا ہے!

ہماری جانیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف جوابدہی کے لیے لوٹتی ہیں! قیامت کے بعد کی زندگی ابدیت کے لیے ہے! جہنم یا جنت میں ہمیشگی کا دارومدار ہمارے ایمان کی سطح پر ہے، اور آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ، جو روزِ جزا کا مالک ہے! ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ واحد منصف ہے اور ہمارے نامہ اعمال کا حساب عدل اور رحم کے ساتھ لے گا۔ اللہ کی رحمت سے ہر کوئی جنت میں جائے گا یہاں تک کہ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

اب، قرآن کے معجزاتی رموز کو دیکھیں، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، قرآن کی پہلی آیت (قرآن 96:1) باب العلق میں ہے، اور اس کے بالکل 18 حروف ہیں، جبکہ 18 واں لفظ ہے۔ قرآن کے آغاز سے ("احدینہ") - جو اس موضوع کے لیے واضح طور پر اہم ہے - قرآن 1:6 میں ہے۔ اس مقصد کے لیے محققین نے قرآن مجید کے باب 18 کی پہلی آیت کو دیکھا۔ پہلے استعمال کیے گئے اسی طریقے کو دہراتے ہوئے، انہوں نے پایا کہ باب 18 کی پہلی آیت میں قرآن کے 18ویں لفظ سے اخذ کردہ حرفوں کو دو بار گننا کیونکہ یہ عربی لفظ "احدینہ" میں بھی دو بار ظاہر A دوبارہ حرف) کی کل تعداد ہے (ہوتا ہے۔ 18 ہے! ایک بار پھر، شاندار کوڈ لامتناہی ہے.

شکل 51 (دائیں سے بائیں): ان حروف کی تکرار جو قرآن کے 18ویں باب کی پہلی آیت میں قرآن کے 18ویں لفظ کو بناتے ہیں۔ کل تعداد 18 ہے۔

منطقی طور پر یا بدیہی طور پر مزید امتحان کے قابل اور کیا ہے؟ یہ سب کچھ قرآن کے پہلے باب کے سلسلے میں قرآن میں پہلی بار نازل ہونے والی آیت کے بارے میں ہے اور قرآن 114 ابواب پر مشتمل ہے۔ تو آئیے قرآن کی پہلی آیت کو دیکھتے ہیں جس کا نمبر 114 ہے (قرآن 2:114)۔ اوپر والے اسی اس آیت میں قرآن کے 18ویں لفظ سے اخذ کردہ حروف کی تکرار کی تعداد کو شمار) طریقے کو دہرانا نتیجہ ایک ،(بھی شامل ہے کیونکہ یہ عربی لفظ "احدینہ" میں بھی دو بار آتا ہے A کرنا، جس میں حرف ! بار پھر حیران کن طور پر 61 نکلتا ہے۔

جی ہاں، حیرت انگیز طور پر، قرآن کے 18ویں لفظ سے اخذ کردہ حروف کی تکرار اس آیت میں کل 61 مرتبہ ظاہر ہوتی ہے۔ 61 18 واں بنیادی نمبر ہے، اور ہم نے پہلے ہی 18 اور 61 کے بارے میں بہت کچھ اجاگر کیا ہے۔ میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں جو میں نے لامتناہی نہیں دہرایا؟ "سبحان اللہ" ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن تکرار پر گہری نظر ڈالیں (شکل 52 دیکھیں)۔ میں نے دیکھا کہ، حیرت انگیز طور پر، وہ ایک رنگ کمپوزیشن بناتے ہیں! لفظ کے مرکزی حرف کی تین تکرار ہیں، جو لفظ کے شروع اور آخر دونوں سے تیسرا حرف ہے! لفظ کا پہلا اور آخری حرف (جس میں یہ لفظ میں

دو بار ظاہر ہونے کے بعد سے دو بار شامل ہے) 21 بار ظاہر ہوتا ہے، اور دوسرا اور چوتھا حروف (جن کے لفظ میں پوزیشن بھی ایک دوسرے کا عکس ہے) بھی آٹھ بار ظاہر ہوتے ہیں!

شکل 52 (دائیں سے بائیں): حروف کی تکرار جو قرآن کو بناتے ہیں

قرآن کی پہلی آیت میں 18واں لفظ نمبر 114 (2:114) ہ نہ صرف مجموعی رقم 61 ہے، بلکہ اعداد بھی ایک رنگ کی ساخت کو ظاہر کرتے ہیں۔

علم سیکھنے اور قرآن اور اس کے معجزاتی ضابطوں کو سمجھنے کی اہمیت: تمام تعریفیں اور شکر صرف اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنی نعمت اور فضل سے نیکی کو کامل کیا اور ایسے نیک کاموں کو انجام دینے دیا۔ علم کے فوائد اور قیمتی ہونے کے بارے میں چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

ایک اعرابی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور کہا: اے میرے بیٹے کسی کی مسکراہٹ سے دھوکے نہ کھاے اور اس پر اس وقت تک بھروسہ نہ کرو جب تک کہ تمہیں معلوم نہ ہو کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ بے شک لوگوں کے پوشیدہ معاملات ان کے سینے میں دفن ہیں اور ان کے چہروں پر ان کا فریب موجود ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: "تم ہرگز ہر ایک کو راضی نہیں کر سکو گے، بلکہ جو کچھ تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے اسے ٹھیک کرو اور لوگوں کی فکر نہ کرو۔"

شیخ الفوزان نے کہا: "ہمارے لوگوں کے لیے موجودہ سب سے سنگین خطرہ یہ ہے کہ جاہل لوگ تبلیغ کے میدان میں سرگرم ہو رہے ہیں۔ ان کے پاس علم نہیں ہے پھر بھی وہ اپنی گمراہی اور جہالت سے دعوت دیتے ہیں۔"

امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص بغیر علم کے عمل کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو بغیر رہنما کے سفر کرتا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ایسا شخص نجات سے زیادہ ہلاک ہو جائے گا۔"

ابو الدرداء فرماتے ہیں: جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، اس کی غیرت اور خوشی (دنیوی زندگی سے) کم ہوگی۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: "حق وہ ہے جو قرآن و سنت کے دلائل و شواہد سے ثابت ہو اور حق انسان کے اعمال و افعال پر مبنی نہیں ہوتا۔"

الجوزی نے کہا، "کتنے ہی احمق غافل لوگوں کو توبہ کرنے سے پہلے اغوا یا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا؟!"

ابن الجوزی نے کہا: "میرے بیٹے، اپنی ماضی کی لاپرواہی تمھیں بھلائی کی امید سے محروم نہ ہونے دو، کیونکہ لوگ لمبی نیند کے بعد بیدار ہو گئے ہیں۔"

عبداللہ بن عمرو العاص نے کہا: "اس چیز کو چھوڑ دو جس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے، اور جس چیز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے بارے میں بات نہ کرو، اور اپنی زبان کو اس طرح محفوظ رکھو جیسے تم اپنے مال کو محفوظ رکھتے ہو۔"

ہمیں روحانیت کی اس سطح کو کیسے حاصل کرنا چاہیے؟ یہ رات کی تنہائی میں نماز پڑھنے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص رات کو اٹھ کر یہ دعا پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اسے نعمت ملے گی۔

نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کے لیے ہے، اسی کے لیے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، حمد اللہ ہی کے لیے ہے، اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور خدا بڑا ہے خدا کے سوا کوئی طاقت اور طاقت نہیں ہے۔

اگر آپ مایوسی محسوس کرتے ہیں تو جان لیں کہ قرآن پڑھ کر آپ خوشی اور اعتماد حاصل کر سکیں گے۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، قرآن کا حیرت انگیز ضابطہ کس قدر باہم مربوط ہے اس کی وجہ سے ہجرت کرنا آسان ہے۔ ہم نے 18 اور 61 کو کافی فالو کیا ہے، اس لیے اب ہم انسانی تخلیق اور ڈی این اے کی ریاضی کے حوالے سے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ جینیات میں میری دلچسپی پر مبنی ہے، جس کی وجہ سے میں نے اس موضوع پر مزید غور کیا اور کچھ ایسے نکات کو اجاگر کیا جن پر میں نے پہلے کبھی روشنی ڈالی نہیں دیکھی، حالانکہ بعض نے متعلقہ آیات میں موجود جنس کا تعین کرنے والے عوامل کی نشاندہی کی ہے۔

آدم اور اس کی بیوی کی اصل تخلیق کو چھوڑ کر، قرآن میں مرد اور عورت سے انسان کی تخلیق کے لیے استعمال ہونے والی بنیادی اصطلاحات دو ہیں۔

ایک "منی" ہے جو نطفہ ہے، اور دوسرا "نطفہ" ہے، جو اس تناظر میں ایک واحد نطفہ ہے، کیونکہ لفظ "نطفہ" واحد میں ہے۔ جہاں تک "مانی" کا تعلق ہے، یہ نہ تو واحد ہے اور نہ ہی جمع، کیونکہ یہ صرف اس کے لیے اسم ہے جو مرد مجموعی طور پر خارج کرتا ہے۔ لہذا بنیادی طور پر، صرف یہ ذہن میں رکھیں کہ اگر "نطفہ" کو "منی" (یعنی، نطفہ) کے طور پر بیان کیا گیا ہے، تو اس سے یہ ایک واحد سپرم سیل بنتا ہے، لیکن اگر نطفہ سے ہونے کی تصریح نہیں کی جاتی ہے، تو یہ اس پر منحصر ہو سکتا ہے۔ سیاق و سباق، ایک سپرم سیل، انڈا، یا فرٹیلائزڈ انڈا (جسے "ایک خلیے والا زائگوٹ" کہا جاتا ہے)، جو کہ وہ پہلا واحد خلیہ ہے جس کا نتیجہ "نطفہ" نطفہ کے ساتھ "زنانہ" نطفہ (انڈا) کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔)ہ یہ انگریزی لفظ "ڈراپ" یا "ذرہ" کی طرح ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں "پانی کا قطرہ،" "خون کا قطرہ،" "زہر کا قطرہ" وغیرہ، لیکن یہ بتائے بغیر کہ یہ کس قسم کا قطرہ ہے۔ یقین نہیں ہے، لہذا یہ سیاق و سباق پر منحصر ہے۔ ہم "ذرہ" بھی کہتے ہیں، جس کا عام طور پر مطلب ہے مادہ کا ایک منٹ کا حصہ، یا کم سے کم ممکنہ مقدار، لہذا ہم اس کا مطلب بتا کر سیاق و سباق دیتے ہیں۔ پارٹیکل فزکس میں، مثال کے طور پر، ہم یہ واضح کرتے ہوئے پارٹیکل کے معنی بیان کرتے ہیں کہ آیا یہ فوٹوون ہے، گلوون ہے، وغیرہ۔

مجھے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ "نطفہ فیز" کو اسی طرح کہا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ 'علق' میں تبدیل ہو جاتا ہے (پہلے ذکر کیا گیا ہے)، یہاں تک کہ نطفہ اپنے سیل نمبروں کو ضرب دینے کے بعد بھی، کیونکہ یہ اب بھی خلیوں کی ایک "گیند" ہے جو بعد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ 'علق.

لہٰذا، بس یاد رکھیں کہ، سیاق و سباق کے لحاظ سے، نطفۂ ایک سپرم سیل، ایک انڈا، ایک زائگوٹ، یا پہلے "نطفہ فیز" کا حوالہ دے سکتا ہے۔

میں نے پایا کہ لفظ "منی" قرآن کی صرف دو آیات میں ہے جبکہ لفظ "نطفہ" 12 آیات میں ہے۔ چونکہ جنسی خلیوں میں 23 کروموسوم کا صرف ایک جوڑا ہوتا ہے، اس لیے یہ دیکھنا بھی حیرت انگیز ہے کہ پورے قرآن میں صرف دو آیات ہیں جن میں دونوں الفاظ ایک ساتھ ہیں (قرآن 53:46 اور 75:37)۔

مزید برآں، اور اس سے بھی بڑا نتیجہ، پورے قرآن کی پہلی آیت جس میں دونوں الفاظ ایک ساتھ ہیں (قرآن 53:46) بھی قرآن میں واحد جگہ ہے جو خاص طور پر اس بات کی تفصیلات فراہم کرتی ہے کہ نسل نو کے ذریعہ انسانی تخلیق میں مرد یا عورت کی جنس کا تعین کیا ہوتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ آیت باب کی 46ویں آیت ہے — اور جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ انسانوں کے پاس کل 46 کروموسوم ہیں!

یہ واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن یہاں کیوں رکیں؟ اس پر مزید تحقیق کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ چار حرفی لفظ "نطفہ" کی "ابجدی" عددی قیمت 539 ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی 539ویں آیت باب چار کی آیت نمبر 46 ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے، کیونکہ یہ لفظ چار حروف لمبا ہے، باب نمبر چار ہے، اور آیت نمبر 46 ہے، جو کہ نطفہ میں دوبارہ کروموسوم کی کل تعداد ہے، جس کا نتیجہ نر نطفہ کے مادہ نطفہ کے ساتھ مل جانے سے ہوتا ہے۔ سپرم سیل اور انڈا)۔

شکل 53 (دائیں سے بائیں): "نطفہ" ایک چار حرفی لفظ ہے جس کی عددی قیمت 539 ہے، جب کہ قرآن پاک کی 539ویں آیت قرآن کے شروع سے باب چار کی 46ویں آیت ہے!

عام انسانی خلیات کے برعکس، ایک "نطفہ" نطفہ میں صرف 23 کروموسوم ہوتے ہیں، کیونکہ یہ "زنانہ" نطفہ (یعنی انڈہ) کے ساتھ مل جائے گا، جس میں 23 بھی ہوں گے، اور ایک ساتھ مل کر 46 کا پورا مجموعہ بن جائے گا۔ قرآن کا ایک باب جس میں لفظ "نطفہ" دو بار آیا ہے؟ حیرت انگیز طور پر، میں نے پایا کہ پورے قرآن میں صرف ایک ہی باب ہے جس میں لفظ "نطفہ" ایک سے زیادہ بار آیا ہے، اور یہ دو متواتر آیات میں ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ باب 23 (آیات 13-14) میں ہوتا ہے! یہ بالکل ہم آہنگ ہے، لیکن کیا یہ وہیں رک جاتا ہے؟

دو آیات (13 + 14) کے مجموعے کا حساب لگانے سے 27 کا نتیجہ نکلتا ہے، جو کہ قرآن کی اہم ریاضی کی کلیدوں میں سے ایک ہے، اس طرح ان کے تعلق کو مزید تقویت ملتی ہے۔ لیکن کیا اس 27 میں مزید کچھ ہے؟ حیران کن طور پر، میں نے پایا کہ 27 دونوں آیات میں الفاظ کا مجموعہ بھی ہے! کوڈ صرف حیرت انگیز ہے۔

اس نے مجھے قریب سے دیکھا اور دیکھا کہ انفرادی ہندسوں کا مجموعہ جو ان آیت نمبروں (1 + 3 + 1 + 4) کو تشکیل دیتے ہیں 9 ہے، اور 23 9 ویں بنیادی نمبر ہے! پھر میں نے باب نمبر (23) کو ہر آیت نمبر سے ضرب کیا۔ 23 X 13 = 299، اور 23 X 14 = 322) حیران کن طور پر، ان کے درمیان فرق (322 – 299) بالکل 23 ہے! یقیناً یہ ایک بار پھر انسانی ڈی این اے کروموسوم کے جوڑوں کی تعداد ہے۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنے کی مطابقت یہ ہے کہ قرآن پاک 53:46 قرآن کی ایک منفرد آیت ہے جس میں اللہ نے وضاحت کی ہے کہ بچے کی جنس کا تعین کیا کرتا ہے۔ اس کے حل کے لیے چند نکات ہیں جو اس موضوع سے ناواقف افراد کو معلوم ہونا چاہیے۔

جدید جینیاتی اور تولیدی تحقیقی سائنس کے ذریعہ، اب ہم جان چکے ہیں کہ بچے کی جنس کا تعین کیا جاتا ہے کہ مرد کا نطفہ انڈے تک پہنچتا ہے، نہ کہ انڈے سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں دو X اور Y کروموسوم ہوتے ہیں جو اللہ کے فضل سے بچے کی جنس کا تعین کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ دونوں X اور Y کروموسوم کہلاتے ہیں، وہ اپنی شکلوں کی بنیاد پر پہچانے جا سکتے ہیں۔ مردوں میں X اور Y کروموسوم ہوتے ہیں جبکہ خواتین میں X اور X کروموسوم ہوتے ہیں۔ لہذا، جب ایک عورت انڈا تیار کرتی ہے، تو یہ اس کے جینوم (جینیاتی معلومات) کا آدھا حصہ لیتی ہے اور کسی بھی طرح سے X، جنسی کروموسوم کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، جو کہ واحد خاتون کروموسوم ہے۔ تاہم، مرد X اور Y دونوں کروموسومز کے حامل، نطفہ کے خلیے تیار کرتے ہیں جن میں یا تو X یا Y ہوتے ہیں۔ جب ان لاکھوں سپرم سیلز جنسی تعلقات کے دوران خارج ہوتے ہیں، تو وہ انڈے کی طرف دوڑتے ہیں، اور اگر Y کو لے جانے والا سپرم انڈے تک پہنچ جاتا ہے۔ ، بچہ مرد بن جاتا ہے، جب کہ اگر ایک ایکس کیرینگ

سپرم انڈے تک پہنچ جائے تو بچہ مادہ بن جاتا ہے۔ یہ سب حال ہی میں دریافت ہوا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو قرآن مجید میں چودہ صدیاں پہلے ظاہر کر دیا تھا۔ یہ قرآن 53:45-46 میں تھا، آیت 46 ایک منفرد آیت ہے۔ جس میں مطابقت کے دو الفاظ ہیں، جن میں سے ایک کا مطلب ہے "انزال شدہ نطفہ،" اور دوسرے کا مطلب ہے "واحد منی"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا، "اور وہ (اللہ نے) نر اور مادہ کے جوڑے (تخلیق کیے) ایک "نطفہ" (واحد نطفہ) سے جب وہ خارج ہوتا ہے (تمنا)۔ لفظی طور پر: ایک "نطفہ" "خارج شدہ نطفہ" سے [رحم میں])۔ " (قرآن 53:45-46)

دوسرے لفظوں میں، آیات لفظی طور پر کہتی رہی ہیں کہ یہ خارج ہونے والے نطفہ سے واحد نطفہ ہے جو جنس کو مرد یا عورت بننے کا حکم دیتا ہے۔ یہ واقعی معجزہ ہے — یا کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طاقتور خوردبینیں تھیں اور انہوں نے ڈی این اے کوڈ دریافت کیا تھا؟ یا کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے مزید دریافت کیا کہ مرد کا نطفہ وہ ہے جو کہ کروموسوم کے فرق کو دیکھ کر بچے کی X اور Y میں DNA اللہ کی مرضی سے جنس کے خلیوں کے جنس کا تعین کرتا ہے؟ یہ علم حال ہی میں دریافت ہوا ہے، تو قرآن پاک اس کے بارے میں اتنا مخصوص کیسے ہو سکتا ہے، اور کیوں چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ پہلے کا انسان اس بات کو اجاگر کرنے اور یہ سکھانے کے لیے اپنے راستے سے ہٹ جائے گا کہ قرآن تمام زمانوں کے لیے ایک لامتناہی معجزہ ہے۔ یہ اللہ کی کتاب کے سوا کچھ نہیں جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔

ہمیشہ کی طرح، کوڈ لامتناہی ہے۔ میں نے پایا کہ ان دو آیات میں کل نو الفاظ ہیں- اور 23 9واں بنیادی نمبر ہے! پھر جب میں نے گہرائی میں دیکھا تو مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت قرآن مجید کی ابتداء سے آیت نمبر 4830 ہے۔ تو، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حیرت انگیز طور پر، 4,830 کا سب سے بڑا عام فیکٹر 23 ہے (یعنی انسانی کروموسوم کے جوڑوں کی تعداد)! اس کے علاوہ، 4,830 پھر بھی، یہ انسانوں میں کروموسوم 46! = 23 X کا سب سے چھوٹا عام فیکٹر دو ہے — اور یقیناً، 2 کی کل تعداد ہے۔ حیرت انگیز کوڈ لامتناہی ہے۔

قرآن میں "نطفہ" کے آخری ذکر کو دیکھ کر، میں نے پایا کہ یہ باب 80 (قرآن 80:19) کی آیت 19 میں موجود ہے۔ نمبر 19 قرآن کی ریاضی میں اہم کلید ہے، اس لیے مجھے یہ بہت دلچسپ لگا کہ اس آیت میں الفاظ کی تعداد (4) + حروف کی تعداد (15) کا نتیجہ بھی 19 ہوتا ہے۔ شاید اس سے بڑا نتیجہ یہ ہے کہ — یاد رہے کہ باب العلق (جس کا آغاز ہم نے کیا تھا) کی 19 آیات ہیں۔ یقینی طور پر، ہمیں گہرائی میں کھودنا چاہئے۔ لہٰذا، میں نے آیت (4) کے الفاظ کی تعداد کو آیت نمبر (19) میں شامل کیا، اور حیرت انگیز طور پر یہ 23 کے برابر ہے! سبحان اللہ، ہم ایک بار پھر انسانوں میں کروموسوم کے جوڑوں کی تعداد کے ساتھ ختم ہوتے ہیں۔

یہ سب اس آیت کو مزید نمایاں کرتے ہیں، اس لیے میں نے اور بھی گہرا کھود لیا۔ یہ آیت جس میں قرآن مجید میں "نطفہ" کا آخری ذکر ہے (قرآن 80:19) قرآن کے آغاز سے ہی آیت 5,777 ہے۔ یہ ایک دلچسپ نمبر ہے کیونکہ یہ بنیادی نمبر نہیں ہے (ایک عدد جو صرف اپنے آپ سے تقسیم ہوتا ہے اور ایک سے تقسیم ہوتا ہے؛ دوسری صورت میں، (5,777 = 109 X 53) ایک) نہیں ہے کیونکہ یہ 53 اور 109 یہ کسی دوسرے نمبر سے قابل تقسیم نہیں ہے۔

تو، کیا نمبر 53 میں کوئی خاص بات ہے؟ حیرت انگیز طور پر، قرآن کے آغاز کی 53ویں آیت کا نمبر 46 ہے (قرآن 2:46)، اس طرح ایک بار پھر انسانوں میں کروموسوم کی کل تعداد دے رہا ہے! اس کے باوجود 53 بھی ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں میں سے ترتیب 16 ہے، جو اس باب کا نمبر ہے جس میں "نطفہ" کا پہلا ذکر ہوتا ہے!

یہ حیرت انگیز ہے، لیکن کیا ہم اس نقطہ نظر کو تقویت دے سکتے ہیں؟ دوسرے نمبر کو دیکھیں جو 109 تھا۔

109 بھی ایک بنیادی نمبر ہے، اور اس کے بنیادی اعداد کے درمیان اس کی ترتیب 29 ہے، جو اسی آیت میں حروف کی کل تعداد ہے جس میں "نطفہ" کا پہلا ذکر باب 16 میں آیا ہے! یہ واقعی شاندار ہے!

قرآن کا ضابطہ نطفہ پوائنٹس کا آخری ذکر قرآن کی پہلی آیت کی ریاضی میں نطفہ کا ذکر ہے۔ پھر
بھی 29 ایک بنیادی نمبر بھی ہے، اور بنیادی نمبروں کے درمیان اس کی ترتیب 10 ہے۔

حیرت انگیز طور پر، قرآن کی ابتداء کی 10ویں آیت (قرآن 2:3) میں بالکل 46 حروف ہیں! یہ کامل
ریاضیاتی توازن انسانی صلاحیت سے باہر ہے۔ مجھے یہ بھی دلچسپ لگتا ہے کہ باب 10 میں 109
آیات ہیں، جبکہ اس کی 29ویں آیت (قرآن 10:29) میں 10 الفاظ ہیں۔

زندگی کی اصل ناکامیوں میں سے ایک وہ ہے جب آپ کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ جب آپ نے ہار مان
لی تو آپ کامیابی کے کتنے قریب تھے۔ میں نے اپنی زندگی کے کئی سال قرآن کے معجزات کا مطالعہ
کرنے کے لیے وقف کیے ہیں اور مسلمانوں کی مقدس کتاب میں موجود بے شمار ضابطوں اور سائنسی
معلومات سے میں حیران ہونے سے کبھی باز نہیں آیا۔

مجھے قرآن میں سائنسی اعتبار سے کچھ ناقابل یقین حد تک درست مشاہدے بھی ملے۔

زمین کے ماحول کی معجزاتی تفصیل:

جدید سائنس نے 1400 سال پہلے قرآن پاک میں بیان کیے گئے ماحول کے بارے میں حقائق دریافت کیے
ہیں۔ ’’آسمان کی قسم جو لوٹنے والا ہے۔‘‘ (قرآن 86:11)

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔‘‘ (قرآن 2:22)’ ’

پہلی آیت میں خدا نے آسمان اور اس کے 'واپس آنے' کے فعل کی قسم کھائی ہے بغیر یہ بتائے کہ یہ کیا
'واپس آتا ہے۔' اسلامی نظریے میں، ایک الہی حلف خالق کے ساتھ ایک خاص تعلق کی اہمیت کی
شدت کو ظاہر کرتا ہے، اور اس کی عظمت اور اعلیٰ سچائی کو ایک خاص انداز میں ظاہر کرتا ہے۔

دوسری آیت اس خدائی عمل کو بیان کرتی ہے جس نے زمین کے رہنے والوں کے لیے آسمان کو 'چھت'
بنا دیا۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ جدید ماحولیاتی سائنس آسمان کے کردار اور کام کے بارے میں کیا کہتی ہے۔

ماحول ایک ایسا لفظ ہے جو زمین کے ارد گرد موجود تمام ہوا کو ظاہر کرتا ہے، زمین سے لے کر اس
کنارے تک جہاں سے خلا شروع ہوتا ہے۔ فضا کئی تہوں پر مشتمل ہے، ہر ایک تہہ کے اندر پائے جانے
والے مختلف مظاہر کی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ تھرموسفیئر میں درجہ حرارت شمسی سرگرمیوں
تک مختلف ہو سکتا ہے۔ ماخذ: ونڈوز ٹو دی °C سے 1500 °C کے لیے بہت حساس ہوتا ہے اور یہ 500
یونیورسٹی کارپوریشن فار ایٹموسفیرک ریسرچ ،(http://www.windows.ucar.edu) ،یونیورس
ہ بارش، ایک تو، فضا میں بادلوں کے ذریعے زمین پر 'واپس' ہوتی ہے۔ ہائیڈرولوجک سائیکل (UCAR)
کی وضاحت کرتے ہوئے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتا ہے: "پانی آبی اور زمینی ماحول دونوں سے بخارات
بن جاتا ہے کیونکہ یہ سورج کی توانائی سے گرم ہوتا ہے۔ بخارات اور ترسیب کی شرحیں شمسی
توانائی پر منحصر ہیں، جیسا کہ ہوا میں نمی کی گردش اور سمندر میں دھارے کے نمونے ہیں۔ بخارات
سمندروں میں ورن سے زیادہ ہوتے ہیں، اور یہ آبی بخارات ہوا کے ذریعے زمین پر منتقل ہوتے ہیں،
جہاں یہ بارش کے ذریعے زمین پر واپس آجاتا ہے۔

ماحول نہ صرف وہی چیز واپس کرتا ہے جو سطح پر تھا، بلکہ یہ دوبارہ خلا میں منعکس کرتا ہے جس
سے زمین کو برقرار رکھنے والے نباتات اور حیوانات کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جیسے کہ ضرورت سے
اور جاپان کے انسٹی (ESA) یورپی خلائی ایجنسی ،NASA ،زیادہ چمکیلی گرمی۔ 1990 کی دہائی میں
کے درمیان تعاون کے نتیجے میں بین الاقوامی شمسی (ISAS) ٹیوٹ آف اسپیس اینڈ آسٹروناٹیکل سائنس
سائنس انیشی ایٹو سامنے آیا۔ قطبی، ہوا اور جیوٹیل اس اقدام کا ایک حصہ (ISTP) زمینی طبیعیات
ہیں، وسائل اور سائنسی برادریوں کو ملا کر سورج اور زمین کے خلائی ماحول کی ایک طویل مدت کے
دوران مربوط، بیک وقت تحقیقات حاصل کرنے کے لیے۔ ان کے پاس ایک بہترین وضاحت ہے کہ ماحول
کس طرح شمسی حرارت کو خلا میں واپس کرتا ہے۔

واپس آنے والی' بارش، گرمی اور ریڈیو لہروں کے علاوہ، فضا ہمیں مہلک کائناتی شعاعوں، سورج سے' (UV) آنے والی طاقتور الٹرا وائلٹ شعاعوں، اور یہاں تک کہ زمین کے ساتھ تصادم کے راستے پر موجود الکا کو فلٹر کرکے ہمارے سروں کے اوپر چھت کی طرح محفوظ رکھتی ہے۔

پنسلوانیا اسٹیٹ پبلک براڈکاسٹنگ ہمیں بتاتی ہے: "سورج کی روشنی جو ہم دیکھ سکتے ہیں وہ طول موج کے ایک گروپ کی نمائندگی کرتی ہے، نظر آنے والی روشنی۔ سورج کی طرف سے خارج ہونے والی دیگر طول موجوں میں ایکس رے اور الٹرا وایلیٹ تابکاری شامل ہیں۔ ایکس رے اور کچھ بالائے بنفشی روشنی کی لہریں زمین کے ماحول میں اونچی سطح پر جذب ہوتی ہیں۔ وہ وہاں گیس کی پتلی تہہ کو بہت زیادہ درجہ حرارت پر گرم کرتے ہیں۔ الٹرا وائلٹ روشنی کی لہریں وہ شعاعیں ہیں جو سورج کی جلن کا سبب بن سکتی ہیں۔ زیادہ تر الٹرا وایلیٹ روشنی کی لہریں گیس کی ایک موٹی تہہ کے ذریعہ جذب ہوتی ہیں جو زمین کے قریب ہوتی ہیں جسے اوزون کی تہہ کہا جاتا ہے۔ مہلک الٹرا وائلٹ اور ایکس رے کو بھگو کر، ماحول سیارے کے گرد حفاظتی ڈھال کا کام کرتا ہے۔ ایک بڑے تھرمل کمبل کی طرح، ماحول بھی درجہ حرارت کو بہت زیادہ گرم یا بہت ٹھنڈا ہونے سے روکتا ہے۔ اس کے علاوہ، فضا ہمیں چٹان کے ٹکڑوں اور گردوغبار کی مسلسل بمباری سے بھی meteoroids، بچاتی ہے جو پورے نظام شمسی میں تیز رفتاری سے سفر کرتے ہیں۔ گرتے ہوئے ستارے جو ہم رات کو دیکھتے ہیں وہ بالکل ستارے نہیں ہیں۔ وہ درحقیقت ہمارے ماحول میں جلنے والے میٹیورائڈز ہیں جس کی وجہ سے وہ شدید گرمی سے گزر رہے ہیں" قطبی اسٹراٹاسفیرک بادل زمین کے اوزون سوراخ کی تخلیق میں ملوث ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، اسٹراٹوسفیئر کے کردار کو بیان کرتے ہوئے، خطرناک بالائے بنفشی شعاعوں کو جذب کرنے میں اس کے حفاظتی کردار کے بارے میں بتاتا ہے: "اوپری اسٹراٹاسفیرک علاقوں میں، سورج سے بالائے بنفشی روشنی کو جذب کرنے سے آکسیجن کے مالیکیول ٹوٹ جاتے ہیں۔ O2 مالیکیولز کے ساتھ آکسیجن کے ایٹموں کا (O3) میں دوبارہ ملاپ سے اوزون کی تہہ بنتی ہے، جو نچلے ماحول کو نقصان دہ مختصر طول موج کی تابکاری سے بچاتی ہے۔ دنیا کی آبادی کا فیصد آباد ہے، کیونکہ اوزون کی تہہ الٹرا وائلٹ شعاعوں کے خلاف ایک ڈھال کا کام کرتی ہے، جو جلد کے کینسر کا سبب بنتی ہے۔"

میسو فیر وہ تہہ ہے جس میں زمین کے ماحول میں داخل ہوتے وقت بہت سے الکا جل جاتے ہیں۔ 30,000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بیس بال کی زپنگ کا تصور کریں۔ بہت سے الکا کتنے بڑے اور تیز ہوتے ہیں۔ جب وہ فضا میں ہل چلاتے ہیں، تو الکا 3000 ڈگری فارن ہائیٹ سے زیادہ گرم ہوتے ہیں، اور وہ چمکتے ہیں۔ ایک الکا اپنے سامنے ہوا کو دباتا ہے۔ ہوا گرم ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں الکا گرم ہوتا ہے۔

زمین مقناطیسی قوت کے میدان سے گھری ہوئی ہے - خلا میں ایک بلبلہ جسے "میگنیٹوسفیئر" کہا جاتا ہے دسیوں ہزار میل چوڑا۔ مقناطیسی کرہ ایک ڈھال کے طور پر کام کرتا ہے جو ہمیں شمسی طوفانوں سے بچاتا ہے۔ تاہم، NASA کے IMAGE خلائی جہاز اور مشترکہ NASA/European Space Agency Cluster satellites کے نئے مشاہدات کے مطابق، زمین کے مقناطیسی کرہ میں بعض اوقات بے پناہ دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور گھنٹوں کھلی رہتی ہیں۔ اس سے شمسی ہوا چلنے اور طوفانی خلائی موسم کو طاقت بخشتی ہے۔ خوش قسمتی سے، یہ دراڑیں زمین کی سطح کو شمسی ہوا کے سامنے نہیں لاتی ہیں۔ ہمارا ماحول ہماری حفاظت کرتا ہے، یہاں تک کہ جب ہمارا مقناطیسی میدان ایسا نہیں کرتا ہے۔

چودھویں صدی کے صحرائی باشندے کے لیے یہ کیسے ممکن ہو گا کہ آسمان کو اس قدر درست طریقے سے بیان کرے کہ صرف حالیہ سائنسی دریافتوں نے اس کی تصدیق کی ہے؟ واحد راستہ یہ ہے کہ اگر اسے آسمان کے خالق کی طرف سے وحی حاصل ہو۔

اس عظیم خالق کے بارے میں حیرانی کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا، جس نے ہمیں قرآن مجید کو اس کی ابتدائی شکل میں پہنچایا۔ یہ جان کر تسلی ہوتی ہے کہ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں، اور

ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ فکر کرنے سے کچھ نہیں بدلتا لیکن ایک دیوتا سے دعا سب کچھ بدل سکتی ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ اللہ تعالی کی دعا کی طاقت کو کبھی کم نہ کرنا!

میں نے سیکھا ہے کہ شکایت کرنے سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

میں نے سیکھا ہے کہ ہم جن مشکلات سے گزرے ہیں ان کا مقصد ہمیں تکلیف دینا نہیں ہے!

میں نے سیکھا ہے کہ جب تک آپ کے پاس اللہ ہے، کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

میں نے سیکھا ہے کہ صرف اللہ ہی مجھے میرے اندھیرے میں بھی کبھی نہیں چھوڑے گا۔

میں نے سیکھا ہے کہ نہ وقت اور نہ ہی انسان ایک جیسا رہتا ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے اس کے پیچھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ چیلنجز آپ کے سفر میں رکاوٹ نہیں ہیں، وہ آپ کے سفر کا حصہ ہیں۔

میں نے سیکھا ہے کہ جو کچھ بھی مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے چاہے ہم کچھ بھی کریں یا کتنی ہی کوشش کریں۔

میں نے سیکھا ہے، صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر انحصار کرنا ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ ہمارے لیے صرف اللہ ہی کافی ہے اور صرف وہی ہماری درخواستیں پوری کر سکتا ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ ہمیں صبر کرنا چاہیے، بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

میں نے زندگی میں صبر کے ساتھ انتظار کرنا سیکھا ہے، کیونکہ ہر چیز کا منصوبہ اللہ، غالب، حکمت والا ہے۔

میں نے سیکھا ہے کہ میں ان تمام پریشانیوں کا ذمہ دار ہوں جن کا میں زندگی میں سامنا کر رہا ہوں!

میں نے سیکھا ہے کہ کبھی امید نہ ہارنا اور درج ذیل طریقے سے دعا کرنا: اے اللہ! ہمارے ہر قدم پر ہمارے ساتھ رہیں، ہمارے ہر فیصلے میں ہماری رہنمائی کریں، جب زندگی سخت اور ناہموار ہو جائے تو ہماری مدد کریں، ہمیں اس میں برکت عطا فرما جو کافی اور کافی ہے۔ ہر حال میں ہماری حفاظت فرما یا اللہ، جب ہم کال کرتے ہیں تو ہمیں سنیں، جب ہم پریشان ہوں تو ہمارے دلوں کو سکون دیں ، ہمیں دنیا میں فائدہ دے اور آخرت میں ہم پر رحم فرمائے یہ دنیاوی زندگی ایک امتحان ہے کہ ہم میں سے کون اس کے فتنوں کا مقابلہ کرتا ہے اور اگر کوئی ناکام ہو جاتا ہے تو کون اللہ کی طرف توبہ کرتا ہے؟

" اے انسانو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہٰذا یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی بڑا دھوکے دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے!‘‘ سورہ فاطر، آیت 5۔

اللہ تعالیٰ ذیل میں اپنے وعدوں کو یقینی بناتا ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:
"شیطان نے رب العزت سے کہا: 'تیری عزت کی قسم اے رب، میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا جب تک ان کی جانیں ہیں، ان کے جسم میں ہیں.

رب نے کہا، 'میرے جلال اور عظمت کی قسم، میں انہیں اس وقت تک معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے مانگتا رہے گا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا جو تو نے کیا ہے اور مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اے ابن آدم اگر تو زمین کے برابر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آتا ہے اور اس وقت تو میرے سامنے آتا ہے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو میں تجھے اس سے بھی زیادہ بخش دوں گا۔ اے ابنِ آدم، اگر تو میرے پاس زمین کے برابر گناہوں کے ساتھ حاضر ہو، اور اگر تو میرے سامنے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، تو میں تجھے اس کے برابر گناہوں کی بخشش دوں گا۔

خدا بھی وعدہ کرتا ہے: اور تمہارے رب نے کہا: "مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔" باب غفیر، ص 60

"اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا!" باب ابراہیم، آیت 7۔ "

’’پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا‘‘۔ سورہ بقرہ، آیت 152

یہ اور بہت سے وعدے اللہ کی طرف سے ہمیں سنائے گئے ہیں، اور وہ واقعی سچے ہیں اور کبھی ٹوٹے نہیں۔ ہچکچاہٹ محسوس کرنے کا وقت گناہ کرنے سے پہلے آنا چاہیے نہ کہ جب انسان اپنے رب سے معافی مانگنے والا ہو۔

لہٰذا، جب کہ اللہ کے وعدے بہت ہیں، آج اپنے آپ سے صرف ایک وعدہ کریں، کہ جب بھی آپ نے کوئی گناہ کیا ہے، چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ سے معافی کے لیے رجوع کریں، چاہے کچھ بھی ہو!

"اے اللہ، تو بہت معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، تو ہمیں معاف کر دے، یا رب! "
آمین!

یہاں میری ایک اور چونکا دینے والی دریافت ہے۔ جیسا کہ بار بار ذکر کیا گیا ہے، انسانوں میں ڈی این اے کروموسوم کی کل تعداد 46 ہے- اس لیے میں نے قرآن میں 46 نمبر والی تمام آیات کو شمار کیا اور اس قسم کی 50 آیات پائیں۔ انسانوں میں ڈی این اے کروموسوم کے جوڑوں کی تعداد تئیس ہے، اس لیے میں نے قرآن میں 23 نمبر والی تمام آیات کو بھی شمار کیا اور ان میں سے 74 کی نشاندہی کی۔ حیرت انگیز طور پر، 50 اور 74 کے درمیان بالکل 23 نمبر ہیں! کیا یہ بیان کرنے کے لیے کافی الفاظ ہیں کہ یہ کتنا شاندار ہے؟!

اس سے بھی آگے جا کر میں نے محسوس کیا کہ پورے قرآن میں 23 نمبر کی صرف ایک آیت ہے جس میں 23 الفاظ بھی ہیں- مناسب ہے کیونکہ ایک انسان میں 23 کروموسوم کا ایک ہی جوڑا ہوتا ہے! لیکن میں نے یہ بھی پایا کہ قرآن پاک میں 46 نمبر والی تین آیات ہیں جن میں سے ہر ایک میں 23 الفاظ ہیں۔ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے، میں نے ان عددی طور پر مربوط آیت نمبروں کو ایک ساتھ جوڑا اور ان کے لفظی نمبروں کے لیے بھی ایسا ہی کیا۔ تو ہم 46 تین s = 138، 23 اور تین s = 69، ان اعداد و شمار کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں؟

حیرت انگیز طور پر، 138 کا سب سے بڑا عام فیکٹر 23 ہے! اس کا سب سے کم عنصر 2 ہے، اور تو، 69 (یعنی، 23 X 2)! انسانوں میں- جیسا کہ بار بار کہا گیا ہے- کروموسوم کے 23 جوڑے ہوتے ہیں کے بارے میں کیا؟ اڑسٹھ 207 کا سب سے بڑا عام فیکٹر ہے، جو کہ حیرت انگیز طور پر تین 46 (138) اور تین 23 (69) کا مجموعہ ہے! 207 بھی 23 کا ایک ضرب ہے، جو کافی حیرت انگیز ہے، لیکن بالکل 207 = 23 X 9، بنیادی نمبر 23 اور 9واں "کیسے" یہ 23 کا ضرب ہے اس سے بھی زیادہ شاندار ہے۔ ہے! مجھے اس پر بھی تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے؟ کیا میں جو بھی الفاظ کہتا ہوں وہ اس معجزانہ طور پر ہم آہنگ ریاضیاتی کوڈ کے ساتھ انصاف کر سکتا ہے؟

ظاری شکل میں ظار کیا گیا، 207 ک بنیادی عوامل 3 2 اور 23 یں، تو پھر مار پاس تین یں، جو (جیسا ک پل بتایا گیا) اندھیر کی توں کی تعداد جس میں ایک غیر پیدائشی بچ تیار وتا . لیکن یاں باریک تفصیلات پر توج دیں

جیسا ک اوپر دکھایا گیا ، 3 بھی 138 کا ایک بنیادی عنصر ، جو پل ذکر کرد تین ک صرف ایک جب 207 کی بات آتی ، تام، ی تعداد (یا 46 + 46 + 46 ،sتین 46) گروپ کا مجموع مکمل طور ،(یا 138 + 69 ،sاور تین 23 sتین 46) مذکور بالا تین ک دونوں گروں کا مجموع پر اس ک تین ک بنیادی عنصر کو دو (3 2) کی طاقت س ظار کرتا سبحان الل، کیا میں ن ابھی تک لفظ "سانس لین والا" استعمال کیا ؟

ٹھیک ، تو قرآن واضح کرتا ک ی "خارج شد" نطف میں س "واحد" نطف جس س مرد اور عورت کی جنس کا تعین کیا جاتا ! اس ک بعد کی آیت (قرآن 53:47) کتی ، ’’اور دوسری مخلوق کو پیدا کرنا الل ک ذم ‘‘ ی قیامت ک دن ک حوال س ، جس میں بعض کو شک - اور اس وج س الل تعالیٰ اس شک کو متعدد جگوں پر دور کرتا ، جیسا ک م آگ دیکھیں گ

لذا، پیدا ون ک بعد، بچ معلوم خصوصیات ک ساتھ تشکیل دیا جاتا ، چار اعضاء ک ساتھ، اور ر ایک اتھ یا پاؤں پر، پانچ انگلیوں یا انگلیوں ک ساتھ. انسانی انگلیوں کی انفرادیت (اور پیر کی نوک) اب اچھی طرح س قائم ، اور تفتیش کاروں ن مجرموں کی تلاش میں مدد ک لی طویل عرص س انگلیوں ک نشانات - اور یاں تک ک پیر ک نشانات کا استعمال کیا یی و انفرادیت جس کو الل تعالیٰ قرآن میں مخاطب کرت وئ فرماتا :

" قیامت ک دن کی قسم! اور مجھ قسم ملامت کرن وال نفس کی! کیا انسان (کافر) ی سمجھتا ک م (مرن ک بعد) اس کی ڈیاں جمع نیں کریں گ؟ اں یقینا! م ان کی انگلی ک پوروں کو بھی بحال کرن ک قابل یں! (قرآن 75:1-4)

تو آئی اس حیرت انگیز ریاضی کی طرف آت یں جو اسکالرز ن اس بار میں پایا قرآن 75:4 میں، الل کتا ک و ر انسان کو مکمل طور پر دوبار بنان پر قادر ، بشمول تمام انگلیوں ک شاندار ریاضیاتی م آنگی مندرج ذیل قرآن کی ابتدا س ی آیت 5,555 کیا آپ اس دیکھ سکت یں؟ ی باب کی چوتھی آیت اور قرآن کی 5,555 ویں آیت ، جب ک انسانوں ک چار اتھ یں (دو اتھ اور دو پاؤں)، ر ایک پر پانچ انگلیاں یا انگلیاں یں! حیرت انگیز طور پر، آیت انگلیوں ک بار میں ، اور ی آیت 4 اور 5,555 دونوں —لذا مار چاروں سروں میں س ر ایک ک لی ایک پانچ، ر ایک پر پانچ انگلیاں یا انگلیاں! ی واقعی حیرت انگیز

لیکن ایک بار پھر، ی قرآن ، اور معجز کبھی ن ختم ون والا ، لٰذا م گرائی میں کھود کر دیکھت یں ک لفظ "انگلی کا نشان" باب کا 20 واں لفظ جیسا ک آپ جانت یں، 20 = 5 (ر ایک سر پر انگلیوں یا انگلیوں کی تعداد) X 4 (سروں کی تعداد)! معجزاتی ضابط واقعی لامتنای

یقیناً اب آپ ی بھی جان چک یں ک چار پانچ ایک ساتھ (5,555) قرآن ک آغاز س ی اس آیت کی ترتیب درحقیقت، اس آیت میں لفظ "انگلیوں" (جو عربی میں "بنانا" ک طور پر ظار وتا ، جس کا مطلب "اس کی" انگلیوں کی نوک) بالکل پانچ حروف طویل ، اور میں ی بھی شامل کروں گا ک ی حروف تجی ک چار مختلف حروف پر مشتمل . ی بھی یاد رکھیں ک نمبر پانچ ان تمام ابتدائی نتائج ک مرکز میں تھا جو ایک اور پانچ حرفی لفظ ("احدین") س اخذ کیا گیا تھا اسی طرح حروف تجی ک چار حروف س بنا تھا

اب انگلیوں ک بار میں جو کچھ مار پاس اس کا تذکر کرن ک بعد، میں اس میں اپنا اپنا مشاد شامل کرتا وں مجموعی طور پر، قرآن پاک میں صرف چار ابواب یں جن میں س ر ایک میں پانچ آیات یں (باب 97، 105، 111، اور 113)! سبحان الل

قرآن 75:4 حیرت انگیز طور پر 23 حروف طویل !

اس کے باوجود "انگلی کے نوک" کا لفظ قرآن کی ایک دوسری آیت (قرآن 8:12) میں بھی مذکور ہے، جس میں قرآن میں انگلیوں کا پہلا ذکر ہے اور واحد میں "بنان" کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ انگلی کے پوروں کا ذکر کرنے والی دوسری اور آخری آیت وہ آیت ہے جسے ہم نے پہلے مخاطب کیا تھا (قرآن 75:4)۔ انگلیوں کا ذکر کرنے والی پہلی اور آخری دونوں آیات کا جائزہ لیتے ہوئے، ہم دیکھتے ہیں کہ—حیرت انگیز طور پر—پہلے میں 23 الفاظ ہیں، جبکہ دوسری میں 23 حروف ہیں! نمبر 23، جیسا کہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں، ان سالوں کی تعداد ہے جن میں قرآن نازل ہوا اور ساتھ ہی ایک اہم ریاضی کی کلیدہ یاد رکھیں کہ یہ اصطلاح اپنی دو شکلوں ("بنان" اور "بنانا") میں قرآن پاک میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے، اور یہ کہ اس کا دوسرا ذکر اللہ کی طرف سے ایک چیلنج اور وعدہ ہے کہ وہ ہر انسان کو مکمل اور مکمل طور پر دوبارہ تخلیق کرے گا۔

تو 23 نمبر کے ساتھ اس لفظ کے صرف دو ذکر ہی کیوں ایک میں الفاظ کی کل تعداد اور دوسرے میں حروف کی کل تعداد کے طور پر نمایاں ہیں؟ آپ نے تقریباً یقینی طور پر پہلے ہی ان تمام چیزوں کی بنیاد پر جواب کا اندازہ لگا لیا ہے جن پر ہم نے اس باب میں بات کی ہے۔ یہ دو 23، بلاشبہ، انسانی کروموسوم کے 23 جوڑوں سے ملتے ہیں۔ لیکن کیا تصدیق کر سکتا ہے کہ یہ ایک مناسب ریاضیاتی وضاحت ہے؟

آئیے کلیدی لفظ استعمال کریں جو دو آیات کو متحد کرتا ہے۔ لفظ "بانان" (انگلی کی نوک) کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے حروف ان دونوں آیات میں بالکل 46 بار آئے ہیں! یقیناً، آپ جانتے ہیں کہ 46 انسانی جوڑے کے 23 کے نتیجے میں کروموسوم کی کل تعداد ہے۔ یہ واقعی حیرت انگیز ہے۔ ایک آیت کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ 23 ہیں، دوسری کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والے حروف 23 ہیں، اور جو حروف اس لفظ کو بنانے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں وہ دونوں آیات میں کل 46 مرتبہ آتے ہیں (یعنی 23+23) . سبحان اللہ! ڈی این اے کوڈ بنانے والے اللہ کے سوا کون ایسا کر سکتا ہے؟

شکل 54: وہ حروف جو لفظ "بانان" کو بناتے ہیں (جو صرف دو آیات کو ملاتے ہیں اور ان کا تعلق اللہ کے وعدے سے ہے۔

ہر انسان کو آخرت میں دوبارہ پیدا کرنا) ان دو آیات میں ظاہر ہوتا ہے۔

کل 46 مرتبہ۔ (قرآن 8:12 اور 75:4)

اگر یہ کافی نہیں ہے تو، قرآن کے دو ابواب جن میں یہ لفظ آیا ہے وہ باب 75 اور 8 ہیں۔ ان دو بابوں کے نمبروں کا مجموعہ 83 ہے، جو کہ ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں میں سے ترتیب حیران کن طور پر 23 ہے! سبحان اللہ — لیکن جیسا کہ بار بار کہا گیا ہے، ضابطہ لامتناہی معجزاتی ہے۔

اب اس کے بارے میں سوچیں... انگلیوں کے اشارے کا ذکر صرف قرآن کے باب 75 اور 8 میں کیا گیا ہے۔ حیرت انگیز طور پر، پہلا تذکرہ باب 8 میں ہے، جو 75 آیات والا واحد باب ہے، جب کہ 75 صرف دوسرے باب کا نمبر ہے جس میں انگلیوں کا ذکر ہے۔

میں یہاں یہ اضافہ کروں گا کہ باب 75 کی 8ویں آیت میں صرف دو الفاظ اور نو حروف ہیں، اور ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ 23 9واں بنیادی نمبر ہے! میں نے یہ بھی پایا کہ باب 75 میں 40 آیات ہیں، اور باب 8 کی آیت 40 میں 46 حروف ہیں!

لیکن کیا ڈی این اے کا یہ کوڈ صرف انسانوں تک محدود ہے؟ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے تفصیل سے بتایا گیا ہے، قرآن میں شہد کی مکھیوں کا پہلا اور واحد تذکرہ باب 16 میں ہے، اور آیت کے شروع سے بالکل 16 حروف ہیں جن میں شہد کی مکھیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں "شہد کی مکھیوں" کے لیے عربی لفظ بھی شامل ہے۔ " اگر آپ کو یاد ہو تو یہ اہم تھا کیونکہ نر شہد کی مکھیوں میں 16 کروموسوم ہوتے ہیں جبکہ مادہ شہد کی مکھیوں میں کروموسوم کے 16 جوڑے ہوتے ہیں! اب میری ان نئی دریافتوں کے بارے میں سوچیں:

قرآن میں بندروں کا پہلا ذکر قرآن 2:65 میں آتا ہے۔ آیت کے آغاز سے لے کر، لفظ "بندر" تک اور اس سمیت 48 حروف ہیں، جو کہ — چونکا دینے والی بات ہے کہ بندروں (چمپس اور بندر) میں کروموسوم کی تعداد ہے! یہ، بالکل، بالکل شاندار ہے.

میں نے یہ بھی پایا کہ گدھوں میں کروموسوم کے 31 جوڑے ہوتے ہیں، مجموعی طور پر 62۔ پھر قرآن میں، میں نے پایا کہ گدھے کا ذکر چار آیات میں ہے، لیکن پہلا تذکرہ واحد ملکیت ("اس" گدھے) کا ہے، جبکہ دوسرا آیت میں گھوڑوں اور خچروں کا بھی ذکر ہے۔ اس سے ہمیں قرآن میں لفظ "گدھے" کے آخری دو تذکرے ملتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر، قرآن میں لفظ "گدھے" کے آخری دو تذکرے - کافی چونکا دینے والے - باب 31 اور 62 میں ہیں!

یہ درحقیقت چونکا دینے والی بات ہے، کیونکہ اگر کوئی فرض کر لے کہ ان میں سے ایک تذکرہ اتفاقاً تھا، تو دونوں تذکرے 31 اور 62 باب میں کیسے ہوسکتے ہیں؟ کامل ریاضیاتی ہم آہنگی الفاظ سے باہر ہے، لیکن ہمارے راستے کی درستگی کی مزید تصدیق کرنے کے لیے، ہم دیکھتے ہیں کہ باب 31 میں متعلقہ آیت میں 11 الفاظ ہیں، اور 31 11 واں بنیادی نمبر ہے! پھر باب 62 کی آیت پر نظر ڈالتے ہوئے، ہمیں اس کے الفاظ اور حروف کا مجموعہ 127 کے برابر ملتا ہے، جو ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں میں سے ترتیب 31 ہے! ہم کافی دیر تک حیرانی اور بے آواز حالت میں گزر چکے ہیں اور صرف یہ کہتے ہیں کہ "سبحان اللہ!"

قرآن میں لفظ "بھیڑیا" کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا ذکر تین بار آیا ہے۔ پہلا ذکر باب 12 (قرآن 12:13) کی 13ویں آیت میں ہے، جس میں حیرت انگیز طور پر 13 الفاظ بھی ہیں۔ یہ نمبر 13 کو نمایاں کرتا ہے، اس لیے میں نے 13 کو 3 سے ضرب دیا، قرآن میں "بھیڑیا" کے ذکر کی تعداد (جو سب ایک ہی باب میں ہیں) کل 39 ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ بھیڑیا کے ڈی این اے میں کروموسوم کے 39 جوڑے ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر 78۔ اس سے بھی زیادہ چونکانے والی بات یہ ہے کہ 13 بھی اس کا سب سے بڑا اہم عنصر ہے۔

78، جو بھیڑیوں میں کروموسوم کی کل تعداد ہے! مزید برآں، نمبر 78 میں صرف تین بنیادی عوامل ہیں، جبکہ بھیڑیوں کا ذکر قرآن میں صرف تین بار آیا ہے، یہ سب اسی باب میں ہیں!

آئیے اب قرآن کے 27 باب (چیونٹیوں کا باب) کی طرف لوٹتے ہیں، جہاں لفظ "پرندوں" کا کئی بار ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے پہلے ذکر کے فوراً بعد لفظ سے شروع ہونے والی گنتی کریں، اور اس کے آخری ذکر تک، ہمیں کل 63 الفاظ ملتے ہیں۔ یہ بتاتے ہوئے کہ یہ مخصوص مشاہدہ میرا نہیں ہے، نمبر 63 کی کیا اہمیت ہے؟ اس باب میں صرف ایک پرندے کا نام لیا گیا ہے جس کا ذکر ہُدہُد ہے، جسے انگریزی میں ہوپو کہتے ہیں (قرآن 27:20)۔ حیرت انگیز طور پر، اس پرندے میں کروموسوم کے 63 جوڑے ہیں! اگر یہ کافی حیران کن نہیں ہے، تو میں اپنی تلاش کا اضافہ کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آیت 63 پورے باب میں واحد آیت ہے جس میں 20 الفاظ ہیں، جب کہ آیت 20 وہ واحد آیت ہے جس میں ہدہد کا ذکر ہے، جس میں دوبارہ 63 الفاظ ہیں۔ کروموسوم کے جوڑے!

ایک بار پھر، میں پوچھتا ہوں کہ چودہ صدیوں پہلے کا ایک ناخواندہ آدمی یہ سب کیسے کر سکتا تھا جب کہ وہ (خدا کی شان و رحمت اس پر) نہ پڑھ سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا؟! باب الاخلاص میں کسرہ والا واحد حرف باب کے عین مرکز میں، ولادت کے لفظ کے عین مرکز میں اور اس سے پہلے اور اس کے بعد دونوں طرف بالکل 23 حروف کیسے ہوسکتے ہیں؟ قرآن کس طرح خاص طور پر "آدم" کو اس طرح لکھ سکتا ہے جس سے نام کی عددی قیمت 46 ہو؟ ایمبریالوجی کی تفصیلات اتنی درست اور بیک وقت 23 اور 46 دونوں کے لیے انکوڈ کیسے ہو سکتی ہیں؟ انگلیوں میں ایسا بالکل معجزاتی کوڈ کیسے ہو سکتا ہے جو بیک وقت 23 اور 46 کو بھی انکوڈ کرتا ہے؟ قرآن کریم تولید کے بارے میں اتنا مخصوص کیسے ہو سکتا ہے اور کیا مرد اور عورت کی جنس کا تعین کرتا ہے؟ واپس جائیں اور معجزاتی کے اس بڑے جال کا جائزہ لیں۔ صرف وہی جس نے ڈی این اے کوڈ کو ان حصوں کے ساتھ بنایا جن میں سے ہر ایک کے متعدد افعال ہوتے ہیں اور اسے کئی طریقوں سے پڑھا یا کام کیا جا سکتا ہے۔ یہ لامتناہی معجزہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور دیتا رہتا ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

" ہم انہیں اپنی نشانیاں افق [زمین اور کائنات کے دور دراز علاقوں] میں اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ [قرآن] حق ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز پر گواہ ہے؟ (قرآن 41:53)

جیسا کہ بار بار کہا گیا ہے، قرآن مضبوطی سے جڑا ہوا ہے۔ اس باب میں، ہم نے باب 112 کی انگوٹھی کی ساخت پر روشنی ڈالی۔ اس کے مرکزی لفظ کے ہر طرف سات الفاظ تھے، جب کہ اس کے نمایاں مرکزی خط کے ہر طرف 23 حروف تھے۔ اس کو ذہن میں رکھیں جیسا کہ ہم اگلی بات آدم اور عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے ہیں۔

قرآن پڑھتے ہوئے، ہم اللہ کے کمال کی ایک چھوٹی سی جھلک حاصل کر سکتے ہیں، جہانوں کے خدا۔ ہم اس کی عظمت کو تھوڑا سا سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ ہم یہاں پیش کیے گئے ریاضی کے رموز کی مکمل کارکردگی کو دیکھتے ہیں۔

لہٰذا، قرآن پڑھنا مجھے اپنے اللہ پر مکمل بھروسے کرنے اور تمام حل صرف اسی سے تلاش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی بھی آپ کے معاملات کو ٹھیک نہیں کر سکتا، آپ کے درد کو کم نہیں کر سکتا اور آپ کی پریشانیوں کو اللہ کی طرح ختم نہیں کر سکتا۔ کوئی آپ کے دل کو اس طرح شفا نہیں دے سکتا جس طرح اللہ کر سکتا ہے۔ میں اپنے آپ کو ہر وقت یاد دلاتا ہوں کہ ہماری تاریخ کا ہر واقعہ اللہ کی طرف سے معجزہ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم کے بیٹے کو چاقو نے قتل نہیں کیا۔

آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔

وہیل نے حضرت یونس کو نہیں کھایا!

حضرت موسیٰ کو سمندر نے نہیں ڈبویا!

" اے مومنو! جب اللہ تمہارا محافظ ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

وہ تمہارا ولی ہے۔ وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے جو آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر اور غیب کو جانتا ہے! آپ جو بھی نیکی کرتے ہیں وہ زمین والوں کو نظر نہیں آتی، لیکن آپ کے رب کی نظر میں نہیں ہے۔ وہ بنیادی طور پر یہ سب جانتا ہے!

کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاری بیٹی فاطمہ کو روزانہ کون سی دعا پڑھنا سکھائی؟ یہ ایک گہری دعا ہے جو ہمیں مختصر گزارشات سکھاتی ہے جو ہمارے تمام معاملات کا خیال رکھتی ہے۔

آپ نے فاطمہ سے فرمایا کہ تم ہر صبح بیدار ہوتے وقت اور سونے سے پہلے یہ دعا کیوں نہیں پڑھتی: يَا حَيْ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أستغيث أصلح لي شأني كُلَّهُ،

" اے حیا! اے قیوم! میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں! میرے تمام معاملات کو ٹھیک کردے اور پلک جھپکنے کے لیے بھی مجھے اپنے حال پر نہ چھوڑنا۔

اس روایت سے ہم یہ سیکھتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت باپ اپنے بچوں کو نماز پڑھنا اور ان کی عبادات کی پابندی کرنا سکھاتے تھے۔ جب ہم اللہ کے الٰہی ناموں کا استعمال کرتے ہیں تو دعائیں ہمیشہ زیادہ موثر ہوتی ہیں۔ اس دعا میں دو نام الحی اور القیوم استعمال ہوئے ہیں جو آیت الکرسی کی عظیم آیات میں جمع ہیں۔

یہاں اللہ اور اس کے نام اور صفات کے ذریعہ مدد مانگی جاتی ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے جو آپ کی مشکلات پر قابو پانے اور آپ کے معاملات میں کامیابی میں مدد کرے گی۔

جامع جملے نماز میں بہترین ہیں ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے تمام معاملات کو درست اور درست کرنے اور حفاظت کرنے کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کے ہر پہلو کی حفاظت فرمائے۔ ہم

اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے دین، ہماری صحت، ہماری زندگی، ہمارے خاندان، ہمارے گھر، ہمارے کام، ہماری آمدنی، ہمارے دوستوں، ہمارے رشتے داروں اور ہماری زندگی کے ہر پہلو کو بہتر بنائے۔ ہم خود مکمل طور پر نااہل ہیں اور یہ توقع رکھنا کہ 'میں اسے خود ہی حل کر سکتا ہوں' حماقت اور تکبر کی انتہا ہے۔ ہم اللہ کے بغیر 'کچھ نہیں' ہیں۔ اور اگر اللہ ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دے تو ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم سمجھیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی آپ کی اس طرح مدد نہیں کرسکتا جس طرح اللہ کرتا ہے اور اللہ چاہے گا اللہ کے سوا آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتا! جس طرح اللہ آپ کو سمجھتا ہے کوئی آپ کو نہیں سمجھ سکتا!

آدم اور عیسیٰ علیہ السلام

قرآن مجید میں، اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں عیسیٰ (خدا کی شان اور رحمت ہو) اور آدم (خدا کی شان اور رحمت اس پر) دونوں کا ذکر کیا ہے، ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش پر سوال کیا (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو)۔ اسے)۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اس نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس نے اس سے کہا، 'ہو جا' اور وہ ہو گیا۔ (قرآن 3:59)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ (خدا کی شان اور رحمت ان پر) آدم (علیہ السلام) کی طرح ہیں۔ بلاشبہ یہ ان کی تخلیق کے تناظر میں ہے، جو الٰہی مداخلت کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی ہے- اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شدید اور روحانی طور پر تباہ کن غلطی کی طرف توجہ مبذول کر رہا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور یہ واضح کر رہے ہیں کہ ان کی معجزانہ پیدائش محض ایک معجزاتی تخلیق تھی۔ جیسا کہ آدم کو بھی معجزانہ طور پر پیدا کیا گیا تھا۔

لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس مماثلت سے متعلق ریاضیاتی ہم آہنگی بھی تلاش کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب ایک معجزانہ تلاش ہے۔

پہلا حیرت انگیز مشاہدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں 25 بار آیا ہے اور جب ہم یہ جانچتے ہیں کہ آدم کا ذکر کتنی بار ہوا ہے تو یہ بھی 25 مرتبہ ہے۔ اوقات!

کیا یہ محض اتفاق سے ممکن ہے؟ کیا ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اعداد و شمار کے لحاظ سے حیرت انگیز معجزاتی میچ صرف ایک ناقابل یقین حد تک غیر امکانی اتفاق نہیں ہے؟

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ 19 اور 7 دونوں قرآن کی ریاضی میں اہم کلیدیں ہیں، اس پر غور کریں۔ نیچے دی گئی شکل 55 میں، آپ کو قرآن کے آغاز سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام تذکروں کے ساتھ ایک فہرست ملے گی (خدا کی شان اور اس پر رحمت ہو) اور آدم کے تمام تذکروں کے ساتھ ایک فہرست شروع سے ہی ملے گی۔ قرآن کے. دوسری چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ جب کہ فہرستیں مختلف ہیں، وہ آیت جو اعلان کرتی ہے کہ عیسیٰ اور آدم علیہ السلام ایک ہیں دونوں فہرستوں میں ساتویں آیت ہے! یہ بھی، شاندار ہے! آدم کا ساتواں ذکر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتویں ذکر سے بالکل میل کھاتا ہے اور جس آیت میں یہ آیا ہے وہ واحد آیت ہے جس میں ان کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن کوڈ لامتناہی ہے، اس لیے ہم اس نمایاں نمبر سات کو بعد کے لیے ذہن میں رکھیں گے اور آگے بڑھیں گے۔

معجزاتی حیرتیں جاری رہتی ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کا 19واں ذکر (خدا کا جلال اور اس پر رحم ہو) باب 19 میں ہے! لہٰذا، ہم آدم کے 19ویں تذکرے کو چیک کرتے ہیں (خدا کی شان اور رحمت اس پر)، اور یہ بھی باب 19 میں ہے! یہ حیرت انگیز اور انسانی صلاحیت سے باہر ہے! لیکن جو چیز اس میں اضافہ کرتی ہے کہ یہ کس قدر حیران کن ہے، یہ حقیقت ہے کہ یسوع کی معجزانہ پیدائش کی کہانی (خدا کا جلال اور اس پر رحم ہو) باب 19 میں ہے، اور 19 آیات کے دوران بتایا گیا ہے! معجزاتی ریاضیاتی ہم آہنگی واقعی لامتناہی ہے۔

باب 19 کو قریب سے دیکھیں تو یہ دیکھنا حیرت انگیز ہے کہ جب ہم آیات کو گننا شروع کرتے ہیں — اس آیت سے شروع ہو کر جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے (آیت 34)، اس آیت تک جس میں آدم کا ذکر ہے (آیت 58) — ان کی تعداد بالکل ٹھیک ہے۔ 25! اگر آپ کو یاد ہے تو، 25 بالکل وہی تعداد ہے جس میں سے ہر ایک کا پورے قرآن میں ذکر کیا گیا ہے! ایک بار پھر، یہ معجزانہ طور پر کامل ہے۔

مزید آگے بڑھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 25 آیات میں مرکزی نمبر 13 ہے، جس میں 12 آیات پہلے اور اس کے بعد دونوں طرف ہیں۔ کیا 13 کے مرکزی نمبر ہونے کی کوئی اہمیت ہے؟ حیرت انگیز طور پر، اللہ کے نیک بندوں کی کل تعداد - بشمول مریم، عیسیٰ کی والدہ - باب 19 میں ذکر کردہ 13 ہے! دریں اثنا، نمایاں کردہ نمبر 12 باب میں مذکور انبیاء کی تعداد ہے، جو کہ بنیادی طور پر ایک ہی فہرست ہے، لیکن مریم کے بغیر، ان سب پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

شکل 55: قرآن میں آدم اور عیسیٰ (PBUT) کا تمام تذکرہ

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، وہ آیت جس میں آدم اور عیسیٰ (ع) کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک جیسے ہیں، دونوں فہرستوں میں ساتویں آیت ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دونوں کا ذکر پہلے سات الفاظ میں ہے، جس میں ساتواں لفظ "آدم" ہے!

خود اس کا زیادہ تر مشاہدہ کرنے کے بعد، عبدلدیم الکہیل نے مزید روشنی ڈالی کہ عیسیٰ اور آدم نہ صرف عددی اعتبار سے ایک جیسے ہیں، بلکہ یہ کہ دونوں کو معجزانہ طور پر تخلیق کیا گیا (PBUT) تھا۔ آدم کو زمین پر اترنے کے لیے بنایا گیا تھا، اور اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے حروف تہجی کے ("Essa" عربی میں) (دجال عرف جھوٹے مسیحا یا دجال کو مارنے کے لیے)۔ نام یسوع چار حروف کا استعمال کرتا ہے، جبکہ نام آدم تین استعمال کرتا ہے، ایک بار پھر ہمیں سات دیتا ہے! اس !7 X 7 پھر جب ہم ان تمام آیات کو گنتے ہیں جن میں ان کا ذکر ہے تو وہ کل 49 ہیں، اور 49 = 7 بات کو اور بھی زیادہ دل چسپ کرنے کے لیے، آیت 3:59 سے پہلے اور بعد والی آیات (وہ آیت جس میں عیسیٰ اور آدم دونوں کا ذکر ہے) دونوں میں سات سات الفاظ ہیں!

محققین نے اپنے مشاہدات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے درج ذیل کو اجاگر کیا ہے۔ آدم (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو) کا پہلا ذکر باب دو کی آیت 31 (قرآن 2:31) میں ہے، جبکہ عیسیٰ کا پہلا ذکر (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو) باب دو کی آیت 87 میں ہے۔ (قرآن 2:87)۔ اگر ہم آدم کے پہلے ذکر سے لے کر عیسیٰ کے پہلے ذکر تک شمار کریں تو ہم نمبر 971 پر ختم ہوتے ہیں۔

971 ایک بنیادی نمبر ہے، اور بنیادی نمبروں کے درمیان اس کی ترتیب 164 ہے، جو قرآن کے ابواب کی تعداد کے برابر ہے (114)، اس کے علاوہ قرآن میں عیسیٰ اور آدم دونوں کا ذکر کیا گیا ہے (25 + 25) . 25 آیات کی تعداد بھی ہے جس میں ہر ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار صرف حیرت انگیز ہیں، لیکن کیا ہمارے پاس اس بات کو مزید تقویت دینے کا کوئی طریقہ ہے کہ قرآن پاک کو اجاگر کرنے کے لیے متعلقہ آیات کے نمبروں میں مخصوص ریاضی کا ارادہ موجود ہے اور اس حقیقت کو کہ دونوں یسوع اور آدم کا قرآن میں 25 بار ذکر آیا ہے؟

118 ہم 118 کے نتیجے کے لیے اوپر بتائے گئے دو آیت نمبر (31 + 87) کو جوڑتے ہیں، اور پھر دیکھیں کہ = 68 + 25 + 25۔ حیرت انگیز طور پر، یہ بالکل اسی مساوات کا آئینہ دار ہے جو ہمارے پاس پہلے تھا (114 + 25 +25) لیکن ایک مختلف انداز میں پیش کیا. مجھے وضاحت کا موقع دیں.

جیسا کہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں، 114 میں ابواب کی تعداد ہے۔

قرآن، تو نمبر 114 اس طرح خود قرآن کی نمائندگی کرتا ہے۔ لیکن لفظ قرآن کا کیا ہوگا؟ لفظ "قرآن" فطری طور پر بھی قرآن کی نمائندگی کرتا ہے اور قرآن میں کل 68 مرتبہ آیا ہے۔ کیا آپ اب کنکشن دیکھتے ہیں؟

اوپر درج دو مساواتیں (68 + 25 + 25 اور 114 +25 + 25) بنیادی طور پر ایک ہی چیز کی نمائندگی کرتی ہیں: قرآن، نیز یسوع اور آدم (PBUT) دو بار! سبحان اللہ! دونوں کی تعداد قرآن میں مذکور ہے۔ — اور دو مختلف طریقوں کے استعمال سے — قرآن میں عیسیٰ اور آدم کے پہلے ذکر کی ریاضی ایک جیسے نتائج دیتی ہے۔

لیکن کیا یہ سب 118 کے حوالے سے ہے؟ ہمیں معلوم ہوا کہ 118 بھی 59 X 2 کے برابر ہے، تو کیا یہ بھی کسی چیز کا اشارہ ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا، 59 واحد آیت کا نمبر ہے جس میں یسوع اور آدم دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے (قرآن 3:59)! یہ حیرت انگیز ہے، کیونکہ (جیسا کہ اوپر تفصیل سے) آدم اور عیسیٰ (PBUT) کے پہلے ذکر نے ہمیں - دو مختلف طریقوں سے - قرآن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نتائج فراہم کیے، اور ساتھ ہی اس تعداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ عیسیٰ اور آدم دونوں کا ذکر کتاب میں کیا گیا ہے۔ قرآن، اور اب نمبر 118 (جو کہ ان تذکروں سے منسلک آیات کے نمبروں کا مجموعہ ہے) نصف میں تقسیم بھی اسی آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے!

یہاں ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ لفظ "آدم" (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے) اس آیت کا ساتواں لفظ ہے، اور یہ کہ خود آیت قرآن میں آدم اور عیسیٰ دونوں کا ساتواں ذکر ہے۔ 7 X 7 = 49، جو قرآن میں آدم اور عیسیٰ (PBUT) کا ذکر کرنے والی آیات کی کل تعداد ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ آیت ان دو آیات کے درمیان ظاہر ہوتی ہے جن دونوں میں سات سات الفاظ ہیں۔

اگر یہ کافی نہیں ہے تو آیت کا نمبر خود 59 ہے، جو کہ ایک بنیادی نمبر ہے، تو یقیناً ہم اس کی ترتیب کو پرائم نمبرز کے درمیان چیک کرتے ہیں، اور یہ 17 نکلتا ہے۔ نمبر 17 پھر بھی ایک بنیادی نمبر ہے، اور اس کا بنیادی نمبروں میں ترتیب سات ہے! تو، ایک بار پھر، ہم سات نمبر پر واپس آتے ہیں!

قرآن کی خوبصورتی:

اس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے اور ہم اللہ سے اپنی زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کی دعا کر سکتے ہیں۔

ہماری دعائیں بہت سی زبانوں اور بولیوں میں خدا کے حضور پیش کی جاتی ہیں، اور وہ ہمیں بالکل سمجھتا ہے!

اے رب! ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے الفاظ کو بیان نہ کر سکیں، لیکن آپ بالکل سمجھتے ہیں کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں!

ہمارے الفاظ کو بولنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں کیا ہے!

رحمٰن اللہ! براہ کرم ہر وہ دعا قبول فرما جو ہمارے لیے بہتر ہو اور ہمیں ہر اس دعا سے بچائے جو ہمارے لیے نقصان دہ ہو۔

براہ کرم ہمیں اپنی تمام ضروریات کے لیے صرف تیری طرف رجوع کرنے دیں، جیسا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں!

براہ کرم ہمیں ایمان، خوشی اور سلامتی کے ساتھ اپنی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کریں!

جب کوئی مشکل اس کے لیے چلتی ہے جو بہت لمبا لگتا ہے، اور جب آپ خود کو ایک ٹوٹ پھوٹ کے کنارے پر پاتے ہیں، بار بار، اور جب آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی مدد کرنے کے لیے جو کچھ بھی ہے وہ ختم کر دیا ہے، اور پھر بھی، آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی آزمائش ختم نہیں ہوئی، تو اس پر تسلی رکھو: "اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" [قرآن 3:146]

آپ صبر کے عظیم گھر میں ہیں جب تک کہ آپ مشقت میں ہیں، اس کو برداشت کرتے ہیں اور اس پر صبر کرتے ہیں، اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

آپ صبر کے عظیم گھر میں ہیں جب تک کہ آپ اللہ سے امید نہیں چھوڑیں گے، اور جب تک آپ باہر نکلنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ صبر میں کوشش، یقین، امید، عزم، یقین، آنسو، اللہ سے خاموش التجا شامل ہیں، تو اللہ اس شخص سے کیوں محبت نہیں کرے گا جس نے اتنی اچھی چیزیں اکٹھی کی ہیں؟

بعض اوقات دردناک بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب آپ کسی مشکل لمحے میں ہوتے ہیں تو اندھیرے کا بلبلہ ہی آپ کو گھیر لیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ کسی ایسی جگہ میں پھنس گئے ہیں جہاں سے نکلنے کے لیے دروازے نہیں ہیں۔ صرف ایک کھڑکی ہے جس سے آپ سورج کی روشنی کو داخل ہوتے دیکھ سکتے ہیں، لیکن اس کے سائز کی وجہ سے آپ باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ دم گھٹنے والا اور مشکل ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ کھڑکی، خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، ایک یاد دہانی ہے کہ آپ جس چیز کا تجربہ کر رہے ہیں اس کے باہر روشنی ہے۔ اس کے بعد آسانی ہوگی اور امید ہے۔

یاد رکھیں: "ہر مشکل کے ساتھ آسانی آتی ہے۔"

ہمیں اللہ پر بھروسہ اور آسانی اور مشکل میں اللہ کی طرف کیوں رجوع کرنا چاہیے؟

ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے اور بھروسہ اللہ پر ہے۔

ہم بیمار ہو جائیں گے اور ہم ڈاکٹر کے پاس جائیں گے، یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی بیماریوں کے لیے بھی اور جو کچھ وہ ہمیں بتائے گا ہم لیں گے، کوئی دوسری رائے نہیں، کیونکہ ہم ٹھیک ہونا چاہتے ہیں اور ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا کیوں ہے کہ جب ہماری روحیں بیمار ہوں تو ہم اللہ کی طرف قدم نہیں بڑھاتے؟

جب ہم مشکل میں ہوتے ہیں؟ جب ہمیں ضرورت ہوتی ہے؟

ایک شخص کیا کر سکتا ہے، جو اللہ نہیں کر سکتا، کہ آپ اللہ کے پاس جانے سے پہلے کسی شخص کے پاس جائیں اللہ پر بھروسہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ فاتحہ میں فرماتے ہیں:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّالَا نَسْتَعِينُ - ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی طرف مدد کے لیے رجوع کرتے ہیں!

اللہ کی طرف رجوع کرنا اور سچے دل سے اس سے مدد مانگنا عبادت ہے۔ اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو اس سے مانگتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا: "توکل وہ ہے جب دل جانتا ہو کہ اللہ کافی ہے۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حسبنا اللہ وَ نِعْمَ الْوَكِيل - اللہ ہی کافی ہے اور کام کرنے والا ہے [3:173]

اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس سے مانگتا ہے۔

لہٰذا، آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، آپ جو بھی کرنے جا رہے ہیں، اللہ پر بھروسہٰ رکھیں اور قرآن پڑھیں، ایک کامل کتاب جس میں انسانوں کے سمجھنے کی صلاحیت سے زیادہ معجزاتی رموز موجود ہیں!

یہ کامل ریاضیاتی کوڈ جیسا کہ ظاہر ہے انسانی صلاحیت سے باہر ہے اور سات نمبر کے گرد گھومتا ہے۔ تو، نمبر سات یہاں مرکزی تھیم کیوں ہے؟ کیا ہم گہرائی میں جا سکتے ہیں؟

اس آیت (قرآن 3:59) کے مرکزی لفظ کو قریب سے دیکھیں، جو کہ واحد آیت ہے جس میں عیسیٰ اور آدم دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے (PBUT)، یہ بھی، حیرت انگیز طور پر، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سے پہلے اور سات الفاظ کے بعد ہیں، دونوں طرف! یہ اکیلے ہر چیز کے ساتھ حیرت انگیز طور پر ہم آہنگ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، لیکن کیا اس سے بھی زیادہ ہے؟ واضح طور پر نمایاں ہونے کے بعد، ہم اس لفظ کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ "خلقہ" (اسے پیدا کیا) ہے، جو عربی حرف "KH" سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں پر دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا حجائی آرڈر نمبر پھر سات ہے!

یہ حیرت انگیز ہے، لہٰذا ہم اس لفظ کے تمام حروف کے ساتھ منسلک حجائی ترتیب نمبروں کو دیکھتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ درج ذیل ہیں: KH=7، L=23، Q=21، H=26۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ان کی کل رقم 77 ہے! لفظی طور پر آیت کو - جو پہلے ہی نمبر سات کے گرد گھومتی ہے - کو دو ساتوں میں تقسیم کرتا ہے، کیونکہ اس کے حروف سے منسلک ترتیب نمبروں کا مجموعہ 77 ہے! اس سے بھی زیادہ چونکانے والی بات یہ ہے کہ اپروچ A سے پتہ چلتا ہے کہ عربی حرف "KH" جو کہ عربی حروف تہجی کا ساتواں حرف ہے اور لفظ "خلقہ" شروع ہوتا ہے جو ساتوں کی سمفنی کا مرکز ہے، دونوں سے پہلے اور اس کے بعد دونوں طرف 23 حروف ہیں۔ - لفظی طور پر 23 کروموسوم کی تعداد ہے! مزید برآں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، انسانی DNA ایک جوڑا، جو انسانی تخلیق کے سات مراحل ہیں- دونوں اصل میں (آدم اور اس کی بیوی کے حوالے سے) اور رحم میں! اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس آیت میں مرکزی لفظ (خلقہ) کا خاص طور پر مطلب ہے "اسے پیدا کیا"۔

تو، راز کیا ہے؟ اپروچ A کے ساتھ اور بھی گہرائی میں جائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک 3:59 پورے قرآن میں صرف 15 الفاظ کی آیت ہے جس کے 47 حروف ہیں۔ ابواب پر نظر ڈالتے ہوئے، ہمیں حیران کن طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پورے قرآن میں صرف 15 الفاظ کا ایک باب ہے جس میں 47 حروف ہیں، اور وہ باب 112 (باب الاخلاص) ہے، جو قرآن کا وہ باب ہے جس پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ مکمل طور پر اللہ کی وحدانیت پر اور اس حقیقت پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود یا معبود نہیں۔

ریاضی کا پیغام بالکل واضح ہے۔ عیسیٰ (خدا کی شان اور رحمت اس پر)، بالکل اسی طرح جیسے آدم (خدا کی شان اور رحمت اس پر)، اللہ نے کروموسوم کے 23 جوڑے بنائے تھے اور تخلیق کے سات مراحل سے گزرے تھے- اور قرآن کا باب 112 اس طرح کام کرتا ہے۔ ایسی گواہی جو تمام غلط فہمیوں کو ختم کر دیتی ہے جن میں سے کچھ یسوع کے بارے میں رکھتے ہیں (اپنے خالق، اللہ کے بجائے ان کی عبادت کرتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اخلاص کے باب میں فرماتا ہے: "کہہ دو کہ وہ اللہ ہے، ایک ہے، اللہ، ابدی پناہ گاہ ہے۔ نہ وہ جنتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔'' (قرآن 112:1-4)

اس سب کو ختم کرنے کے لیے، قرآن پاک 3:59 اور باب 112 دونوں (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) ہر ایک میں 47 حروف اور 15 الفاظ ہیں — اور حیران کن طور پر، 47 ایک بنیادی نمبر ہے جس کے بنیادی نمبروں میں سے ترتیب 15 ہے! آیت اور باب 112 کے درمیان یہ معجزاتی عددی اعتبار سے کامل تعلق اس وقت بھی واضح ہوتا ہے جب ہم وہ سب کچھ یاد کرتے ہیں جو ہم نے ڈی این اے کے بارے میں پچھلے باب میں روشنی ڈالی تھی۔ آیت کے درمیانی لفظ میں بھی سات الفاظ ہیں اس سے پہلے اور اس کے بعد، جب کہ اس کے منفرد درمیانی حرف کو بھی نمایاں کیا گیا ہے جس میں اس سے پہلے اور اس کے بعد والے 23 حروف ہیں!

سبحان اللہ، سبحان اللہ، ایک، ابدی، ہر چیز کا خالق، اور سب کچھ جاننے والا۔

نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر)

شیخ جرار نے قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی ریاضی کے حوالے سے کچھ بہت ہی دلچسپ نتائج پیش کیے ہیں۔ نوح کا باب قرآن کا باب 71 ہے، اور اس باب میں آیات کی تعداد 28 ہے۔ ان دو نمبروں کے درمیان تعلق نمبر 43 ہے، کیونکہ یہ ان کے درمیان فرق ہے (71 - 28 = 43)۔ شروع سے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کم از کم ایک — اگر سبھی نہیں — ان نمبروں کی پیروی کرنے کی کلید ہوگی۔

پہلی حیران کن بات یہ ہے کہ نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر) کا ذکر قرآن میں ٹھیک 43 بار آیا ہے۔ یہ تذکرے یا تو خاص طور پر خود نوح کے حوالے سے ہیں، یا کسی فقرے کے حصے کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں، جیسے "نوح کی قوم" یا "نوح کی بیوی"۔ اس سے قطع نظر کہ نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو) کا نام بالکل 43 بار آیا ہے، جو باب نوح (71) سے وابستہ باب نمبر اور اس باب میں پائی جانے والی آیات کی تعداد کے درمیان قطعی فرق کو ظاہر کرتا ہے (28)۔ مندرجہ ذیل چونکا دینے والے مشاہدات کے بغیر صرف یہ کافی حیرت انگیز ہے:

پورے قرآن میں نوح کا آخری ذکر باب نوح میں ہے۔

نوح کے باب کے بعد، قرآن کے آخر تک حیرت انگیز طور پر 43 ابواب ہیں! ان تمام 43 ابواب میں نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر) کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ باب نوح سے پہلے بالکل 43 ابواب ہیں جن میں نوح کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ایک بار پھر شاندار ہے! نوح کا باب براہ راست اس سے پہلے کے 43 ابواب کے بیچ میں ہے اور اس کے بعد والے 43 ابواب جن میں نوح کا ذکر نہیں ہے۔ یہ کامل ریاضیاتی توازن محض حیرت انگیز ہے۔

اب اس حیران کن تلاش پر غور کریں۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، نوح کے باب میں آیات کی کل تعداد 28 ہے۔ پورے قرآن میں نوح کا ذکر کرنے والے ابواب کی کل تعداد بھی بالکل 28 ہے۔ یہ بالکل حیرت انگیز اور انسانی صلاحیت سے باہر ہے!

لیکن بات وہیں ختم نہیں ہوتی۔

کیا ہوگا اگر ہم "قوم نوح" جیسے تذکرے کو نظر انداز کریں کیونکہ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مقصود مراد ان کی قوم ہے نہ کہ خاص طور پر، اور اسی طرح "نوح کی بیوی" کے ذکر کو نظر انداز کریں کیونکہ کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ یہ نوح کی بجائے اپنی بیوی سے مراد؟ ایسی دلیل ضعیف ہے کیونکہ ان آیات میں اب بھی نوح کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر ہم صرف نوح کے ذکر پر توجہ مرکوز کرتے ہیں جو خاص طور پر اس کا حوالہ دیتے ہیں، تو ہمیں کیا ملتا ہے؟

چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ "نوح" (خدا کی شان اور رحمت اس پر) اکیلے، اپنی ذات کے طور پر، قرآن میں ٹھیک 28 بار ذکر ہوا ہے! جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، نوح کے باب میں 28 آیات ہیں، اور نوح کا ذکر کرنے والے ابواب کی کل تعداد 28 ہے۔ دونوں فہرستیں مختلف ہیں! کوئی بھی راستہ منتخب کرے، یہ ناگزیر ہے، ایسے نتائج کے ساتھ جو ریاضیاتی طور پر چونکا دینے والے اور انسانی صلاحیت سے باہر ہیں!

عام طور پر نوح (خدا کی شان و رحمت) کا ذکر 43 بار کیسے ہو سکتا ہے، اور ان کے بطور ایک شخص کے مخصوص حوالے جات (بغیر ان کی قوم یا ان کی بیوی کا ذکر کے) بالکل 28 بار ظاہر ہوتے ہیں، جبکہ آیات کی تعداد نوح کا باب 28 ہے اور اس نمبر اور باب نمبر میں فرق 43 ہے؟ یہ انسانی طور پر ناممکن ہے!

ان نتائج میں اپنے مشاہدات کو شامل کرنے کے لیے، میں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اگر ہم قرآن کے ان تمام ابواب کو لے لیں جن میں نوح کا ذکر ہے (خدا کی شان اور اس پر رحمت ہو) اور ان کے باب نمبر ایک ساتھ شامل کریں تو ہمیں 838 ملتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر قرآن پاک کی 838ویں آیت 43 حروف لمبی ہے!

میں نے یہ بھی پایا ہے کہ باب نمبر (71) کو اس کی آیات کی کل تعداد (28) سے ضرب کرنے سے ہمیں 1,988 ملتا ہے۔ ایک بار پھر، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی ابتداء سے 1,988ویں آیت میں 43 حروف

ہیں! مزید برآں، 71 صرف 1,988 کا ایک ضرب نہیں ہے، بلکہ اس کا سب سے بڑا بنیادی عنصر بھی ہے۔

ایک اور چیز جو میں نے نوٹ کی وہ یہ ہے کہ "نوح" عربی میں تین حرفوں کا لفظ ہے اور اس کا ذکر باب نوح میں تین بار آیا ہے۔ دراصل، نوح کے باب میں نوح کا پہلا ذکر تیسرے لفظ کے طور پر ہے! حیرت انگیز طور پر، قرآن میں نوح کا پہلا ذکر باب تین میں ہے! اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ آیت 33 میں ظاہر ہوتا ہے!

میں نے یہ بھی پایا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں نوح کا اپنی ذات کے طور پر ذکر 28 بار آیا ہے، وہیں "قوم نوح" کا ذکر بالکل 14 بار آیا ہے۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ 14 واں پرائم نمبر 43 ہے! قرآن میں نوح کا کل تذکرہ 43 کیسے ہو سکتا ہے، قوم نوح کے کل تذکرے 14 اور 14ویں نمبر کا بنیادی نمبر 43 ہو سکتا ہے؟! یہ حیرت انگیز طور پر معجزانہ اور محض انسانی صلاحیت سے باہر ہے! حیرت انگیز اور معجزاتی ریاضیاتی کوڈ لامتناہی ہے!

تھوڑا آگے جا کر پتہ چلا کہ باب نوح کی 14ویں آیت میں بھی بالکل تین الفاظ ہیں! یہ ایک بار پھر دماغ کو حیران کرنے والا ہے! نوح کا باب ٹھوس طور پر نمبر 43 پر روشنی ڈالتا ہے، جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ ہمیں نوح کی قوم کے 14 تذکرے بھی ملتے ہیں۔ باب کی 14ویں آیت میں تین الفاظ ہیں، جو نوح کے نام کے حروف کی تعداد ہے، باب میں نوح کا ذکر کتنی بار ہوا ہے، اور قرآن میں نوح کے پہلے ذکر سے متعلق ہے (باب 3 میں)!

غرور کا خطرہ:

شیطان کے زوال کا سب سے بڑا عنصر غرور تھا۔

دنیا اور آخرت میں انسانیت کے زوال کا ایک بڑا سبب غرور ہے۔

فخر ایک اہم عنصر ہے جو تعلقات میں تنازعات کا باعث بنتا ہے۔

سمجھوتہ نہ کرنے اور معاہدے تک پہنچنے کا ایک بڑا عنصر فخر ہے۔

فخر ہمارے ناقابل قبول رویوں کے لیے معافی مانگنے کا ایک بڑا عنصر ہے۔

غرور غریبوں اور بے سہارا لوگوں تک نہ پہنچنے کا ایک بڑا عنصر ہے۔

اچھے اوصاف والے لوگوں کو نہ پہچاننے کا بڑا سبب فخر ہے۔

فخر ایک بڑا عنصر ہے جو منصفانہ اور منصفانہ ہونے کی ہماری صلاحیت کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔

غرور ایک بڑا عنصر ہے جو ہمیں غریبوں کے ساتھ میل جول کرنے سے روکتا ہے۔

فخر ایک اہم عنصر ہے جو معاشرتی طبقاتی امتیازات میں حصہ ڈالتا ہے۔

صرف ہمارے عظیم اللہ کی ملکیت ہے جو بالکل قابل فخر ہے اور کوئی انسان اس کا احاطہ یا احاطہ نہیں کرسکتا۔

عاجزی زندگی میں مزید دروازے کھولے گی:

جب ہم لفظ 'عاجز' کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہم اکثر شائستہ، فرمانبردار، غیرجانبدار اور پست کے بارے میں سوچتے ہیں۔ کچھ لوگ عاجزی کو طاقت کے طور پر دیکھتے ہیں اور دوسرے اسے کمزوری کے طور پر دیکھتے ہیں۔

عاجز ہونے کا مطلب یہ تسلیم کرنا ہے کہ ہم زمین پر یہ دیکھنے کے لیے نہیں ہیں کہ ہم کتنے اہم بن سکتے ہیں، بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ ہم دوسروں کی زندگیوں میں کتنا فرق لا سکتے ہیں۔

عاجز لوگ جو کچھ رکھتے ہیں اس کے لیے شکر گزار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے رکھے ہوئے عجوبے اور خوبصورتی کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ دنیا کی وسعت کے مقابلے میں چھوٹے ہیں۔ وہ اپنی قدر جانتے ہیں اور ان کی نعمتوں کے شکر گزار ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ کسی چیز کو مکمل طور پر سمجھنا مشکل ہے جب تک کہ آپ اس کے مخالف کو نہ سمجھیں۔ ہم خوشی کو سمجھتے ہیں کیونکہ ہم غم کو جانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ نہ ہونا کیسا ہے کیونکہ ایک موقع پر ہمارے پاس تھا۔

یاد رکھیں، جب ہم عاجزی کی مشق کرتے ہیں، تو ہم مزید جاننے کے لیے تیار ہوتے ہیں تاکہ ہم ترقی کر سکیں اور اعلیٰ درجے تک ترقی کر سکیں۔ ہم کبھی بھی ہر وہ چیز نہیں جانتے جو ہم ہمیشہ مزید علم اور گہرے تجربات کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ ہم پوری تصویر کو اپنی بہترین صلاحیت کے مطابق دیکھ سکیں۔

ہم سیکھنے، بڑھنے، شکر گزاری، محبت اور روح کو کھولنے کے لیے کھلے رہتے ہیں۔ ہم ایمان کے ساتھ عاجزی کا مظاہرہ کریں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے کے طور پر بڑھیں۔

نماز کیا ہے؟ اللہ نے ہمیں 24/7 پکارنے کے لیے براہ راست رسائی دی ہے۔ درحقیقت، مسلسل دعائیں کرنے سے ہمارا ایمان بڑھتا ہے اور ہمیں بہتر انسان بناتا ہے۔ لیکن پھر بھی، ہم دوسروں سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے دعا کریں، مثلاً وہ لوگ جو حج کے لیے جا رہے ہیں، یا وہ جنہیں ہم علم اور پرہیزگار سمجھتے ہیں۔ اور یہ معنی رکھتا ہے - اللہ ان کو دیتا ہے جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔

روزانہ کی دعا: اے اللہ اگر تو نے ہمیں مفلسوں میں لکھا ہے تو اس کو ہم سے نکال دے اور ہمیں مبارکوں میں لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں مبارکوں میں لکھا ہے تو ہمیں اسی طرح رہنے دے۔ بے شک آپ مٹاتے ہیں اور جو چاہیں تصدیق کرتے ہیں اور آپ کے پاس کتاب کی بنیاد ہے۔ تفسیر ابن کثیر 13:39۔

اللہ کی بے گناہ تخلیق کا تصور کریں - فرشتے - آپ کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ لیکن ہم کسی غیر مرئی فرشتے سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے اللہ سے دعا کرے؟ یہ ناقابل یقین حد تک آسان ہے، اور ہمیں پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

علم کے متلاشی بنیں۔ آج کل، اسلامی علم حاصل کرنا ناقابل یقین حد تک آسان ہو گیا ہے۔ آپ اپنے اسمارٹ فون کے ذریعے عملی طور پر اپنی یونیورسٹی کو اپنی جیب میں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ تو آئیے اس بابرکت موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ان خاص لوگوں میں شامل ہوجائیں جن کے حق میں اللہ اور اس کی مخلوق دعا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت متقی پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے سب سے کمتر پر۔ اللہ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کے رہنے والے، حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی (پانی میں) ان لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں جو لوگوں کو علم سکھاتے ہیں۔ (ترمذی، ریاض الصالحین 12)

دوسروں کے غائب ہونے پر ان کے لیے دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے (اس کی غیر موجودگی میں) دعا کرتا ہے تو فرشتے (اپنے رب سے دعا کرنے کے لیے) کہتا ہے: آمین، اور یہ تمہارے لیے بھی ہے۔ (صحیح مسلم 2732)

روزانہ کی نماز کے بعد بیٹھے رہیں، ذکر کریں یا قرآن پڑھیں۔

فرشتے تم میں سے کسی کے حق میں اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ پر رہتا ہے جہاں اس نے وضو کی حالت میں نماز پڑھی ہو۔ وہ (فرشتے) کہتے ہیں: اے اللہ! اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کرو۔' [البخاری؛ ریاض الصالحین 72]۔

کسی بیمار یا میت کی عیادت کے وقت دعا کریں، اور مہربان فرشتے آپ کے لیے بھی دعا کریں گے اور خوبصورت قرآن کے معجزات کا مطالعہ جاری رکھیں گے۔

باب نوح کے بارے میں مزید تلاش کرتے ہوئے، میں نے محسوس کیا کہ قرآن کے پہلے باب میں تین آیات ہیں (یعنی، باب 103) 14 الفاظ اور 71 حروف ہیں! جیسا کہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں "قوم نوح" کا 14 تذکرہ ہے، 71 باب نمبر ہے جو نوح کے باب سے منسلک ہے، اور تین بار نوح کا ذکر باب میں آیا ہے اور ساتھ ہی نمبر ہے۔ اس کے نام کے خطوط

نوح کے پورے باب میں، صرف دو آیات میں حروف کی گنتی ہے جو ان کے متعلقہ آیات کے نمبر کے برابر ہیں۔ پہلی آیت 14 ہے جس میں 14 حروف ہیں۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ آیت تین الفاظ پر مشتمل ہے جو کہ باب نوح میں جتنی بار نوح کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن جو بات واقعی دلچسپ ہے وہ یہ ہے کہ باب نوح کی دوسری آیت جس کا ایک حرف اس کی آیت نمبر کے برابر ہے وہ آیت نمبر 20 ہے جس میں 20 حروف ہیں۔ تو کیوں 20 اور 14 دونوں کو نمایاں کیا جاتا ہے؟ حیرت انگیز طور پر، میرے یوٹیوب چینل پر ایک تبصرہ نگار نے نشاندہی کی کہ دونوں نوح کی ریاضی میں دو کلیدی نمبروں کے پرائم نمبر "آرڈر" نمبر ہیں۔ 14واں پرائم نمبر 43 ہے، جس پر ہم پہلے ہی بات کر چکے ہیں، جب کہ 20واں پرائم نمبر 71 ہے، جو باب نوح سے منسلک باب نمبر ہے!

یہاں تک جانے کے بعد، مجھے ایک دلچسپ چیز یاد آئی، جس نے مجھے ایک اور راستے پر لے جایا۔ آدم (خدا کی شان اور رحمت اس پر) انسانیت کا باپ ہے- اور جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا، قرآن میں آدم کے ساتھ منسلک ریاضی بہت سی دوسری چیزوں کے ساتھ ڈی این اے کو نمایاں کرتی ہے۔ نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو) آدم کے بعد انسانیت کا دوسرا باپ ہے، کیونکہ یہ عظیم سیلاب کے بعد ان کا نسب تھا جس نے زمین پر انسانیت کو دوبارہ قائم کیا۔ سب سے پہلے، یاد رکھیں کہ انسانوں کے ہمارے ڈی این اے ہیلکس میں 46 کروموسوم ہوتے ہیں، جو کہ 23 جوڑوں کے برابر ہوتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر، اگر ہم قرآن کی آیت 23:23 کو دیکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں نوح (خدا کی شان اور رحمت اس پر ہو) کا ذکر ہے!

سبحان اللہ، یہ حیرت انگیز ہے — لیکن میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسم نوح کی سب سے زیادہ تکرار والا باب گیارہواں باب ہے، اور گیارہویں نمبر پر نوح علیہ السلام کا اپنی ذات کے طور پر تذکرہ بھی گیارہویں باب میں ہے۔ چنانچہ ہم اس آیت کی طرف جاتے ہیں۔ اور حیرت انگیز طور پر، یہ آیت 46 ہے، جو انسانی ڈی این اے ہیلکس میں کروموسوم کی کل تعداد ہے۔ یہ حیرت انگیز ہے، لیکن اگر کروموسوم کے DNA کسی کو کوئی شک ہو تو اس آیت میں بھی 23 الفاظ ہیں، اور انسانوں کے پاس 23 جوڑے ہیں!

قرآن کریم معجزاتی رموز، اور ریاضیاتی دریافتوں کی کتاب سے زیادہ ہے، لیکن یہ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے، اور قرآن کریم کے استاد مومنین کو آخرت پر پختہ یقین رکھنے اور باعزت زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔ میں نے قرآن سے جو اسباق حاصل کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

اپنی اصلاح کے لیے اتنا وقت دیں کہ آپ کے پاس دوسروں پر تنقید کرنے کا وقت ہی نہ رہے۔

اپنے آپ سے اتنا مضبوط بننے کا وعدہ کریں کہ کوئی بھی چیز آپ کے ذہنی سکون کو خراب نہ کر سکے۔ دوسروں کی کامیابی کے بارے میں اتنا ہی پرجوش ہونا جتنا آپ اپنے بارے میں ہیں۔ اپنی بہتری کے لیے اتنا وقت دینا کہ دوسروں پر تنقید کرنے کا وقت ہی نہ رہے۔ فکر کے لیے بہت بڑا ہونا، غصے کے لیے بہت عمدہ، خوف کے لیے بہت مضبوط، مصیبت کی موجودگی کی اجازت دینے کے لیے بہت خوش ایمان کے ساتھ رہنا اور یہ جاننا کہ اللہ کی رحمت ہمیشہ آپ پر ہے!

اپنے دل کی مہربانی سے، جب آپ مسکراہٹ تحفے میں دینے کا انتخاب کرتے ہیں، تو پھر کسی بھیک مانگنے والے کو سلام کریں، احترام کریں اور اس کا اعتراف کریں جیسا کہ آپ کسی سیاستدان یا کاروباری مالک کو کرتے ہیں۔

قرآن کی رہنمائی بظاہر جب، آپ کی روح کی پاکیزگی میں، آپ گپ شپ، تکبر، بے عزتی اور زہریلے رویے سے پرہیز کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔

قرآن شریف آپ کی مسکراہٹ کی معصومیت، آپ کے لباس کی شائستگی، آپ کے الفاظ کی مٹھاس، آپ کی آنکھوں کی دیانت، آپ کے ہاتھوں کی سخاوت، آپ کے دماغ کی گہرائی میں سکھاتا ہے۔ اپنے عمل کے خلوص میں، اپنے غصے کے سکون میں، اپنے خواب کی پیروی کرنے کی ہمت اور طاقت میں، اندر سے پھوٹنے والی روشنی میں، آپ کی روح کے وجدان میں، آپ کی دعاؤں کے خلوص میں، محبت میں آپ کے دل کے اندر، سکون میں آپ دوسروں کو تحفے دیتے ہیں۔ جو کچھ آپ ہیں اور جو کچھ آپ کے پاس ہے اس کے لیے شکر گزار ہونے کی صلاحیت میں، آپ کے کردار میں جو ایمانداری اور وفاداری کندہ ہے، ہمیں اپنی تمام اچھی چیزوں کا سہرا قرآن کریم کے ابدی معجزے کو دینا ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلایا جاتا۔

اگر اللہ کے نزدیک دنیاوی زندگی کی کوئی قدر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی نافرمان کو پانی کا ایک گھونٹ پینے کی اجازت نہ دیتا، اسے رزق اور لذت سے نوازتا۔ یہ دنیوی زندگی اللہ کے نزدیک بے فائدہ ہے، آخرت کے برخلاف جو کہ سعادت کا ابدی ٹھکانہ ہے، کافروں کے علاوہ صرف مومنوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ دنیاوی زندگی کی حقیقت کو جانیں اور اس سے اپنے آپ کو وابستہ نہ کریں کیونکہ یہ گزرنے کا راستہ ہے نہ کہ دائمی رہائش۔ انہیں دنیا کی زندگی سے صرف وہی لینا چاہیے جو ان کو آخرت میں فائدہ پہنچائے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے؟ کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک بہترین وعدہ (جنت) کا وعدہ کیا ہے جسے وہ اس کی طرح سچا پائے گا جسے ہم نے دنیا کی زندگی کی آسائشیں مہیا کر دیں، پھر وہ قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں سے ہو گا۔ جہنم کی آگ میں؟" باب القصص: 60-61

قرآن کی یہ آیات بنی نوع انسان کو باوقار زندگی گزارنے کی اہمیت کی یاد دلاتی ہیں، لیکن قرآن کی عظمت کی صحیح معنوں میں تعریف کرنے کے لیے، ہم قرآن کے چند حیرت انگیز ریاضیاتی احکامات اور معجزات کا مطالعہ کریں گے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ نوح کا سب سے زیادہ مرتبہ 11ویں باب میں ذکر ہوا ہے، اور یہ کہ قرآن میں 43 مرتبہ نوح کا ذکر آیا ہے، میں نے باب 11 کی آیت 43 کا جائزہ لیا تو پھر یہ نکلا کہ اس کی تعداد 23 ہے۔ الفاظ! اس باب کی 23ویں آیت (قرآن 11:23) کو بھی دیکھتے ہوئے، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں 14 الفاظ ہیں، جو کہ قرآن مجید میں "قوم نوح" کا ذکر کرنے کی کل تعداد ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، نوح کا سب سے زیادہ ذکر ان کی ذات کے طور پر باب 11 میں ملتا ہے۔ اب یاد رکھیں کہ نوح عربی میں تین حرفی لفظ ہے، اور وہ سورہ نوح میں تین بار ذکر ہوا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ 19 قرآن کی سب سے بڑی ریاضی کی کلید ہے، اور نوح کا ذکر کرنے کے لیے پورے قرآن میں صرف 19 الفاظ والی آیت ایک ایسی آیت ہے جس میں ان کا ذکر ان کی اپنی ذات کے طور پر کیا گیا ہے (یعنی "قوم نوح" کے طور پر نہیں، نوح کی بیوی" بلکہ خود نوح کی طرح)۔ لہٰذا، ہم ان تمام آیات کو دیکھتے ہیں جو باب 11 میں نوح کو اپنے طور پر بیان کرتی ہیں اور پتا ہے کہ وہ تعداد میں سات ہیں، جو کہ قرآن کی ریاضی میں دوسری اہم عددی کلید ہے۔ پھر جب ہم ان سات آیات میں الفاظ کو جوڑتے ہیں تو ہمیں 114 ملتے ہیں، جو کہ قرآن میں تیسری اہم کلید ہے، اور ساتھ ہی قرآن میں ابواب کی کل تعداد!

ہم آہنگی اور بھی واضح ہو جاتی ہے جب ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ 19 الفاظ والی آیت (قرآن 11:42) دونوں سے پہلے اور اس کے بعد نوح کے تین "ذاتی" تذکرے ہیں (خدا کی شان اور اس پر رحم ہو) اس کی اپنی ذات کے طور پر۔ تین حروف کی تعداد ہے جو عربی میں نوح کو کہتے ہیں، اسی طرح

نوح کے باب میں نوح کی تعداد کا ذکر کیا گیا ہے! لہٰذا، یہ 19 الفاظ پر مشتمل آیت ایک انگوٹھی کی تشکیل کے مرکز میں ہے، جو کہ ایک بار پھر قرآن میں پایا جانے والا ایک اور نمایاں واقعہ ہے۔ انگوٹھی کی یہ حیرت انگیز ساخت پہلے ہی بہت زیادہ نمایاں کر چکی ہے — لیکن جب ہم مزید قریب سے دیکھتے ہیں تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ نوح پر مبنی اس رنگ سازی میں جس مرکزی آیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں 71 حروف ہیں، جیسا کہ 71 باب نمبر ہے جو نوح کے باب سے منسلک ہے۔ ! سبحان اللہ۔

لیکن پھر بھی، ہمیں معلوم ہوا کہ کوڈ لامتناہی ہے۔ نوح پر مبنی اس انگوٹھی کے مرکز میں نمایاں کیا گیا نمبر 19 ہے، کیونکہ اس کی مرکزی آیت میں 19 الفاظ ہیں۔ مزید برآں، جب ہم قرآن میں نوح کے ذکر کی کل تعداد (یعنی 43) کے آگے 19 رکھتے ہیں تو ہمیں 1,943 ملتے ہیں۔ کیا اس نمبر کی کوئی اہمیت ہے؟ حیران کن طور پر، 1,943 تمام آیات کے نمبروں کا مجموعہ ہے جو نوح کا ذکر کرتے ہیں!

لیکن اگر 19 قرآن کی ریاضی میں اس قدر نمایاں کلید ہے، تو پھر باب 19 میں نوح (خدا کی شان اور اس پر رحمت ہو) کا ذکر کیا ہے؟ یہ تذکرہ آیت 58 میں پایا جا سکتا ہے — اور حیرت انگیز طور پر، 58 حروف کے ساتھ منسلک حجائی ترتیب نمبروں کا مجموعہ ہے جو عربی میں نوح (نوح) کو کہتے ہیں! حضرت نوح علیہ السلام پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

سبحان اللہ، یہ معجزاتی ضابطہ حیران کن ہے۔ قرآن میں نوح کا کل تذکرہ 43 کیسے ہو سکتا ہے جب کہ باب نوح سے پہلے بالکل 43 ابواب ہیں جن میں نوح کا ذکر نہیں ہے اور نوح کے بعد کے بالکل 43 ابواب ہیں جن میں نوح کا ذکر نہیں ہے۔ کیا یہ ناممکن نہیں ہے؟ قرآن میں نوح کا ذکر ہونے والی کل تعداد کو باب نوح سے وابستہ باب نمبر میں ان کے اپنے نفس کے نتیجے کے طور پر جتنی بار نوح کا ذکر کیا گیا ہے اس کی کل تعداد کو کیسے شامل کیا جا سکتا ہے؟ نوح علیہ السلام کے کل تذکروں کے ساتھ منسلک نمبر 14واں بنیادی نمبر کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ قرآن میں "قوم نوح" کا ذکر ہونے کی کل تعداد 14 ہے؟ یہ سوچنا کہ یہ محض اتفاق سے ہو سکتا ہے ناممکن ہے! نوح کے کل تذکرہ ان کی ذات کے طور پر باب نوح کی آیات کی صحیح تعداد کے ساتھ ساتھ نوح کا ذکر کرنے والے ابواب کی کل تعداد سے کیسے مل سکتے ہیں؟ ایک بار پھر، یہ صرف ناممکن ہے! یہ کیسے ممکن ہے کہ ریاضی کے اعتبار سے کامل نوح پر مبنی رنگ سازی کا وجود بھی موجود ہو؟

اس کے باوجود ریاضی ناقابل تردید اور ایسے ہی واضح ہے جیسے لوگوں کے ذہنوں کے ساتھ جو دیکھ سکتے ہیں اور دل جو سمجھ سکتے ہیں۔ ریاضی میں زبان کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے! جو آدمی نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ لکھ سکتا ہے وہ ایسی کتاب کی تلاوت کیسے کر سکتا ہے جو انسانی استطاعت سے باہر ہے۔ یادداشت سے زبانی طور پر منتقل ہونے والی کتاب لسانی طور پر غیر چیلنج کیسے ہو سکتی ہے، اور نہ صرف حال ہی میں دریافت ہونے والے حقائق کا ذکر کیا جا سکتا ہے، بلکہ اس میں عددی اعتبار سے ایک ایسا کوڈ بھی ہے جو انسانی صلاحیت سے باہر ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں قرآن کے ذریعے تمام نسلوں کے لیے اپنی نشانیاں واضح کرنے کا وعدہ کیا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینے میں موجود دل اندھے ہو جاتے ہیں۔‘‘ (قرآن 22:46)’’

نوٹ: بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ باب نوح میں حروف کی کل تعداد 950 ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کو جو کم چوکس اور شاید جذباتی طور پر حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سنا ہے، لیکن جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ تین ہمزوں کو منتخب طور پر نظر انداز کیا جائے- اور اس لیے نہیں کہ وہ اپنے حساب کے لیے کوئی اور صحیح طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کا محرک قرآن 29:14 میں پایا جا سکتا ہے، جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ نوح اپنی قوم کے درمیان "ایک ہزار سال کم پچاس سال" رہے۔ اس آیت کو غلط سمجھنے کی وجہ سے کچھ لوگ یہ ماننے لگے کہ نوح 950 سال زندہ رہا۔

سیلاب کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کتنی دیر تک زندہ رہے۔ اس پر اتفاق نہیں ہے، لیکن دستیاب ذرائع میں سے جو سب سے زیادہ درست معلوم ہوتا ہے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے،

جس میں کہا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور رحمت ہو) 40 سال کی عمر میں نبی بنے، جس کے بعد وہ سیلاب سے پہلے 950 سال تک نبی کی حیثیت سے اور پھر سیلاب کے بعد مزید 60 سال تک اپنے لوگوں کے درمیان رہے۔ اس طرح وہ 1,050 سال زندہ رہا۔ دوسروں نے کہا ہے کہ وہ 1,700 سال کی عمر تک زندہ رہا۔

مذکورہ بالا آیت اس بارے میں نہیں ہے کہ نوح کب تک زندہ رہے۔ بلکہ یہ خاص طور پر کہتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے درمیان ایک نبی کی حیثیت سے رہے۔ اور انہیں "ایک ہزار سال (ثناء) پچاس سال سے کم عمر تک تبلیغ کرتے رہے۔" آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اللہ نے لفظ "سال" کے لیے دو مختلف الفاظ ("ثناء" اور "عام") کیوں استعمال کیے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اور قابل تجزیہ ہے۔

لفظ "ثنا" کو اکثر شمسی سالوں سے اور "عام" کو قمری سالوں سے جوڑا جاتا ہے، لیکن یہ بحث طلب ہے۔ ایک اور مشاہدہ (جو قابل بحث بھی ہے) یہ ہے کہ عام طور پر "عام" مختصر مدت کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ "ثنا" عام طور پر طویل مدت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم، یہ کافی واضح یا صحیح فرق نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ "عام" کا تعلق اکثر ایسے ادوار سے ہوتا ہے جن میں بہت سی تبدیلیاں نظر آتی ہیں، جب کہ "ثناء" اکثر سالوں کے تناظر میں استعمال ہوتا ہے جس میں کوئی بڑی تبدیلی یا سماجی تبدیلیاں نہیں ہوتیں۔ جگہ لینے.

اس سب کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہے — لیکن کسی بھی طرح سے، فی الحال، ہم کہہ سکتے ہیں کہ نوح کے باب میں موجود 953 خطوط اس تعداد کے برابر ہیں جتنے سال اس نے سیلاب سے پہلے اپنی قوم کو تبلیغ کی، اور یا تو نوح کے نوح کے باب میں یا اس کے نام پر پائے جانے والے حروف کی تعداد میں مذکور ہے۔ توجہ دلانے کے لیے کافی دلچسپ بات یہ ہے کہ پورے باب میں صرف ایک حرف ہے جو صرف تین بار ظاہر ہوتا ہے، جس کی ہر مثال نوح کے تین تذکروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ حرف ح ہے، جو عربی میں نوح کے نام کا آخری حرف ہے (نوح)، اور حجائی حروف تہجی کا چھٹا حرف ہے، جس کی عددی قیمت آٹھ ہے ("ابجدی" نمبری نظام میں اس کی قیمت کے مطابق)۔

موضوع مزید تحقیق کے لائق ہے، لیکن یہ بتانا ضروری تھا کہ اس وسیع دعوے کے برعکس کہ باب نوح میں 950 حروف ہیں، حقیقت میں 953 ہیں۔ اس پر روشنی ڈالیں.

امید کی امید:

امید پر یقین کرنا کبھی نہ چھوڑیں کیونکہ معجزے ہر روز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات، ہم ان چھوٹے معجزات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو اللہ ہماری زندگیوں میں پھینکتا ہے۔ شاید، ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ ایک معجزہ تھا. ہو سکتا ہے آپ پریشان ہوں کہ آپ کی نوکری چلی گئی، لیکن یہ اللہ کا طریقہ ہے کہ آپ کو اس کی جگہ کچھ بہتر عطا کر دے۔ آپ کو کام کرنے میں دیر ہوئی ہو گی اور ایک دن کی تنخواہ ضائع ہو گئی ہو گی لیکن شاید اللہ نے آپ کو دیر سے پہنچا دیا کیونکہ وہ آپ کو وقت کی قدر سکھانا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے آپ کی پرواز چھوٹ گئی ہو، لیکن شاید اللہ نے آپ کو حادثے سے ہٹا دیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی زندگی کے مشکل دور سے گزر رہے ہوں، لیکن شاید اللہ آپ کو صبر اور برداشت سے نواز رہا ہے تاکہ آپ اس کی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ صرف ہمارے لیے بہتر چاہتا ہے، لیکن ہم بہت کم سمجھتے ہیں!

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مشکل کی راتوں پر صبر کرو کیونکہ اگر تم صبر کی آنکھ سے دیکھو گے تو ثواب کی صبح دیکھو گے۔ درحقیقت، بلندی درجات صرف مشقت سے ہی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔" [اللطائف فل واعظ]

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ’’اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو، اور بے شک یہ مشکل ہے سوائے عاجزی کرنے والوں کے‘‘۔ (2:45)

ہمیں خالصتاً خدا کی خاطر دوسروں سے محبت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ریاض الصالحین میں عنوان ہے: 'اللہ کی خاطر محبت کرنے کی فضیلت اور اس کی حوصلہ افزائی، اور ایک آدمی جو دوسرے سے محبت کرتا ہے، اسے یہ بتانا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے، اور جب وہ اسے اطلاع دے تو اس سے کیا کہے؟' امام نے اللہ کی خاطر دوسروں سے محبت کرنے کے فضائل، اس کے فوائد اور انعامات اور کچھ آداب کے بارے میں متعدد قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں تین مسائل ہیں: 1) اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے کے فضائل و فوائد، 2) کسی شخص کو یہ بتانا کہ وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہے، اور 3) اس محبت کی اطلاع ملنے پر کیا جواب دیا جائے؟ ?

1) اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے کے فضائل و فوائد: انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین صفات ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پائے گا۔ یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ کہ وہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہ کفر کی طرف پلٹنے کے خیال سے نفرت کرتا ہے، جب کہ اللہ نے اسے اس سے آزاد کر دیا ہے، جتنا کہ اسے آگ میں ڈالے جانے سے نفرت ہو گی۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اللہ کے لیے دوسرے سے محبت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ کی خاطر محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی فرد سے صرف اس لیے محبت کرتا ہے کہ اس کا اللہ سے تعلق ہے۔ یا تو اس لیے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ کے دین کو بڑھانے کے لیے کچھ کر رہا ہے، یا اس سے بھی زیادہ قابل تعریف، محض اس لیے کہ وہ اللہ کی مخلوق میں سے ہے۔ اس محبت کے پیچھے کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہے جیسا کہ اس کی طرف سے کیا گیا احسان، اور کسی اتار چڑھاؤ کے تابع نہیں ہے۔ اس طرح، یہ اپنے پیارے کے کردار اور مہربانی سے نہیں بڑھتا ہے اور اس کی کوتاہیوں سے کم نہیں ہوتا ہے۔ (ابن علان، دلیل الفالحین 2/240)

ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم مومن ہیں؟

شہد کی مکھیاں ایک خوبصورت مثال ہیں۔ شہد کی مکھیاں اللہ کی غیر معمولی چھوٹی مخلوق ہیں۔ وہ فائدے کے لیے جیتے ہیں اور تباہ نہیں کرتے۔ وہ اچھا کھاتے ہیں اور صرف اچھا ہی پیدا کرتے ہیں! ان کا شہد خالص اور صحت بخش ہے اور بہت سی بیماریوں کا علاج اور روک تھام ہے۔ وہ صرف خوبصورت پھولوں اور پھلوں پر نہیں بیٹھتے۔ یہاں کچھ اسباق ہیں جو ہم ان حیرت انگیز شہد کی مکھیوں سے سیکھ سکتے ہیں!

سبق 1: شہد کی مکھیاں اپنے رب کی غیر مشروط اطاعت کرتی ہیں۔

شہد کی مکھی وہی کر رہی ہے جو اس کے رب نے اسے کرنے کا حکم دیا ہے۔

" پھر تمام پھلوں میں سے کھاؤ اور اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقوں کی پیروی کرو۔" [النحل: 69] جب اس نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی تو وہ ایسی چیز پیدا کرنے کے قابل تھی جو اس قدر مفید تھی کہ شہد ہے۔

مومن ہونے کے ناطے، اگر ہم اپنی مکمل صلاحیتوں کا ادراک کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اپنے رب کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں قرآن میں دیے گئے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں سنت نبوی کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے اور ہمیں اطاعت اور عاجزی کے ساتھ اپنے وجود کے مقصد کو پورا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب ہم ایسا کرتے ہیں تو نتائج حیرت انگیز ہوں گے!

سبق 2: شہد کی مکھیاں ٹیم ورک میں بہترین ہیں

کالونی شہد کی مکھیوں کا ایک ناقابل یقین حد تک اعلیٰ کارکردگی کا حامل نیٹ ورک ہے، جو اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اجتماعی طور پر کام کرتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کام کرنے میں بہت اچھے ہیں، کہ وہ ایسی چیز پیدا کرنے کے قابل ہیں جو بہت فائدہ مند ہو!

انسانوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ چاہے یہ آپ کے اپنے خاندان میں ہو، یا آپ خود کو کسی بڑی تنظیم کا حصہ پائیں، ایک اچھا ٹیم پلیئر ہونا ہی حتمی مشن کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے!

سبق 3: شہد کی مکھیاں توجہ مرکوز اور پیداواری ہوتی ہیں

شہد کی مکھی کی پوری زندگی ایک اہم مشن کے گرد گھومتی ہے۔ یہ اپنے چھتے کو ایک مقصد کے ساتھ چھوڑتا ہے اور ایک مقصد کے ساتھ واپس آتا ہے۔ یہ آرام نہیں کرتا، اور نہ ہی یہ مشغول ہوتا ہے! یہ صرف اس بات پر مرکوز ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔

یہ دنیا خلفشار کے بغیر نہیں ہے۔ (شیطان) ہمارا کھلا دشمن شیطان ہمیں بہت سی چیزوں سے فتنے میں ڈالنے کی کوشش کرے گا اور ہماری توجہ ان تمام چیزوں سے ہٹا دے گا جو ضروری ہیں۔ تاہم، ہمیں اپنے آپ کو یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا، آخرت کے لیے کام کرنا، اور سب سے بڑھ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جب بھی آپ اپنے مقصد کو کھوتے ہوئے پائیں، شہد کی مکھی کو یاد رکھیں! اور اپنے مقصد کو یاد رکھیں!

سبق 4: شہد کی مکھیاں نیکی کو کھاتی ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، بے شک مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے۔ یہ نیکی کو کھلاتا ہے، نیکی کا بوجھ ہلکا کرتا ہے (شہد) اور جب کسی چیز (ٹہنی کی طرح) پر اترتا ہے تو نہ اسے توڑتا ہے اور نہ ہی برباد کرتا ہے۔ [السلسلہ الصحیحہ]

درحقیقت شہد کی مکھی نیکی کو کھاتی ہے۔ مومنوں کے طور پر، ہمیں بھی نیکی پر کھانا کھلانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہم حلال ذرائع سے روزی کمائیں۔ اور ہمیں یہ بھی یقینی بنانا ہوگا کہ ہم خود کو اور اپنے اہل خانہ کو صرف وہی کھانا کھلائیں جو حلال اور پاکیزہ اور صحت بخش ہو

سبق 5: شہد کی مکھی ہمدرد اور دیکھ بھال کرنے والی ہوتی ہے۔

پچھلی حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ شہد کی مکھی جب کسی چیز پر اترتی ہے تو وہ اسے نہ تو توڑتی ہے اور نہ ہی خراب کرتی ہے۔ جب یہ کسی شاخ پر اترتا ہے تو یہ بہت نرمی سے کرتا ہے۔

اسی طرح، مومن جیسا کہ وہ رہتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کام کرتا ہے، خیال رکھنے والا، خیال رکھنے والا، اور کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ وہ اپنے ہر کام میں بہت نرم، مہربان اور مکرم ہے۔ جب وہ کوئی چیز اٹھاتا ہے تو وہ اسے نہایت خوش اسلوبی سے کرتا ہے۔ جب وہ چلتا ہے تو عاجزی سے چلتا ہے۔ جب وہ دروازہ کھولتا اور بند کرتا ہے تو وہ بہت نرمی سے کرتا ہے۔ یہ مومن ہے۔

سبق 6: شہد کی مکھیاں کوئی فائدہ مند چیز پیدا کرتی ہیں۔

اتنی محنت کے بعد شہد کی مکھی ایسی چیز پیدا کرتی ہے جو بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اسے شفاء کا ذریعہ قرار دیتا ہے!

شہد کے بے شمار فوائد ہیں۔ یہ آنتوں کے لیے اچھا ہے اور قبض اور اسہال سے نجات دلاتا ہے۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میرے بھائی کو آنتوں کی تکلیف ہے۔ اس نے کہا: اسے شہد پینے دو!

شہد میں جراثیم کش خصوصیات بھی ہوتی ہیں اور یہ جلنے اور چھوٹے زخموں کے علاج کے لیے بہترین ہے! یہ مہاسوں کے علاج اور روک تھام میں بھی مدد کرتا ہے۔ وزن کم کرنے کی کوشش کرنے والوں کے لیے شہد بھی بہتر چینی کا بہترین متبادل ہے کیونکہ اس میں کیلوریز کم ہوتی ہے۔

لہذا، مومنین کے طور پر، ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ 'ہم جس کمیونٹی اور معاشرے میں رہتے ہیں اس میں ہم کس طرح مثبت کردار ادا کر رہے ہیں؟' کیا ہم دوسروں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، کیا ہم دوسروں کو سکھا رہے ہیں، کیا ہم دوسروں پر خرچ کر رہے ہیں، کیا ہم دوسروں کو کھلا رہے ہیں؟ کیا ہم شہد کی مکھی کی طرح دوسروں کے لیے نیکی کا ذریعہ ہیں؟

سبق 7: شہد کی مکھیاں ہمیں سکھاتی ہیں کہ ہر نیک عمل اہمیت رکھتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔

اوسط مزدور مکھی اپنی زندگی میں ایک چائے کے چمچ کا 1/12 حصہ شہد بناتی ہے۔ یہ ایک انتہائی معمولی رقم ہے۔ اسی طرح ہمیں کسی بھی نیک کام میں رعایت نہیں کرنی چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اگر یہ اللہ کی رضا کے لیے خلوص نیت سے کیا جائے تو وہ اس کی حفاظت کرے گا اور اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا دے گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ایمانداری کے ساتھ کمائی ہوئی کھجور کے برابر صدقہ دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ حلال کو قبول کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرے گا، چاہے وہ صدقہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک کھجور، یہ رب کے ہاتھ میں پالے گی، جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔" (صحیح مسلم)

سبق 8: شہد کی مکھیاں ایسی چیز پیدا کرتی ہیں جو دیرپا ہوتی ہے۔

شوگر کی مقدار اور کم پی ایچ کی وجہ سے، شہد کی شیلف لائف لمبی ہوتی ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی میعاد ختم ہونے کی تاریخ نہیں ہے (اگر اسے مناسب طریقے سے سیل کر کے محفوظ کیا گیا ہو)۔ درحقیقت، چند سال پہلے، آثار قدیمہ کے ماہرین نے قدیم مصری مقبروں کی کھدائی کرتے ہوئے، شہد دریافت کیا جو ہزاروں سال پرانا تھا، اور یہ اب بھی بالکل کھانے کے قابل تھا!

مومنین کے طور پر، ہمارے پاس ایسے اچھے کام کرنے کا موقع ہے جو ہمارے چلے جانے کے بعد بھی مسلسل صدقہ جاریہ کی صورت میں ہمیں فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ مثلاً مسجد کی تعمیر میں حصہ

ڈالنا، کنواں کھودنا، کسی کو سکھانا، کوئی فائدہ مند لکھنا (امام مالک کا موطا صدیوں پہلے لکھا گیا تھا، پھر بھی آج ہم اس سے مستفید ہو رہے ہیں!)۔

یاد رکھیں اگر یہ اللہ کے لیے خلوص نیت سے کیا جائے اور اس سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچے تو اللہ اس کی حفاظت کرے گا۔ آئیے اپنے آپ کو نیکی پر نیکی کرنے میں مصروف ہو جائیں!

ناقدین اور خلاصہ

میں نے ان لوگوں کی بے پناہ کمائی کو بڑے شوق سے دیکھا ہے جو قرآن کے واضح اور ناقابل تردید ریاضیاتی معجزات کی تردید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے، میں یقیناً ان علماء کے بارے میں بات نہیں کر رہا ہوں جنہوں نے ان واضح دریافتوں سے پہلے اس طرح کی تحقیق کے خلاف خبردار کیا تھا۔ وہ جائز وجوہ سے حوصلہ افزائی کرتے تھے، خاص طور پر یہ دیکھ کر کہ عصر حاضر میں پہلا شخص جس نے اس میدان میں دلچسپی لی، وہ بدعنوان اور فریب خوردہ نکلا۔ دوسرے ان چند اسکالرز کے زیادہ تر سخت طالب علم ہیں اور انہیں ایڈجسٹ کرنے کے لیے وقت درکار ہے، اور اس لیے وہ بھی وہ نہیں ہیں جو میرا مطلب ہے۔ میں یہاں کچھ لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو ان نتائج کے بارے میں جھوٹ بول رہے ہیں اور ان کی تردید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان کے لیے، ریاضی سے انکار کرنے کے لیے بہت کم ہے، اور وہ دو چیزوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

سب سے پہلا کام جو وہ عام طور پر کرتے ہیں وہ ہے گھات لگا کر بیٹھنا اور غلطی ہونے کا انتظار کرنا، چاہے یہ حقیقی غلطی ہو، یا صرف ایک ایماندار بھائی یا بہن جو تفصیلات کے ساتھ مخصوص ہونے سے قاصر ہو۔ اس کے بعد وہ موقع پر جھپٹتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایماندار بہن یا بھائی غلطی سے یہ واضح کرنا بھول گئے کہ نتائج واقعی کیا ہیں اور پھر جان بوجھ کر اس کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں "دن" کا عربی لفظ (اس کی واحد شکلوں میں) جتنی بار آیا ہے وہ سال کے دنوں کی صحیح تعداد سے میل کھاتا ہے، تو ایک اچھا، ایماندار، نیک نیت مسلمان آئے گا۔ ساتھ اور کہو، "دیکھو! قرآن پاک میں دن کا ذکر 365 بار آیا ہے۔" بے ایمان نام نہاد "ڈیبنکرز" اس کے بعد ایسی ویڈیوز کے ساتھ جواب دیں گے جس میں وہ خود کو قرآن کے سرچ انجنوں میں لفظ "دن" ڈالتے ہوئے اور ایک مختلف نمبر حاصل کرتے ہوئے دکھاتے ہیں، جس کے بعد وہ ان نتائج کا مذاق اڑاتے ہیں اور حقیقت میں انہیں جھوٹ کہتے ہیں۔

بلاشبہ، ان کے نتائج میں لفظ "دن" کے تمام مشتقات شامل ہیں، نہ کہ صرف واحد، آزاد شکلے۔ دوسری صورتوں میں، نتائج ان مثالوں کو شمار کرتے ہیں جن میں لفظ دراصل ایک مختلف لفظ ہے، لیکن اس کے اندر حروف سرایت کرتے ہیں جو اسی ترتیب میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے زیر بحث لفظ۔ جواب میں، میں ایسے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ درج ذیل جملے میں لفظ "نہیں" کتنی بار آتا ہے؟

"یہ معمول تھا کہ شہر کے شمال میں کوئی دلچسپ واقعہ پیش نہیں آیا۔"

یقیناً اس جملے میں لفظ "نہیں" ہر گز موجود نہیں ہے، لیکن ان نام نہاد ڈیبنکرز کے طریقے استعمال کرتے ہوئے کوئی کہے گا کہ یہ تین بار ظاہر ہوا! کیوں؟ کیونکہ وہ بے ایمانی سے حروف "o" اور "n" کو شمار کرتے ہیں جو اوپر والے الفاظ میں لگاتار ظاہر ہوتے ہیں — اور کچھ سرچ انجن درحقیقت تین نتائج دکھاتے ہیں (عام، شمالی، اور کچھ بھی نہیں)۔

ان نام نہاد "ڈیبنکنگ" ویڈیوز کی اکثر تردید کی گئی ہے، لیکن بے شرمی سے، ان کے بنانے والے عام طور پر نہ تو ان کی جھوٹی ویڈیوز کو ہٹاتے ہیں اور نہ ہی سچ کی پرواہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ ایک کھیل کی مانند ہے جو انہیں جیتنا ہی چاہیے، چاہے وہ جھوٹ بولیں اور دھوکہ دیں۔

اس طرح کے لوگوں کے ذریعے استعمال کیا جانے والا دوسرا طریقہ معیاری "سٹرا مین" طریقہ ہے، جس کے تحت وہ صرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایسی باتیں کہتے ہیں جو ہم نے نہیں کی اور پھر ان کمزور مشاہدات کی تردید کرتے ہیں جو صرف وہی لگتے ہیں جو ہم اصل میں کہہ رہے ہیں۔

یہ سب ان کے لیے فضول ہے اور آسانی سے جواب دیا جاتا ہے۔ اصل توجہ ان پر بھی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہم تعمیری تنقید سے سیکھیں، کسی بھی غلطی کو درست کریں، اور اپنی پیشکشوں سے چوکس رہیں، جو کہ کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ میں نے ابھی تک ایک ویڈیو بنانا ہے جو زبانی غلطی، ٹائپنگ یا کسی اور غلطی سے مکمل طور پر پاک ہو۔ پھر بھی یہ سب معمولی ہے، اور تعداد خود ہی بولتی ہے۔

تاہم، ایسے تعمیری نقاد ہیں جو قرآن کے متن کے متبادل معنی اخذ کرنے کے لیے، یا مستقبل کے واقعات کی تاریخ اور وقت کی پیشین گوئی کرنے کے لیے قرآنی ریاضی کے استعمال کے بارے میں خبردار کرتے ہیں۔ میں ان ناقدین سے اتفاق کرتا ہوں، کیوں کہ اگر ہمیں کچھ ایسے اتفاقات بھی ملتے ہیں جو درست ثابت ہوتے ہیں، تو زیادہ تر ایسا نہیں کریں گے اور وہ قیاس اور محدود تصور کے تابع ہیں۔ نامعلوم کو اس طرح ظاہر نہیں کیا جا سکتا، اور یہ روحانی طور پر کسی کے ایمان اور یقین کے لیے بہت خطرناک ہے۔ کیا اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ ہمیں کبھی بھی نشانیاں یا ارتباط نہیں ملیں گے؟ نہیں، ایسا نہیں ہوتا، لیکن ضروری ہے کہ ایسے راستے پر نہ چلیں۔

جب اور جہاں مناسب ہو، قرآن سے اخذ کردہ معانی مستند حدیث اور تاریخی سیاق و سباق کی مدد سے قرآن کی زبان پر مرکوز رہیں۔ اس مقصد کے لیے عظیم علماء نے پوری زندگی قرآن اور صحیح احادیث کے مطالعے میں گزاری ہے۔ فتویٰ دینے والوں کے لیے دروازہ کھولنا خطرناک ہے۔ قرآن پر غور و فکر کرنا تمام مسلمانوں کے لیے ایک عمدہ مصروفیت ہے، لیکن ہم سب کو بہت محتاط رہنا چاہیے کہ اس سے تجاوز نہ کریں اور اپنے اپنے نظریات بنائیں۔

میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ اگر کوئی کسی بحث میں حصہ لے اور قرآن سے متعلق ریاضی کے کسی خاص مشاہدے کے شماریاتی ناممکنات کو ظاہر کرنے کے لیے قرآنی ریاضی کا استعمال کرے، تو یہ بہتر ہوگا کہ وہ نتائج کو استعمال کریں جو حرف یا الفاظ کی گنتی کے طریقوں سے متاثر نہ ہوں۔ یہ کسی کے لیے یہ دعویٰ کرنے کا اختیار ختم کر دے گا کہ ہم طریقوں کے ساتھ "کھیلتے" ہیں جب تک کہ ہمیں کام کرنے والی چیز کا پتہ نہ لگ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں طریقے درست منطقی اصولوں پر مبنی ہیں اور بلا شبہ ظاہر کرتے ہیں جو انسانی طور پر ناممکن ہے۔ پھر بھی نقطہ نظر (A یا B) سے قطع نظر جو ٹھوس نتیجہ ہے اسے استعمال کرنے سے نتائج پر توجہ مرکوز رکھنے میں مدد ملے گی۔

اس سے کسی کو دو طریقوں کے درمیان اہم فرق کی وضاحت کرنے کی کوشش سے بچنے میں بھی مدد ملے گی، اور کیسے-

نقطہ نظر سے قطع نظر - نتائج کی اکثریت اب بھی درست ہے۔ میں ڈی این اے کوڈ کا ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سائنسدانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ کئی سطحوں پر پڑھتا اور کام کرتا ہے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اس پر ایک نقطہ نظر کو دوسرے پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ بصورت دیگر، وہ صحیح طور پر نہیں سمجھ پائیں گے کہ یہ معلومات کی اتنی بڑی مقدار کو کیسے انکوڈ کر سکتا ہے۔ پھر بھی مباحثوں میں، اپنی بات بنانے کے لیے جس چیز کے خلاف بحث کرنا انتہائی مشکل ہو اسے استعمال کرنا اور ایسی تفصیلات پر بحث کرنے سے گریز کرنا زیادہ دانشمندی ہے جس سے آپ کی دلیل کا اثر ختم ہو جائے۔

میں توقع کرتا ہوں کہ قرآن کی اس نئی تحقیق کو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی طرف سے ابتدائی مزاحمت ملے گی، لیکن خوبصورتی یہ ہے کہ ریاضی ایک عالمگیر زبان ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ اس پر یقین کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ ریاضیاتی حقائق میں ہلچل کی گنجائش بہت کم ہے — اور آخر میں، تنقید صرف نتائج کو مستحکم کرنے اور انہیں مزید مضبوط بنانے میں مدد دے گی۔ اس سے محققین کو محتاط اور چوکس رہنے میں بھی مدد ملے گی۔ میرا سب سے بڑا خوف یہ

ہے کہ مسلمان اس نکتے کو بھول جائیں گے اور معمولی بحث میں پڑ جائیں گے یا اس نئے میدان کا غلط استعمال کریں گے۔

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کتاب میں جو بھی سچائی ہے وہ اللہ کے فضل سے تھی، اور جو بھی غلطیاں ہیں وہ میری اپنی ہیں۔

اسلام اور قرآن:

اسلام ایک مثالی طرز زندگی ہے، اور ہماری راہنمائی کرنے والی روشنی وہ عظیم الشان قرآن ہے، جس کا ہم نے اس نسخے میں مطالعہ کیا ہے۔

ایک مومن کے لیے عاجزی اور صبر کے علاوہ بہت کم ضرورت ہے، اور ہم سب کو خبردار رہنا چاہیے کہ کامیابی کی کنجی صبر ہے۔

آپ کا آخری ہتھیار خدا سے دعا یا دعا ہے۔

اور آپ کی طاقت، دعا میں خدا کے سامنے جھکنے میں ہے۔ آپ کا سکون قرآن میں ہے۔

تمہاری آسانی اس کے ذکر میں ہے۔ کیونکہ اس کی یاد میں ہی دلوں کو حقیقی سکون اور سکون ملتا ہے۔

جان لو کہ یہ زندگی مطلق خوشی یا خوشی کی جگہ نہیں ہے۔ اونچائیاں اور پستییں ہیں لیکن اللہ آپ کو اس سے زیادہ نہیں آزمائے گا جتنا آپ سنبھال سکتے ہیں۔ اپنی حکمت اور انصاف میں، وہ لوگوں کو ان کے درجے کے مطابق آزماتا ہے- تو جان لو کہ تمہاری آزمائش تمہارے درجے کے مطابق ہے۔

یہ بھی جان لیں کہ دن کی چمک رات کی تاریکی کے پیچھے آتی ہے۔ لہٰذا، اپنے اندھیرے کے لمحات میں، روشنی کی خوشخبری سنائیں جو آپ کے راستے پر آنے والی ہر تکلیف اور آزمائش کو برداشت کرے گی۔

کچھ دن، ایسا لگتا ہے کہ آپ کی پیٹھ دیوار کے ساتھ ہے اور آپ آگے نہیں جا سکتے، لیکن کیا آپ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ پرندے کس طرح میلوں تک اڑتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی خوراک تک پہنچ جاتا ہے؟ بلند و بالا درخت راتوں رات اونچا نہیں ہوتا ہے - یہ اپنی جڑیں دور دور تک بھیجتا ہے اور پھر آسمان کی طرف سست، تکلیف دہ چڑھائی شروع کرتا ہے۔ اسی طرح آپ کا جنت کی بلندیوں پر چڑھنا آسان نہیں ہوگا لیکن اس وقت تک جاری رکھیں جب تک آپ اپنے مقصد تک نہ پہنچ جائیں۔

پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کو کیسے محفوظ کیا گیا: زبانی اور تحریری ترسیل کا طریقہ کار

قرآن کا ابتدائی تحفظ اور مغربی وظیفہ

محمد کے زمانے میں قرآن کی زبانی ترسیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کی تحریری ترسیل

دیگر تمام صحیفوں کے مقابلے میں، قرآن مسلمانوں کے دلوں میں سب سے بہترین محفوظ ہے اور کوڈیکس (مصحف) کی تحریری کاپیاں - اللہ کے اس وعدے کا مظہر ہے کہ وحی الٰہی کو تحریف سے بچانے کے لیے: "بے شک، ہم نے ہی نازل کیا ہے۔ قرآن اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہوں گے۔"

انسانیت کے لیے اللہ کی آخری وحی کے کئی نام ہیں، جن میں سرفہرست "قرآن" اور "کتاب" (کتاب) ہیں۔ قرآن کا لفظ etymological طور پر "تلاوت" کے لفظ سے تعلق رکھتا ہے، اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح زبان سے کلام الہی کی تلاوت کی جاتی ہے، جبکہ کتاب اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ اسے تحریری طور پر کیسے نقل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان ناموں کو اپنی تقریر پر عطا کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسے زبانی اور تحریری دونوں طریقوں سے محفوظ کیا جانا چاہیے۔ یہ طریقہ اللہ کی تقریر کے طور پر قرآن کی تکنیکی تعریف کے لیے لازم و ملزوم ہیں، جو تحریری طور پر نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

ہم قرآن کے تحفظ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، زبانی اور متنی طور پر اس کے پہلے وصول کنندہ اور پہنچانے والے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں۔ اس کے بعد جو کچھ قرآنی متن کے تحفظ اور اس کی تلاوت پر تین دیگر مضامین کے سلسلے کے طور پر کام کرتا ہے۔ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب نے قرآن کو زبانی ثقافت کے اندر کس طرح پھیلایا اور کس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیغام کے ابتدائی ایام سے، کس طرح منظم کیا، ایک وسیع پیمانے پر ان پڑھ ثقافت میں متن کی نقل۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کی (1) زبانی اور (2) تحریری ترسیل اس کی صداقت کو ثابت کرتی ہے۔

قرآن کی زبانی ترسیل کو بیان کرتے ہوئے، ہم دیکھتے ہیں: (1) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
قرآن کو پوری (II) امت تک اللہ کے پیغام کو مکمل طور پر پہنچانے کی اپنی ذمہ داری کیسے پوری کی۔
اصطلاح 'قراء' (قرہ) کا ابتدائی استعمال اور (III) کمیونٹی میں پھیلانے کے سولہ پیغمبرانہ طریقے۔
ماہر قراء کی پہلی نسل (طبقہ) جس نے قرآن کو براہ (IV) صحابہ کرام کے درمیان حفاظ کی تعداد؛
راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، دوسروں کو سکھایا، اور قرآنی قراءت کی زنجیروں
ماہر قرات کا دوسرا تابقہ جس نے پہلے سے سیکھا اور جو قراء ت کے اسناد (V) کی کڑیاں ہیں۔ اور
میں ربط ہیں۔

پیغمبر کے کاتبوں پر لٹریچر اور قرآن کی تحریر کا احاطہ (I) قرآن پاک کی تحریری ترسیل کے ساتھ، ہم
قرآن کے نزول (IV) مدینے کے دور میں قرآن کے کاتب؛ (III) مکی دور میں قرآن کے کاتب؛ (II) کریں گے۔
آرتھوگرافی کے ساتھ (VI) قرآن کے تحریری نسخوں کا جائزہ؛ اور (V) کے بعد اس کی فوری دستاویزات؛
آیات کی ترتیب اور تحریری اور تلاوت قرآن کی ترتیب۔ (VII) صحابہ کی واقفیت اور علم؛

قرآن کا ابتدائی تحفظ اور مغربی وظیفہ

مستشرقین اسکالرز نے قرآنی متن کی صداقت پر دو اہم تنقیدیں کیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ صرف چند نبی کے ساتھی ہی پورے متن کو دل سے حفظ کرنے کے قابل تھے، یہ فرض کرتے ہوئے کہ محمد قرآن کے

اور اس کے (متوفی 1930) Nöldeke کسی حصے کو دوسروں تک پہنچانے سے پہلے کبھی نہیں بھولے۔
طالب علم اور دوست فریڈرک شوالی (متوفی 1919) نے دعویٰ کیا کہ اس کے [پیغمبر کی] الہی
کمیشن کے ابتدائی سالوں میں، جب اس کے پاس شاید ہی کوئی پیروکار تھے، وہ شاید کچھ انکشافات
کو بھول گئے ہوں گے۔ اس سے پہلے کہ باہر کے لوگ ان کے بارے میں جان لیں۔ اس بات کو تسلیم
کرنے کے باوجود کہ کچھ اصحاب، جنہیں قرآن کے "جمع کرنے والے" یا "حافظ" کے نام سے جانا جاتا ہے،
"کافی حصوں کو حفظ کر لیا جسے وہ صحیح طریقے سے دہرا سکتے تھے"، Nöldeke اور Schwally نے
یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "یہ غیر یقینی ہے کہ آیا انفرادی 'جمع کرنے والوں' نے واقعی حفظ کیا تھا یا نہیں
مکمل وحی یا صرف کافی بڑے حصے۔"

اس طرح کے دعوے - کہ پہلے مسلمانوں میں سے بہت کم لوگوں نے اس کے مکمل تحفظ کی ضمانت
کے لیے قرآن حفظ کیا تھا - عام طور پر ان کی حمایت اس سے حاصل ہوتی ہے: 1) قرآن کے "جمع
کرنے والوں" کو بیان کرنے والی روایتی اصطلاحات کی فلولوجیکل تشریحات، 2) تاریخی رپورٹوں کی
تصدیق کے لیے مختلف طریقہ کار، اور 3) بظاہر متضاد روایات حفظ کرنے والوں کی تعداد، احرف کی
رعایت، منسوخ شدہ آیات، اور قرآن مجید کا آخری جائزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتہ
جبرائیل کے درمیان۔ تاہم، قرآن کو حفظ کرنے اور زبانی طور پر محفوظ کرنے کی ترغیب قبل از اسلام
کی شاعری کو حفظ کرنے کی ترغیب سے کہیں زیادہ تھی، جو خود ایک انتہائی درست طریقے سے
محفوظ تھی۔ ہم ان اصحاب کی طرف سے قرآن کے زبانی استقبال کا جائزہ لیں گے جنہوں نے اس کی
مکمل یادداشت پر عمل کیا۔

دوسری تنقید یہ کہتی ہے کہ عربی ثقافت میں زبانی زبان کی مرکزیت (اور اس وجہ سے وسیع پیمانے
پر ناخواندگی اور محدود متنی دستاویزات)، نیز اسلام کے ابتدائی ایام سے متعلق موجودہ قرآنی
تحریروں کی کمی، ہمارے اس یقین کو کمزور کرتی ہے کہ قرآن لکھا گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی کے دوران. اس بات کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وحی
کی ایک نئی دستاویز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تحریری تعین" کی کوشش کی، Nöldeke اور
Schwally نے "طریقہ کار کی تفصیلات اور تحفظ کے بارے میں قابل اعتماد ڈیٹا کی کمی پر زور دیا۔
مواد کی ترتیب ہے"لہٰذا، وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ’’یہ شک ہے کہ محمد نے کتاب الٰہی کے تمام
مکاشفات کو شروع سے ہی تحریر کیا ہے۔‘‘

قرآنی دستاویزات کا آغاز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا جیسا کہ بہت سے
مغربی اسکالرز جیسا کہ بروکلمین اور بلاچیر نے اپنی کتابوں میں وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

قرآن، ادب کی کتاب سے زیادہ ہے، لیکن ایک زندہ معجزہ ہے جو بار بار اپنے آپ کو غیر انسانی یا فانی
اصل سے ظاہر کرتا ہے۔ قرآن مجید کو اس کے نزول کے آغاز سے ہی سب سے زیادہ درست طریقے
سے محفوظ کیا گیا تھا، اور مردوں اور عورتوں جیسے کہ نبی کی بیویوں کے پاس اپنے اپنے اسکرپٹ تھے
جو نبی کی وفات کے بعد لکھے گئے تھے۔

مکمل قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے متعدد کاتبوں نے لکھا تھا اور صحابہ کرام کے
پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کی اپنی کاپیاں تھیں۔ تاہم، قرآن مجید کا تحریری
مواد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، کتاب کی صورت میں دونوں سرورقوں کے درمیان پابند
نہیں تھا، کیونکہ قرآن کے نزول کا دورانیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند دن پہلے تک
جاری رہا۔ اس لیے قرآن کو بطور کتاب جمع کرنے کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے
جانشین ابو بکر نے انجام دیا۔

پہلی نسل میں قرآن مجید لکھا گیا۔

633 عیسوی میں، محمد کی وفات کے چھ ماہ بعد، بہت سے مسلمان جنہوں نے قرآن حفظ کیا تھا، مارے گئے۔ اس لیے خدشہ تھا کہ جب تک قرآن کا تحریری باضابطہ نسخہ تیار نہ کیا گیا تو وحی کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو سکتا ہے۔

تحریری قرآنی مواد کو کتاب کی شکل میں جمع کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے سربراہ زید بن ثابت تھے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل کاتب تھے، جو مکمل قرآن کے حافظ بھی تھے۔ اس کمیٹی کے مرتب کرنے والوں نے، ان کے پاس جمع کرائے گئے تحریری مواد کی جانچ کرتے ہوئے، کسی بھی غلطی کے خلاف تحفظ کے طور پر انتہائی سخت معیار پر اصرار کیا۔

1. مواد اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لکھا جانا چاہئے؛ صرف یادداشت کی بنیاد پر بعد میں لکھی گئی کوئی چیز قبول نہیں کی گئی۔

2۔ مواد کی تصدیق دو گواہوں سے ہونی چاہیے، یعنی دو ثقہ افراد کے ذریعے گواہی دی جائے کہ انہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر بحث آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

قرآن کا یہ نسخہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قابل اصحاب کی کمیٹی نے تیار کیا تھا (جس میں قرآن کے حفظ کرنے والے بھی شامل تھے) تمام عالم اسلام نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ اگر وہ کمیٹی قرآن پاک کی نقل کرنے میں ایک حرف کی بھی غلطی کرتی تو قرآن کے حافظوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی، اسے فوراً پکڑ کر درست کر دیتے۔ قرآن کے تحفظ کے اس چیک اینڈ بیلنس کے نظام نے اس کتاب کی صداقت کو یقینی بنایا، جو قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔

ہمیں اچھے انسان بننے کی کوشش کرنی چاہیے اور ماضی کی غلطیوں پر زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں وہ سبق سیکھتا ہوں جو مجھے سکھانا تھا۔ مسلسل توبہ کریں، اور اچھے کام کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اچھے اعمال برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں اور زندگی میں بہتر چیزوں اور نئے مقاصد کی طرف بڑھتے ہیں۔ دوسروں کو معاف کرنا، اور خود کو معاف کرنا زندگی کا ایک صحت مند حصہ ہے۔ اپنے آپ کو یہ نہ جاننے کے لئے معاف کریں کہ آپ اسے سیکھنے سے پہلے کیا نہیں جانتے تھے۔ اپنے آپ کو ان نوجوانوں کے لیے معاف کر دیں جب آپ اپنے والدین کے ساتھ بدتمیزی کرتے تھے۔ معافی مانگو اور اب ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ لوگوں پر انحصار کرنے پر اپنے آپ کو معاف کر دیں جب آپ کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے تھا۔ قرآن پاک کو اتنا وقت نہ دینے پر اپنے آپ کو معاف کر دیں۔ ابھی وہ وقت دیں اور نتیجہ خیز بنیں۔ نماز میں کوتاہی کرنے پر اپنے آپ کو معاف کر دیں۔ توبہ کریں، صدقہ دیں، سنتوں اور نوافل میں اضافہ کریں اور اب روزانہ 5 نمازوں پر قائم رہیں۔ بہت سے نوجوانوں کو ان کے دوستوں نے حد سے زیادہ مثبت قرار دیا ہے اور یہ حدیث اس کی وجہ ہے۔ مضبوط مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے، حالانکہ دونوں ہی اچھے ہیں۔ اس کے لیے کوشش کرو جس سے تمہیں فائدہ ہو، اللہ سے مدد مانگو اور بے بسی نہ محسوس کرو۔

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ "کاش میں نے فلاں کام کیا ہوتا" بلکہ "قدرا اللہ وما شافعہ" کہو (اللہ نے فیصلہ کیا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے)۔

کیونکہ (کہنے سے) شیطان کے کاموں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔" - اللہ کے نبی [سنن ابن ماجہ]

شیطان چاہتا ہے کہ آپ ناامید رہیں۔ شیطان یہ نہیں چاہتا کہ آپ کو کچھ حاصل ہو اور وہ چاہتا ہے کہ آپ دکھی رہیں اور ایسا کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کو ناشکرا، ناامید بنایا جائے اور آپ کو مسلسل پریشانی کی حالت میں رکھا جائے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ اداس نہیں ہو سکتے۔ اللہ کی طرف رجوع کریں اور پھر صبر کریں۔

کہہ دو کہ میں اپنے دکھ اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ یعقوب کی دعا - (سورہ یوسف 12: آیت 86)

جب میں اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں، مجھے احساس ہوتا ہے کہ جب بھی میں نے سوچا کہ مجھے کسی اچھی چیز سے مسترد کیا جا رہا ہے۔ مجھے اصل میں کسی بہتر چیز کی طرف دوبارہ ہدایت کی جا رہی تھی۔ آپ کو اپنے دل کو یہ باور کرانا چاہیے کہ اللہ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے وہ آپ کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور فائدہ مند ہے۔

ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری واپسی ہے۔‘‘ [قرآن، 2:156] ’’

اس زمین کی سطح پر بے شمار انسان چل چکے ہیں۔ ان سب کا تعلق مختلف قوموں اور ثقافتوں سے تھا۔ ان میں سے چند ایک نے تاریخ رقم کی جس کے لیے انہیں یاد رکھا گیا، جب کہ دوسروں کا دوبارہ کبھی ذکر نہ کیا جائے۔

یہ بہت ضروری ہے کہ انسان موت کو عزیز سمجھے اور اسے اپنے رب سے ملاقات کا موقع سمجھے اور اس سے نفرت نہ کرے اور اسے برائی نہ سمجھے بلکہ اس سے عبرت حاصل کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور سرکش نفس پر قابو پانا چاہیے۔

جب اس کے رب کی پکار آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت سمجھ کر اسے کھلے بازوؤں سے قبول کرنا چاہیے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے فرمان (قدر) پر راضی ہونا چاہیے۔

قرآن میں سائنس

جدید سائنس کی اسلامی ابتداء

مشرق اور مغرب دونوں اللہ کے ہیں" (2:115)، اس طرح جیسا کہ قرآن واضح کرتا ہے، مومنوں کو " دنیا کو عالمگیر اور کائناتی وژن میں دیکھنا چاہیے۔

نبی کی روایات یا اقوال بھی اس وژن کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ایک مشہور روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتایا کہ "حکمت مسلمانوں کی کھوئی ہوئی جائیداد ہے، وہ اسے جہاں سے پاتا ہے لے جاتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی ثقافتی اور سائنسی کامیابیوں کو ڈھالنے اور استعمال کرنے میں بہت عملی اور وسیع النظر ہونا چاہیے۔ وہ غیر مسلم بھی مخلوق اور خدا کے بندے ہیں، حتیٰ کہ وہ اسے پہچان بھی نہیں سکتے۔ "اہل کتاب" یعنی عیسائی اور یہودی اس سے بھی زیادہ مطابقت رکھتے ہیں، کیونکہ وہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اخلاقی ضابطے پر قائم رہتے ہیں جو اس نے انسان پر نازل کیا تھا۔

اسلامی سائنس کے عروج میں اس کھلے ذہن کا کردار بہت واضح نظر آتا ہے۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے جان ایسپوزیٹو، جو اسلام کے بارے میں سب سے ممتاز مغربی ماہرین میں سے ایک ہیں، مندرجہ ذیل تبصرہ کرتے ہیں:

اسلامی تہذیب کا آغاز درحقیقت ایک مشترکہ کوشش تھی، جس میں بہت سی ثقافتوں اور زبانوں کے سیکھنے اور حکمت کو شامل کیا گیا تھا۔ حکومتی انتظامیہ کی طرح عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی، جو فارسی اور بازنطینی سلطنتوں کی فکری اور افسر شاہی کی ریڑھ کی ہڈی تھے، مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اس عمل میں بھی حصہ لیا۔ یہ "عالمی" کوشش خلیفہ المامون (813-33 کے دور حکومت) کے ہاؤس آف وزڈم میں اور معروف عالم حنین ابن اسحاق کی سربراہی میں ایک نسطوری عیسائی کے ترجمہ مرکز میں واضح تھی۔ ترجمہ اور انضمام کا یہ دور مسلم فکری اور فنکارانہ تخلیقات میں سے ایک تھا۔ مسلمانوں نے شاگرد بننا چھوڑ دیا اور ماسٹر بن گئے، اسلامی تہذیب پیدا کرنے کے عمل میں، جس پر عربی زبان اور اسلام کے نظریہ حیات کا غلبہ تھا... بہت سے شعبوں میں اہم شراکتیں کی گئیں: ادب اور فلسفہ، الجبرا اور جیومیٹری، سائنس اور طب، آرٹ اور فن تعمیر... قرطبہ، بغداد، قاہرہ، نیشاپور، اور پالرمو میں عظیم شہری ثقافتی مراکز ابھرے اور تاریک دور میں پھنسے ہوئے عیسائی یورپ کو گرہن لگا۔ ہمارے زمانے کے ایک عظیم مسلم اسکالر، سید حسین نصر کے مطابق، "اسلامی سائنس "انسانی تاریخ میں واقعی بین الاقوامی نوعیت کی پہلی سائنس تھی۔

بعض مفسرین اس کو نظر انداز کرتے ہیں اور اسلامی سائنسی ترقی کو صرف قدیم یونان یا مشرق
بعید کے اثرات سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اسلامی سائنس کا اصل ماخذ مسلمان
سائنسدانوں کے تجربات اور مشاہدات تھے۔ مشرق وسطیٰ کی تاریخ کے ایک بلاشبہ ماہر پروفیسر
برنارڈ لیوس اپنی کتاب The Middle East میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

قرون وسطی کے اسلامی سائنس کی کامیابی صرف یونانی تعلیم کے تحفظ تک محدود نہیں ہے۔ اور نہ
ہی زیادہ قدیم اور زیادہ دور مشرق کے عناصر کے کارپس میں شامل ہونے تک یہ ورثہ جو قرون
وسطیٰ کے اسلامی سائنس دانوں نے جدید دنیا کے حوالے کیا ان کی اپنی کاوشوں اور تعاون سے بے پناہ
مالا مال ہوا۔ یونانی سائنس، مجموعی طور پر نظریاتی ہونے کی بجائے۔۔ قرون وسطیٰ کی سائنس
بہت زیادہ عملی تھی، اور طب، کیمسٹری، فلکیات اور زرعیات جیسے شعبوں میں، کلاسیکی ورثے کو
قرون وسطیٰ کے مشرق وسطیٰ کے تجربات اور مشاہدات سے واضح کیا گیا اور اس کی تکمیل کی
گئی۔

جیسا کہ مغربیوں نے نوٹ کیا ہے، اسلامی دنیا کی اس ترقی یافتہ سائنسی ثقافت نے مغربی نشاۃ ثانیہ
کی راہ ہموار کی۔ مسلمان سائنسدانوں نے اس علم میں کام کیا کہ خدا کی تخلیق کے بارے میں ان
زور دیتا ہے کہ Esposito کی تحقیق ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے وہ اسے جان سکتے ہیں۔
"مسلم سائنسدان، جو اکثر تصوف کے فلسفی بھی تھے، طبیعی کائنات کو اپنے اسلامی عالمی نقطہ
نظر اور سیاق و سباق کے اندر سے خدا، خالق اور ماخذ اور فطرت میں وحدت اور ہم آہنگی کی
موجودگی کے مظہر کے طور پر دیکھتے تھے" اس تمثیل کی منتقلی اور اس کے علم کے مغربی دنیا میں
جمع ہونے کے ساتھ ہی مغرب کی پیش قدمی شروع ہو گئی۔

ہماری جانیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف جوابدہی کے لیے لوٹتے ہیں۔ ہر مسئلے کو ابھی ٹھیک
کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے آپ کو وقت دیں، سب کچھ آخر میں کام کرتا ہے۔ ہر منفی صورتحال
پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، سانس لیں، آپ اس سے پہلے کی طرح ہی گزر جائیں گے۔ ہر جنگ
لڑنے کے قابل نہیں ہے، اپنی لڑائیوں کا انتخاب سمجھداری سے کریں۔ ہر شیکن، پمپل، سرمئی بال،
داغ، ڈبل ٹھوڑی، سیاہ حلقوں کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گلے لگائیں اور اپنے آپ سے اسی طرح
پیار کریں جیسے آپ ہیں۔ آپ سے ملنے والے ہر فرد کا کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں ہوتا ہے۔ آس پاس اب
بھی بہت سے مخلص مہربان لوگ ہیں۔ ہر دل ٹوٹنا المیہ نہیں ہوتا، یہ بھیس بدل کر بہت بڑا سبق
اور نعمت بھی ہو سکتا ہے۔ ہر توہین یا تنقید آپ کی پوری زندگی کے لیے جنون میں رہنے کے قابل
نہیں ہے، اسے جانے دیں، اپنے ذہنی سکون کے لیے۔ ہر درد کو فوری طور پر ٹھیک کرنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ کچھ زخم بھرنے میں زندگی بھر لگتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر یادداشت کو کیمرے سے قید
کر لیا جائے، کچھ قیمتی یادیں آپ کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں قید ہو کر محفوظ ہو جاتی ہیں۔
آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو سوشل میڈیا پر شیئر کرنے کی ضرورت نہیں، ایک میٹھا راز بنی رہیں۔
ہر چہرہ دھوکے کا ماسک نہیں پہنتا، کچھ مصنوعی دنیا میں مستند ہوتے ہیں۔ ہر ناکامی مایوسی
نہیں ہوتی ، اسے اپنی اگلی کامیابی کے لیے ایک قدم کے طور پر استعمال کریں۔ ہر کیک کمال تک نہیں
بنے گا، اسے کسی کریم کے ساتھ کھائیں، اس کا ذائقہ الہی ہوگا۔ ہر عمل کو ردعمل کی ضرورت
نہیں ہوتی۔ ہر دن دھوپ والا، پرجوش، شاندار، شاندار یا خوش کن نہیں ہوگا لیکن آپ ابر آلود دن
میں بھی خوبصورتی تلاش کر سکتے ہیں، یہ صرف ایک مسکراہٹ کی دوری پر ہے۔

زندگی میں مثبت رہیں اور کامیابی کے لیے اللہ سے دعا کریں: "اے اللہ، پریشانیوں کو دور کرنے والے،
غم کو دور کرنے والے، بے سہارا لوگوں کی دعا کے دینے والے، دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والے اور
ہمدردی کرنے والے، تُو اکیلا ہے۔ ہم پر سچا رحم کر، پس ہم پر ایسی رحمت نازل فرما جو ہمیں
دوسروں کی حاجت سے بالکل آزاد کر دے۔

قرآن کو اصل میں کیسے محفوظ کیا گیا؟

قرآن اصل میں عربی کی قریشی بولی میں نازل ہوا تھا۔ خلیفہ عثمان (نبی کے تیسرے جانشین) کے دور میں مختلف قبائل کے درمیان قرآن پڑھنے میں اختلافات مختلف جدلیاتی تلاوتوں کی وجہ سے واضح ہو گئے۔ تنازعہ پیدا ہو رہا تھا، اور یہ خوف زدہ عثمان، جس نے قریشی بولی میں ایک سرکاری نقل تیار کی، وہ بولی جس میں قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور آپ کے صحابہ نے اسے حفظ کیا تھا۔ اس طرح، عثمان کی کمیٹی کا یہ تالیف قرآن کا کوئی مختلف نسخہ نہیں تھا (بائبل کے نسخوں کی طرح) بلکہ وہی اصل وحی تھی جو ایک خدا، اللہ کی طرف سے پیغمبر کو دی گئی تھی۔

عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا کہ نسخوں کو کامل نسخوں میں دوبارہ لکھیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ بہت سے نسخے لکھ چکے تھے تو عثمان نے ہر مسلمان صوبہ کو ان کی نقل کی ایک ایک نقل بھیجی اور حکم دیا کہ باقی تمام قرآنی مواد چاہے وہ ٹکڑوں کے نسخوں میں لکھے گئے ہوں یا مکمل نسخے کو جلا دیا جائے..." ہم دیکھ سکتے ہیں۔ اس کمیٹی کی طرف سے وحی میں کسی قسم کی تبدیلی کو روکنے کے لیے ایک بہت سخت معیار مقرر کیا گیا تھا اور عثمان کو خود کونسل کے کام کی نگرانی کرنی تھی۔

جب قرآن کی آخری ترمیم مکمل ہو گئی تو عثمان نے اس کی ایک ایک نقل مکہ، دمشق، کوفہ، بصرہ اور مدینہ کے بڑے شہروں میں بھیج دی۔

ایک معزز صحابی، مصعب بن سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں: "میں نے عثمان کے نسخے (قرآن مجید) کو جلانے کے موقع پر لوگوں کو بڑی تعداد میں جمع ہوتے دیکھا، اور وہ سب اس کے عمل سے خوش ہوئے۔ اس کے خلاف کوئی نہیں بولا۔ اس وقت کے دوسرے لوگ اس بات کے شکر گزار تھے کہ عثمان نے ان تمام ٹکڑوں کو تباہ کر دیا جن میں ہجے کی غلطیاں تھیں، تاکہ آنے والی نسلیں حادثاتی غلطیوں سے بچ سکیں۔

عثمان کے بنائے ہوئے نسخوں میں سے دو اب بھی ہمارے دور میں موجود ہیں۔ ایک شہر تاشقند (ازبکستان) میں اور دوسرا استنبول (ترکی) میں ہے۔ ذیل میں ان دونوں نسخوں کا مختصر احوال ہے۔

آج ہمارے پاس موجود کاپیوں کی اصلیت کیا ہے؟

عثمان نے جو نقل مدینہ بھیجی تھی وہ مبینہ طور پر ترک حکام نے استنبول کو ہٹا دی تھی، جہاں سے پہلی جنگ عظیم کے دوران یہ برلن پہنچی تھی۔ معاہدہ ورسائی، جس میں پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی، درج ذیل شق پر مشتمل ہے:

آرٹیکل 246: موجودہ معاہدے کے نافذ ہونے سے چھ ماہ کے اندر، جرمنی حجاز کے بادشاہ کو، خلیفہ عثمان کا اصل قرآن، جسے ترک حکام نے مدینہ سے ہٹا دیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اسے پیش کر دیا جائے گا۔ سابق شہنشاہ ولیم II کو۔

وجود میں آنے والی دوسری کاپی تاشقند، ازبکستان میں رکھی گئی ہے۔ یہ امام (ماسٹر) کا نسخہ ہو سکتا ہے یا عثمان کے زمانے میں تیار کردہ دیگر نسخوں میں سے کوئی ایک۔

یہ 890 ہجری (1485) میں سمرقند آیا اور 1868 تک وہیں رہا۔ پھر 1869 میں اسے روسی سینٹ پیٹرزبرگ لے گئے، یہ 1917 تک وہیں رہا۔ ایک روسی مستشرق نے اس کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ کئی صفحات ہیں۔ نقصان پہنچا اور کچھ لاپتہ تھے. اس کی ایک نقل، تقریباً 50 کاپیاں، ایس پیسرف نے 1905 میں تیار کی تھیں۔ ایک نقل عثمانی سلطان عبد الحمید، شاہ ایران، بخارا کے امیر، افغانستان، فاس اور کچھ کو بھیجی گئی۔ اہم مسلم شخصیات ایک کاپی اب کولمبیا یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔

اس کے بعد یہ مخطوطہ اپنی سابقہ جگہ پر واپس آ گیا اور 1924 میں تاشقند پہنچا، جہاں سے یہ باقی ہے۔

کیا اب بھی ہمارے پاس اصلی عثمانی نسخے موجود ہیں؟ قرآن مجید کے دو نسخے جو پہلے خلیفہ عثمان کے زمانے میں تیار کیے گئے تھے، آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور ان کے متن اور ترتیب کا تقابل کوئی بھی شخص کر سکتا ہے۔ چاہے وہ قرآن کے کسی اور نسخے سے ہو، پرنٹ یا ہاتھ سے لکھے ہوئے، کسی بھی جگہ یا وقت سے، وہ ایک جیسے پائے جائیں گے۔

ہم پورے یقین اور یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، کیا اسے اپنے کاتبوں کے ذریعے ان کے سامنے لکھوا دیا تھا، آپ کے بہت سے اصحاب نے پوری وحی حفظ کر لی تھی اور اس کے نتیجے میں تلاوت اور غور و فکر کے لیے ان کے پاس ذاتی کاپیاں تھیں۔ . قرآن مجید کو تحریری اور یادداشت میں محفوظ کرنے کا یہ عمل ہمارے زمانے تک ہر آنے والی نسل میں بغیر کسی حذف و تخفیف کے اس کتاب الٰہی میں کسی قسم کی تخفیف یا تخریج کے جاری رہا۔

سر ولیم مائر نے تبصرہ کیا، ’’دنیا میں شاید کوئی اور کتاب ایسی نہیں ہے جو اس قدر خالص متن کے ساتھ بارہ صدیاں (اب چودہ) رہ گئی ہو۔‘‘

انسانیت کے لیے قابل احترام گائیڈ کے اس الٰہی تحفظ کا اعلان اللہ نے قرآن میں کیا ہے: "ہم نے (اللہ) بلا شبہ پیغام نازل کیا ہے۔ اور ہم اسے (بدعنوانی سے) ضرور بچائیں گے۔" (قرآن - باب 15، آیت 9)

قرآن میں، 'ہم' عظمت کی جمع ہے، اور اس کا مطلب مسیحی جمع تثلیث کو ظاہر کرنا نہیں ہے۔

اگر کوئی قرآن کے الٰہی اور تاریخی تحفظ کا کسی بھی لٹریچر کے ساتھ موازنہ کرنے کا انتخاب کرے، خواہ وہ مذہبی ہو یا سیکولر، تو یہ واضح ہو جائے گا کہ کوئی بھی ایسا معجزاتی تحفظ نہیں رکھتا۔

مسلمانوں کے لیے، یہ قرآن ہے جو زندگی کا ایک طریقہ پیش کرتا ہے اور مومنوں کو آخرت کی تیاری میں مدد کرتا ہے۔ قیامت کے بعد کی زندگی ابدیت کے لیے ہے!

ہم جہنم میں ہوں گے یا جنت میں یہ ہمارے ایمان اور اللہ پر امید کی سطح پر منحصر ہے! ہماری تقدیر کا آخری فیصلہ اللہ کرے گا جو روزِ جزا کا مالک ہے!

کیا ہمیں اندازہ ہے کہ ہم کیسے گزاریں گے؟ کیا خدا ہمارے نامہ اعمال کا حساب انصاف اور رحم کے ساتھ لے گا؟ ہم اللہ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ اللہ کی رحمت ہمیں اس دنیا میں گھیر لے! موت کے وقت اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے! اللہ کی رحمت ہمیں اس وقت گھیرے جب ہمارے نامہ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں! سوال کے وقت اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے! جب ہم بجلی کی رفتار سے پل عبور کرتے ہیں تو اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے! اللہ کی رحمت ہمیں گھیر لے کیونکہ وہ ہمیں بغیر حساب کے جنت عطا کرتا ہے!

’’ اللہ تمہارے دلوں کی ہر چیز کو جانتا ہے، چاہے تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" قرآن 3:29

ابن قیم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام دعائیں تمام زبانوں میں سنتا ہے، اور ایک شخص کی سننا دوسرے کی سننے سے غافل نہیں ہوتا۔ اور سب کچھ ایسا دیکھنا کہ اللہ رات کی تاریکی میں ایک سخت چٹان کے نیچے رینگتی ہوئی کالی چیونٹی کو دیکھتا ہے۔ جب آپ اللہ سے بات کرتے ہیں تو یہ آپس میں ایک ہوتا ہے چاہے آپ لوگوں سے بھرے کمرے میں کیوں نہ ہوں۔ آپ اس کی توجہ کا مرکز ہیں۔ اپنے آپ کو کبھی حقیر نہ سمجھو کہ اللہ تمہاری نہیں سنے گا۔

الغزالی نے یہ بھی خوبصورتی سے کہا کہ اللہ "راز بھی سنتا ہے اور سرگوشی بھی، حتیٰ کہ ان سے زیادہ باریک اور پوشیدہ ہے۔" اللہ آپ کے ذہن میں آنے والے خیالات کو بھی سنتا ہے جو آپ نے بیان بھی نہیں کیا۔ اور البصیر سب کچھ دیکھنے والا ہے "وہ جو اس طرح گواہی دیتا ہے کہ کوئی چیز اس سے دور نہیں، یہاں تک کہ زمین کے نیچے کی چیز بھی"۔

اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں۔ کچھ پوشیدہ ہیں اور کچھ ظاہر ہیں۔ تو خدا ہم پر کیوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے؟

پہلا ہمیں یہ بتانا ہے کہ وہ باخبر ہے اور ہمیں یقین دلانا بھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون سے بات کرنے کو کہا گیا تو وہ خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے اللہ سے کہا: اے ہمارے رب، ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف (عذاب) جلدی کر دے گا یا وہ زیادتی کرے گا۔

اور اللہ نے اس آیت میں انہیں تسلی دینے کے لیے جواب دیا۔

ہر اس مشکل کے لیے جس سے آپ گزر رہے ہیں، ہر اس غم کے لیے جو آپ کو ستاتا ہے، ہر پریشانی جو آپ کو کھاتی ہے، ہر پریشانی جو آپ پر حملہ کرتی ہے، ہر شک اور خوف کے لیے جو آپ کو گھیرے ہوئے ہے، اس بات کو یقینی بنائیں، "بے شک اے میرے ربے میرے ساتھ ہے. وہ میری رہنمائی کرے گا۔"

یہ بہت خوبصورت ہے کہ اس آیت کو اللہ نے کیسے بنایا۔ یہ ہر اس روح کے لیے سکون کی طرح ہے جو جدوجہد کر رہی ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ آپ کس طرح سے گزر رہے ہیں، اللہ آپ کو جاننا چاہتا ہے کہ وہ آپ کی رہنمائی کرے گا۔

اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں۔ بے صبری نہ کریں۔ اللہ آپ کی ہر دعا کا جواب دے گا۔ اس کے منصوبوں پر بھروسہ کریں۔ اللہ سب سے بہتر منصوبہ ساز ہے۔

قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تحریری شکل میں درج کیا گیا تھا۔ یہ بحث کہ آیا پوری عبارت ان کی زندگی میں لکھی گئی تھی کچھ مسلم اور بیشتر غیر مسلم علماء کے درمیان موجود ہے۔ قرآنی متن کو جمع کرنے کے عمل کو بیان کرتے ہوئے، صحابہ نے ہمیشہ متعدد مواد کا حوالہ دیا، جیسے کھجور کے ڈنٹھل اور پتلے سفید پتھر جن پر آیات لکھی ہوئی تھیں۔ تجرباتی ثبوت یا واضح اشارے کی کمی کہ وہ مواد مجموعی طور پر پورے متن کو گھیرے ہوئے ہیں اس امکان کی نفی نہیں کرتے۔ اس طرح کے امکان نے، ذیل میں زیر بحث دیگر حقائق کے علاوہ، اس موضوع پر مستند مسلم شخصیات کی حوصلہ افزائی کی، جیسے مکی ابن ابی طالب (متوفی 437/1045)، عزالدین ابن عبد السلام (متوفی 660/1262) ، ابن حجر العسقلانی (متوفی 852/1449)، السوطی (متوفی 911/1505) اور القسطلانی (متوفی 923/1517) کے ساتھ ساتھ بہت سے جدید مسلمان علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے۔ قرآن محمد کے زمانے میں لکھا گیا تھا۔

Nöldeke اور Schwally کی بااثر اسکالرشپ نے بعد کی نسلوں کے ماہرین تعلیم کو متاثر کیا جنہوں نے Gotthelf Bergssträsser (d. 1933) قرآن کی تاریخ پر کافی کام کیا ہے۔ ان ماہرین تعلیم میں شامل ہیں، جنہوں نے سامی زبانوں کا طریقہ اپنایا۔ اوٹو پریٹزل (متوفی 1941)، جس نے قیراط پر توجہ مرکوز کی۔ جان وانزبرو (متوفی 2002)، جنہوں نے نظر ثانی کی بنیاد رکھی۔ اور جان برٹن، جنہوں نے قانون کے سلسلے میں متن کے ارتقاء پر سوال اٹھایا۔ ان ماہرین تعلیم کے مجموعی کام آج بھی مغربی تعلیمی اسکالرشپ اور تعلیمی نصاب پر حاوی ہیں۔ ان کا دیرپا اثر برٹن کے اس بیان سے

کی طرف سے Schwally کی اشاعت اور Geschichte des Qorans کی Nöldeke ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے بعد سے، "قرآن کے متن کی تاریخ پر کوئی نئی تجویز پیش نہیں کی گئی ہے۔"

قرآن کی زبانی اور تحریری تاریخ کی مجموعی تنقید پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے سے آگے ان کے جانشینوں کے ذریعے اس کی تالیف کے تمام مراحل تک پھیلی ہوئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ روایتی اسلامی بیانیے کو مبہم، متضاد اور متضاد کے طور پر پیش کرنے پر واضح اصرار ہے۔ اس طرح کے اسکالرشپ نے ایک الزامی لہجہ اپنانا جاری رکھا ہے، جیسا کہ ذیل میں کلاڈ گیلیئٹ کے تبصرے میں دکھایا گیا ہے:

کیونکہ قرآن کی ترسیل اور میثاق بندی کے بارے میں تفصیلی غلط مہم جوئی - جیسا کہ زبانی طور ... پر پہنچایا اور تحریری طور پر منتقل کیا گیا ہے - بہت زیادہ ہیں، ان موضوعات پر قدیم مسلم روایات اس بارے میں کوئی حقیقی وضاحت پیش نہیں کرتی ہیں کہ ''عثمانی کوڈیکس'' کا کیا مطلب ہے۔ دوسری بات، یہاں تک کہ اگر مسلمان یہ مانتے ہیں کہ ہمارے پاس جو قرآن اب ہے وہ "عثمانی ضابطہ" ہے، لیکن اس معاملے پر مسلم روایات کا ہمارا تجزیہ ہمیں اسی یقین کے ساتھ نہیں چھوڑتا۔

ایک بار بار ہونے والے الزام میں کہ ابتدائی مسلمان خود ہی الجھن کا شکار تھے، 15 برٹن نے آخر کار یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن کو جمع کرنے کا عمل "ارتقاء، اضافے، اور 'بہتری' کے ایک طویل عمل کا نتیجہ تھا۔"

قرآنی متن کی تاریخ میں، مصحف العامی قرآن کی صداقت کے جدید نقادوں کے درمیان غلط دلائل یا پیشگی تصورات کے واضح نمونے کا پتہ لگانے سے شروع ہوتا ہے۔ تنقید، مرحوم مصری فلسفی عبدالرحمن بداوی کی (متوفی 2002) ڈیفنس ڈی لا وی دو نبی محمد کونٹری سیس ڈیٹریکٹورس، 18 اس فرانسیسی تصنیف کا بعد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ 9ویں اور 20ویں صدی کے درمیان ترقی کی۔ اس مضمون کے دائرہ کار سے سب سے زیادہ متعلقہ، بداوی نے 10ویں باب کو قرآن کی ترتیب پر بحث کرنے کے لیے وقف کیا۔ یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو پوری طرح سے تحریری شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ترتیب دیا گیا تھا۔

زمانہ قدیم اور پیلی گرافی پر جاری تحقیق کے علاوہ، ایسے معاملات پر روایتی اسلامی اسکالرشپ کی مسلسل نظر اندازی اور اس کی تشریحات کا ناکافی تجزیہ نظر آتا ہے۔ مشرقی یا نظر ثانی کے طریقہ کار اور مسلم اسکالرز کے درمیان علمی تفاوت اکثر ظاہر ہوتا ہے، خاص طور پر تاریخی حقائق کی تصدیق یا قرآنی ٹرانسمیشن کی یقینی قدر کی تشخیص کے حوالے سے۔ مزید برآں، ماضی اور حال کے مسلم روایت پسندوں پر اکثر روحانی تعصب اور خدا کے کلام کے طور پر قرآن کے تحفظ کے لیے مذہبی وابستگی کا الزام لگایا جاتا ہے- ایسے الزامات جو مسلم علماء کی ایک بڑی تعداد کی طرف سے اس موضوع پر سخت تعاون کو مسترد کرتے ہیں۔

محمد کے زمانے میں قرآن کی زبانی ترسیل:

زبانی ترسیل قرآنی متن کو محفوظ کرنے کا بنیادی طریقہ رہا ہے، جس کی حوصلہ افزائی بہت سی پیشن گوئی احادیث اور ابتدائی مسلم نسلوں کے اکاؤنٹس سے ہوتی ہے جو قرآن کے حاملین اور حفظ

کرنے والوں کے لیے حتمی اجر کا وعدہ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ "اگر قرآن جلد پر [لکھا ہوا] تھا، پھر اسے [جلد] کو آگ میں ڈال دیا جائے گا، اسے جلایا نہیں جائے گا." ابن سلام (متوفی 224/838) نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "جلد" سے مراد مومن کے دل کی طرف اشارہ ہے جو قرآن کو گھیرے ہوئے ہے۔

الاسماعی (متوفی 216/831) اور دیگر علماء نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن حفظ کرنے سے انسان جہنم کی آگ سے محفوظ رہتا ہے۔

ابن قتیبہ (متوفی 276/889) نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ابو امامہ نے فرمایا: قرآن حفظ کرو، یا قرآن کی تلاوت کرو، اور ان ضابطوں سے دھوکہ میں نہ پڑو۔ بے شک اللہ ایسے دل کو عذاب نہیں دیتا جو قرآن کو جہنم سے گھیرے ہوئے ہو۔"

عثمان نے قرآن مجید کو ایک مرتب شدہ کوڈیکس میں نقل کیا، صحابہ کرام کے قراء کرام، اپنے اپنے علاقوں میں، مسلمانوں کو قرآن پڑھاتے رہے جیسا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور اس کے تحریری متن کے مطابق تھا۔ نئے سرکاری طور پر عثمانی کوڈیکس۔

یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے کہ قرآن مجید اپنے نزول کے بعد سے محفوظ ہے۔ اس کی حفاظت کا اشارہ قرآن کے الفاظ میں ملتا ہے۔ اسے دو طریقوں سے محفوظ کیا گیا۔ اوّل، یہ ابتدا ہی سے لکھی گئی تھی، اور دوئم، یہ اپنی پہلی وحی کے بعد سے ہی لوگوں کو مکمل طور پر یاد ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور عوامل جو قرآن کے تحفظ میں معاون ہیں:

اللہ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ بہت سے لوگ موجود ہوں جو کور کے لیے قرآن پاک کو حفظ کرنے کے قابل ہیں۔

قرآن کی تال بہت ہی میٹھی اور آسان ہے، جو کسی کو بھی اس قابل بناتی ہے کہ وہ اسے مکمل یا کچھ حصوں میں بغیر دشواری کے حفظ کر سکے۔

قرآن کی تلاوت کو روزانہ 5 نمازوں میں فرض کیا گیا تھا - اس کی حفاظت میں مدد ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس کی پابندی کرنے کی محبت پیدا کی۔

خدا نے اس بات کو یقینی بنایا کہ قرآن اپنے نزول کے فوراً بعد پوری دنیا میں پھیل جائے، جس سے کسی گروہ یا حکومت کے لیے تبدیلیاں یا ترمیم کرنا ناممکن ہو گیا۔

اسلام میں علم قرآن پر مبنی ہے، جس کی وجہ سے اس کتاب کو ہر قسم کی تعلیم اور مطالعہ کے مختلف شعبوں میں نقل کیا جاتا ہے۔ اگر ان تمام کتابوں سے قرآن کی نقل کی گئی آیات کو جمع کر کے مرتب کیا جائے تو بھی پورا قرآن صرف ان حوالوں سے مرتب ہو سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قرآن سکھانے کے لیے ہر موقع کی تلاش میں دو طریقے اپنائے۔ معاصر کتاب وثقات نقل النص القرآنی من رسول اللہ الا امتی میں، محمد جبل نے متنوع ترتیبات اور حالات پر محیط قرآنی تعلیم کے 14 مختلف نبوی اسلوب کی فہرست بنائی ہے۔ مندرجہ ذیل حصہ میں جبل کی فہرست شامل کی گئی ہے اور اسے متعدد بین الضابطہ کاموں سے اخذ کردہ اضافی ڈیٹا کے ساتھ مکمل کیا گیا ہے۔

1- وحی نازل ہونے پر صحابہ کو تلاوت کرنا

متعدد احادیث ایسے منظرناموں سے متعلق ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو فوری طور پر اپنے صحابہ تک پہنچا دیا جیسا کہ یہ نازل ہو رہا تھا۔ ایک انفرادی صحابی کی حیثیت سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے ، زید بن ثابت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فوری تلاوت، اور آپ کے اس آیت کو لکھنے کے حکم کو بیان کیا، "وہ مومن جو [گھر میں] بیٹھے ہیں اور جو لوگ میدان میں جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہیں۔ اللہ کا راستہ۔" دیگر احادیث پیغمبر کی آیات یا ابواب کی تلاوت کی دستاویز کرتی ہیں، جیسے الصاف، الجمعہ، المرسلات، اور الکوثر کے ابواب صحابہ کے گروہوں پر نازل ہونے پر۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک جماعت بیٹھی باتیں کر رہی تھی، ہم نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم اسے کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟" [باب الصاف] قصہ بیان کرنے کے بعد راوی ابن سلام نے پورا باب سنایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پورا باب سنایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکمل کر لیا۔

ابوہریرہ نے بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ المبارک کے کچھ معنی پوچھے جب کہ اس کے نازل ہونے کے فوراً بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو اس کی تلاوت کی۔

المرسلات کے نزول کے بارے میں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: "جب ہم [صحابہ کرام کا ایک گروہ] منیٰ کے ایک غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تھے۔ مرسلات نازل ہوئی اور اس نے اسے پڑھا اور میں نے اسے سنتے ہی ان کے منہ سے سنا۔ ایک دن اپنے ساتھیوں کے درمیان جھپکی لینے کے بعد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا۔ جب ان کی مسکراہٹ کی وجہ پوچھی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابھی یہ باب مجھ پر نازل ہوا‘‘ اور انہیں باب الکوثر سنایا۔ ان طریقوں سے، صحابہ کرام قرآن کے نزول کو خود دیکھ سکتے تھے، اسے براہ راست تلاوت کی ترسیل کے ذریعے حاصل کرتے تھے، اور الہی پیغام کے ساتھ فوری طور پر تعامل کرتے تھے جیسا کہ یہ نازل ہوا تھا۔

2 - جن لوگوں کو وہ اسلام کی دعوت دے رہا تھا ان کو تلاوت کرنا

دعاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کے تالے کھولنے کے لیے استعمال کرتے تھے، جیسے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، ان کو قرآن پڑھنا تھا۔ قرآن کی لاجواب فصاحت نے عربوں پر گہرا اثر ڈالا، جن کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے وہ اس کے بے مثال اسلوب اور ماورائی فطرت کے تابع ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے والے پہلے لوگوں میں سے ایک کے طور پر، ابوبکر نے اپنے پانچ ہم منصبوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور قرآن سننے کی دعوت دی: عثمان بن عفان، الزبیر بن العوام، عبدالرحمن عوف، سعد بن ابی وقاص، اور طلحہ بن عبیداللہ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پانچوں نے صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان دس جنتیوں میں سے بھی تھے جن کا وعدہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد بن زرارہ، ذکوان بن عبد قیس، طفیل بن عمرو الدوسی، ابو ذر الغفاری، حامیان مدعیان، خویلدین کو مدعو کرنے پر قرآن کی تلاوت بھی کی۔ انصار) جو عقبہ کی پہلی بیعت سے پہلے مکہ میں ان سے ملے تھے۔

3- اسلام قبول کرنے والوں کو تعلیم دینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باب یوسف اور باب العلق کی تعلیم رافع بن رفاعہ اور معاذ بن عفراء کو دی تھی جب وہ مکہ میں ان کے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تھے۔ اسلام کے بارے میں جاننے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن کر مکہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور مکہ میں تین دن قیام کیا۔ اس وقت کے دوران، انہوں نے نازل شدہ قرآن کا بہت کچھ سیکھا، بالآخر اسے اپنے ملک واپس لے گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی قرآن سکھایا جن سے وہ مدینہ ہجرت کے دوران ملے، جیسے بریدہ ابن الحسیب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیلی کے فوراً بعد انہیں باب مریم کا کچھ حصہ سکھایا۔ بعد ازاں بریدہ مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اے بریدہ تم قرآن کا کتنا حصہ جانتے ہو؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس رات الغامیم میں پڑھایا تھا جب میں آپ سے اس باب کا کچھ حصہ ملا جس میں مریم کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آپ کو باقی باب پڑھائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ سے فرمایا: "اے بریدہ، اس سے باب الکہف سیکھو کیونکہ یہ قیامت کے دن اس کے ساتھی کے لیے نور ہے۔" اپنے لوگوں کے لیے نہ صرف قرآن کا استاد بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زکوٰۃ جمع کرنے والے کے طور پر بھی مقرر کیا تھا ، 73 قرآن کے لوگوں کو مقام کی ترجیح دینے کے پیغمبرانہ عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ ایسی ہی ایک دوسری مثال عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کی ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا جب وہ ثقیف کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے ۔ عثمان نے جوش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھنے کا ہر ممکن موقع تلاش کیا ، جس نے ان کی لگن کو پسند کیا اور انہیں اپنی قوم کا رہنما مقرر کیا حالانکہ وہ ان کے سب سے چھوٹے تھے۔

روایت ہے کہ بحرین کے ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن اشج تھا اپنے بھتیجے عمرو بن عبد قیس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے مدینہ بھیجا ۔ اپنی نبوت کے کئی آثار دیکھ کر عمرو نے اسلام قبول کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں سورہ فاتحہ اور العلق سکھائے اور ان سے کہا کہ وہ اپنے چچا کو بھی اسلام کی دعوت دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل فوری طور پر ہر نئے مسلمان کو قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی ہدایت کر رہا تھا، اور یہ کہ وہ اس پر کسی اور چیز کو ترجیح نہیں دیں گے۔